بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

کتاب الحظر والإباحة

باب الأكل والشرب

الفصل الأول في الأكل مع الكفار

(کفار کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

الفصل الثانی فی الأکل مع الفساق

(فاسق کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

الفصل الثالث في سنن الأكل وآدابه

(کھانے کی سنتوں اور آداب کا بیان)

الفصل الرابع في مكروهات الأكل

(کھانے کے مکروہات کا بیان)

الفصل الخامس في المتفرقات

باب الضيافات والهدايا

الفصل الأول في ثبوت الدعوة وقبوله

(دعوت کے ثبوت اور قبول کرنے کا بیان)

الفصل الثانی فی الضیافۃ

(مہمان نوازی کا بیان)

الفصل الثالث فی الهدایا

(ہدیہ کا بیان)

باب الأشياء المحرمة وغيرها

الفصل الأول في المسكرات

(نشہ آور اشیاء کا بیان)

الفصل الثاني في الطّيب

(خوشبو کا بیان)

الفصل الثالث فی الفضلات

(فضلات کا بیان)

الفصل الرابع فی المأکولات وغیرها

(کھانے کی اشیاء کا بیان)

باب الانتفاع بالحیوانات

الفصل الأول في السمک

(مچھلی کے کھانے کا بیان)

الفصل الثاني في الطيور

(پرندوں کا بیان)

الفصل الثالث في المواشي

(مویشیوں کا بیان)

الفصل الرابع فی الحیوانات المحرمة وأجزائها

(حرام جانوروں اور ان کے اجزاء کا بیان)

الفصل الخامس فیما یجوز قتله من الحیوانات ومالایجوز

(جائز القتل اور غیر جائز القتل حیوانات کا بیان)

الفصل السادس في المتفرقات

باب التداوی والمعالجة

الفصل الأول في مايتعلق بحمل المرأة وموانعه

(حمل، اسقاط حمل اور موانع حمل کا بیان)

الفصل الثاني في أعضاء الإنسان وأجزائه

(انسان کے اعضاء اور اجزاء کا بیان)

الفصل الثالث في التداوي بالمحرم وغيره

(حرام و حلال سے دوا کرنے کا بیان)

الفصل الرابع في المتفرقات

باب شرب الدخان واستعمال النورة وغيرها

(تمباکو اور چونے وغیرہ کے استعمال کا بیان)

باب المال الحرام ومصرفه

(مالِ حرام اور اس کے مصرف کا بیان)

فصلٌ فی أداء القرض من الحرام

(حرام مال سے قرض ادا کرنے کا بیان)

باب الرشوة

(رشوت کا بیان)

باب المعاشرة والأخلاق

الفصل الأول فی الکذب والنمیمة والبهتان

(جھوٹ، چغلی اور بہتان کا بیان)

الفصل الثانی فی الغیبة والحسد

(غیبت اور حسد کا بیان)

الفصل الثالث فی نقض الوعد

(وعدہ خلافی کا بیان)

الفصل الرابع فی ترک الموالات

(قطعِ تعلق کا بیان)

الفصل الخامس فی إیذاء المسلم

(مسلمان کو اذیت پہنچانے کا بیان)

باب المعاصی والتوبة

(گناہ اور توبہ کا بیان)

باب أحكام الزوجين

(میاں بیوی کے حقوق کا بیان)

فصل فی الجماع ومتعلقاته

(ہمبستری وغیرہ کا بیان)

☆ ☆ ☆

كتاب الحظر والإباحة

باب الأكل والشرب

الفصل الأول في الأكل مع الكفار

(کفار کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

غیر مسلم کے ساتھ کھانا

سوال[۸۵۷۹]: خاکروب، چمار، ہندو، عیسائی وغیرہ وغیرہ مذہب کے لوگوں کے ساتھ مسلمان اکٹھا بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ان غیر مذہب والوں کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا مکروہ ہے، اگر کسی مجبوری سے کبھی ایک دو دفعہ ابتلا ہو جائے تو گناہ نہیں۔ یہ اس وقت جب کھانا و برتن ان کے پاک ہوں یا ان کی ناپاکی کا علم نہ ہو، اگر یہ علم ہو کہ برتن ان کے ناپاک ہیں یا کھانا حرام مردار وغیرہ ہے تو ہرگز کھانا درست نہیں، نہ ان کے ساتھ، نہ ان کے برتنوں میں۔ کذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: ۵/ ۳۴۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(۱) "قال محمد رحمه الله تعالى: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل، جاز، ولا يكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراماً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، الخ: ۵/ ۳۴۷، رشيدية)

کفار و مشرکین کے ساتھ کھانا پینا

سوال [۱۰۵۵۹]: مشرکین سے ربط ضبط رکھنا، ان کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن حمید میں فرماتا ہے: ﴿إنما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا﴾ (پ: ۱۰، سورۂ توبہ)(۱)۔ اور دوسری جگہ ہے: ﴿يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا﴾ (پ: ۱۸، ع: ۴)(۲)۔

مشرکین تو صفائی و ناپاکی سے بالکل بے خبر ہیں، نہ طریقِ غسل سے واقف، نہ پابندیٔ اسلام سے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا ضرورت کفار سے ربط ضبط اور تعلقات رکھنا منع ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم هزواً ولعباً من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم والكفار أولياء﴾(۳)۔

ـ "ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم، والمرق. ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها". (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب ما لا يؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۲۳۵، سعيد)

"والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه، ولا بأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم، وفي الأكل معهم. وعن الحاكم عبد الرحمن: لو ابتلى به المسلم مرة أو مرتين، لا بأس به، أما الدوام عليه فمكروه". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۳۴۰/۴، رشيديه)

"عن أبي ثعلبة الخشني قال: سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن قدور المجوس، قال: "أنقوها غسلاً واطبخوا فيها". (جامع الترمذي، كتاب أبواب السير، باب ما جاء في الانتفاع بآنية المشركين: ۲۸۳/۱، سعيد)

(۱) (التوبة: ۲۸)

(۲) (المؤمنون: ۵۱)

(۳) (المائدة: ۵۷)

- نجران کا پاکی ناپاکی میں تمیز نہ کرنا اور نجاست میں ملوث رہنا بھی نجس ہونے کا سبب ہے، کما فی التفسیرات الأحمدیہ، ص: ۴۵۵(۱)، مدارک التنزیل، ص: ۲۷۴(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی، ۱۴/۲/۵۳ ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۴/۲/۵۳ ھ۔

ہندو کے تہوار کا کھانا

سوال[۸۵۹۱]: اگر کسی مسلمان کے رشتہ دار ہندو کے گاؤں میں رہتے ہوں اور ہندو کے تہوار ہولی دیوالی وغیرہ پکوان، پوری، کچوری(۳) وغیرہ پکاتے ہیں، ان کا کھانا ہم لوگوں کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندو کے تہوار ہولی دیوالی وغیرہ میں شریک ہونا ہرگز جائز نہیں، اس سے توبہ کرنا لازم ہے، کیونکہ وہ کبیرہ گناہ ہے، حتیٰ کہ بعض فقہاء نے اس کو کفر لکھا ہے(۴)۔ اور جو کھانا کچوری وغیرہ ہندو کسی اپنے ملنے والے مسلمان

=(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۶/۴۷۶، رشيديه)

(۱) "الجمهور على أن المعنى: إنما المشركون ذو نجس، لأن النجس يتحتمن عن النجاسة، ولأنهم لا يتطهرون ولا يغتسلون ولا يجتنبون النجاسات، فهي ملابسة لهم". (التفسيرات الأحمدية، ص: ۴۵۵، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) "لأن معهم الشرك الذي هو بمنزلة النجس، ولأنهم لا يتطهرون ولا يغتسلون ولا يجتنبون النجاسات، فهي ملابسة لهم" (تفسير المدارك، (سورة التوبة: ۲۸): ۱/۴۹۲، قديمي)

(۳) "پوری: گھی میں تلی ہوئی روٹی"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۸، فیروز سنز لاہور)

"پکوان: گھی میں تلی چیز، پکا ہوا کھانا، پوری"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۱۸، فیروز سنز لاہور)

"کچوری: دال کی بھری ہوئی پوری"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۹۶، فیروز سنز لاہور)

(۴) "والإعطاء باسم النيروز والمهرجان لا يجوز أي الهدايا باسم هذين اليومين حرام، وإن قصد تعظيمه كما يعظمه المشركون، يكفر". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۴، سعيد)

"حكي عن أبي حفص الكبير رحمه الله تعالى قال: لو أن رجلاً عبد الله خمسين سنة، ثم جاء =

کو دیا اس کا دینا بہتر ہے، لیکن اگر کسی مصلحت سے لے لیا تو غرباء کو کھلانے کا اہتمام کیا جاوے کہ (۱) گاؤں اور نو مسلمان ہولی وغیرہ میں ہندوؤں کی موافقت کی وجہ سے پکائیں تو اس سے ہرگز نہ لینا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۸/ ذی قعدہ/ ۵۶ھ۔

— يوم النيروز، فأهدى إلى بعض المشركين بيضة يريد به تعظيم ذلك اليوم، فقد كفر بالله، وأحبط عمله خمسين سنة، كذا في الغاية" (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، باب البيع الفاسد: ۲/ ۲۰۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية [illegible])

مجموعۃ الفتاویٰ میں کتاب الکراہیۃ ہے لیکن [illegible] سے چھپا ہوا ہے

(۲) قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، ص: ۳۷۵، قديمي)

قال القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم والخير" (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۴۳۴۷: ۸/ ۲۵۵، رشيدية)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس: ۵/ ۴۶، مكتبه معهد الخليل الإسلامي كراچی)

(۱) "ولو أهدى لمسلم ولم يرد تعظيم اليوم، بل جرى على عادة الناس، لا يكفر، وينبغي أن يفعله قبله أو بعده نفياً للشبهة، الخ" (الدر المختار)

"ولو اتخذ مجوسي دعوة لحلق رأس ولده، فحضر مسلم دعوته فأهدى إليه شيئاً، لا يكفر ... إن إجابة دعوة أهل الذمة مطلقة في الشرع" (رد المحتار، كتاب الكراهية، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۵، سعيد)

"ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/ ۳۴۷، رشيدية)

(۲) ان کا اسی طرح موافقت میں کھانا وغیرہ پکانا کہ یہ اعتقاد کے ساتھ ان کی عید ہے، ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا ان سے نہ لیں گے۔

ہندو کے گھر کی چیزیں کھانا

سوال [۸۵۴۲]: ہندو کے یہاں دتی چوڑا، دال بھات کھانا کیسا ہے (۱)؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک ناپاکی کا علم نہ ہو درست ہے (۲)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے ہدایا کو قبول فرمایا ہے، اور نوش فرمایا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۱۱/۹۸ھ۔

= کوئی چیز قبول کرنا ان کی اعانت اور حمایت کرنا ہے، اور چونکہ اعانت علی المعصیۃ ممنوع ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے:

قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالىٰ: "فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام". (روح المعاني، (المائدة: ۲): ۶/۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال الملا على القاري: "من شبه نفسه بالكفار في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار "فهو منهم": أي في الإثم والخير. قال الطيبي: هذا عامٌ في الخلق والخُلُق والشعار، ولما كان الشعار أظهرَ في التشبه، ذكر في هذا الباب. قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لاغير ..... الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني (رقم الحديث: ۴۳۴۷): ۸/۱۵۵، رشيدية)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس: ۵/۴۰، معهد الخليل الإسلامي كراچي)

(۱) "بھات: اُبلے ہوئے چاول"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۲۹، فیروز سنز، لاہور)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أحكام أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۴/۳۴۲، رشيدية)

(وكذا في النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، ما لا يؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۳۳۵، سعيد)

(۳) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه أن امرأةً يهوديةً أتت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بشاة مسمومة فأكل منها، فجيء بها إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فسألها عن ذلك، فقالت: =

ہندو کی دوکان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا

سوال [۸۵۸۴]: ۱…… ہندو کھٹیک (۱) سے جس کی دوکان پر کسی مسلم کا پہرا یا نگرانی نہیں ہوتی تو ایسی دوکان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا جب کہ اس کو کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو، کیا حکم ہے؟

۲…… اگر کوئی ہندو مسلمان کی دوکان سے گوشت خرید کرلے جائے، اور اس کو وہ اپنے مکان یا اپنے ہوٹل میں پکائے تو کیا مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟

۳…… بہت سے مسلمان سرکاری ملازم اپنے مکان سے باہر علاقہ میں دورہ کرنے کے لئے جاتے ہیں اور وہ کسی ہندو کے یہاں قیام کرتے ہیں، وہ ہندو مسلمان کی دوکان سے گوشت خرید کر لاتے ہیں، وہ گوشت اس ہندو کے یہاں گھر میں پکتا ہے، مسلمان باہر کے کمرے میں قیام کرتا ہے۔ ایسی حالت میں گوشت مسلمان کی نگاہ سے غائب رہتا ہے تو ایسے گوشت کا کیا حکم ہے؟

۴…… ایک مسلمان کسی مسلمان کی دوکان سے گوشت خرید کر لے جارہا ہے کہ راستہ میں اس کا نوکر جو کہ ہندو ہے ملا، مسلمان نے وہ گوشت اس کو دے دیا اور یوں کہا کہ گھر لے جاؤ، یہ پکے گا۔ وہ نوکر اس گوشت کو

= أردت لأقتلك، فقال: "ما كان الله ليسلطك على ذلك". أو قال: "علي" قال: فقالوا: ألا نقتلها؟ قال: "لا". فما زلت أعرفها في لهوات رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم". (سنن أبي داود، كتاب الديات، باب فيمن سقى رجلاً سماً أو أطعمه الخ: ۲/۲۲۲، مكتبه امداديه ملتان)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: لما فتحت خيبر، أهديت لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم شاة فيها سم". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب الشاة التي سمت للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲/۶۱۰، قديمي)

قال الحافظ ابن حجر العسقلاني تحت الحديث المذكور: "وقد اشتملت قصة خيبر على أحكام كثيرة: منها …… والأكل من طعام أهل الكتاب وقبول هديتهم". (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب الشاة التي سمت للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم: باب: ۴۲، ۷/۶۳۳، قديمي)

(۱) "کھٹیک: ہندوؤں کی ایک قوم جس کا پیشہ ہر قسم کے جانور پالنا اور رکھنا ہے، اہیر"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۵۶، فیروز سنز لاہور)

لے کر اپنے مالک کے گھر دے دیتا ہے، جہاں سے وہ نوکر گوشت کو لے کر چلا تھا وہاں اس کے ساتھ کوئی مسلمان ساتھ نہ تھا۔ تو کیا حکم ہے؟

۵...... بہت سی بستیوں کے مسلمان یوں کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے ہندو کھٹیک نہایت دیانتدار ہیں، انہوں نے ہمارے باپ دادا کے وقت سے اب تک کہیں کوئی گڑبڑ نہیں کی۔ تو کیا ان مسلمانوں کا اعتبار کرکے ان ہندو کھٹیکوں کی دوکان سے گوشت خریدنا مسلمان کے لئے درست ہے یا نہیں، اسے استعمال کیا جائے یا نہیں؟

غیر مسلم کے ہوٹل کا کھانا

سوال[۸۵۸۴]: ۶...... ہندو یا آج کل کے عیسائی، سکھ و پارسی وغیرہ کے ہوٹل سے مسلمان کو کھانا کھانا کیسا ہے؟ جب کہ ان کے یہاں گوشت پکتا ہے، اس گوشت کا اعتبار بھی نہیں کیا جاتا۔ اور اگر سبزی کے ساتھ کھانا کھائے تو ایسی حالت میں بعض موقعوں پر ایک ہی چمچہ استعمال کرلیا جاتا ہے، نہ ان کے یہاں اس کی کوئی پابندی ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

ٹی پارٹی یا ڈنر پارٹی میں مسلمانوں کا کھانا کھانا

سوال[۸۵۸۵]: ۷...... بعض وقت سرکاری محکموں میں لوگ آپس میں ایک دوسرے کی دعوت کرتے ہیں جسے عرف عام میں "ٹی پارٹی" یا "ڈنر پارٹی" کہا جاتا ہے، اس پارٹی میں بھی گوشت پکتا ہے، اس گوشت کی تحقیق بھی نہیں کی جا سکتی۔ تو مسلمان کو ایسی دعوت میں کھانا کھانا کیسا ہے؟

غیر مسلم ممالک سے درآمد شدہ بند ڈبوں کے گوشت کا حکم

سوال[۸۵۸۶]: ۸...... بعض کمپنیاں گوشت کو ڈبوں میں بند کرکے فروخت کرتی ہیں اور وہ کمپنیاں غیر مسلم کی ہوتی ہیں، معلوم نہیں وہ گوشت ذبح کیا ہوا ہے یا نہیں۔ بعض کمپنیاں ڈبوں پر یہ لکھ دیتی ہیں کہ یہ گوشت ذبح کیا ہوا ہے۔ تو کیا ان کی بات صحیح مان لی جائے؟ مسلمان کو ایسا گوشت استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور جو لوگ اس کو استعمال کریں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...جب کوئی مسلم نگراں وہاں موجود نہیں تو محض اس غیر مسلم کے قول پر دیا گیا کہ یہ حلال گوشت ہے درحقیقت حرمت میں غیر مسلم کا قول شرعاً قبول نہیں، البتہ معاملات میں اس کا قول بھی قبول ہے جب کہ صدق کا ظن ہو۔ یہاں اگر وہ یہ کہے کہ یہ وہ گوشت ہے کہ جس کو فلاں شخص (مسلم) نے ذبح کیا اور دل گواہی دے کہ یہ صحیح کہتا ہے اور اس نے اس میں کوئی ناجائز گوشت نہیں ملایا تو اس کا قول قبول کرلینا درست ہے:

"ولا يقبل قول الكافر في الديانات إلا إذا كان قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فيقبل قوله ضرورة، كما في البيع: من أرسل أجيراً له مجوسياً أو خادماً فاشترى لحماً فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو مسلم، وسعه أكله". عالمگیری: ۵/۳۰۸(۱)۔

۲...اگر وہ اپنے برتن پاک کرکے پکائے اور اس میں کوئی حرام اور نجس چیز نہ ملائے تو کھانا درست ہے، اس کا اطمینان ہونا چاہیے(۲)۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد: ۵/۳۰۸، رشيدية)

(۲) "قال محمد رحمه الله تعالى: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل، جاز، ولا يكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني. فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراماً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، الخ: ۵/۳۴۷، رشيدية)

"ولا بأس بالأكل من أطعمة الكفار للأطعمة الطيبة كاللحم والشحم والمرق. ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها". (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب ما لا يؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۲۳۵، سعيد)

"والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه، ولا بأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم، وفي الأكل معهم، وعن الحاكم عبد الرحمن: لو ابتلي به المسلم مرة أو مرتين، لا بأس به، أما الدوام عليه فيكره". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۴/۳۴۹، رشيدية) —

۳۔ نمبر ۲ سے جواب ظاہر ہے۔

۴۔ اس پر اعتماد ہو کہ اس نے اس میں ناجائز چیز نہیں ملائی یا اس کو ناجائز سے نہیں بنایا تو درست ہے(۱)۔

۵۔ احتیاط ہو تو درست ہے(۲)۔

۶۔ ان کا کھانا نہیں کھانا چاہیے(۳)۔

۷۔ غیر مسلم کے یہاں گوشت نہ کھائیں، چائے وغیرہ میں گنجائش ہے(۴)۔

۸۔ ایسا گوشت نہ کھائیں، جو لوگ ذاتی تحقیق کے بعد چیز کا حلال ہونا یقین کر کے اس کو کھائیں ان سے تعرض نہ کریں، ان کو یہ نہ کہیں کہ آپ نے حرام کھایا ہے، نہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ کریں جیسا حرام کھانے والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

۔ "عن أبي ثعلبة الخشني قال: سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن قدور المجوس، قال: "أنقوها غسلاً واطبخوا فيها". (جامع الترمذي، كتاب أبواب السير، باب ماجاء في الانتفاع بآنية المشركين: ۲/۲۶۳، سعيد)

(۱) "ولا يقبل قول الكافرين في الديانات، إلا إذا كان قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فيقبل قوله ضرورة، كذا في التبيين. من أرسل أجيراً له مجوسياً أو خادماً، فاشترى لحماً فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو مسلم، وسعه أكله اهـ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد: ۵/۳۰۸، رشيدية)

(۲) راجع رقم الحاشية (۱)

(۳) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك". (جامع الترمذي، أبواب صفة القيامة، قبيل أبواب صفة الجنة: ۲/۷۸، سعيد)

(وكذا في مسند أحمد بن حنبل، مسند حسن بن علي: ۱/۲۰۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۴) راجع رقم الحاشية (۱)

(۵) راجع رقم الحاشية: (۱)

ہندو کی دوکان اور گھر کا کھانا

سوال[۸۵۸۷]: اہلِ ہنود کے ہاں کھانا پینا یا ہندو دوکان داروں سے خشک وتر چیزیں خرید کر کھانا جائز ہے یا نا جائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان کے برتنوں اور ان کے کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق نجاست کا علم ہو تو کھانا پینا شرعاً حرام ہے۔ اگر علم نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اگر پاکی کا پورا علم ہو تو درست ہے:

"قال محمد رحمه الله تعالىٰ: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل، جاز، ولا يكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فإذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراماً" اهـ. فتاوي عالمگيري، ص: ۳۴۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/۵/۶۰ھ۔

مشرک کے ساتھ کھانا کھانا

سوال[۸۵۸۸]: مشرک کے ساتھ کھانا کھانا، جھوٹا پانی پینا، اس کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی، شیرنی وغیرہ کھانا کیسا ہے؟ حالانکہ عالمگیریہ میں درست لکھا ہے اور اکثر کا پیشہ فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أحكام أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۴/۳۴۹، رشيديه)

(وكذا في النتف في الفتاوى، كتاب الصيد، ما لا يؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۲۳۵، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافر کو ہاتھ بھی لگایا ہے(۱)، کافر کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی نوش فرمایا ہے، آخر زہر کس نے دیا تھا(۲)، کافر کے ہاتھ کا بنا ہوا کپڑا بھی پہنا ہے(۳)۔ جب تک کسی ناپاکی کا علم نہ ہو یہ سب چیزیں پاک اور درست ہیں(۴)، اگرچہ افضل مسلمان کی چیز کا استعمال کرنا ہے(۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "وأما نجاسة بدنه، فالجمهور على أنه ليس بنجس البدن والذات؛ لأن الله تعالىٰ أحل طعام أهل الكتاب". (تفسير ابن كثير (سورة التوبة): ۲/۳۴۶، سهيل اكيڈمي لاهور)

"وأخرج أبو الشيخ وابن مردويه عنه (ابن عباس) رضي الله تعالىٰ عنهما أنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صافح مشركاً فليتوضأ أو ليغسل كفيه".

"وأخرج ابن مردويه عن هشام بن عروة عن أبيه عن جده قال: استقبل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جبريل عليه السلام، فناوله يده، فأبى أن يتناولها، فقال: "يا جبريل! ما منعك أن تأخذ بيدي"؟ فقال: إنك أخذت بيد يهودي فكرهت أن تمس يدي يداً قد مسها يد كافر، فدعا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بماء فتوضأ فناوله يده فتناولها" قيل: وعلى ذلك فلا يحل الشرب من أوانيهم ولا مواكلتهم ولا لبس ثيابهم، لكن صح عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والسلف خلافه، ويحتمل كونه قبل نزول الآية فهو منسوخ بعيد ... والاستدلال على طهارتهم بأن أعيانهم لو كانت نجسة ما أمكن بالإيمان طهارتها؛ إذ لا يعقل كون الإيمان مطهراً". (تفسير روح المعاني، سورة التوبة: ۱۰/۷۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه أن امرأة يهودية أتت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بشاة مسمومة فأكل منها، فجيء بها إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فسألها عن ذلك، فقالت: أردت لأقتلك، فقال: "ما كان الله ليسلطك على ذلك". أو قال: "عليّ" قال: فقالوا: ألا نقتلها؟ قال: "لا". فما زلت أعرفها في لهوات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (سنن أبي داؤد، كتاب الديات، باب فيمن سقى رجلاً سماً أو أطعمه فمات، ۲/۲۶۲، مكتبه امداديه ملتان)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه لما فتحت خيبر أهديت لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه —

وسلم شاة فيها سمٌّ". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب الشاة التي سُمَّت للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ٦١٢/٢، قديمي)

قال الحافظ ابن حجر العسقلاني تحت الحديث المذكور: "وقد اشتملت قصة خيبر على أحكام كثيرة: منها ... والأكل من طعام أهل الكتاب وقبول هديتهم". (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب الشاة التي سمّت للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم، باب: ٤٢، ٢٣٣/٧، قديمي)

(٣) "عن ابن بريدة عن أبيه أن النجاشي أهدى للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم خفين أسودين ساذجين فلبسهما، ثم توضأ ومسح عليهما". قال القاري: "وفيه أيضاً أنه ينبغي قبول الهدية حتى من أهل الكتاب، فإنه (أي النجاشي) لما أهدى له، كان كافراً ... فإن بعضهم قبول هدية الكافر تسمح لعدم القبول". (شرح القاري للشمائل على هامش جمع الوسائل، ص: ١٥٩، إدارة تاليفات اشرفيه ملتان)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الهبة، باب قبول الهدية من المشركين: ٢٨٩/٥، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ٣٤٧/٥، رشيديه)

(٤) "قال محمد رحمه الله تعالى: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل، جاز، ولا يكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني. فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراماً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، الخ: ٣٤٧/٥، رشيديه)

"ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم والشحم والمرق، ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها". (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب ما لا يؤكل من طعام الكفار، ص: ٢٣٥، سعيد)

"والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه، ولا بأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم. وفي الأكل معهم وعن الحاكم عبد الرحمن: لو ابتلي به المسلم مرة أو مرتين لا بأس به، أما الدوام عليه فمكروه". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ٣٤٦/٤، رشيديه) =

طعام اہل کتاب سے متعلق ایک شبہ

سوال [۱۵۸۹]: قرآن مجید کی ایک ایسی آیت کا مطلب تو سمجھ میں آگیا کہ "کتاب والوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے" یعنی کتاب والے جو جائز کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر، یا اپنے ہاتھ سے ذبح کرکے کھلائیں تو تم اس کو کھا لیا کرو، کیونکہ چھوت چھات ٹھیک نہیں۔ یہ آیت اگر قرآن شریف میں نہ ہوتی تو اہل کتاب کے کھانے کے متعلق مسلمان لوگ شک میں پڑے رہتے اس لئے اس آیت سے وہ شک رفع ہو گیا، مگر مندرجہ ذیل مطلب والی آیت شریفہ کا مطلب سمجھا دیجئے: "تمہارا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال ہے"(۱)۔

یعنی تمہارے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے، یا تمہارے ذبح کئے ہوئے کو اہل کتاب کو حلال سمجھنا چاہئے، سمجھ میں نہیں آتا کہ جب اہل کتاب قرآن مجید کو نہیں مانتے تو یہ حکم یا خبر قرآن مجید میں کیوں ہے۔ اگر محض مسلمانوں کے لئے یہ خبر ہے تو تحصیل حاصل ہے کیونکہ مسلمانوں کو یہ بات ان لوگوں کے طرز عمل ہی سے معلوم ہو سکتی ہے، جیسے کوئی اہل کتاب مسلمان کے گھر آئے اور مسلمان اس سے کھانے کے لئے کہے تو اگر وہ حلال سمجھتا ہے تو مسلمان کے پکے ہوئے کھانے کو ضرور کھائے گا اور اگر مسلمان کے ہاتھ کے کھانے کو حلال نہیں سمجھتا تو جواب دے گا کہ ہمارے مذہب میں آپ کے ہاتھ کا کھانا جائز نہیں۔ اور اگر مسلمان کہے بھی کہ ہمارے قرآن مجید میں لکھا ہے کہ تمہارا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال ہے، پس تم ضرور کھاؤ تو وہ جواب دے گا کہ ہم قرآن مجید

= "عن أبي ثعلبة الخشني قال: سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن قدور المجوس، فقال: "أنقوها غسلا واطبخوا فيها" (جامع الترمذي، أبواب السير، باب ماجاء في الانتفاع بآنية المشركين: ۲/ ۲۸۶، سعيد)

(۵) "لابأس بأن يكون بين المسلم والذمي معاملة إذا كان مما لابد منه، كذا في السراجية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أحكام أهل الذمة: ۵/ ۳۴۸، رشيدية)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ عبارت تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "عبارت بالا سے ظاہر ہو کہ بلا ضرورت مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار و مشرکین کے ساتھ معاملات نہ کئے جائیں"۔ (جواہر الفقہ، معاملات کفار میں تعلیمات اسلام کا خلاصہ: ۲/ ۱۸۹، دار العلوم کراچی)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم، وطعامكم حل لهم﴾ (سورة المائدة: ۵)

نہیں مانتے۔ ضرور سمجھا دیجئے کہ اس کا کیا مفہوم ہے؟

اور یہ بھی عرض ہے کہ اگر دونوں کو اکٹھا کر کے یوں کہیں کہ اہل کتاب کے لئے حلال ہو، یعنی اگر اہل کتاب تمہارے ہاتھ کے کھانے کو حلال سمجھیں تو تم کو بھی ان کے ہاتھوں کے پکے ہوئے کھانے سے پرہیز نہ کرنا چاہیے، ورنہ اس صورت میں تمہارے لئے حلال ہے البتہ پاک کھانا شرط ہے۔

صورت مرقومہ بالا پر "واؤ" حالیہ ہوگی جیسے کہ ﴿لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ﴾ ہے(۱) اور اگر ﴿وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم، وطعامکم حل لهم﴾(۲) "واؤ" حالیہ ہونے میں کوئی محال از روئے قواعد عربیہ ہو تو تحریر فرمائیے۔ کیونکہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ایک طالب علم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس جگہ واؤ حالیہ ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ لہذا عرض ہے کہ جواب مرحمت فرمایا جائے۔

احقر: [illegible]

مکرر عرض ہے کہ بخاری شریف میں حضرت ابی ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "اگر مسلمان کے برتن ملیں تو اہل کتاب کے برتنوں میں مت کھاؤ لیکن اگر مسلمان کے برتن نہ ملیں تو مجبوراً اہل کتاب کے برتنوں کو دھو کر اس میں کھاؤ"(۳)۔ اس حدیث شریف کو بھی ملحوظ رکھا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ ظروف کے حکم سے مظروف کا حکم بدلتا نہیں یعنی جس طرح سے ان ظروف کا استعمال ممنوع ہے اس صورت میں اس ظرف میں کھانا کھانا بھی ممنوع ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ "اشیاء دو قسم کی ہیں بعض تو سب کے لئے بلا شرط حلال ہیں، جیسے دریا

(۱) (سورة النساء: ۴۳)

(۲) (سورة المائدة: ۵)

(۳) "حدثني أبو ثعلبة الخشني قال: أتيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقلت: يا رسول الله! إنا بأرض أهل الكتاب، فنأكل في آنيتهم ... فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أما ما ذكرت أنكم بأرض أهل الكتاب، فلا تأكلوا في آنيتهم إلا أن لا تجدوا بداً، فإن لم تجدوا فاغسلوا وكلوا" الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد والتسمية، باب آنية المجوس والميتة: ۸۲۶/۲، قديمي)

کا پانی، اور بعض کی حلت کے لئے کچھ شروط ہیں، جیسے: حلتِ صلوٰۃ کے لئے وضو شرط ہے۔ اور تمام عبادات کے لئے ایمان شرط ہے اور حلتِ مال کے لئے ملک یا مالک کی اجازت شرط ہے" تو آیت: ﴿وطعامکم حلٌ لہم﴾ (۱) میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں کا ذبیحہ غیر مسلموں کے لئے بلا شرط حلال ہے، جیسا کہ دوسرے جائز کاموں کی وجہ سے ان کو عذاب نہ ہوگا تو اسی طرح مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کی وجہ سے ان کو عذاب نہ ہوگا۔ اور اس کے بیان کرنے سے مقصود فرق بیان کرنا ہے مسلمان عورتوں اور مسلمانوں کے ذبیحے کے درمیان کہ ذبیحہ مسلمان کا بلا شرطِ ایمان بھی غیر مسلم کے لئے حلال ہے اور مسلم عورتوں سے نکاح کرنا غیر مسلم کے لئے بغیر اس کے مسلمان ہوئے جائز نہیں۔ مجوس وغیرہ کا ذبیحہ غیر مسلموں کے لئے بھی حلال نہیں، جیسا کہ مسلمانوں کے لئے وہ حلال نہیں، اس کو مسلم یا غیر مسلم جو بھی کھائے گا، وہ عذاب کا مستحق ہوگا (۲)۔

تفسیر مدارک اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ: "مسلمات کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم اپنا ذبیحہ غیر مسلموں کو کھلا دو گے تو اس پر تم سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا، کیونکہ وہ ان کے لئے حلال ہے، اگر وہ ان کے لئے حرام ہوتا تو

---

(۱) (سورة المائدة: ۵)

(۲) "قلت: معناه أن من الأشياء ماهو حلال على كافة الناس من غير شرط كلحم ماء البحر، ومنها ماهو مشروط حلها بشرائط، كالصلوة مشروط جوازها بالوضوء، وسائر العبادات مشروط إتيانها بالإيمان بالله ورسوله، وإخلاص النية، وأكل الأموال مشروط حلها بالملك، أو إذن من المالك، فذبائح المسلمين حلال على الكفار حتى لا يعذبون في الآخرة بأكلها كما لا يعذبون بإتيان أمور مباحة للعالمين من غير شرط الإيمان، بخلاف ذبائح المجوس فإنها كالميتة يحرم أكلها على سائر الناس، فيعذب الكفار كما يعذبون بترك الإيمان، وترك سائر الواجبات المتوقفة على الإيمان، وإتيان المنهيات، قال الله تعالى: ﴿ما سلككم في سقر، قالوا لم نك من المصلين﴾ الآية. وفائدة هذا القول التفرقة بين ذبائح المسلمين ونسائهم، فإن ذبائح المسلمين حلال على كافة الناس من غير اشتراط الإيمان بخلاف نسائهم، فإنه يشترط لحل مناكحتهم الإيمان . . . والسر في ذلك ما ذكرنا أن حل أكل ذبائح المسلمين غير مشروط بالإيمان، بخلاف حل نسائهم". (التفسير المظهري: ۳/۴۰، (سورة المائدة: ۵)، حافظ كتب خانه كوئته)

تمہارے لئے ان کو کھلانا جائز نہ ہوتا"(۱)۔

ان دونوں تفسیروں سے شبہ رفع ہوسکتا ہے اور اس سے پہلی آیت سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ اہلِ کتاب اللہ کے نام پر جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، اس لئے ان کا ذبیحہ تمہارے لئے جائز ہے۔ اگر معلوم ہوجائے کہ انہوں نے اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کیا ہے تو وہ جائز نہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے(۲)۔

"واذا" عالیہ مان کر مطلب مذکور فی السوال بیان کرنے میں تامل ہے، کیونکہ جب خدا کے نام پر جانور ذبح کردیا گیا تو وہ حلال ہوگیا، خواہ اہلِ کتاب مسلمانوں کے ذبیحہ کو حلال سمجھیں یا نہ، اس سے کچھ نہیں اثر پڑتا۔ شریعت کا مسئلہ ان کے سمجھنے پر موقوف نہیں۔

کفار کے برتنوں میں کھانے کے متعلق یہ ہے کہ ان کی پاکی کا یقین ہو تو بلا کراہت ان میں کھانا درست ہے، اگر ناپاکی کا یقین ہو تو ان میں کھانا بالکل ناجائز ہے۔ اگر کچھ علم نہ ہو، اور مسلمان کا پاک برتن موجود ہو تو احوط یہ ہے کہ مسلمان کے برتن میں کھائے، اگر مسلمان کا برتن موجود نہ ہو تو کافر کے برتن میں بھی کھانا جائز

---

(۱) "﴿وطعامكم حل لهم﴾ فلا جناح عليكم أن تطعموهم، لأنه لو كان حراماً عليهم طعام المؤمنين، لما ساغ لهم إطعامهم". (تفسير المدارك: ۱/۲۰۷، (سورة المائدة: ۵)، قديمي)

"﴿وطعامكم حل لهم﴾، فلا عليكم أن تطعموهم وتبيعوه منهم، ولو حرم عليهم، لم يجز ذلك". (التفسير البيضاوي: ۱/۲۱۶، (سورة المائدة: ۵)، كتب خانه رحيميه يوپي ديوبند)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾. (سورة البقرة: ۱۷۳)

"قال في الكفاية: إنما يحل ذبيحة الكتابي فيما إذا لم يذكر وقت الذبح اسم عزير أو اسم المسيح، وأما إذا ذكر فلا يحل، كما لا يحل ذبيحة المسلم إذا ذكر وقت الذبح اسم غير الله تعالى لقوله تعالى: ﴿وما أهل به لغير الله﴾. فحال الكتابي في ذلك لا يكون أعلى من حال المسلم ...... والصحيح المختار عندنا هو القول الأول يعني ذبائح الكتابي تاركاً التسمية عامداً أو على غير اسم الله تعالى لا يؤكل إن علم ذلك يقيناً، أو كان غالب حالهم ذلك". (التفسير المظهري: ۳/۴۰، (سورة المائدة: ۵)، حافظ كتب خانه كوئته)

ہے حرام نہیں(۱) اور آیت: ﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم، وطعامكم حل لهم﴾(۲) میں ذبیحہ مراد ہے، كما صرح به الرازي في أحكام القرآن(۳)۔

حدیث شریف سے خود دیکھ کر بغیر استاد سے پڑھے ہر شخص مسئلہ نہیں نکال سکتا، جیسا کہ بغیر استاد سے پڑھے طب کی کتاب دیکھ کر ہر شخص اس سے اپنا یا دوسرے مریض کا علاج نہیں کر سکتا، اس لئے یا تو حدیث شریف کو باقاعدہ کسی ماہر استاد سے پڑھنا چاہیے، تاکہ ہر حدیث کا مطلب خوب واضح طور پر سمجھ میں آجائے اور

---

(۱) "قال محمد رحمه الله تعالى: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل، جاز، ولا يكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراماً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، الخ: ۵/۳۴۷، رشيدية)

"ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم، والمرق. ولا يطبخون في القدور حتى يغسلوها". (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب ما لا يؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، سعيد)

"والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه، ولا بأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم وفي الأكل معهم. وعن الحاكم عبد الرحمن: لو ابتلي به المسلم مرة أو مرتين، لا بأس به، أما الدوام عليه فمكروه". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۴/۳۴۴، رشيدية)

"عن أبي ثعلبة الخشني قال: سئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن قدور المجوس قال: "أنقوها غسلاً واطبخوا فيها". (جامع الترمذي، كتاب أبواب السير، باب ما جاء في الانتفاع بآنية المشركين: ۲/۲۸۴، سعيد)

(۲) (سورة المائدة: ۵)

(۳) "﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم﴾. روي عن ابن عباس وأبي الدرداء والحسن ومجاهد وإبراهيم وقتادة والسدي أنه ذبائحهم، وظاهره يقتضي ذلك؛ لأن ذبائحهم من طعامهم، ولو استعمل اللفظ على عمومه، لانتظم جميع طعامهم من الذبائح وغيرها، والأظهر أن يكون المراد الذبائح خاصة". الخ (أحكام القرآن للجصاص، قبيل باب تزويج الكتابيات: ۲/۳۲۳، دار الكتب العربي بيروت)

کوئی شبہ ہوتو اس کو رفع کر دے یا علماء نے احادیث کو سمجھ کر جو مسائل اور مطالب بیان فرمائے ہیں ان پر اکتفا کرنا چاہیے۔ نیز حضرت مولانا تھانوی کا ایک رسالہ "الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد" ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۹/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۲/ جمادی الثانی / ۵۵ھ۔

غیر مسلم کے ہوٹل میں کھانا

سوال [۸۵۹۰]: ایک شخص نے غلطی سے مسلم ہوٹل سمجھ کر غیر مسلم کے ہوٹل میں دال اور چاول کھایا، اس ہوٹل میں جھٹکے کا گوشت بھی پکتا ہے (۱)، لیکن اس نے گوشت نہیں کھایا صرف دال اور چاول کھایا۔ تو یہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب جھٹکے کا گوشت یا کوئی اور ناپاک وحرام چیز نہیں کھائی تو کوئی حرج نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۹۰ھ۔

---

(۱) "جھٹکا: تلوار مار کر جانور کی گردن کاٹنا، جو مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۹۳، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم﴾ (سورة المائدة: ۵)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالی تحت الآیة المذکورة: عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما: أن المراد به الذبائح؛ لأن غیرها لم یختلف فی حله. وعلیه أکثر المفسرین". (روح المعانی، (سورة المائدة): ۶/۶۵، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"جمہور امت کے نزدیک اس جگہ طعام سے مراد صرف اہل کتاب کے ذبائح کا گوشت ہے، کیونکہ گوشت کے سوا دوسری اشیاء خوردنی میں اہل کتاب اور دوسرے کفار میں کوئی امتیاز اور فرق نہیں، کھانے پینے کی خشک چیزیں گیہوں، چنا، چاول اور پھل وغیرہ ہر کافر کے ہاتھ کا حلال وجائز ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، اور جس کھانے میں انسانی صنعت کو دخل ہے، ...

غیر مسلم کے ہاتھ بھیجا ہوا گوشت کھانا

سوال [۸۵۰۱]: زید نے ایک ہرن کا شکار کیا اور اس کی ایک ران اپنے دوست بکر کو اپنے غیر مسلم ملازم کے ہاتھ اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں میں بھیجی۔ تو یہ گوشت بکر کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ملازم کو زید نے بکر کے نام کا پرچہ بھی دیا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمان نے شرعی طور پر شکار کر کے اس کی ایک ران اپنے غیر مسلم ملازم کے ہاتھ پرچہ دے کر اپنے دوست کے پاس بھیجی تو اس دوست کو اس کا کھانا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کافر ملازم کے ذریعہ گوشت منگانا

سوال [۸۵۰۲]: اگر کافر ملازم ہو اس سے گوشت منگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں منگانا چاہیے، خدا جانے حلال لائے گا یا حرام، اور اس میں اس کا قول معتبر نہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

= اس میں چونکہ کفار کے برتنوں اور ہاتھوں کی طہارت کا کوئی بھروسہ نہیں اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے، بلا ضرورت شدیدہ استعمال نہ کریں، مگر اس میں جو حال مشرکین بت پرستوں کا ہے، وہی اہل کتاب کا ہے کہ نجاست کا احتمال دونوں میں برابر ہے"۔ (معارف القرآن سورۃ المائدۃ: ۳/۴۹ ، ۵۰، ادارۃ المعارف کراچی)

(۱) "ولا يقبل قول الكافرين في الديانات إلا إذا كان قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فتقبل قوله ضرورة، كذا في التبيين. من أرسل أجيراً له مجوسياً أو خادماً، فاشترى لحماً فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو مسلم، وسعه أكله، اهـ". (الفتاوى العالمكيرية، كتب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد: ۵/۳۰۸، رشيديه)

(۲) "(ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة، الخ)" قال الزيلعي رحمه الله تعالى: "وهذا سهو، لأن الحل =

غیر مسلم باورچی کا پکایا ہوا گوشت

سوال [۸۵۱۳]: میں جس بورڈنگ میں رہتا ہوں، پکانے والے باورچی سب ہندو ہیں۔ گوشت دوطرح کا پکتا ہے: جھٹکا اور حلال بھی(۱)، زیادہ لوگ جھٹکے کا کھانے والے ہیں۔ ایسی حالت میں کیا مسلمان طلبہ گوشت ہندو کا پکا ہوا کھا سکتے ہیں؟ جبکہ وہ کہتا ہے کہ ہم مسلمان طلباء کے لیے گوشت علیحدہ پکاتے ہیں، یا سبزیوں اور دال پر اکتفاء کیا جائے، جیسا کہ غیر گوشت خور ہندو طلباء کرتے ہیں، یا ان کے کہنے پر ایسا ہی گوشت کھالیا جائے؟ مگر احتمال یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ بوٹی ادھر ادھر ڈال دی جائے، یا ایک چمچ سے دوطرح کے گوشت کو وقتاً فوقتاً چلادیا جائے۔ مسلمان طلبہ آپ کے جواب کے منتظر ہیں۔ اگر کسی نے مسئلہ پوچھنے سے پہلے یہ گوشت دیدہ ودانستہ ہندو کے ہاتھ پکا ہوا کھایا ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ پکانے والا ایک ہی شخص ہے جو کہ غیر مسلم ہے اور دونوں گوشت حلال وحرام ذبیحہ وجھٹکا پکاتا ہے تو احتیاط دشوار ہے۔ ایک گوشت میں چمچ چلا کر دوسرے میں چلادیا اور ایک کی بوٹی ومصالحہ دوسرے میں آجانا

=والحرمة من الديانات، ولا يقبل قول الكافر في الديانات، وإنما يقبل قوله في المعاملات خاصةً للضرورة، ولأن خبره صحيح لصدوره عن عقل ودين يعتقد فيه حرمة الكذب، والحاجة ماسة إلى قبول قوله لكثرة وقوع المعاملات، ولا يقبل في الديانات لعدم الحاجة، إلا إذا كان قبوله في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فيقبل فيها ضرورةً، وكم من شيء يصح ضمناً وإن لم يصح قصداً، ألا ترى أن بيع الشرب وحده لا يجوز وتبعاً للأرض يجوز، فهكذا هذا يدخل. حتى إذا كان له خادم أو أجير مجوسي فأرسله ليشتري له لحماً، فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو مسلم، وسعه أكله. وإن قال: اشتريته من مجوسي، لايسعه أكله .... وإن كان لايقبل قوله فيها قصداً بأن قال: هذا حلال وهذا حرام" (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۷/۲۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۳۳، بيروت، رشيديه)

(۱) "جھٹکا: تلوار مار کر جانور کی گردن کاٹنا، جو مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۹۲، فیروز سنز لاہور)

بعید از قیاس نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے کہنے کے باوجود کہ ”میں مسلمان کے لئے حلال گوشت علیحدہ پکاتا ہوں“ مسلم طلباء کو اس کا پکایا ہوا گوشت نہیں کھانا چاہیے، اس کا یہ قول شرعاً قابلِ عمل نہیں ہے(۱)۔ سبزی وغیرہ پر کفایت کریں جس میں گوشت مخلوط ہوجانے کا گمان نہ ہو، یا پھر دوسرا انتظام کریں۔ جس نے دیدہ ودانستہ اس کا پکایا ہوا گوشت اس کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے کھالیا اس نے غلطی کی، آئندہ احتیاط کرے اور غلطی پر استغفار کرے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۹۱ھ۔

کافر کے گھر کا گوشت کھانا

سوال[۸۵۰۲]: کافر کے ہاں گوشت کھانا کیسا ہے جب کہ وہ کہیں کہ یہ حلال ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں ان کا قول شرعاً معتبر نہیں، لہذا گوشت نہیں کھانا چاہیے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

---

(۱) (سابقہ تخریجہ تحت عنوان: ”کافر کے گھر کا گوشت کھانا“)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یأیها الذین اٰمنوا توبوا إلی اللہ توبة نصوحا﴾ (سورة التحریم: ۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿قل یعبادی الذین أسرفوا علی أنفسهم لاتقنطوا من رحمة اللہ إن اللہ یغفر الذنوب جمیعاً﴾. (الزمر: ۵۳)

”عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“ (مشکوة المصابیح، کتاب الدعوات، ص: ۲۰۶، قدیمی)

(وسنن ابن ماجة، کتاب الزهد، باب ذکر التوبة، ص: ۳۱۳، قدیمی)

(۳) ”(ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمة، الخ) قال الزیلعی رحمه اللہ تعالیٰ: ”وهذا مشهور؛ لأن الحل والحرمة من الدیانات، ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات، وإنما یقبل قوله فی المعاملات خاصةً للضرورة، ولأن خبره صحیح لصدوره عن عقل ودین یعتقد فیه حرمة الکذب، والحاجة ماسة إلی قبول قوله، لکثرة وقوع المعاملات. ولا یقبل فی الدیانات، لعدم الحاجة، إلا إذا کان قبوله فی المعاملات یتضمن قبوله فی الدیانات، فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات، فیقبل فیها ضرورةً، وکم من =

کافر کا پکایا ہوا گوشت

سوال[۸۵۹۵]: ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مسلمان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کا گوشت اگر کافر پکاکے یا بنائے تو اس کو کھانا حرام ہے، اگر کسی غیر مسلم باورچی سے گوشت بنوا رہے ہوں اور باورچی اکیلا رہ جائے تو وہ گوشت مسلمان کے لئے حرام ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی گوشت کے حلال وحرام ہونے کے متعلق کافر کے قول کا اعتبار نہیں، مثلاً: اگر کوئی کافر کوئی گوشت خرید کر پکائے اور کہے کہ "یہ گوشت حلال ہے" تو یہ قول معتبر نہیں، لیکن کسی مسلمان نے مسلم کا ذبیحہ کسی کافر کو دیا کہ اس کو پکادو اور اس کے برتن بھی پہلے پاک کر دیئے اور خود وہ مسلمان وہاں موجود نہیں رہا اور کافر کہے کہ یہ وہی گوشت ہے جو آپ نے دیا تھا اور آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے پکادیا تو اس کا قول معتبر ہوگا اور اس گوشت کو نجس یا حرام نہیں کہا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کافر کو گوشت دیا کہ یہ ہمارے مکان پر پہنچادو اور اس نے پہنچادیا تو وہ بھی نجس یا حرام نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی کافر کو پیسے دیئے اور کہا کہ عبدالرحمن کی دکان سے گوشت خرید لاؤ، وہ خرید لائے تو وہ گوشت نجس یا حرام نہیں ہوگا۔ اسی قسم کے مسائل شامی، و دیگر کتب میں موجود ہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱/۸۹ھ۔

= شيء يصح ضمناً وإن لم يصح قصداً، ألا ترى أن بيع الشرب وحده لا يجوز وتبعاً للأرض يجوز، فكذا هذا يدخل، حتى إذا كان له خادم أو أجير مجوسي فأرسله ليشتري له لحماً فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو مسلم، وسعه أكله. وإن قال: اشتريته من مجوسي، لا يسعه أكله ..... وإن كان لا يقبل قوله فيها قصداً بأن قال: هذا حلال وهذا حرام" (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب ۷/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب ۸/۳۴۳، رشيدية)

(۱) "إذا كان له خادم أو أجير مجوسي فأرسله ليشتري له لحماً فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو =

شیعہ کے گھر کھانا

سوال [۸۵۹۱]: اہلِ تشیع کے گھر کھانا اور اس سے پرہیز کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اہلِ تشیع کے کثرت واقعات سنے ہیں کہ وہ اہلِ سنت والجماعت کو نجس کھلا دیتے ہیں، اس لئے ان کے گھر کھانا خلافِ احتیاط ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱/ ۵۵ھ۔

= مسلم، وسعه أكله. وإن قال: اشتريته من مجوسي، لا يسعه أكله؛ لأنه لما قبل في الشراء منه، لزمه قبوله في حق الحل والحرمة ضرورة، لما ذكرنا، وإن كان لا يقبل قوله فيه قصداً بأن قال: هذا حلال و هذا حرام". (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ٧/٢٤، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية: ٨/٣٤٣، بيروت، رشيديه)

"ويقبل قول الكافر ولو مجوسياً قال: اشتريت اللحم من كتابي فيحل، أو قال: اشتريته من مجوسي فيحرم، ولا يرده بقول الواحد، وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات، وعليه يحمل قول الكنز: ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة يعني الحاصلين في ضمن المعاملات، لا مطلق الحل والحرمة، كما توهمه الزيلعي". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ٦/٣٤٤، ٣٤٥، سعيد)

(۱) "تعصب بست وکیم: در بسیارے از کتب ایشاں واقع است کہ اہلِ سنت نجس تر اند از یہود و نصاریٰ، و اگر مہمان ایشاں چیزے بہ سم آلودہ پیش نہند، حالانکہ آں روش مجوس است، انسان را نجس نمی تواند شد بلکہ سنی را بجہت فضلہ برونی تناول نجس خارج کردہ آرے الیہ نجس ملتفت"۔ (تحفۂ اثنا عشریہ، باب یازدھم، فصل دوم: در تعصبات شیعہ، ص: ۳۵۹، سہیل اکیڈمی لاہور)

"(ويقبل قول كافر) ولو مجوسياً (قال: اشتريت اللحم من كتابي فيحل، أو قال) اشتريته (من مجوسي فيحرم) ولا يرده بقول الواحد".

"وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات، وعليه يحمل قول الكنز: ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة يعني الحاصلين في ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمة، كما توهمه الزيلعي". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ٦/٣٤٤، ٣٤٥، سعيد) =

شیعہ کے گھر کا کھانا:

سوال[۷۵۹۷]: شیعہ اپنے کو پکا مسلمان کہتے ہیں اور تین صحابہ کو برا کہتے ہیں: ۱-حضرت ابوبکر صدیق، ۲-حضرت عمر فاروق، ۳-حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ مسلمان ان کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھیں، ان کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان روافض سے پوری احتیاط برتی جائے، یہی لوگوں کو نجس کھانا ثواب اور ضروری سمجھتے ہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۸ھ۔

بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کرکے اس کے ساتھ کھانا پینا

سوال[۷۵۹۸]: ایک شخص نے بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کیا اور اس کے ساتھ کھایا پیا، اب یہ شخص پاک رہا یا ناپاک، کیا اس شخص کو اپنے سے علیحدہ کردیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھنگی کے لڑکے کو مسلمان ظاہر کرکے اس کے ساتھ کھانے پینے کی وجہ سے وہ مسلمان لڑکا ناپاک نہیں ہوا، ہرگز اس کو اپنے سے الگ نہ کریں، وہ مسلمان ہے پاک ہے(۲)۔ البتہ غیر مسلم کو مسلمان ظاہر کرنا خلاف

= عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان جیسے واقعات کا ظہور پذیر ہونا بعید از قیاس نہیں، اور حدیث میں مشکوک اشیاء سے اجتناب کی ترغیب دی گئی ہے

"عن أبي الحوراء السعدي قال: قلت للحسن بن علي رضي الله تعالى عنه: ما حفظت من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ قال: حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك". (جامع الترمذي، قبيل أبواب صفة الجنة: ۲/۷۸، سعيد)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "ونجاسة المشرك في اعتقاده لا في ظاهره". (الهداية، كتاب أدب القاضي: ۳/۱۳۵، مكتبه شركت علميه ملتان)

واقعہ و جھوٹ ہے(۱) اور اس قسم کا مکمل جوا بھی اس کے ساتھ درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۵/۲/۹۸ھ۔

بھنگی چمار کے گھر کا گھی

سوال [۸۵۹۹]: ہندو چمار بھنگی وغیرہ کے یہاں کا گھی اور دودھ خریدنا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس میں ناپاکی کا یقین یا ظن غالب ہو تو اس کا کھانا بالکل ناجائز ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہے کہ اس میں کوئی ناپاکی نہیں تو اس کا لینا اور کھانا درست ہے (۳)۔ اور اگر کچھ علم نہ ہو تو چونکہ یہ لوگ اکثر ناپاک رہتے

"وأما نجاسة المشرك، ففي الاعتقاد على معنى التشبيه". (رد المحتار، كتاب أدب القاضي، مطلب في العمل بالسجلات وكتب الأوقاف القديمة: ۵/۴۲۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء، فصل في التقليد: ۶/۴۴۷، رشيدية)

"ولا بأس بطعام المجوس كله إلا ذبيحتهم والأكل معهم". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۴/۳۴۶)

"الاستفسار: هل يجوز الأكل مع الكافر؟ الاستبشار: إن كان ذلك مرة أو مرتين يجوز؛ لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أكل مع كافر، فحملناه على ذلك، ولكن يكره المداومة عليه، كذا في مصباح الاحتساب". (نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل اللكنوي، كتاب الحظر والإباحة، والأكل والشرب: ۳/۴۰۸)

(۱) "الكذب نقيض الصدق، فالكذب هو عدم مطابقة الخبر للواقع". (قواعد الفقه، ص: ۴۳۴، الصدف پبلشرز)

(۲) "لأن معهم الشرك الذي هو بمنزلة النجس، ولأنهم لا يتطهرون ولا يغتسلون ولا يجتنبون النجاسات، فهي ملابسة لهم". (تفسير المدارك، (سورة التوبة: ۲۸): ۱/۴۴۹، قديمي)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية: ص ۴۵۵، مكتبه حقانيه پشاور)

(۳) "ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل ... وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم فإنه لا يجوز أن يأكل ويشرب ... ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة، فإن =

ہیں اس لئے ان سے ایسی شی نہیں لینی چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

چمار بھنگی کا کھانا

سوال [۸۶۰۰]: ہر انسان کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک اور چمار، بھنگی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر انسان کا جھوٹا پاک ہے بشرطیکہ اس میں نجاست نہ ملی ہو (۲)۔ چمار، بھنگی نے اگر پاک غذا، پاک برتن اور پاک ہاتھ سے پکایا ہو تو وہ بلا تردد پاک ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۹ھ۔

= ذبحهم حرام". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، الخ: ۳۴۷/۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمناهي: ۳۴۴/۳، رشيديه)

(۱) "لأن معهم الشرك الذي هو بمنزلة النجس، ولأنهم لا يتطهرون ولا يغتسلون ولا يجتنبون النجاسات، فهي ملابسة لهم". (تفسير المدارك: ۴۲۹/۲، قديمي)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، ص: ۴۵۵، حقانيه پشاور)

(۲) "السؤر آدمي مطلقاً ولو جنباً أو كافراً .... طاهر. وسؤر خنزير .... وشارب خمر فور شربها نجس". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السؤر: ۲۲۲/۱، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطهارة: ۱۰۳/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۲۳۱/۱، رشيديه)

(۳) "ونجاسة المشرك في اعتقاده لا في ظاهره". (الهداية، كتاب أدب القاضي: ۱۳۵/۳، مكتبه شركت علميه ملتان)

چماریوں سے چوری کا ساگ خریدنا

سوال [۸۶۰۱]: چنے وغیرہ کا ساگ جو چماریاں فروخت کرتی ہیں، یا اکثر چوری کا ہوتا ہے، خود چماریوں سے اس کی تحقیق کی گئی۔ تو کیا یہ خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس ساگ وغیرہ کے متعلق خصوصیت سے معلوم ہو کہ یہ بغیر مالک کی اجازت کے چرا کر لائی ہے، اس کا خریدنا ناجائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ ذیقعدہ/ ۱۳۵۷ھ۔

ہندو دھرم میں گوشت کھانا

سوال [۸۶۰۲]: گذارش ہے گوشت کے اوپر فتوی دینے کی مہربانی کریں، مسلمان بھائی بڑے بڑے نمازی کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں گوشت بکری گائے بھینس پرندوں کا مرغی کا جائز ہے، بڑے بڑے مولوی صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ قرآن میں ہر بات ہندو دھرم کی کتابوں سے مثلاً: گیتا وغیرہ سے ملتے ہیں۔ شراب، جوا، چوری وغیرہ جتنی باتیں قرآن کے اندر ہیں اتنی ہی ہندو دھرم کی کتابوں میں گیتا شریف میں ہے۔ جس طرح اسلام کے اندر پیغمبر، اولیا، قطب وغیرہ صحیح راستہ دکھانے آئے اور چلے گئے، اسی طرح ہندو دھرم کے اندر گرو، نبی، گرو گوبند سنگھ، رام چندر آئے اور چلے گئے۔

اللہ (ایشور) ایک ہے، مسلمان ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ سب کا اللہ جب ایک ہے تو پھر کیا بات ہے کہ

= (وكذا في رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في العمل بالسجلات، الخ: ۴/۴۲۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۶/۲۶۷، رشيديه)

(۱) "وبطل بيع مالیس في ملكه ... وحكمه عدم ملك المشتري". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۵۸، ۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۱۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۴/۳۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

وطعام البحر"۔ زاد المعاد: ۳۸/۲ (۱)۔

رہی یہ بات کہ ہندوؤں کے رشیوں اور مہاتماؤں نے بھی گوشت کھایا ہے کہ نہیں تو ان کی کتابوں اور شاستروں میں یہی لکھا ہے کہ ان میں گوشت کھانے کا رواج تھا اور مہمان کی آمد پر اس کے استقبال و تواضع کے لئے جانور ذبح کئے جاتے تھے، چنانچہ ڈاکٹر رام چندر لال مترا (جو ایک ہندو خاندان سے تعلق رکھتے ہیں) نے اپنی کتاب کے ایک باب میں لکھا ہے اور جس کو "سوامی بھوما نند جی" نے مع مقدمہ شائع کیا ہے، جس کا نام "قدیم ہندوؤں میں گاؤ خوری" ہے، اس میں لکھا ہے:

"منو جی جانداروں کو غذا کے طور پر ہر موسم میں استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں، منوجی کا ارشاد ہے: گوشت خرید کر یا اسے دوسرے کی امداد سے حاصل کرکے جو شخص دیوتاؤں اور روحوں کی پرستش کرنے کے بعد اسے کھاتا ہے کوئی گناہ نہیں کرتا"۔ (منتر ص:۳۳ از رسالہ مذکور)

ہندوؤں کے مقدس اور بزرگ شاعر بھگلی جب اپنے بھائی "رشی وششٹ" کے استقبال کی تیاری کرتے ہیں تو گائے کی بچھڑوں کو اپنے مہمانوں کی تواضع کے لئے ذبح کرتے ہیں (رسالہ مذکورہ):

"وششٹ کی باری بھی جب آئی تو وشوامتر جنک اور دوسرے رشیوں اور دوستوں کی ضیافت کے لئے موٹا بچھڑا ذبح کیا" (رسالہ مذکور)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۸۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (زاد المعاد، فصل في هديه في الأكل: ۲۲۳/۱، مؤسسة الرسالة بيروت)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: أتي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بلحم، فرفع إليه الذراع، وكانت تعجبه، فنهس منها". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، الفصل الثاني ص: ۳۶۶، قديمي)

الفصل الثاني في الأكل مع الفساق

(فاسق کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

فاسق معلن کے گھر کھانا

سوال [۸۸۰۲]: زید کے گھر میں بغیر نکاح کے ایک عورت رہتی ہوئی ہے وراس کے بچے بھی پیدا ہوگیا ہے اور زید اس سے اعلانیہ زنا کرتا ہے۔ اور لوگ زید کو کہتے ہیں کہ اس سے نکاح کرلے اور وہ نکاح نہیں کرتا اور زید کے گھر بیوی بھی ہے۔ زید کے گھر کی روٹی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"إذا دعيت إلى وليمة، فإن لم يكن منه حراماً ولم يكن فيها فسق، فلا بأس بالإجابة. وإن كان منه حراماً فلا تجبه. وكذلك إن كان فسقه معلناً فلا تجبه ليعلم أنك غير راض بفسقه". بستان الفقيه لأبي الليث، ص: ۸۰(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ فاسق معلن کے گھر کھانا نہیں چاہیے تاکہ اس سے معلوم ہوجائے کہ تم اس کے فسق سے راضی نہیں ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱۱/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۵/ذی قعدہ/۵۶ھ۔

---

(۱) (بستان الفقيه لأبي الليث السمرقندي (مترجم)، باب إجابة الدعوة، ص: ۱۳۳، مطبع فاروقي هند)

"ولو دعي إلى وليمة فيها فسق، يمتنع من الإجابة إن كان رجواً لهم". (الملتقط في الفتاوى الحنفية، كتاب الآداب، ص: ۲۵۵، مكتبه حقانيه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۳، سعيد)

"لا يجيب دعوة الفاسق المعلن، ليعلم أنه غير راض بفسقه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب =

شراب نوش کے ساتھ کھانا پینا

سوال [۸۲۰۴]: اگر کوئی مسلمان شرابی ہو تو اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایک ہی پیالہ میں کھایا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شراب اس کے ہاتھ منہ پر نہ لگی ہو تو اس کے ساتھ کھانے میں مضائقہ نہیں (۱)۔ اگر اس کی اصلاح ساتھ نہ کھانے سے متوقع ہو تو ساتھ نہ کھاوے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ۔

گڑیا اور تصویر بیچنے والے کے یہاں کھانا

سوال [۸۲۰۵]: جو شخص گڑیاں یا تصویریں فروخت کرتے ہوں تو ان کے یہاں کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲/ ربیع الاول/ ۵۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے پاس گڑیوں اور تصویروں کی صرف ناجائز آمدنی ہے، اس کے گھر کا کھانا ناجائز ہے، البتہ اگر

= الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيدية)

(وكذا في مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۴/۳۴۲، رشيدية)

(۱) "فسؤر آدمي مطلقاً ... طاهر، وسؤر خنزير ... وشارب خمر فور شربها ... نجس" (الدر المختار). قال العلامة الشامي: "(قوله: فور شربها الخ) أي بخلاف ما إذا مكث ساعة ابتلع ريقه ثلاث مرات بعد لحس شفتيه بلسانه وريقه، ثم شرب، فإنه لا ينجس" (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السؤر: ۱/۲۲۲، ۲۲۳، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۰۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۲۲۲، رشيدية)

(۲) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة)

اگر حلال آمدنی سے قرض وغیرہ لے کر کھلائے تو جائز ہے (۱) مقتدا کو پھر بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۳/ ۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفر لہ، ۶/ ربیع الاول/ ۵۷ھ۔

بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا یا جھوٹا کیسا ہے؟

سوال [۱۸۹۰۲]: کیا بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا، یا جھوٹا کھانا یا پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وعن عائشة رضي الله تعالى عنها، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله". متفق عليه".

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "قال الله تعالى: ومن أظلم ممن ذهب يخلق كخلقي، فليخلقوا ذرة، أو ليخلقوا حبة، أو شعيرة". متفق عليه".

"وعن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عند الله المصورون". متفق عليه".

"وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صورها نفساً فيعذبه في جهنم". قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: فإن كنت لا بد فاعلاً، فاصنع الشجر، وما لا روح فيه". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، ۳۸۶، قديمي)

"آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام، لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۳/۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الرابع في المال من الإهداء والميراث وغير ذلك: ۳۴۹/۴، رشيديه)

(وكذا في الملتقط، كتاب الآداب، مطلب في الهدية الحرام، الخ، ص: ۲۶۸، حقانيه كوئته)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے وہ سخت گنہگار ہے لیکن اس کے ہاتھ کا کھانا اور اس کا جھوٹا پانی ناپاک نہیں۔ ہاں! اگر کوئی نجاست اس میں ہو تو ناپاک ہے۔ اگر اس لئے اس کے کھانے پینے سے بچتا ہے کہ وہ نماز پڑھنے لگے تو یہ مستحسن ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۶/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ۔

بے نمازی عورت کا پکایا ہوا کھانا

سوال [۸۰۰۷]: اگر کوئی عورت نماز نہ پڑھے تو اس کے ہاتھ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے، البتہ اگر اس کو تنبیہ مقصود ہو تو نہ کھائے (۲)۔ اگر وہ پاکی کا اہتمام نہیں کرتی، اکثر ناپاکی میں ملوث رہتی ہے تو نہ کھانا احوط ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۷/۳/۵۶ھ۔

---

(۱) معاصی اور گناہوں کی بنیاد پر کسی سے بغرضِ اصلاح قطع تعلق وترکِ اکل وشرب جائز، بلکہ مناسب اور بہتر ہے، کما قال الملا علی القاری تحت حدیث: "من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ" الخ:

"ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراماً، وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروهاً ندب. والأمر بالمعروف أيضاً تبع لما يؤمر به، فإن وجب فواجب، وإن ندب فندب. ولم يتعرض له في الحديث؛ لأن النهي عن المنكر شامل له، إذ النهي عن الشيء أمر بضده، وضد المنهي إما واجب أو مندوب أو مباح، والكل معروف. وشرطهما أن لا يؤدي إلى الفتنة، كما علم من الحديث". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۹۸۲، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۳) "عن النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "

بے پردہ عورت کی کمائی کھانا

سوال[۱۲۰۸]: عورت کی محنت کی کمائی -جس میں بے پردگی ہو- کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کے ذمہ پردہ لازم ہے(۱)، تاہم بے پردگی کی وجہ سے اس کی محنت کمائی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

آوارہ عورت کے گھر کھانا

سوال[۱۲۰۹]: ایک عورت آوارہ پھرتی ہے کوئی شرم وحیا اس کو نہیں ہے، اسی طرح اس کا شوہر بھی بے دین آوارہ ہے، تو اس کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کے پاس حلال اور پاک مال ہے تو آوارگی اور غلط دینی کی وجہ سے وہ حرام اور ناپاک

"الحلال بيّن والحرام بيّن، وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام" متفق عليه. (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الأول، ص: ۲۴۱، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى وأقمن الصلوة وآتين الزكوة وأطعن الله ورسوله﴾ (الأحزاب: ۳۳)

(۲) "ويكره له أن يستأجر امرأة حرة أو أمة يستخدمها ويخلو بها لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يخلون رجل بامرأة ليس منها بسبيل، فإن ثالثهما الشيطان". ولأنه لا يأمن من الفتنة على نفسه أو عليها إذا خلا بها. ولكن هذا النهي لمعنى في غير العقد، فلا يمنع صحة الإجارة ووجوب الأجر إذا عمل، كالنهي عن البيع وقت النداء" (المبسوط للسرخسي، كتاب الإجارة، باب إجارة الرقيق في الخدمة وغيرها: ۱۶/۱۱۲، حبيبيه كوئٹه)

نہیں ہوگا(۱)۔ لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد سے اس کے یہاں کھانے سے انکار کردے کہ اس کی اصلاح ہوجائے تو ٹھیک ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۹۰ھ۔

زنا کی خصلت والی لڑکیوں کے ہاتھ کا کھانا

سوال[۸۱۱۰]: زید کے گھر میں دو لڑکیاں ہیں، دونوں کی خصلت زنا کی ہے، خود زنا کے ذریعہ روپیہ کمائیں یا نہ کمائیں۔ ایسے گھر والوں میں یا ان دو لڑکیوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کمینہ اور خبیث خصلت کی وجہ سے ان کا پکایا ہوا کھانا نجس یا حرام تو نہیں ہو جاتا(۳)، البتہ اس کا انتظام ضروری ہے کہ اگر ان کی شادی نہیں ہوئی اس وجہ سے یہ حرکت ہوتی ہے تو جلد از جلد شادی کردی جائے۔ اگر شادی ہوگئی ہے مگر رخصتی نہیں ہوئی تو جلد از جلد ان کو شوہروں کے مکان پر بھیج دیا جائے، ان کی صحبت سے

(۱) چونکہ عمل و مال حلال ہے، اور مال جب حلال ہو تو وہ اس طرح کے افعال کی وجہ سے اس کو حرام قرار نہیں دیا جائے گا اگرچہ ان افعال کا گناہ اپنی جگہ ہے۔ راجع للتخريج المسئلة الآتية

(۲) "لا يجيب دعوة الفاسق المعلن ليعلم أنه غير راضٍ بفسقه" وفي الروضة: يجيب دعوة الفاسق، والورع أن لا يجيبه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۶/۳۶۳، رشيديه)

(وكذا في الملتقط في الفتاوى الحنفية، كتاب الآداب، ص: ۳۵۴، حقانيه كوئٹه)

(۳) جب تک ہاتھوں پر کوئی ظاہری نجاست نہ ہو تو ان کا پکایا ہوا کھانا پاک ہوگا:

"نام أو مشى على نجاسة، إن ظهر عينها تنجس، وإلا لا. ولو وقعت في نهر، فأصاب ثوبه، إن ظهر أثرها، تنجس، وإلا لا". (الدر المختار، كتاب الطهارة، فصل الاستنجاء، مطلب في الفرق بين الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء: ۱/۳۴۶، سعيد)

دوسری لڑکیاں بھی آس پاس کی خراب ہوں گی، لڑکے بھی خراب ہوں گے، سب معاشرہ گندہ ہوجائے گا (۱)۔

اللہ پاک حفاظت فرمائیں۔ آمین۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ ۲۵/۱۱/۹۱ھ۔

طوائف کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال[۸۹۱۱]: ایک صاحب کا ہوٹل ایسی جگہ واقع ہے جس کے اطراف طوائف رہتی ہیں، طوائف ان کے ہوٹل سے اشیا خریدتی ہیں۔ کیا طوائف کے ساتھ تجارت جائز ہے اور ان کے ذریعہ ہوٹل والے کو جو آمدنی ہو وہ اس کے لئے حلال ہے، ہوٹل والے کو کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ حرام مال سے خریدے تو اس کے ہاتھ فروخت کرنا اور اس حرام مال کا لینا شرعاً جائز نہیں، اگر حلال مال سے خریدے تو درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ربیع الاول/۵۸ھ۔

---

(۱) "اس صورت میں یہی آیت تو بطور تمہید کے ہے جس سے اس کے احکام کا خاص اہتمام بیان کرنا مقصود ہے اور احکام میں سب سے پہلے زنا کی سزا کا ذکر جو مقصود سورت ہے، اور اس کے لئے ناموس تک کی حفاظت، بغیر اجازت کسی کے گھر میں جانے اور نظر کرنے کی ممانعت کے احکام آگے آنے والے ہیں۔ زنا کا ارتکاب ان تمام احتیاطوں کو توڑ کر عفت کے خلاف انتہائی حد پر پہنچنا اور احکام الٰہیہ کی کھلی بغاوت ہے، اسی لئے اسلام میں انسانی جرائم پر جو سزائیں (حدود) قرآن میں متعین کردی ہیں، زنا کی سزا بھی ان تمام جرائم کی سزا سے اشد اور زیادہ ہے۔ زنا خود ایک بہت بڑا جرم ہونے کے علاوہ اپنے ساتھ سینکڑوں جرائم لے کر آتا ہے اور اس کے نتائج پوری انسانیت کی تباہی ہے، دنیا میں جتنے قتل و غارت گری کے واقعات پیش آتے ہیں، تحقیق کی جائے تو ان میں بیشتر کا سبب کوئی عورت اور اس سے حرام تعلق ہوتا ہے"۔ (معارف القرآن: ۶/۳۳۱، ادارة المعارف کراچی)

(۲) "إن علم أن العين التي يغلب على الظن أنهم أخذوها من الغير بالظلم وباعوها في الأسواق، فإنه لا ينبغي شراؤه منهم وإن تداولته الأيدي". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۳/۹۴، دار المعرفة بيروت)

کیا ہوٹل میں کھانا کھانا فسق ہے؟

سوال [۸۶۱۲]: کیا فقہی کتابوں واحادیث سے ثابت ہے کہ ہوٹلوں میں کھانے والا فاسق ہے؟ اور اگر ایک بار بھی ہوٹل میں کھائے گا، کیا عند الشرع اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں کہ کیا حالتِ سفر میں بھی یہی حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بازار میں چلتے چلتے کھانا، یا برسرِ بازار، عام گزرگاہ پر کھانا خلافِ مروّت ہے(۱) جس کی وجہ سے قبولِ شہادت میں کلام ہے (۲)، لیکن اگر کھانا کھانے کے لئے مستقل جگہ ہے، ہوٹل یا دکان میں تو اس میں داخل نہیں۔ سفر میں تو توسع بھی ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

کیا دائی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا حرام ہے؟

سوال [۸۶۱۳]: ہمارے یہاں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بچہ کی ناف کاٹنے والی دائی یا ڈاکٹرنی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا پینا حرام ہے۔ حکمِ شریعت سے مطلع فرمائیں۔

---

(۱) "ويكره الأكل والشرب في الطريق والأكل نائماً وماشياً، ولا بأس بالشرب قائماً، ولا يشرب ماشياً، ورخص ذلك للمسافر". (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في مباحث الشرب قائماً: ۱/۱۳۰، سعيد)

(۲) "ولا تقبل شهادة من يفعل الأفعال المستحقرة كالبول على الطريق والأكل عليها، كذا في الهداية. وكذا من يأكل في السوق بين الناس، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشهادة، الباب الرابع فيمن تقبل شهادته ومن لا تقبل، الفصل الثاني فيمن لا تقبل شهادته لفسقه: ۳/۴۶۸، رشيديه)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۱)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال غلط ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

(۱) یہ بھی بے اصل بات ہے جیسے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت کے متعلق لوگوں کا خیال ہے، چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"مسئلہ: مشہور ہے کہ زچہ جب تک غسل نہ کرے اس کے ہاتھ کی کوئی چیز کھانا درست نہیں، یہ بھی غلط ہے، حالتِ جنابت میں بھی ہاتھ ناپاک نہیں ہوتے"۔ (ماخوذ از مجموعہ بہشتی زیور، اغلاط العوام، ص: ۱۰۳، ط: اشرف)

الفصل الثالث في سنن الأكل وآدابه

(کھانے کی سنتوں اور آداب کا بیان)

کیا وضو اور غسل کے بعد کھانا کھانے کے لئے دوبارہ ہاتھ دھونا سنت ہے؟

سوال[۸۶۱۴]: کھانا تناول کرنے کے وقت ہاتھ دھونا سنت ہے، نیز اگر غسل کر کے آیا تب بھی ہاتھ دھونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھانا کھانے کے لئے ہاتھ دھونا مستقل سنت ہے اگرچہ وضو، غسل، نماز سے فارغ ہو کر آیا ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہیے یا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؟

سوال[۸۶۱۵]: کھانا شروع کرنے سے پہلے "بسم اللہ" پڑھیں یا "بسم اللہ الرحمن الرحیم" صحیح مسئلہ اور مسنون طریقہ کیا ہے؟ اور وضو میں کیا پڑھیں؟

---

(۱) "حدثنا جبارة ابن المغلس، ثنا كثير بن سليم، سمعت أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه يقول: ... . قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحب أن يكثر الله خير بيته، فليتوضأ إذا حضر غداؤه وإذا رفع". (سنن ابن ماجة، أبواب الأطعمة، باب الوضوء عند الطعام: ۲۳۵، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الأطعمة، باب الوضوء قبل الطعام وبعده: ۲/۲، سعيد)

"من السنة غسل الأيدي قبل الطعام وبعده". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به: ۵/۳۳۷، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھانا شروع کرتے وقت "بسم الله وعلی برکة الله" پڑھے(۱) اور وضو کرتے وقت "بسم الله العظیم، والحمد لله علی دین الاسلام" پڑھتے یا بروکوتی کرے، کذا فی الطحطاوی، ص: ۴۰(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۹۰ھ۔

کھانے کی ابتداء اور اختتام نمک پر

سوال [۸۶۱۴]: اگر دسترخوان پر مختلف کھانے ہوں مثلاً: شیرینی، نمکین تو ابتداء کس سے کرے؟ اور اختتام کس سے کرے؟ مسنون طریقہ بیان فرمائیں، ہر ایک کا جواب مع حوالہ تحریر ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نمکین سے ابتداء کرے، نمکین ہی پر ختم کرے: "من السنة أن یبدأ بالملح ویختم بالملح، الخ". الفتاوی العالمکیریة(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۵/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۵/۶۲ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وأبا بکر وعمر رضی الله تعالیٰ عنهما أتوا بیت أبی أیوب، فلما أکلوا وشبعوا، قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "خبز ولحم وتمر وبسر ورطب، إذا أصبتم مثل هذا فضربتم بأیدیکم، فکلوا بسم الله وبرکة الله". هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه" (المستدرک علی الصحیحین للحاکم رحمه الله، کتاب الأطعمة، باب: إذا أکل أحدکم طعاماً فلیقل: بسم الله: ۴/۱۰۷، دار الفکر بیروت)

(۲) "وقیل: عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی لفظها: "باسم الله العظیم والحمد لله علی دین الإسلام". وقیل: الأفضل "بسم الله الرحمن الرحیم". فی البنایة عن المجتبی: لو قال: بسم الله الرحمن الرحیم، بسم الله العظیم والحمد لله علی الإسلام، فحسن لورود الآثار". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطهارة، فصل فی سنن الوضوء، ص: ۶۷، قدیمی)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، کتاب الطهارة، سنن الوضوء، ص: ۲۰، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۳) (الفتاوی العالمکیریة، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الأکل: ۵/۳۳۷، رشیدیه)

کھانے کے بعد کلی کا پانی پینا

سوال [۸۹۱۷]: کھانے کے بعد کلی کرنے والا منہ کا پانی پی سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر منہ میں کھانے کے اجزا موجود ہیں اور آدمی یہ چاہے کہ وہ اجزا ضائع نہ ہوں، اس نیت سے وہ پانی پی لے تو یہ نیت اور عمل درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۱۰/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/۱۰/۹۲ھ۔

کھانے کے بعد اسی برتن میں ہاتھ دھو کر پینا

سوال [۸۹۱۸]: آندھرا میں کچھ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد اس کھانے والے برتن میں ہاتھ دھو کر اور برتن کو صاف کرکے وہ پانی پینا سنت ہے۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کیمیائے سعادت، جلد: ۲، آداب الطعام میں اس صورت مذکورہ میں ایک غلام آزاد کرنے کی فضیلت کا ثواب لکھا ہے(۲)۔ اس کتاب کو وہ لوگ حوالہ میں پیش کرتے ہیں۔ صحیح صورت مسئلہ سے آگاہی بخشی جائے،

= (وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ٤/٣٤٦، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الكراهية: ٦/٣٤٠، سعيد)

(١) "قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرئ ما نوى". (صحيح البخاري، باب بدء الوحي: ٢/١، قديمي)

قال الحافظ العسقلاني: "أي كل عمل بنيته. وقال الحربي: كأنه أشار بذلك إلى أن النية تتنوع كما تتنوع الأعمال" (فتح الباري، باب بدء الوحي: ١/١٣، قديمي)

"شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ جو ریزے زبان کے ذریعے سے دانتوں سے نکلیں ان کو نگل لیں"۔ (شمائل کبریٰ: ۱/۱۹۳، زمزم پبلشرز کراچی)

(۲) "اور برتن کو انگلی سے صاف کرے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص برتن پونچھ لیتا ہے تو برتن اس کے حق میں یوں دعا کرتا ہے کہ اے پروردگار! جس طرح اس نے مجھے شیطان کے ہاتھ سے چھڑایا تو اسے آتش دوزخ سے آزاد کر۔"

عنایت ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

برتن کو صاف کرنے کی ترغیب حدیث شریف میں آئی ہے(۱) اور اس برتن کے گناہ معاف ہونے کی دعاء کرنا بھی ثابت ہے(۲) مگر جو صورت آپ نے لکھی ہے وہ کسی حدیث میں دیکھنا مجھے محفوظ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۸/۹۰ھ۔

کھانے کے بعد برتن میں ہاتھ دھو کر اس پانی کو پینا

سوال[۸۶۱۹]: کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانا کھانے کے بعد برتن میں ہاتھ دھو کر دھوئے ہوئے پانی کو پی لیتے تھے۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

=اور اگر برتن کو دھو کر اس کا دھوون پی جائے تو ایسا ثواب ہوگا گویا ایک بندہ آزاد کیا"۔ (کیمیائے سعادت (اردو)، رکن دوم: معاملات کا بیان، اصل اول: کھانا کھانے کے بارے میں، ص: ۱۳۳، دار الاشاعت کراچی)

"قلت: یقال: من لعق الصحفة و شرب ماءها، کان له کعتق رقبة". (شرح المناوی للشمائل علی هامش جمع الوسائل: ۱/۲۳۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(۱) "عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أمر بلعق الأصابع والصحفة، وقال: "إنکم لاتدرون فی أیة البرکة". رواه مسلم". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الأطعمة، ص: ۳۶۳، قدیمی)

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه: أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ..... "إن الشیطان یرصد الناس أو الإنسان علی کل شیء حتی عند مطعمه أو طعامه، ولایرفع الصحفة حتی یلعقها أو یلعقها، فإن آخر الطعام البرکة". (الترغیب والترهیب، الترهیب فی لعق الأصابع، الخ: ۳/۱۳۷)

(۲) "أنبأنا أبو الیمان البراء قال: حدثتنی جدتی أم عاصم قالت: دخل علینا نبیشة مولی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ونحن نأکل فی قصعة، فقال: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أکل فی قصعة، ثم لحسها، استغفرت له القصعة". (سنن ابن ماجة، باب تلقیة الصحفة، ص: ۲۳۵، قدیمی)

(ومشکوٰة المصابیح، کتاب الأطعمة، ص: ۳۶۸، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلياً:

میری نظر سے کوئی ایسی حدیث نہیں گزری جس میں یہ ہو کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانا کھا کر اسی برتن میں ہاتھ دھو کر اسی دھوئے ہوئے پانی کو پی لیا کرتے تھے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۰ھ۔

کھانے کے بعد برتن کو دھو کر پینا

سوال[۱۸۶۲۰]: ایک ضیافت میں کھانے سے فارغ ہو کر چند بزرگوں نے اپنی کھائی ہوئی رکابی کو دھو کر شوربہ پی لیا، چند لوگوں نے ان پر اعتراض کیا کہ کراہت سے خالی نہیں۔ کیا یہ فعل واقعی کراہت کے قابل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بعض حضرات جو کہ اللہ کے رزق کی زیادہ قدر کرتے ہیں وہ اس نیت سے کہ رکابی میں جو حصہ لگا ہو ہے، وہ بھی ضائع نہ ہو، اس کو دھو کر پی لیتے ہیں(۲)۔ برتن کو صاف کرنے کی تاکید حدیث شریف میں آئی ہے اور وہ یہ کہ جو شخص برتن کو صاف کرتا ہے برتن اس کے لئے دعا دیتا ہے کہ "اللہ پاک تجھے گناہوں سے اس طرح صاف کردے جس طرح تو نے مجھے صاف کیا ہے"(۳) اسی خیال سے بھی دھو کر پی لیتے ہیں۔ اگر کوئی بزرگ

---

(۱) شمائل کبریٰ میں اتحاف کے حوالے سے منقول ہے کہ: "جس برتن میں کھانا کھایا ہو اس میں ہاتھ دھونا بے ادبی ہے، اتحاف"۔ (شمائل کبریٰ، برتن میں ہاتھ دھونا، ص: ۶۵)

(۲) "إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرئ ما نوى" (صحيح البخاري، باب بدء الوحي: ۱/۲، قديمي)

قال الحافظ: "أي كل عمل بنيته. وقال الخويي: كأنه أشار بذلك إلى أن النية تتنوع كما تتنوع الأعمال" (فتح الباري، باب بدء الوحي: ۱/۱۳، قديمي)

(۳) "أنبأنا أبو اليمان البراء قال: حدثتني جدتي أم عاصم قالت: دخل علينا نبيشة مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ونحن نأكل في قصعة، فقال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أكل في قصعة، ثم لحسها، استغفرت له القصعة". (سنن ابن ماجة، باب تنقية الصحفة، ص: ۲۳۵، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، ص: ۳۶۸، قديمي)

"قال في الإحياء: يقال: من لعق القصعة، وشرب ماءها، كان له كعتق رقبة" (شرح المناوي للشمائل على هامش جمع الوسائل: ۱/۲۳۳، إدارة تاليفات أشرفيه)

ایسا کرتا ہے تو اعتراض کی کیا ضرورت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

لوٹے کا پانی چلو میں کر کے پینے کا طریقہ

سوال[۸۶۶۱]: مٹی کے لوٹے میں پانی بھرا ہوا ہے، ایک شخص اس لوٹے کو داہنے ہاتھ سے اٹھا کر بائیں ہاتھ کو چلو بنا کر استعمال کرتا ہے تو یہ شخص بلا سنت داہنے ہاتھ سے پانی پینے میں شمار ہوگا یا بائیں ہاتھ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر چلو سے پانی پینا ہو تو داہنے ہاتھ میں چلو لے کر پینا چاہیے، بائیں ہاتھ سے لوٹا اٹھا کر داہنے ہاتھ میں ڈال کر پی جائے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کھانے کے بعد کیا مٹھائی کھانا سنت ہے؟

سوال[۸۶۶۲]: عوام الناس میں مشہور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد مٹھائی کھانا سنت ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے، کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میٹھی چیز پسند فرماتے تھے(۲) اور زیادہ تر کھانا تو گھی ہوتا تھا

---

(۱) "عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يأكل أحدكم بشماله ولا يشرب بشماله، فإن الشيطان يأكل بشماله ويشرب بشماله". (جامع الترمذي، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في النهي عن الأكل والشرب بالشمال: ۲/۲، سعيد)

(وصحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب ما جاء في التيمن في دخول المسجد: ۱/۶۰، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة: ۱/۲۳۴، سعيد)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يحب الحلواء =

کہ کھجور کھالی، پانی پی لیا(۱)، کئی کئی وقت کھجور کی نوبت بھی نہیں آتی تھی، شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے(۲)، تین تین چاند نظر آتے تھے کہ گھر میں آگ نہیں سلگتی تھی(۳)، کبھی گوشت آگیا تو آگ سلگنے کی نوبت آتی(۴)، کبھی صرف دودھ ہی پی لیا، اس میں شکر نہیں ہوتی تھی(۵) حق تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ: "اگر آپ چاہیں تو پہاڑوں کو سونا بنادیا جائے"۔ جواب میں عرض کیا: "میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز کھانا ملے تا کہ کھا کر شکر ادا کروں، ایک

= والعسل". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، الفصل الأول، ص: ۳۶۹، قديمي)

(وجامع الترمذي، كتاب الأطعمة، باب ماجاء في حب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الحلوا والعسل: ۲/۳، سعيد)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان يأتي علينا الشهر ما نوقد فيه ناراً، إنما هو التمر والماء". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، الفصل الأول، ص: ۳۶۵، قديمي)

(وكذا في الصحيح لمسلم، كتاب الزهد: ۲/۴۱۰، قديمي)

(۲) "حدثنا عبد الواحد بن أيمن عن أبيه قال: أتيت جابراً رضي الله تعالى عنه فقال: إنا يوم خندق نحفر فعرضت كدية شديدة، فجاؤا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقالوا: هذه كدية عرضت في الخندق، فقال: "أنا نازل". ثم قام وبطنه معصوب بحجر، ولبثنا ثلاثة أيام لا نذوق ذواقاً". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق: ۲/۵۸۸، قديمي)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها كانت تقول: والله يا ابن أختي إن كنا لننظر إلى الهلال ثم الهلال ثم الهلال ثلاثة أهلة في شهرين وما أوقد في أبيات رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نار". (الصحيح لمسلم، كتاب الزهد: ۲/۴۱۰، قديمي)

(۴) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان يأتي علينا الشهر ما نوقد فيه ناراً، إنما هو التمر والماء، إلا أن يؤتى باللُّحيم". (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، ص: ۳۶۵، قديمي)

(۵) "ثلاثة أهلة في شهرين وما أوقد في أبيات رسول الله صلى الله تعالى وسلم عليه نار، قال: قلت: يا خالة! فما كان يعيشكم؟ قالت: الأسودان: التمر والماء، إلا أنه قد كان لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جيران من الأنصار، وكانت لهم منائح، فكانوا يرسلون إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من ألبانها فيسقيناه". (الصحيح لمسلم، كتاب الزهد: ۲/۴۱۰، قديمي)

روز بھوکا رہوں تاکہ صبر کروں" کما فی مشکوۃ المصابیح، وغیرہا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

گوشت کو بغیر دھوئے ہوئے پکانا

سوال[۸۶۴۳]: ہمارے یہاں ایک ہوٹل پر گوشت بغیر دھوئے پکایا جاتا ہے، اس میں خون کا جز بہت کچھ ہوتا ہے۔ ان سے دھونے کے لیے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ گوشت دھونے سے سالن کا رنگ خراب ہو جائے گا۔ آپ ہمیں یہ بتلائیں کہ خون میں سنا ہوا گوشت یوں ہی بغیر دھوئے پکایا جائے(۲) تو وہ کھانے کے لئے ٹھیک ہے، یا پھر حرام و مکروہ وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانور کو ذبح کرتے وقت جب خون نکل گیا اور گوشت پر اس کا اثر باقی رہ گیا تو اس گوشت کو دھونا ضروری نہیں، وہ گوشت پاک ہے(۳)۔ البتہ اگر گوشت کو مستقل جدا گانہ خون لگ گیا تو گوشت کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۱/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "عرض علیّ ربی لیجعل لی بطحاء مکۃ ذهباً، فقلت: لا یارب! ولکن أشبع یوماً وأجوع یوماً، فإذا جعت تضرعت إلیک وذکرتک، وإذا شبعت حمدتک وشکرتک". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، الفصل الأول، ص: ۴۴۲، قدیمی)

(وجامع الترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الکفاف ۲/ ۶۰، سعید)

(۲) "سنا: بھرا، آلودہ ہونا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۱۵، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "والمراد بالدم غیر السائل فی العروق، وفی حکمه اللحم المهزول إذا قطع، فالدم الذی فیه لیس بنجس، وکذا الدم الذی فی الکبد". (تبیین الحقائق، باب الأنجاس، ۱/ ۱۹۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطهارة، باب الأنجاس، ۱/ ۱۹۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الطهارة، باب الأنجاس، مبحث فی بول الفأرة وبعرها الخ: ۱/ ۳۲۲، سعید)

(۴) "ودم مسفوح من سائر الحیوانات ...... نجس". (الدر المختار، باب الأنجاس: ۱/ ۳۱۵، سعید)

گوشت کا دھونا

سوال[۸۱۲۴]: ذبح کے بعد جو گوشت جانور سے علیحدہ کیا جاتا ہے کیا اس کو پاک کر کے پکانا چاہئے، کیونکہ اس میں کچھ خون کا اثر ہوتا ہے اور خون ناپاک ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے دھونے کی ضرورت نہیں، وہ ناپاک نہیں، طحطاوی، ص: ۸۳(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عصر کے بعد کھانا پینا

سوال[۸۱۲۵]: عصر ومغرب کے درمیان کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۴۹۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الأنجاس: ۱/۱۹۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "لا الباقي في اللحم المهزول، والسمين والباقي في عروق المذكى ودم الكبد والطحال والقلب وما لا ينقض الوضوء في الصحيح". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارات، باب الأنجاس، الخ، ص: ۱۵۳، قديمي)

"وما يبقى من الدم في عروق المذكاة بعد الذبح، لا يفسد الثوب وإن فحش، وكذا الدم الذي يبقى في اللحم؛ لأنه ليس بمسفوح، ودم الكبد والطحال ليس بنجس". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارات، الفصل الثاني في الأعيان النجسة: ۴۶/۱، رشيديه)

"الطحال والكبد طاهران قبل الغسل، حتى لو اطلى به وجه الخف وصلى، جازت صلوته وما يبقى من الدم في عروق المذكاة بعد الذبح لا يفسد الثوب وإن فحش". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارات، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب الخ: ۱۹/۱، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارات، السابع في النجس: ۲۱/۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۳۹۹/۱، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے، عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں، عوام نے اس کے متعلق جو کچھ تراش رکھا ہے وہ غلط ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۸/۵/۶۰ھ۔

کھانے کی ابتداء دائیں طرف سے

سوال[۸۶۲۶]: دعوت وضیافت وغیرہ میں جو عام طور پر کھاتے اور کھلاتے ہیں، کھانا کھانے کی ابتداء کس طرف سے کریں، یعنی اپنی دائیں جانب سے یا کھانے والوں کی دائیں جانب سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی داہنی جانب سے مثلی تقسیم کرے، یا محفل میں اگر کوئی سربرآوردہ ہو تو اس سے ابتداء کرکے اس کی داہنی جانب کو تقسیم کرے (الأیمن فالأیمن)، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی داہنی جانب سے تقسیم فرمائی ہے جیسا کہ صحاح کی روایت میں ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۸/۹۰ھ۔

کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانا

سوال[۸۶۲۷]: یہاں افریقہ میں کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانے کا رواج ہے اور کھاتے وقت جوتے

---

(۱) "قال اللہ تعالیٰ: ﴿كلوا واشربوا ولا تسرفوا﴾ (الأعراف: ۳)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: "مشہور ہے کہ عصر اور مغرب کے درمیان میں کھانا نہ چاہیے ..... شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں"۔ (۱۲۵، اغلاط العوام، ص: ۲۱)

(۲) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أتي بلبن قد شيب بماء، وعن يمينه أعرابي وعن شماله أبوبكر، فشرب، ثم أعطى الأعرابي وقال: "الأيمن فالأيمن".

(صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب الأيمن فالأيمن في الشرب: ۲/۸۳۰، قديمي)

(وكذا في جامع الترمذي، أبواب الأشربة، باب ماجاء في أن الأيمنين أحق بالشرب: ۲/۱۱، سعيد)

بھی نہیں اتارتے۔ کیا اس طرح کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے(۱)۔ جہاں یہ کفار وفساق کا شعار ہے، وہاں بالکل ممنوع ہے، جہاں شعار نہیں بلکہ عام ہے کہ صالحین کا بھی یہی طریقہ ہے، وہاں اس میں اس درجہ تشدد نہیں، بلکہ فی الجملہ خفت ہے، لیکن خلافِ سنت پھر بھی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

دسترخوان پر سب ایک روٹی میں کھائیں، یا چار ٹکڑے کرکے الگ الگ کھائیں؟

سوال[۸۶۲۸]: ہر شخص دسترخوان پر الگ روٹی رکھ کر کھائے، یا ایک روٹی سے سب توڑ کر کھاویں؟

---

(۱) "كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا أتي بطعام وضعه على الأرض، فهو أقرب إلى التواضع". (حاشية الترغيب والترهيب: ۱۵۲/۳، بيروت)

(۲) "وعنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ماجاء في الأقبية، ص: ۲۰۳، إمداديه ملتان)

"والحاصل أن الأكل عليه (أي الخوان) بحسب نفس ذاته لا يربو على ترك الأولوية. فأما إذا لزم فيه التشبه باليهود أو النصارى -كما هو في ديارنا- كان مكروهاً تحريمياً، وأما إذا لم يكن على دأبهم، فلا يخلو أيضاً عن تفويت منافع ...... الخ". قال المحشي: "قال المناوي: يعتاد المتكبرون من العجم الأكل عليه، لئلا تنخفض رؤوسهم، فالأكل عليه بدعة، لكنه جائز إن خلا عن قصد التكبر، الخ". (الكوكب الدري مع الحاشية، كتاب الأطعمة: ۲/۱، مكتبه يحيويه هند)

"واعلم أنه يطلق الخوان في المتعارف على ما له أرجل و يكون مرتفعاً من الأرض، واستعماله لم يزل من دأب المترفين و صنيع الجبارين، لئلا يفتقروا إلى خفض الرأس عند الأكل، فالأكل عليه بدعة، لكنها جائزة". (جمع الوسائل في شرح الشمائل للملا علي القاري، باب ما جاء في صفة خبز رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۲۳۱/۱، ادارة تاليفات اشرفيه ملتان)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (عمدة القاري، كتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والأكل على الخوان: ۳۲/۱۵، المطبعة المنيرية بيروت)

ایک روٹی کو توڑ کر چار حصے کر لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب طرح ٹھیک ہے، الگ الگ روٹی کھانے میں اپنی خوراک کا اندازہ باقی رہتا ہے، افراط وتفریط نہیں ہوتی(۱)۔ مشترک کھانے میں اتحاد واتفاق کا پہلو غالب ہے(۲)۔ چار ٹکڑے کرنے کا دستور ان علاقوں میں زیادہ ہے جن میں شیعوں کا زور ہے اور اس کا اشارہ خلفائے اربعہ –رضی اللہ تعالیٰ عنہم– کی طرف ہے کہ ہم چاروں کو مانتے ہیں، شیعوں کی طرح دو یا تین کے منکر نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

چمچہ بائیں ہاتھ سے پکڑنا

سوال[۸۶۲۹]: سب آدمی ساتھ کھانا کھاتے ہیں، سب کے درمیان میں بڑے پیالے میں دال ہے اور ایک ہی چمچہ ہے، سب لوگ اپنے داہنے ہاتھ سے چمچہ پکڑ کر دال نکالتے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص جو بائیں ہاتھ سے چمچہ پکڑ کر دال لیتا ہے کہ روٹی خراب نہ ہو جس پر اور لوگ ناراض ہوتے ہیں، تو کس کا فعل صحیح ہے اور کس کا غلط ہے؟

---

(۱) "حدثني أبو سفيان، كنت جالساً في دار جابر، فمر بي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأشار إلي، فقمت إليه، فأخذ بيدي، فانطلقنا حتى أتى بعض حجر نسائه فدخل، ثم أذن لي فدخلت الحجاب عليها، فقال: "هل من غداء؟" فقالوا: نعم. فأتي بثلاثة أقرصة، فوضعن على نبي، فأخذ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قرصاً فوضعه بين يديه وأخذ قرصاً آخر فوضعه بين يدي، ثم أخذ الثالث فكسره باثنين، فجعل نصفه بين يديه ونصفه بين يدي". (الحديث).

قال العلامة النووي: "فيه استحباب مواساة الحاضرين على الطعام، وأنه يستحب جعل الخبز ونحوه بين أيديهم بالمواساة، وأنه لا بأس بوضع الأرغفة والأقراص صحاحاً غير مكسرة". (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووي: ۱۸۳/۲، قديمي)

(۲) "عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كلوا جميعاً ولا تفرقوا، فإن البركة مع الجماعة". (مشكوة المصابيح، باب الضيافة، الفصل الثالث، ص: ۳۷۰، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

آنحضرت ﷺ ہر عمدہ کام کو داہنے ہاتھ سے کرنا ثابت ہے اور اس کی ترغیب بھی ہے(۱) کھانے میں رال نکالنا بھی اس میں داخل ہے، مگر اس کی وجہ سے تشدد نہ کیا جائے، بلکہ بہت نرمی سے سمجھایا جائے (۲)۔ البتہ کھانا پینا داہنے ہاتھ سے ہی کیا جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

کھانا کھاتے وقت چارپائی کی کس جانب بیٹھے؟

سوال[۸۰۳۰]: لوگ کہتے ہیں کہ چارپائی پر بیٹھ کر پائتان کی طرف بیٹھ کر کھانا چاہیے، جو لوگ سرہانے بیٹھ جاتے ہیں ان کا منہ پائتی کی طرف ہوتا ہے لہٰذا یہ رزق کی توہین ہے، سو اس طرح کھانا ناجائز

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يحب التيمن ما استطاع في شأنه كله، في طهوره وترجله وتنعله". (صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب التيمن في دخول المسجد: ۱/۶۱، قديمي)

(وبمعناه في جامع الترمذي، أبواب الأطعمة، باب ماجاء في النهي عن الأكل والشرب بالشمال: ۲/۲، سعيد)

(۲) "عدم اختصاصها بالوضوء المستفاد من قوله: "وشأنه كله" ينافي كونه سنة له، ولو كانت على وجه العادة فيكون مندوباً فيه، كما في التنعل والترجل". (رد المحتار، كتاب الطهارة: ۱/۱۲۳، سعيد)

"السنة نوعان: سنة الهدى، وتركها يوجب إساءة وكراهية ... وسنة الزوائد، وتركها لا يوجب ذلك ... ومنه المندوب، يثاب فاعله ولا يسيئ تاركه". (رد المحتار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: ۱/۱۰۳، سعيد)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ليأكل أحدكم بيمينه ويشرب بيمينه وليعط بيمينه، فإن الشيطان يأكل بشماله ويشرب بشماله ويعطي بشماله ويأخذ بشماله". (سنن ابن ماجة، باب الأكل باليمين، ص: ۲۳۵، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الأطعمة، باب ماجاء في النهي عن الأكل والشرب بالشمال: ۲/۲، سعيد)

ہے۔ کیا ذبیحہ کا خیال ٹھیک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ چیز عرفاً کھانے کی تو نہیں سمجھی جاتی، اس لئے اس کو ناجائز کہنا صحیح نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۸/۹۲ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "واعلم أن اعتبار العادة والعرف يرجع إليه في مسائل كثيرة، حتى جعلوا ذلك أصلاً، فقالوا في الأصول في باب ما تترك به الحقيقة: تترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة". (مجموعة رسائل ابن عابدين، نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف: ۲/۱۱۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز اللبناني، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية (رقم المادة: ۳۶) العادة محكمة: ۱/۳۰، مكتبه حنفيه كوئته)

(وكذا في شرح الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، القاعدة السادسة: العادة محكمة، اعتبار العادة والعرف: ۱/۲۹۶، إدارة القرآن كراچی)

الفصل الرابع فی مکروهات الأکل

(کھانے کے مکروہات کا بیان)

مرغی کو ذبح کے بعد پیٹ چاک کرنے سے پہلے پانی میں جوش دینا

سوال [۸۹۳۱]: مرغی یا اور کوئی جانور پرند کو پیٹ چاک کرنے سے پہلے پانی میں جوش دی جائے، یا آگ سے روئیں جلا دیئے جائیں تو اس مرغی یا اس پرند کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی صورت میں کھانا درست نہیں، دوسری صورت میں درست ہے۔ شامی: ۱/ ۲۲۲ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "قوله: وكذا دجاجة. قال في الفتح: إنها لا تطهر أبداً ... ... والعلة -والله أعلم- تشربها النجاسة بواسطة الغليان، وعليه اشتهر أن اللحم السميط بمصر نجس، لكن العلة المذكورة لا تثبت مالم يمكث اللحم بعد الغليان زماناً يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم، وكل منهما غير متحقق في السميط، حيث لا يصل إلى حد الغليان، ولا يترك فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلى ظاهر الجلد لتنحل مسام الصوف، بل لو ترك يمنع انقلاع الشعر". (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في تطهير الدهن والعسل: ۱/ ۳۳۴، سعيد)

"ولو ألقيت دجاجة حال الغليان في الماء قبل أن يشق بطنها لتنتف أو كرش قبل الغسل، لا يطهر أبداً. لكن على قول أبي يوسف يجب أن يطهر على قانون ماتقدم في اللحم. قال الشيخ كمال الدين ابن الهمام: قلت: -والله سبحانه أعلم- هو معلل بتشربها النجاسة المتحللة في اللحم بواسطة الغليان، وعلى هذا اشتهر أن اللحم السميط بمصر نجس لا يطهر، لكن العلة المذكورة لا تثبت حتى يصل الماء إلى حد الغليان ويمكث فيه اللحم بعد ذلك زماناً يقع فيه =

مرغی کوذبح کے بعد کھولتے پانی میں ڈالنا

سوال[۸۶۳۲]: انگلینڈ میں سرکاری مذبح خانوں میں مسلمان اپنی مرغیاں اپنے ہاتھوں سے اسلامی طریقے سے ذبح کرتے ہیں۔ غلاظت نکالے بغیر، پیٹ چاک کئے بغیر، الائش کے نکالنے سے پہلے، ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں مرغی کو ڈال کر مشین سے پھر صاف کرتے ہیں۔ پانی اتنی مقدار میں گرم نہیں ہوتا ہے کہ ہاتھ جل جائے، انڈے ابل جائیں، حتیٰ کہ چمڑی تک میں اثر نہیں ہوتا ہے اور مرغیوں کا چمڑہ بھی نکال دیا جائے۔ تو کیا ان مرغیوں کا کھانا درست ہے؟

نوٹ: سرکاری طور پر یہ کام ضروری ہے، اس کے خلاف نہیں کرسکتے۔

دارالافتاء فلاح دارین۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے سوال میں جس چیز کو بیان کیا ہے، اگر یہی صورتِ حال ہے تو ایسی مرغیوں کا گوشت کھانا، کھلانا، تجارت کرنا، ہوٹل میں ایسی مرغیوں کا گوشت پکانا جائز ہے، اس لئے کہ ناپاکی کا اثر گوشت میں نہیں آیا، لیکن اگر پانی کھولتا ہوا ہو اور مرغی کو اتنے وقت کھولتے ہوئے پانی میں رکھا کہ گوشت نے اس پانی کو اچھی مقدار میں پی لیا اور باطنِ لحم میں اس کا اثر پہونچ گیا تو اس مرغی کا کھانا جائز نہیں ہوتا، یہ مرغی ناپاک ہو جائیگی،

– التشرب والدخول في باطن اللحم، وكل من الأمرين غير متحقق في السميط الواقع، حيث لا يصل الماء إلى حد الغليان ولا يترك فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلى سطح الجلد، فتنحل مسام السطح عن الصوف، بل ذلك الترك يمنع وجوده من انقلاع الشعر، فالأولى في السميط أن يطهر بالغسل ثلاثاً لتنجس سطح الجلد بذلك الماء، فإنهم لا يحترسون فيه عن المنجس. وقد قال شرف الأئمة بهذا في الدجاجة والكرش، والسميط مثلهما". (الحلبي الكبير، كتاب الطهارة، فصل في الآسار، فروع شتى، ص: ۲۰۷، سهيل أكيدمي لاهور)

(وكذا في فتح القدير، باب الأنجاس وتطهيرها: ۱/۲۱۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الأنجاس، ص: ۱۴۰، قديمي)

طحطاوی علی المراقی، ص: ۸٦(۱)، فتح القدیر: ۱/۱٤٦(۲)، شامی: ۱/۳۰۹(۳)۔

البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر ان ممالک میں جہاں آٹومیٹک گرفت تحت ہو، آپ ذبح کے بعد وہ مرغی ذبح نہیں کر سکتے اور ذبح کے بعد گرم پانی میں ڈالنا ہوگا، مشین کے ذریعہ اس کی صفائی ہو تو آپ مجبور ہیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر عمل کر کے اس گوشت کو کھا سکتے ہیں، فقط۔

---

(۱) "وعلى هذا الدجاج المغلي قبل إخراج أمعائه، وأما وضعها بقصد انحلال المسام لنتف ريشها، فتطهر بالغسل ... اهـ". (مراقي الفلاح). "(قوله: وعلى هذا الدجاج الخ) يعني لو ألقيت دجاجة حال غليان الماء قبل أن يشق بطنها لتنتف، أو كرش قبل أن يغسل، إن وصل الماء إلى حد الغليان، ومكثت فيه بعد ذلك زماناً يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم، لا تطهر أبداً، إلا عند أبي يوسف، كما مر في اللحم. وإن لم يصل الماء إلى حد الغليان، أو لم تترك فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلى سطح الجلد لانحلال مسام السطح عن الريش والصوف، تطهر بالغسل ثلاثاً، كما حققه الكمال". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ١٦٠، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ١/٢٣٥، باب الأنجاس، رشيديه)

(٢) "ولو ألقيت دجاجة حالة الغليان في الماء قبل أن يشق بطنها لتنتف، أو كرش قبل الغسل لا يطهر أبداً، لكن على قول أبي يوسف رحمه الله تعالى يجب أن تطهر على قانون ما تقدم في اللحم. قلت: وهو سبحانه أعلم، هو معلل بتشربهما النجاسة المتخللة في اللحم بواسطة الغليان، وعلى هذا اشتهر أن اللحم السميط بمصر نجس لا يطهر، لكن العلة المذكورة لا تثبت حتى يصل الماء إلى حد الغليان، ويمكث فيه اللحم بعد ذلك زماناً يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم، وكل من الأمرين غير متحقق في السميط الواقع حيث لا يصل الماء إلى حد الغليان، ولا يترك فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلى سطح الجلد، فتنحل مسام السطح عن الصوف، بل ذلك الترك يمنع من جودة انقلاع الشعر". (فتح القدير، باب الأنجاس وتطهيرها: ١/٢١٢، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(٣) "ويطهر لبن وعسل ودبس ودهن يغلى ثلاثاً، ولحم طبخ بخمر يغلى وتبريد ثلاثاً، وكذا دجاجة ملقاة حالة غلي الماء للنتف قبل شقها". (رد المحتار، مطلب في تطهير الدهن والعسل: ١/٣٣٤، سعيد)

نہیں، جائز ہے(۱)۔

دو طریقہ یہ ہے کہ ناپاک چیز کو نچوڑ نہیں سکتے، جیسا کہ مٹی، جوار، باجرہ، گوشت، اگر وہ ناپاک ہو جائے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پاک پانی میں گوشت ڈال کر اچھے طریقہ سے جوش دیا جائے جب جوش آ جائے اس کو اتار کر ٹھنڈا کر کے ایسے برتن میں رکھ دیجئے کہ پانی گر جاوے تین مرتبہ اس طریقے پر عمل کرنے سے ناپاک گوشت پاک ہو جاوے گا۔ شامی: ۱/۳۰۹(۲)، طحطاوی علی المراقی، ص: ۶۸۶(۳)، فتح القدیر: ۱/۱۴۶(۴)۔

---

(۱) "ولايجوز بالضعيف العمل، ولانه يجاب من جاء يسأل إلا لعمل له ضرورة، أومن له معرفة مشهورة" (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۱۰۰، میر محمد کتب خانہ کراچی)

"فقد ذكر في حيض البحر في بحث ألوان الدماء أقوالاً ضعيفة، ثم قال: وفي المعراج عن فخر الأئمة: لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة طلباً للتيسير، كان حسناً". (ردالمحتار، مطلب: لايجوز العمل بالضعيف حتى لنفسه عندنا: ۱/۷۴، سعيد)

(۲) "ويطهر لبن وعسل ودبس ودهن يغلى ثلاثاً، ولحم طبخ بخمر يغلى وتبريد ثلاثاً، وكذا دجاجة ملقاة حالة غلي الماء للنتف قبل شقها" (ردالمحتار، مطلب في تطهير الدهن والعسل: ۱/۳۳۴، سعيد)

(۳) "قوله: (وقيل: يغلى ثلاثاً) وهو قول أبي يوسف رحمه الله تعالى، والفتوى على انه لايطهر ابداً ..... (وعلى هذا الدجاج، الخ) يعني لو ألقيت دجاجة حال غليان الماء قبل أن يشق بطنها لتنتف، او كرش قبل أن يغسل إن وصل الماء إلى حد الغليان ومكثت فيه بعد ذلك زماناً يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم، لايطهر أبداً" (حاشية الطحطاوي، كتاب الطهارات، باب الأنجاس، ص: ۱۶۰، قديمي)

(۴) "ولو ألقيت دجاجة حالة الغليان في الماء قبل أن يشق بطنها لتنتف، أو كرش قبل الغسل، لايطهر ابداً، لكن على قول أبي يوسف رحمه الله تعالى يجب ان تطهر على قانون ماتقدم في اللحم. قلت وهو سبحانه أعلم هو معلل بتشربهما النجاسة المتحللة في اللحم بواسطة الغليان، وعلى هذا اشتهر ان اللحم المسميط بمصر نجس لايطهر، لكن العلة المذكورة لاتثبت حتى يصل الماء إلى حد الغليان، ويمكث فيه اللحم بعد ذلك زماناً يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم، وكل من الأمرين غير متحقق في السميط الواقع حيث لايصل الماء إلى حد الغليان، ولايترك فيه إلا مقدار ماتصل ←

یہ حکم بوقتِ مجبوری ہے، جن ممالک میں قانون نہیں ہے اس جگہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

احمد ابراہیم بیات غفرلہ، خادم دار الافتاء، دار العلوم فلاح دارین۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکرم ومحترم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جواب ماشاء اللہ مکمل ہے، حوالے بھی کافی ہیں، بتقدیرِ صحتِ سوال جواب صحیح ہے۔ یہ بات اہلِ تجربہ سے متحقق ہے کہ ایسے نیم گرم پانی سے بال بسہولت دور ہو بھی جاتے ہیں کہ جس سے گوشت میں نجاست اثر نہ کرے، یا اس کے لئے تیز گرم پانی ضروری ہے جس سے نجاست گوشت میں سرایت کر جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۰ھ۔

مشینی مرغی اور اس کے انڈے کھانا کیسا ہے؟

سوال [۸۳۳۳]: زمانۂ حال میں مرغیاں بغیر مرغ کے انڈے دیتی ہیں، یعنی مشین سے انڈے دلوائے جاتے ہیں، دوسرے یہ کہ جو مرغی کے مشین بچہ نکالتی ہے۔ تو اب اس انڈے اور اس مرغی کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مشین کے ذریعہ نکلوائے ہوئے انڈے اور بچے (مرغ) کا کھانا شرعاً درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= الحرارة إلى سطح الجلد، فتنحل مسام السطح عن الصوف، بل ذلک الترک یمنع من جودة انقلاع الشعر" (فتح القدیر، باب الأنجاس وتطهیرها: ۱/۲۱۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) (راجع: أحسن الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة: ۸/۴۵۱، سعيد)

جھٹکے کا گوشت کھالیا تو کیا کرے؟

سوال [۸۹۲۴]: ہمارے ایک دوست ظفر علی خاں کو ایک ہندو نے گوشت کی دعوت دی جس میں کھانے پر گلزار خاں، سلطان خاں اور ظفر علی خاں تھے، ہم نے مل کر کھانا کھالیا اور ہمیں دس دن بعد پتہ چلا کہ وہ گوشت جھٹکے کا تھا۔ جب ہمیں معلوم ہوا تو بڑا افسوس ہوا۔ اب فرمایئے کہ ہم اس کا کیا طریقہ اختیار کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب نادم ہو کر خدا کے سامنے توبہ واستغفار کریں۔ جس نے جان بوجھ کر جھٹکے کا گوشت کھایا یا کھلایا، وہ بڑا مجرم ہے اور سخت گنہگار ہے۔ تہجد ہو کر اول دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھے، پھر خدا کے سامنے رو رو کر گڑگڑائے کہ یا اللہ! میرے اس جرم عظیم کو معاف فرما، آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا(۱)، اور جن کو یہ کھلایا ہے ان سے بھی معافی مانگے(۲)۔ جب سچے دل سے توبہ ہوتی ہے تو باری تعالیٰ توبہ قبول کرلیتا ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۹۱ھ۔

---

(۱) "ومنه صلاة الاستغفار بمعصية وقعت منه، لما روى عن على عن أبى بكر الصديق رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ما من عبد يذنب ذنباً فيتوضأ، ويحسن الوضوء، ثم يصلى ركعتين فيستغفر الله، إلا غفرله"۔ (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوة، قبيل فصل فى صلوة النفل جالساً، ص: ۴۰۲، قديمى)

(وكذا فى رد المحتار، كتاب الصلوة، مطلب فى صلوة الحاجة: ۲/۲۸، سعيد)

(وكذا فى بهشتى زيور، نماز توبه كا بيان، ص: ۱۰۶، دار الاشاعت كراچى)

(۲) "(ان للتوبة) ثلاثة أركان ...... فإن كانت المعصية لحق آدمى، فلها ركن رابع وهو التحلل من صاحب ذلك الحق، وأصلها الندم، وهو ركنها الأعظم"۔ (شرح النووى على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمى)

(وكذا فى روح المعانى، سورة التحريم، تحت قوله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۸، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿قل يٰعبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لاتقنطوا من رحمة الله، إن الله يغفر الذنوب

دھوبی کے گھر کا کھانا

سوال[۸۶۳۵]: دھوبی کے یہاں کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک ناپاکی کا علم نہ ہو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

کھانا گرم کھانا، چائے گرم پینا

سوال[۸۶۳۶]: گرم کھانا کھانے سے منع فرمایا گیا ہے مگر آج کل گرم چائے اور گرم کھانے کا رواج ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

= جمیعاً﴾. (سورة الزمر: ۵۳)

"التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، ص: ۲۰۶، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۱۳۲۳، قديمي)

(۱) "قال محمد رحمه الله تعالى: ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل، جاز، ولا يكون آكلاً ولا شارباً حراماً. وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولو شرب أو أكل، كان شارباً وآكلاً حراماً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة. الخ: ۵/۳۴۷، رشيدية)

"ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم، والمرق. ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها". (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب ما لا يؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۲۳۵، سعيد)

"والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه، ولا بأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم وفي الأكل معهم. وعن الحاكم عبد الرحمن: لو ابتلي به المسلم مرةً أو مرتين، لا بأس به، أما الدوام عليه فمكروه". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي: ۴/۳۴۹، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

گرم کھانا جو برداشت نہ ہوسکے اس سے منع کیا گیا ہے(۱)، اور جو برداشت ہوسکے اس سے منع نہیں کیا گیا، ورنہ روٹی، سالن، چائے بھی گرم کھائی جاتی ہیں اور ٹھنڈا کرنے سے اس کی لذت اور خاصیت میں فرق آجاتا ہے۔ یہی حال چائے کا ہے، ٹھنڈا کرنے کے بعد وہ چائے نہیں رہے گی، بلکہ شربت بن جائے گی، شروحِ حدیث سے یہی تفصیل مستفاد ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۹ھ۔

کھانے پر پھونک مار کر کھانا

سوال[۸۰۳۷]: کھانے کی چیزوں پر پھونک مارنا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گرم کھانے پر پھونک مار مار کر کھانا خلافِ ادب ہے(۳)۔ ذرا صبر کرنا چاہیے تاکہ زیادہ گرم نہ ہو اور

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أبردوا بالطعام، فإن الطعام الحار غير ذي بركة". "وعنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أتي بصحفة تفور، فأسرع يده فيها، ثم رفع يده، فقال: "إن الله لم يطعمنا نارا". (مجمع الزوائد، باب الطعام الحار: ۵/۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وعن خولة رضي الله تعالى عنها قالت: دخل علي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فجعلت له حريرا فقدمته إليه، فوضع يده فيها فوجد حرها فقبضها، فقال: "يا خولة! لا نصبر على حر ولا على برد، يا خولة! إن الله أعطاني الكوثر وهو نهر في الجنة، وما خلق أحب إلي من برد من فرمك". (مجمع الزوائد، باب الطعام الحار: ۵/۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "سألت أبا يوسف رحمه الله تعالى عن النفخ في الطعام هل يكره؟ قال: لا، إلا ما له صوت مثل أف". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۴/۳۶۰، رشيديه)

سہولت سے کھایا جاسکے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۹۱ھ۔

کوکا کولا

سوال [۸۲۳۸]: ایک بوتل جس میں ۵۵ ملی گرام پانی ہے، اس میں چند قطرے شراب کے ڈالنے پر نشہ یا رنگ یا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا، بعض ادویات کے اندر شراب ملی ہوئی آتی ہے جس سے بچنا بہت مشکل ہے، یا مثلاً کوکا کولا اس میں تحقیق ہے کہ اس کے اندر شراب ہوتی ہے، اس کو لوگ بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ اس کی پوری کیفیت لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شراب حرام ہے، اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے (۲)، خواہ نشہ، ذائقہ، رنگ آئے یا نہ آئے۔ کوکا کولا میں شراب کا ہونا معلوم نہیں، اس کی حرمت کا فتویٰ بلا تحقیق نہیں دیا جاسکتا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۹۲ھ۔

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "أبردوا بالطعام، فإن الطعام الحار غير ذي بركة". "وعنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم أتي بصحفة تفور فأسرع يده فيها، ثم رفع يده، فقال: "إن الله لم يطعمنا ناراً". (مجمع الزوائد، باب الطعام الحار ۲۰/۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"ولا يؤكل طعام حار، ولا يشم، ولا ينفخ في الطعام والشراب". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية في الأكل: ۳۳۶/۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۳۶۰/۴، رشيديه)

(۲) "وحرم قليلها وكثيرها بالإجماع" (الدر المختار، كتاب الأشربة: ۴۴۸/۶، سعيد)

(۳) مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ چند مشروبات کے متعلق ایک سوال کے جواب تحریر فرماتے ہیں: "میں تو ان مشروبات کو پیتا ہوں، اگر کسی کو تحقیق ہو کہ یہ مشروبات ناپاک ہیں تو نہ پیے"۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، متفرق مسائل، پیپسی، مرنڈا وغیرہ بوتلوں کا حکم: ۲۹۲/۸، مکتبہ لدھیانوی)

(وكذا في أحسن الفتاوى، كتاب الأشربة، الكحل والے مشروبات وما كولات کا حکم: ۴۸۶/۸، سعید)

الفصل الخامس في المتفرقات

دوست کی چیز کھالینا

سوال[۸۹۰۴]: زید بکر سے زیادہ بے تکلف ہے، ایک دوسرے کی چیز بغیر اجازت کھا لیتے ہیں۔ تو زید کا فعل بکر سے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایک کو دوسرے کی طرف سے اجازت ہے اور چیز کھالینے سے آپس میں ناخوش نہیں ہوتے، بلکہ خوش ہوتے ہیں تو شرعاً گنجائش ہے۔ اگر ناخوش ہوتے ہوں تو بلا اجازت جائز نہیں: "لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه" مشکوۃ(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۹ھ۔

اہل وعیال کے لئے ذخیرہ جمع کرنا

سوال[۸۹۰۵]: خداوند کریم نے قرآن پاک میں تمام مخلوق کے لئے روزی دینے کا وعدہ کیا ہے(۲)، ایسی صورت میں کیا ہم لوگ اپنے بیوی بچوں کے لئے کچھ دولت جمع کر سکتے ہیں؟ اور ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (مشکوۃ المصابیح، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(وکذا فی مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب الغصب: ۴/۳۰۲، دارالفکر بیروت)

(وکذا فی تنبیه الغافلین، باب ماجاء فی الظلم، ص: ۲۰۲، حقانیه پشاور)

(وکذا فی کنز العمال، الفرع الثانی فی الأحکام المتفرقة: ۱/۴۲۰، (رقم الحدیث: ۷۹۴)، مکتب التراث الإسلامی حلب)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وما من دابة فی الأرض إلا علی الله رزقها﴾ (سورة هود: ۶)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں ہے کہ: اپنے وارثوں کو اچھی حالت میں چھوڑنا بہتر ہے کہ وہ سب سوالی ہو جائیں(۱)، البتہ اس کا خیال رہنا چاہئے، یہ بھی نہ ہو کہ اولاد کی خاطر حرام وحلال کی تمیز ختم کردی جائے(۲)، اور خدا کے پاس سے تعلق توڑ دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) "عن سعد بن أبي وقاص قال: جاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يعودني وأنا بمكة، وهو يكره أن يموت بالأرض التي هاجر منها، فقال: "يرحم الله ابن عفراء" قلت: يا رسول الله! أوصي بمالي كله؟ قال: "لا" قلت: فالشطر؟ قال: "لا" قلت: فالثلث؟ قال: "الثلث والثلث كثير، إنك إن تدع ورثتك أغنياء خير من أن تدعهم عالة يتكففون الناس في أيديهم". (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب أن يترك ورثته أغنياء خير من أن يتكففوا الناس: ۱/۳۸۳، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الوصية: ۲/۴۰، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الوصايا، باب ما جاء فيما لا يجوز للموصي في ماله: ۲/۳۹۵، دار الحديث ملتان)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "يأتي على الناس زمان لا يبالي المرء ما أخذ منه أمن الحلال أم من الحرام". (صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب من لم يبال من حيث كسب المال: ۱/۲۷۶، قديمي)

"عن عامر قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "الحلال بين والحرام بين، وبينهما مشتبهات لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقى المشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات كراع يرعى حول الحمى يوشك أن يواقعه، ألا وإن لكل ملك حمى، ألا إن حمى الله في أرضه محارمه". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه: ۱/۱۳، قديمي)

"عن عامر قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة" رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب –

پردہ نشین بیوی کی کمائی

سوال [۱۸۲۱]: اپنی بیوی کی کمائی جوکہ پردہ نشین ہے اور دو اسکول کی معلمہ ہے۔ اسکی کمائی مرد کیلئے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز کمائی خوشی سے دے تو جائز ہے(۱) مگر بیوی کی کمائی پر نظر رکھنا خلاف غیرت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۲ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= الحلال، الفصل الثالث: ص: ۲۴۳، قدیمی)

(۱) "لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه". (مجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب الغصب ۴/۱۷۲، دار الفکر بیروت)

(ومشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(وتنبیه الغافلین، باب ما جاء في الظلم، ص: ۲۰۲، مکتبه حقانیه پشاور)

باب الضیافات والهدایا

الفصل الأول في ثبوت الدعوة وقبوله

(دعوت کے ثبوت اور قبول کرنے کا بیان)

دعوت کھانے اور دعوت کرنے کا ثبوت

سوال[۸۲۳۴]: میں نے اپنے ایک دوست کو اپنے مکان پر کھانا کھانے کی دعوت دی مگر وہ مغرور دعوت میں نہیں آیا اور اپنے گھر پر کھانا کھایا۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ گھر میں کھانا حرام ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب لوگ اپنے گھر پر کھانا کھاتے ہیں، اور جب موقع ہو دعوت بھی کرتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی اپنے گھر پر کھانا کھایا ہے اور دوسروں کو بھی کھلایا(۱)، اور دوسروں نے بھی آپ کی دعوت کی اور آپ تشریف لے گئے اور اس کے گھر پر کھانا کھایا ہے(۲)۔ جو شخص خلوص سے دعوت کرے اور حلال

---

(۱) "وعنه رضي الله تعالى عنه قال: أقام النبي صلى الله عليه وسلم بين خيبر والمدينة ثلث ليال يبنى عليه بصفية، فدعوت المسلمين إلى وليمته، وما كان فيها إلا أن أمر بالأنطاع فبسطت، فألقي عليها التمر والأقط والسمن". رواه البخاري.

"وعنه رضي الله تعالى عنه قال: "أولم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حين بنى بزينب بنت جحش، فأشبع الناس خبزاً ولحماً" رواه البخاري". (مشكوة المصابيح: ۲۷۸/۲، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الأول، قديمي)

(۲) "وعن سفينة أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة رضي الله تعالى عنها: لو دعونا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأكل معنا، فدعوه". (مشكوة —

کھانا کھلائے، اس کی دعوت قبول کرنا سنت ہے (۱)، اگر کوئی عذر ہو تو معذرت کردی جائے۔ جو شخص ریاکاری اور فخر کے لئے کھلائے، یا حرام کھانا کھلائے تو اس کی دعوت قبول نہ کی جائے (۲)۔ بغیر دلیل شرعی کسی کو مغرور

= المصابیح: ۲/۲۷۹، کتاب النکاح، باب الولیمة: الفصل الأول، قدیمی)

"وعن أنس (رضي الله تعالیٰ عنه) أن خیاطاً دعا النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لطعام صنعه، فذهبت مع النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقرب خبز شعیر ومرقاً فیه دباء وقدید، فرأیت النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یتتبع الدباء من حوالي القصعة، فلم أزل أحب الدباء بعد یومئذ". متفق علیه".

(مشکوة المصابیح: ۲/۳۶۳، کتاب الأطعمة، الفصل الأول، قدیمی)

(۱) "وعن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "حق المسلم علی المسلم خمس: رد السلام، وعیادة المریض، واتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشمیت العاطس". متفق علیه".

"وعنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "حق المسلم علی المسلم ست". قیل: ما هن یا رسول الله؟ قال: "إذا لقیته فسلم علیه، وإذا دعاک فأجبه" الحدیث". (مشکوة المصابیح، کتاب الجنائز، باب عیادة المریض وثواب المریض، الفصل الأول: ۱/۱۳۳، قدیمی)

"وعن جابر رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إذا دعي أحدکم إلی طعام فلیجب، فإن شاء طعم، وإن شاء ترک". رواه مسلم".

"وعن عبدالله بن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من دعي فلم یجب، فقد عصی الله ورسوله". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الأول: ۲/۲۷۸، قدیمی)

(۲) "عن أبي هریرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "المتباریان لا یجابان ولا یؤکل طعامهما". قال الإمام أحمد (رحمه الله): یعني المتعارضین بالضیافة فخراً ورباءً".

"وعن عکرمة عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهم أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نهی عن طعام المتبارئین أن یؤکل". رواه أبوداود". (مشکوة المصابیح: ۲/۲۷۹، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الثاني، قدیمی)

کہنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۸۸ھ۔

سود خوار اور فاسق معلن کی دعوت قبول کرنا

سوال [۸۶۶۴]: سود خور یا کسی فاسق معلن کے مکان میں ضیافت قبول کرنا چاہئے یا نہیں؟ آیت قرآن: ﴿لعن الذین کفروا من بنی إسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم، ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون﴾ (۱) کی تفسیر میں موجود ہے:

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لما وقعوا بنو إسرائیل فی المعاصی، نهتهم علماؤهم، فلم ینتهوا، فجالسوا فی مجالسهم وآکلوهم وشاربوهم، فضرب اللہ قلوب بعض ببعضهم، ولعنهم علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم: ﴿ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون﴾ ثم جلس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکان متکئاً فقال: "لا، والذی نفسی بیده حتی تأطروهم علی الحق"۔ أخرجه الترمذی.

وأخرج أبوداود: "کلا، واللہ لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر، ثم لتأخذن علی ید الظالم ولتأطرن علی الحق أطراً أو لیضربن اللہ قلوب بعضکم ببعض، ثم یلعنکم کما لعنهم" (۲)،

---

(۱) (سورة المائدة: ۷۸)

(۲) (تفسیر ابن کثیر، (سورة المائدة: ۷۸)، ۹۳/۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

"عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "إن أول ما دخل النقص علی بنی إسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول: یا هذا! اتق اللہ ودع ما تصنع، فإنه لا یحل لک، ثم یلقاه من الغد فلا یمنعه ذلک أن یکون أکیله وشریبه وقعیده، فلما فعلوا ذلک ضرب اللہ قلوب بعضهم علی بعض، ثم قال: ﴿لعن الذین کفروا من بنی إسرائیل علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم -إلی قوله- فاسقون﴾. ثم قال: "کلا واللہ لتأمرن بالمعروف، ولتنهون عن المنکر، ولتأخذن علی یدی الظالم، ولتأطرنه علی الحق أطراً، أو لتقصرنه علی الحق قصراً". "عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه =

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، أو بعوث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فأكون من الناس بتلك المنزلة، ولا يكلمني أحد منهم، فلا يصلي علي"(۱)۔

اور صحیح بخاری، کتاب المغازی میں ہے:

"ولا يكلمني أحد، وآتي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأسلم عليه وهو في مجلسه بعد الصلاة، فأقول في نفسي: هل حرك شفتيه برد السلام علي أم لا ... حتى تسورت جدار حائط أبي قتادة رضي الله تعالى عنه وهو ابن عمي وأحب الناس إلي، فسلمت عليه، فوالله! ما رد علي السلام، حتى مضت أربعون ليلة من الخمسين إذا رسول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يأتيني، فقال: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يأمرك أن تعتزل امرأتك، وأرسل إلى صاحبي مثل ذلك، فقلت لامرأتي: الحقي بأهلك، فتكوني عندهم حتى يقضي الله في هذا الأمر"(۲)۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۲۷۹ (۳)۔

"نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن إجابة طعام المتباريين". رواه البيهقي (۴)۔

صحیح حدیث میں جو دعائے قنوت ہے اس میں ہم کو تعلیم دی گئی ہے: "ونترك من يفجرك" اور سود خور کا اشد مستحق ہونا ثابت کرے۔ ﴿فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله﴾ (۵) سے مفہوم ہوتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص: ۲۴۵: "يأتي على الناس زمان لا يبقى أحد إلا أكل الربوا، فإن لم يأكله أصابه من بخاره". وفي رواية: "من دخانه"(۶)۔ اس کی شرح مرقاۃ: ۳/۱۱۷ میں مرقوم ہے:

(۱) (صحيح البخاري: ۲/۶۷۵، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿وعلى الثلثة الذين خلفوا﴾، قديمي)

(۲) (صحيح البخاري: ۲/۶۳۵، كتاب المغازي، باب غزوة تبوك، قديمي)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الأول: ۲/۲۷۹، قديمي)

(۴) (مشكوة المصابيح: ۲/۲۷۹، كتاب النكاح، باب الوليمة، قديمي)

(۵) (سورة البقرة: ۲۷۹)

(۶) (مشكوة المصابيح: ۱/۲۴۵، كتاب البيوع، باب الربوا، الفصل الثاني، قديمي)

ان روایات سے فاسق معلن اور سود خور کی ضیافت قبول کرنا جائز ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف عالمگیری کی دوسری روایت اور الأشباہ والنظائر کی روایت سے فاسق معلن اور سود خور کی ضیافت کا قبول کرنا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔ عالمگیری کے اسی صفحہ میں ہے:

"وفي الروضة: يجيب دعوة الفاسق، والورعُ أن لا يجيبه، كذا في الوجيز للكردري. آكل الربوٰ وكاسب الحرام لو أهدى إليه أو أضافه، وغالب ماله حرامٌ، لا يقبل ولا يأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلالٌ وَرِثه أو استقرضه. وإن كان غالب ماله حلالاً، لا بأس بقبول هديته والأكل منها، كذا في الملتقط"(۱)۔

الأشباہ والنظائر، ص:۱۳۵ میں ہے:

"إذا كان غالب مال المهدي حلالاً، فلا بأس بقبول هديته أو أكل ماله مالم يتبين أنه حرام. وإن كان غالب ماله الحرام، لا يقبلها ولا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلالٌ ورثه أو استقرضه"(۲)۔

اب جواب طلب یہ امر ہے کہ جو روایات قبیحہ سود خوار فاسق معلن کی ضیافت قبول کرنے کے جائز ہونے پر دال ہیں، بصوص قرآن وحدیث کے مخالف ہیں، وہ روایات مقبول وقابل عمل ہوں گی یا نہیں؟

دوم: الأشباہ والنظائر میں ہے: "إذا تعارض دليلان أحدهما يقتضي التحريم والآخر الإباحة، قدم التحريم"(۳)۔ اس وجہ سے روایت عدم جواز مقدم ہوگی یا نہیں؟

سوم: اگر روایات جواز کے یہ معنی لئے جائیں کہ سود خور، سود خوری ترک کرنے کے بعد اور کاسب حرام کسب حرام ترک کرنے کے بعد ضیافت کرے تب یہ حکم ہوگا تو اس صورت میں دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تنازع باقی نہیں رہے گا۔ اگر یہ معنی نہ ہوں تو اس کا یہ قول: "میرا غالب مال حلال ہے، یا مال موروثہ یا مقروضہ"

(۱) (الفتاوی العالمکیریة: ۵/۳۴۳، کتاب الکراهیة، الباب الثاني عشر، رشیدیه)

(۲) (الأشباه والنظائر: ۱/۳۰۹، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (الأشباه والنظائر: ۱/۳۰۲، الفن الأول في القواعد الکلیة، القاعدة الثانیة، إدارة القرآن کراچی)

کس طرح تائب قبول ہوگا؟ درمختار میں ہے: "لایقبل شہادۃ من یاکل الربوا"(۱)۔ حاصل کلام اس روایت سے صحیح ہونے کی تقدیر پر اس پر عمل کیسے ہوسکتا ہے؟

روح الامین ۲۲، مرزا پور امتحریت بنگلہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "من دعی فلم یجب، فقد عصی اللّٰہ ورسولہ". رواہ أبوداؤد۔ "وعنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما: "إذا دعی أحدکم إلی الولیمۃ، فلیأتہا". أبوداؤد۔ "وعنہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ "إذا دعی أحدکم أخاہ، فلیجب، عرساً کان أو نحوہ" أبو داؤد(۲)۔

قال الشیخ عبدالحق محدث الدہلوی قدس اللّٰہ سرہ: "إجابۃ الولیمۃ مستحبۃ، وقیل: واجبۃ، وقیل: فرض کفایۃ؛ لأنہا إکرام المؤالاۃ أشبہ برد السلام. وہذا إذا عین الداعی المدعو بالدعوۃ، فإذا لم یعینہ، لم تجب الإجابۃ، بل لاتستحب؛ لأن الإجابۃ معلل بما فیہا من کسر قلب الداعی، وإذا عمم فلا کسر. ویسقط الإجابۃ بأعذار، نحو کون الشبہۃ فی الطعام، أو حضور الأغنیاء فقط، أومن لایلیق مجالستہ، أویدعو لجاہہ، أولتعاونہ علی باطل، أو کون منکر ہناک مثل الغناء وفرش الحریر". حاشیۂ مشکوۃ(۳)۔

"عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "المتباریان لایجابان، ولایوکل طعامہما". قال الإمام أحمد رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: یعنی المتعارضین بالضیافۃ فخراً وریاءً"۔

"عن عمران بن حصین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: نہی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ

(۱) (الدر المختار: ۵/۴۸۳، کتاب الشہادات، باب القبول وعدمہ، سعید)

(۲) (سنن أبی داؤد: ۲/۵۲۵، کتاب الأطعمۃ، باب ماجاء فی إجابۃ الدعوۃ، دارالحدیث)

(۳) (لمعات علی ہامش المشکوۃ: ۲/۲۷۸، باب الولیمۃ، الفصل الأول، حاشیۃ: ۶)

(وکذا فی مرقاۃ المفاتیح: ۶/۲۷۰، ۲۷۱، مکتبہ حقانیہ پشاور)

وسلم عن إجابة طعام الفاسقين"۔

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم، فليأكل من طعامه ولا يسأل، ويشرب من شرابه ولا يسأل".
روى الأحاديث الثلاثة البيهقي في شعب الإيمان، وقال: هذا إن صح، فلأن الظاهر أن المسلم لايطعمه ولا يسقيه إلا ما هو حلال عنده". مشكوة(۱)۔

"قوله: "ولايسأل" بحث يفضي إلى سوء الظن وإيذائه، ويستكشف حقيقة الحال من غير سؤال وإيذاء، وذلك إذا لم يعلم فسقه وظلمه وتجاوزه عن الحد. وبالجملة إذا علم يقين أو غلبة الظن أنه محتاط في أمر طعامه، فظاهر. وإن تساويا فالاحتياط في الترك. وإن كان له وجوه متعددة في الرزق، بعضها طيب وبعضها خبيث، وأحسن الظن باحتمال أنه يأكل من الوجوه الطيبة، فذاك وجه السؤال. وإن تعين أنه لايحتاط، أو تعين أنه يأكل الحرام، فليس له إلا مد عن سوء، فتكلا". لمعات على هامش مشكوة ص: ۲۷۹(۲)۔

یہ تینوں قسم کی روایتیں ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کا رد کرنا معصیت ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنا کہ یہ مال حلال ہے یا حرام درست نہیں، بعض میں دعوت کے قبول کرنے کو منع کیا گیا ہے(۳)، تطبیق کیلئے ہر ایک کا محل الگ الگ قرار دیا جائے گا، تینوں کا محل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حلال مال

---

(۱) (مشكوة المصابيح: ۲/ ۲۷۹، باب الوليمة، الفصل الثالث، قديمي)

(۲) (لمعات على هامش مشكوة المصابيح: ۲/ ۲۷۹، الفصل الثالث، حاشيه: ۳)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۶/ ۲۶۷، مكتبه حقانيه پشاور)

(۳) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل، كذا في الينابيع ... ولو دعي إلى دعوة، فالواجب أن يجيبه إلى ذلك، وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناك معصية ولا بدعة، وإن لم يجبه كان عاصياً. والامتناع أسلم في زماننا إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية، كذا في الينابيع". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/ ۳۴۲، ۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

سے دعوت کرے اور وہ منکرات سے خالی ہو اور رد کرنے میں دل شکنی ہوتی ہو اور قبول کرنے میں کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کا رد کرنا غلط ہے، بلکہ خوشی سے اس کو قبول کرنا چاہیے(۱)۔ اگر ان امور میں سے کوئی امر مفقود ہو تو حکم بدل جائے گا جیسا کہ شیخ عبدالحق کی عبارت اس پر شاہد ہے۔

نوعِ ثانی کا محمل یہ ہے کہ اگر کسی کے متعلق یقین یا ظن غالب نہ ہو کہ یا موسوش میں ابتلا ہے تو پھر خواہ مخواہ محض احتمالِ عقلی کی بنا پر پرہیز کا ذکر نادرست نہیں، کیونکہ یہ بدظنی ہے جو کہ مسلم کی دل آزاری کا سبب ہے:

قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن إن بعض الظن إثم، ولا تجسسوا﴾(۲)۔

نوعِ ثالث کا محمل یہ ہے کہ جس کے متعلق یقین یا قرائن سے ظن غالب ہو کہ اس کا تمام یا اکثر مال حرام ہے، اس سے دعوت کرتا ہے، یا وہ مجلس دعوتِ منکرات پر مشتمل ہے(۳)، یا اس کی نیت فاسد اور غیر

---

(۱) قال القاري رحمه الله تعالى: "ومن ترك الدعوة: أي إجابتها من غير معذرة، فقد عصى الله ورسوله، وإنما عصى الله؛ لأن من خالف أمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقد خالف أمر الله تعالى". (مرقاة المفاتيح: ۶/۳۴۲، باب الوليمة، الفصل الأول، رشيديه)

(۲) (سورة الحجرات: ۱۲)

قال العلامة الجصاص رحمه الله تعالى: "وكذلك سوء الظن بالمسلمين الذين ظاهرهم العدالة محظور مزجور عنه، وهو من الظن المحظور المنهي عنه .... وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث". فهذا من الظن المحظور، وهو ظنه بالمسلم سوءاً من غير سبب يوجبه، وكل ظن فيما له سبيل إلى معرفته مما تعبد بعلمه، فهو محظور .... قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا ظننتم، فلا تحققوا". فهذا من الظن الذي يعرض بقلب الإنسان في أخيه مما يوجب الريبة، فلا ينبغي أن يحققه .... فنهى الله تعالى في هذه الآيات عن سوء الظن بالمسلم الذي ظاهره العدالة والستر". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۶۰۳، ۶۰۵، ۶۰۶، قديمي)

(۳) "ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور؛ لأن الغالب في مالهم الحرمة، إلا إذا علم أن أكثر ماله من حل بأن يكون صاحب تجارة أو زرع، فلا بأس به. وفي البزازية: غالب مال المهدي إن كان حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام؛ لأن أموال الناس لا يخلوا عن حرام، فيعتبر الغالب. وإن غالب ماله الحرام، لا يقبلها ولا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلال". (مجمع الأنهر: ۴/۱۸۵، كتاب الكراهية، ـ

مشروع ہے (۱) تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں، قبول کرنے سے گناہ ہوگا، کہیں کم کہیں زیادہ، یعنی کہیں کراہت تنزیہی کہیں تحریمی، کہیں بالکل حرام، یعنی حسب اختلاف الدواعی والمنع والمضرۃ۔

اس تفصیل کے بعد عبارات فقہ، تفسیر، حدیث میں کوئی تعارض نہیں رہتا۔ تفسیر کے سوال میں جس قدر حوالے دیئے ہیں وہ بھی اس جواب کے مخالف نہیں، کیونکہ "تعومع الفساق" کی جس جگہ ممانعت کی ہے وہ اس صورت میں ہے کہ فسق غالب ہے، ورنہ بڑی دقت پیش آئے گی، کیونکہ مرقاۃ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سود سے بچ نہ سکے گا (۲)۔ اسی طرح الزواجر ابن حجر کی اور رسالہ "معاصی" مصنفہ ابن نجیم کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص عادۃً ماننا دشوار ہے جو اس قسم کے امور سے قطعاً محفوظ ہو (۳)۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ

= فصل فی الأکل، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"ومن الأعذار المسقطة للوجوب والندب أن یکون فی الطعام شبهة، أو یخص بها الأغنیاء، أو هناک من یتأذی بحضوره، أو لایلیق به مجالسته، أو یدعی لدفع شره، أو لطمعه فی جاهه، أو لیعاونه علی باطل، أو هناک منهی کالخمر أو اللهو أو فرش الحریر وغیر ذلک، الخ". (مرقاة المفاتیح ٦/ ٣٠٣، کتاب النکاح، باب الولیمة، رشیدیه)

(وکذا فی شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ١/ ٤٦٢، باب الأمر بإجابة الداعی إلی دعوة، قدیمی)

(١) "یدخل فی هذه القاعدة ما إذا جمع بین حلال وحرام فی عقد أو نیة". (الأشباه والنظائر: ١/ ٣١٠، إدارة القرآن کراتشی)

(٢) "عن أبی هریرة عن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم قال: "لیأتین علی الناس زمان لایبقی أحد إلا أکل الربوا، فإن لم یأکله أصابه من بخاره". ویروی: "من غباره". رواه أحمد وأبو داؤد والنسائی وابن ماجة". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الربوا، ص: ٢٤٥، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمه الله: "فإن لم یأکله أصابه من بخاره" ویروی: "من غباره" أی یصل إلیه أثره بأن یکون شاهدًا فی عقد الربا أو کاتبًا أو آکلاً من ضیافة آکله أو هدیته، والمعنی أنه لو فرض أن أحدًا سلم من حقیقته لم یسلم من آثاره وإن قلت جدا". (مرقاة المفاتیح، کتاب البیوع، باب الربا، ٦/ ٦٠، رشیدیه)

(٣) یعنی اگر ان کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو کھلے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا شخص جو کہ معاصی سے بالکل پاک ہو بظاہر نہیں ہے۔

معصومیت تو نبی کی صفت ہے، ہر شخص سے عمر میں کوئی نہ کوئی ایسا امر ضرور صادر ہوتا ہے جو عصمت کے خلاف ہو، پھر اس قدر عموم کیسے باقی رہ سکتا ہے، لامحالہ کہا جائے گا کہ غلبہ کا اعتبار ہے۔

دوسرے ایسے تعلق یا قعود کی زیادہ مخالفت ہے جس سے رضا بالفسق ظاہر ہو جیسا کہ تفسیر روح البیان کی عبارت مذکورہ فی السوال سے معلوم ہوتا ہے "والرضا بأقوالهم وأفعالهم"۔

آیت ﴿وعلی الثلاثة الذین خلفوا﴾ الخ۔ اس تفسیر کے نقل کرنے سے معلوم نہ ہو سکا کہ ان صحابہ - رضی اللہ تعالیٰ عنہم - کی تفسیق مقصود ہے (نعوذ باللہ) یا اور کچھ، کیونکہ ان کا سود خوار ہونا سب حرام ہونا تو کسی روایت سے ثابت نہیں۔

دعائے قنوت میں: "ونترك من يفجرك" سے یہ مراد ہے کہ جس شخص پر فسق غالب ہو، اس سے ہم کو کوئی تعلق نہیں۔ فاسق کا اطلاق جیسے عاصی پر ہوتا ہے، اسی طرح منافق پر بھی ہوتا ہے:

"مثل الفاجر يقرأ القرآن المنافق؛ لأنه قسيم للمومن، فعطف المنافق على الفاجر".

تفسیر مجمع البحار: ۳/۱۰۱۔

مشکوٰۃ شریف کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ مال سے بھی احتیاط بچنا چاہیے، ورنہ انجام یہ ہوگا کہ حرام تک نوبت پہنچ جائے گی، جیسا کہ حدیث کے آخری ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے جس کو اندازِ ضرورت مجبوری یا کسی اور مصلحت سے نقل نہیں کیا گیا۔ پوری حدیث ملاحظہ فرمایئے تو مطلب واضح ہو جائے گا(۱)۔

عالمگیری کی بھی عبارت کا مطلب صاف ہے، وہ یہ کہ فاسق کی دعوت قبول کرنے سے اگر رضا بالفسق ظاہر ہو تو اس کو قبول کرنا درست نہیں، کما مر فی تفسیر روح البیان۔ اور حرام مال سے بھی دعوت قبول کرنا جائز نہیں، کما تقدم مفصلاً۔

---

(۱) الحديث بتمامه: "عن النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الحلال بين والحرام بين، وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يوقع فيه" الخ". (مشكوة المصابيح: ۱/۲۴۱، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الأول، قديمي)

حاشیۂ اشباہ کی عبارت غلط نقل کی گئی لفظ "حلال" کی جگہ "حرام" نقل ہو گیا، صحیح یہ ہے: "وفی السمرقندی: لو حل مال حلال اختلطه مال من الربوا" (۱)۔ اگر بغور عبارت کو ملاحظہ فرما لیتے تو خلجان پیدا نہ ہوتا، بلکہ معلوم ہو جاتا کہ یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ احتیاطی ہے، کیونکہ اسی عبارت میں مذکور ہے "فصار کله شبهة" (۲)۔ اور متعین ہے کہ حرام سے بچنا واجب ہے اور مالِ مشتبہ سے بچنا احتیاط اور ورع ہے، واجب نہیں، جیسا کہ عالمگیری کی دوسری روایت میں روضہ سے منقول ہے (۳)، اور اشباہ شروع کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے: "ولیس زماننا زمان اجتناب الشبهات، کما فیه من الخانیة والتجنیس" (٤)، پھر اس حکم کو وجوبی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ عالمگیری کی منقولہ والی عبارت میں کسی کا کوئی خدشہ نہیں۔

اشباہ کا یہ قاعدہ: "إذا تعارضا دلیلان، الخ (۵) اس حدیث سے ماخوذ ہے جس کو اس صفحہ کے شروع میں ذکر کیا ہے اور اس پر کلام بھی کیا ہے (٦) اور اس پر چند فروع ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: "وخرجت من هذه القاعدة عدة مسائل" (۷)۔ یعنی اس قاعدہ سے چند مسائل مستثنیٰ ہیں: آٹھواں مسئلہ وہ ہے جس کو آپ

---

(۱) (الأشباه والنظائر: ۱/ ۳۰۱، القاعدة الثانية، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الأشباه والنظائر، المصدر السابق)

(۳) (الفتاوی العالمکیریة: ٥/ ۳٤۳، کتاب الکراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

(٤) (الأشباه والنظائر: ۲/ ۱٦۳، کتاب الحظر والإباحة، الفن الثاني، الفوائد (رقم القاعدة: ۱٤۷۲)، إدارة القرآن کراچی)

(٥) "إذا تعارضا دليلان أحدهما يقتضي التحريم والآخر الإباحة، قدم التحريم". (الأشباه والنظائر: ۱/ ۳۰۲، إدارة القرآن کراچی)

(٦) "أورده جماعة: "ما اجتمع الحلال والحرام إلا غلب الحرامُ الحلالَ". قال العراقي: لا أصل له، وضعفه البيهقي، وأخرجه عبد الرزاق موقوفاً على ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه، وذكره الزيلعي شارح الكنز في كتاب الصيد مرفوعاً". (الأشباه والنظائر: ۱/ ۳۰۲، القاعدة الثانية، إدارة القرآن کراچی)

(۷) (الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، (رقم القاعدة: ۳۳٤۱): ۱/ ۳۰٦، إدارة القرآن کراچی)

اس کے معارض سمجھ رہے: "الثامنة: إذا كان غالب مال المهدي حلالاً، فلا بأس بقبول هديته، الخ"(١)۔ حالانکہ یہ مسئلہ اس قاعدہ کے معارض نہیں بلکہ مستثنیٰ ہے۔

غرض کہ جس قدر شبہات تعارض وغیرہ کے پیدا ہوئے، وہ سب قلتِ تدبر سے پیدا ہوئے۔ اگر عبارات مذکورہ فی السوال کو بنظرِ غائر دیکھا جاتا تو شبہات پیدا نہ ہوتے۔ رہا یہ سوال کہ سود خور کا قول حلت وحرمت کے بارے میں کیسے قبول کیا جائے، جب کہ وہ فاسق ہے؟ تو ایک احتمال جواب میں وہ بھی ہے جو آپ نے ذکر کیا، دوسری صورت خود ہدایہ سے نکلتی ہے:

"وشرط في الأصل أن يكون آكل الربا مشهوراً به؛ لأن الإنسان قلما يتجرد عن مباشرة العقود الفاسدة، وكل ذلك ربوا الخ"(٢)۔ والتفصيل في فتح القدير ٦/٤٨٢(٣) وبنايہ ايضاً

(١) "الثامنة: إذا كان غالب مال المهدي حلالاً، فلا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام، وإن كان غالب ماله الحرام، لا يقبلها ولا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلال ورثه أو استقرضه". (الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية: إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، الفن الأول في القواعد الكلية (رقم القاعدة: ٥٥)، ص: ١٠٩، إدارة القرآن كراچی)

(٢) (الهداية: ٣/١٦٠، كتاب الشهادة، باب من يقبل شهادته ومن لا يقبل، مكتبه شركت علميه ملتان)

(٣) "أما آكل الربا فكثير اعتقوه، وقيده في الأصل بأن يكون مشهوراً به، فقيل: لأن مطلقه ليس بمعتبر قاطعاً لم يقبل شاهد؛ لأن العقود الفاسدة كلها في معنى الربا، وقل من يباشر عقود البياعات ويسلم منه. وقيل: لأن الربا ليس بحرام محض؛ لأنه يفيد الملك بالقبض كسائر البياعات الفاسدة وإن كان عاصياً مع ذلك، فكان نقصاً في كونه كبيرة. والمانع في الحقيقة هو ما يكون دليلاً على إمكان ارتكاب شهادة الزور، وشهادة الزور حرام محض، فالدال عليها لابد من كونه كذلك، بخلاف آكل مال اليتيم حيث ترد شهادته بمرة.

وقيل: لأنه إذا لم يشتهر به، كان الواقع ليس إلا تهمة أكل الربا، ولا تسقط العدالة به، وهذا أقرب، ومرجعه إلى ما ذكر في رد شهادة شارب الخمر بالإدمان . وأما قوله: ليس بحرام، فلا تعويل عليه، والدال على تجويز شهادة الزور منه يكفي كونه مرتكباً محظور دينه، ألا ترى إلى ما قال أبو يوسف: إذا كان الفاسق وجيهاً تقبل شهادته، لبعد أن يشهد بالزور؛ لوجاهته على ما تقدم، لم يرتض ذلك؛ لأنه مخالف لنص الكتاب قوله تعالى: ﴿إن جاءكم فاسق بنبإ فتبينوا﴾ وأما الأول، فذكرنا

ما فی المرقاۃ: ۳۱۱/۳ (۱)۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ دراصل محض قولِ فاسق کی وجہ سے یہ حکم نہیں ہوتا، بلکہ اپنا بھی اس مال کے متعلق ظنِ حلت کا ہو جائے تب یہ حکم ہے، اور اگر اپنا ظنِ حلت کا نہیں ہوا، بلکہ حرمت ہی کا ہے، تب قولِ فاسق معتبر نہیں:

"وإنما اعتبر خبر الفاسق في حل الطعام وحرمته وطهارة الماء ونجاسته إذا تأيد بأكبر الرأي؛ لأن ذلك أمر خاص لا يستقيم تلقيه جهة من العدول، فوجب التحري في خبره للضرورة، وكونه أهلاً للشهادة وانتفاء التهمة عنه ما لم يلزمه غيره مسلماً" (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ

= لم يختص بعقد على الأموال الربوية لبه تفاضل أو نسيئة ... والحاصل أن الفسق في نفس الأمر ما نتج شرعاً، غير أن القاضي لا يرتب ذلك إلا بعد ظهوره له، فالكل سواء في ذلك". (فتح القدير، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل: ۴۱۳/۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"وشرط أن يكون آكل الربا مشهوراً به؛ لأن الإنسان قلما ينجوا عن مباشرة العقود الفاسدة، وكل ذلك ربا، فلو ردت شهادته إذا ابتلي به، لم يبق أحد مقبول الشهادة غالباً". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۴۶۳/۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) قال علي القاري رحمه الله تعالى: "ولا يبقى أحد منهم له وصف إلا وصف كونه آكل الربا، فهو كناية عن انتشاره في الناس بحيث أنه يأكله كل أحد "فإن لم يأكله أصابه من بخاره" ويروى: "من غباره": أي يصل إليه أثره بأن يكون شاهداً في عقد الربا أو كاتباً أو آكلاً من ضيافة آكله أو هديته. والمعنى أنه لو فرض أن أحداً سلم من حقيقته لم يسلم من آثاره وإن قلّت جداً. قال الطيبي رحمه الله تعالى: المستثنى منه أعم عام الأوصاف نفي جميع الأوصاف إلا الأكل، ونحن نرى كثيراً من الناس لم يأكله حقيقة، فينبغي أن يجري على عموم المجاز، فيشمل الحقيقة والمجاز، ولذلك أتبعه بقوله للتتميم: فإن لم يأكله حقيقةً يأكله مجازاً، والبخار والغبار مستعاران لما يشبه الربا من النار والتراب".

(مرقاة المفاتيح: ۶۰/۹، كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الثاني، رشيديه)

(۲) (فتح القدير، كتاب الكراهية: ۱۰/۱۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الهداية: ۴۵۲/۴، كتاب الكراهية، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۴۴/۸، كتاب الكراهية، باب الأكل والشرب، رشيديه)

=

اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/صفر/۵۴ھ۔　　صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ۔

عربی عبارت کا ترجمہ:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد نے فرمایا: "جس شخص کو دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی" (ابوداود)۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ "جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے آجانا چاہئے" (ابوداود)۔

تیسری روایت بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تمہیں کوئی دعوت دے تو اسے قبول کر لینا چاہئے، چاہے وہ دعوت ولیمہ ہو یا اسی جیسی کوئی دوسری دعوت" (ابوداود)۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ولیمہ کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے، واجب بھی کہا گیا ہے اور فرض کفایہ کا بھی قول ہے، اس لئے کہ دعوت کا قبول کرنا اکرام مسلمین ہے جو سلام کا جواب دینے کے مشابہ ہے۔ اور یہاں دعوت سے مراد وہ دعوت ہے جو بلانے والے نے مدعو کو متعین کرکے دعوت دی ہو، لیکن اگر تعیین نہ کی ہو تو قبول کرنا واجب نہیں، بلکہ مستحب بھی نہیں، کیونکہ اجابت تو اس لئے ہے کہ داعی کا دل نہ ٹوٹے اور جب دعوت میں عمومیت رہی تو دعوت قبول نہ کرنے میں دل شکنی بھی نہیں۔

اور اجابت (دعوت قبول کرنا) بسبب اعذار ساقط ہو جاتی ہے، مثلاً یہ عذر کہ کھانا مشتبہ ہے، یا صرف مالداروں کی حاضری ہے، یا ایسے شخص کی دعوت ہے کہ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا مناسب نہیں ہے، یا دعوت اپنی وجاہت (بڑے پن) کی وجہ سے کر رہا ہو، یا کسی باطل پر تعاون حاصل کرنے کی غرض سے کی گئی ہے، یا دعوت کی مجلس میں منکر (خلاف شرع) مثل گانے اور ریشمی فرشوں کا ہونا، ان تمام صورتوں میں وہ معذور ہے اور یہ بتانے عذر قبولیت سے انکار کر سکتا ہے"۔

ریا اور فخر کی دعوت کا حکم

سوال[۸۹۳۴]: جو شخص فخر و نام آوری کی نیت سے برادری کو پلاؤ، زردہ وغیرہ کھلائے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کھانا ریاکاری ہے اور فخر ہے، لہٰذا سخت گناہ ہے، اس سے توبہ لازم ہے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا ابیا

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ریا ہم مقابلہ کرنے والوں کی دعوت قبول نہ کی جائے اور نہ ان کا کھانا کھایا جائے"۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے "المتباریان" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ دو شخص جو فخر و ریا کے ساتھ میزبانی میں مقابلہ کرنے والے ہوں"۔

"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "تم میں سے جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس آئے تو اس سے کچھ سوال کئے بغیر (کہ یہ حلال ہے یا حرام) اس کے کھانے پینے کی چیزیں کھائے پیئے"۔

ان تینوں روایتوں کو بیہقی نے "شعب الایمان" میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اگر صحیح ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر مسلمان اپنے بھائی کو وہی چیز کھلاتا پلاتا ہے جو اس کے نزدیک جائز ہوتی ہے"۔ مشکوٰۃ شریف۔

"اور حضرت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان "لایسئل" یعنی اس طرح پوچھ گچھ نہ کرے جس سے بدظنی ہو یا اس کو تکلیف ہو بغیر پوچھے اور بغیر تکلیف دیئے حقیقت حال معلوم کر سکتا ہے۔ یہ اس وقت ہے جبکہ اس کا فسق اور ظلم حد سے تجاوز کرنا معلوم نہ ہو"۔

"خلاصہ یہ کہ جب یقین یا غلبۂ ظن سے معلوم ہو کہ یہ کھانے میں احتیاط برتنے والا ہے، اس وقت یہ حکم ہے اور اگر دونوں گمان برابر ہوں تو احتیاط نہ کھانے میں ہے۔ اور اگر اس کی کمائی کے ذرائع مختلف ہیں، بعض جائز بعض ناجائز اور حسن ظن یہ ہے کہ وہ جائز ذریعہ سے حاصل کئے ہوئے سے کھلاتا ہے تو پھر کھانا جائز ہے۔ اور اگر یقین ہے کہ وہ احتیاط نہیں کرتا ہے یا یہ کہ حرام کھاتا ہے، یا اس کے پاس صرف حرام ذریعہ ہے تو پھر ہرگز نہیں کھانا چاہیے"۔

الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والأذی کالذی ینفق ماله رئاء الناس ولا یؤمن باللّٰه والیوم الاٰخر﴾ الآیة(۱)۔

"اے ایمان والو! تم احسان جتا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو، جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر" (بیان القرآن)۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

دعوت کے لئے پیسے کی شرط

سوال [۸۹۲۵]: بعض جگہ ایسا رواج ہے کہ مولویوں وطلبہ کو دعوت کھلانے کے بعد پیسہ دیا جاتا ہے، کیا پیسہ دینا دعوت کھلا کر شرعاً جائز ہے۔ بغیر پیسہ دیئے جو دعوت قبول نہ کرنا ان لوگوں کے متعلق شریعت میں کسی قسم کی مذمت آئی ہے یا نہیں؟ بصورت عدم جواز آخذ کے لئے یہ پیسہ اپنے کام میں لگانا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کس قسم کا اور اگر ناجائز ہے تو کس درجہ کا اور دینے کا کیا حکم ہے؟ ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ یہ مسئلہ مندرجہ بالا مع دلائل عقلیہ ونقلیہ وحوالۂ کتب کے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایصالِ ثواب جس طرح کھانا کھلا کر کرتے ہیں اسی طرح پیسے دے کر بھی کرتے ہیں تو اس میں کوئی

---

(۱) (سورة البقرة: ۲۶۴)

"عن أبي هریرة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "المتباریان لا یجابان، ولا یؤکل طعامهما". قال الإمام أحمد: یعني المتعارضین بالضیافة فخراً ورياءً". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثالث، ص: ۲۷۹، قديمي)

"عن أبي سعيد ابن أبي فضالة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه، عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا جمع اللّٰه الناس يوم القيمة ليوم لا ريب فيه، نادى مناد: من كان أشرك في عمل عمله لله أحداً، فليطلب ثوابه من عند غير اللّٰه، فإن اللّٰه أغنى الشركاء عن الشرك". (مشكوة المصابيح، باب الرياء والسمعة، ص: ۴۵۴، قديمي)

مضائقہ نہیں، مستحق کو جس طرح کھانا کھلانا درست ہے، اسی طرح اس سے پیسے دینا بھی درست ہے(۱)۔ اور اگر وہ کھانا اس شرط پر کھاتا ہے کہ اگر پیسے بھی مجھے ہی دو تو میں کھانا کھاتا ہوں، ورنہ میں نہیں کھاتا تو اس میں کوئی جبر اور تلازم نہیں، دینے والے کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے کھانا کھلائے، جس کو چاہے پیسے دے۔ اور اس کو بھی اختیار ہے، اس کو چاہے کھانا کھائے، اور نہ چاہے نہ کھائے۔ یہ سب تفصیل اس وقت ہے کہ وہ کھانا جائز طریقہ پر کھلائے، اگر ناجائز طریقہ پر کھلائے تو نہ کھلانا جائز ہے نہ کھانا جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہٰذا۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۸/ ذی الحجہ۔

کافر کی دعوت کا حکم

سوال [۸۹۴۰]: مسلمان کو مسلمان کی دعوت قبول کرنے کا کیا حکم ہے، اتنی وجوب کا درجہ رکھتا ہے، یا سنت مؤکدہ کا، یا سنت غیر مؤکدہ کا، یا استحباب کا؟ دعوت کا رد کرنا بلا عذر گناہ ہے یا نہیں؟ اور عذر میں کوئی تفصیل ہے یا نہیں یعنی عذر قوی اور عذر ضعیف؟ اور بڑے صریح اس سے مطلع فرمائیں کہ مسلمان کو کسی کافر کی دعوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کافر کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی دعوت کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے، بلا عذر اس کا رد کرنا ترک سنت ہے(۳)۔ اور قوت وضعف

---

(۱) "والذی لزومہ: أی عن المیت ولیہ الذی یتصرف فی مالہ کالفطرۃ قدراً". (الدر المختار). قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "(قولہ: قدراً): أی التشبیہ بالفطرۃ من حیث القدر، إذ لا یشترط التملیک ہنا بل تکفی الإباحۃ، بخلاف الفطرۃ، وکذا فی مثل الفطرۃ من حیث الجنس وجواز أداء القیمۃ".

(رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض: ۲/ ۴۲۴، سعید)

(۲) "ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من أہل المیت؛ لأنہ شرع فی السرور لا فی الشرور، وہی بدعۃ مستقبحۃ ...... والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءۃ القرآن لأجل الأکل یکرہ". (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی کراہۃ الضیافۃ من أہل المیت: ۲/ ۲۴۰، سعید)

(۳) "عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "حق المسلم =

عذر ہوا کی حیثیت مترتب ہے(۱)۔ میلان قلبی کے ماتحت دعوت کافر اور اس کا قبول ممنوع ہے، مصالح شرعیہ کے پیش نظر حسب المصالح مشروع ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/صفر/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳/صفر/۳۵۹ھ۔

= على المسلم خمس: رد السلام، وعيادة المريض، واتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشميت العاطس". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض: ۱۳۳، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱۶۶/۱، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام: ۲۱۳/۲، قديمي)

(۱) قال الملا علي القاري: "قال المظهر: إذا دعا المسلم المسلم إلى الضيافة والمعاونة، يجب عليه طاعته إذا لم يكن ثمه ما يتضرر به في دينه من الملاهي". (مرقاة المفاتيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۱۵۲۴): ۶/۴، رشيديه)

"لا ينبغي التخلف عن إجابة الدعوة العامة كدعوة العرس والختان ونحوها، وإذا أجاب، فقد فعل ما عليه، أكل أو لم يأكل، بخلاف ما إذا لم يجب عليه؛ لأنه قد ترمه". (تكملة فتح الملهم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام: ۲۴۸/۴، مكتبه دار العلوم كراچی)

"واختلف في إجابة الدعوة، قال بعضهم: واجبة لا يسع تركها. وقالت العامة: هي سنة، والأفضل أن يجيب إذا كانت وليمة، وإلا فهو مخير، والإجابة أفضل؛ لأن فيها إدخال السرور في قلب المؤمن ... لا ينبغي التخلف عن إجابة الدعوة العامة. وإذا أجاب، فقد فعل ما عليه أكل أو لم يأكل، والأفضل أن يأكل إذا كان غير صائم". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۳/۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية: ۳۵۸/۴، رشيديه)

(۲) "المجوسي أو النصراني إذا دعا رجلاً إلى طعامه، تكره الإجابة. وإن قال: اشتريت اللحم من السوق، فإن كان الداعي نصرانياً، فلا بأس به". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم: ۳۴۷/۵، رشيديه)

"لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابة أو لحاجة، ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة" =

غیر مسلم کی دعوت

سوال [۸۶۲۴]: اگر ہنود شادی غمی کے کھانوں میں دعوت کریں تو ان کے یہاں دعوت قبول کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے ہی مسلمانوں کو ہنود کی شادی غمی میں دعوت کرنا جائز ہیں یا نہیں؟ مکمل مدلل تحریر فرمائیں۔

شیخ محمد ساجد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ معاملات کے قبیل سے ہے، جیسا کہ بیع وشراء، لین دین درست ہے، یہ دعوت کرنا اور کھانا بھی درست ہے جبکہ کوئی حاجت داعی ہو (یعنی بلا ضرورت ان لوگوں سے اختلاط وتعلقات مکروہ ہیں)، اور وہ کھانا پاک ہو: "أما من حاجة داعية، فينبغي الاحتراز عنه"۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "ولا بأس بضيافة الذمي وإن لم يكن بينهما إلا معرفة، كذا في الملتقط. وفي التفاريق: لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابة أو لحاجة، كذا في التمرتاشي"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/محرم الحرام/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/محرم الحرام/۶۸ھ۔

= (الفتاوی العالمکیریة، المصدر السابق)

(وكذا في الملتقط في الفتاوى الحنفية، ص: ۲۲۷، مكتبه حقانيه كوئته)

(وأيضاً الفتاوى الكاملية، ص: ۲۲۴، مكتبه حقانيه بشاور)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر: ۵/۳۴۷، رشيديه)

"لا بأس بضيافة الذمي وإن لم يكن بينهما إلا معرفة" (الملتقط في الفتاوى الحنفية، ص: ۲۲۷، حقانيه كوئته)

"في الواقعات: مسلم دعاه نصرانيٌ إلى ضيافته وليس بينهما صداقة ولا مخالطة غيرها بينهما في المجاورة، حل له الذهاب؛ لأن فيه ضرباً من البر، وقد ندبنا إليه في حق من لم يقاتلنا في الدين، قال تعالى: ﴿لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم أن تبروهم وتقسطوا =

ہندوؤں کی دعوت کا حکم

سوال [۸۶۰۸]: ہندوؤں کے یہاں جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کے ۱۲ دن کے بعد بھوج یعنی دعوت ہوتی ہے جس میں ہر قسم کے کھانے تیار ہوتے ہیں اور تمام وہ لوگ جن کو دعوت دی جاتی ہے شریک ہوکر کھانا کھاتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہندوؤں کے یہاں (مردہ) کی مردہ بھوج مسلمانوں کو کھانا کیسا ہے؟ اس دعوت میں شریک ہوکر کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی بالکل اجازت نہیں، اس میں ہرگز شریک نہ ہوں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۱ھ۔

فاسق کی دعوت، عرس کا چندہ اور ہدیہ

سوال [۸۶۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں:

"عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن إجابة طعام الفاسقين".

یہ حدیث مشکوٰۃ شریف، کتاب النکاح، باب الولیمہ ص: ۲۷۹، فصل ثالث میں لکھی ہوئی ہے (۲)۔

= إليهم، أي الله يحب المقسطين، ومعنى "لا تقسطوا إليهم": الإحسان إليهم". (الفتاوى الكاملة في الحوادث الطرابلسية، ص: ۲۶۰، مكتبه حقانيه پشاور)

(۱) فقہائے کرام نے کفار کے مذہبی میلوں میں شرکت پر بہت سخت حکم لگایا ہے، اسی طرح ان کی مذہبی رسم اور بھوج کی دعوت سے بھی ممانعت ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

"ومن خرج إلى السدة أي مجتمع أهل الكفر في يوم النيروز، كفر، لأن فيه إعلان الكفر، وكأنه أعانهم عليه، وعلى قياس مسئلة الخروج إلى النيروز المجوسي الموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم يوجب الكفر". (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۲، قديمي)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثالث: ۲/۲۷۹، قديمي)

ایک مرتبہ سہارنپور میں استفتاء کیا گیا تھا کہ فاسق کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب آیا تھا کہ فاسق معلن کی دعوت قبول کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس سے اس حدیث کی نہی کو میں تحریمی سمجھا۔ ایک مولوی صاحب نے - جو کہ مجاز حضرت تھانوی مدظلہ کے ہیں - مجھ کو شبہ میں ڈال دیا، وہ کہتے ہیں فاسق اگر وارثوں کے حقوق نہ دیتا ہو وغیرہ۔ غرض حدیث کو مقید کردینے سے میں نے سمجھا کہ یہ محض تاویل ہے، جیسا کہ بعضوں کی عادت ہے کہ قرآن وحدیث میں تاویل کرتے ہیں اور اپنے عمل کے مطابق معنی بیان کرتے ہیں، جس سے ہم جیسوں کو حق سمجھنے میں التباس ہوجاتا ہے۔

پھر بعض اتقیاء کا گمان ہے کہ اس حدیث پر عمل بہت دشوار ہے، کیونکہ عوام تو قریب قریب سب ہی مدعی ہیں کیونکہ عالم میں پردہ کا وجود مفقود ہے مگر ہمارے یہاں تو شاذ ونادر مستورات میں پردہ ہے اور وارثوں کے حقوق کوئی نہیں دیتا، الا شاذ ونادر۔ پھر ضروریات دینی کا علم جو عورت اور مرد سب پر فرض ہے، اس سے عوام بالکل غافل ہیں۔ پھر ہمارے اکابر دیوبند وسہارنپور حتی کہ حضرت تھانوی بھی فاسق کی دعوت قبول کرلیتے ہیں۔

اب یہ بدتمیز شاگرد نالائق وہیچکار حضرت والا کی خدمت شریف میں دست بستہ عرض پرواز ہے کہ اول حدیث کی شرح بیان کی جائے کہ نہی اس میں مطلقاً تحریمی مراد ہے یا نہیں؟ پھر اکابر پر جو اعتراض ہے کہ فاسقوں کے چندہ ہدیے سے بھی اوقات بسری کرتے ہیں، ان کا جواب عنایت فرمائیں؟ آیا مدرسہ کی مصلحت پر ان کا مدار ہوجائے گا یا نہیں؟

۲... بیان القرآن چوتھا سیپارہ، دوسرا رکوع ﴿ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر﴾ الخ(۱)۔ آیت شریفہ کے تحت میں لکھا ہے کہ ذی قدرت میں تو کبھی اس امر ونہی کا ترک جائز نہیں اور زبانی قدرت میں مایوسی نفع کے وقت ترک جائز ہے، لیکن مودت اور مخالطت کا بھی ترک واجب ہے مگر بضرورۃ شدیدۃ(۲)۔

اس بیان کی وجہ سے میں نے اپنے خویش واقارب کو امر بالمعروف کرکے نفع سے مایوس ہوکر مودت ومخالطت ترک کردیا تھا، اب ایک مجبوری سے یعنی بچوں کی تعلیم گھر میں نہیں ہوسکتی تھی، اکثر اوقات شب کھیل کود میں رہتے ہیں، پابندی کے ساتھ دو دن بھی نہیں پڑھتے ہیں، اس لئے ان کی تعلیم گھر میں نہیں ہوسکتی تھی، اس لئے

---

(۱) (سورۃ آل عمران: ۱۰۴)

(۲) (بیان القرآن، (سورۃ آل عمران: ۱۰۴)، ص: ۲۴۰، إدارۃ تالیفات اشرفیہ)

ان کی تعلیم کے واسطے چلا گیا تھا۔اب جس کے گھر رہتا ہوں، وہاں پر مستورات میں پردہ نہیں اور اس شخص کے ذمہ دوسروں کے مالی حقوق بھی ہیں۔امر بالمعروف بہت کیا ہے،لیکن اب نفع سے مایوسی کا وقت ہے۔

اب گزارش ہے کہ محض اس مصلحت سے بچوں کی تعلیم ہورہی ہے، یہاں رہوں یا اس حالت میں ترک موّدت ومخالطت جو واجب ہے اس پر عمل کروں اور گھر چلا جاؤں تو اس صورت میں بچوں کو کیا کروں؟

حضرت تھانوی مدظلہ العالی کے پاس لکھنے سے فرماتے ہیں: دیوبند مہار نپور لکھو، مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے اور ہر جگہ سے شفقت ومحبت کے ساتھ جواب ملےگا۔ مجھے امید نہیں،لہٰذا حضرت والا کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ از رو ئے مہربانی دونوں سوالوں کا جواب ارشاد فرما کر نیک مشورہ سے مشرف فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... قال الفقیہ (أبو اللیث): "إذا دعیت إلی ولیمة إن لم یکن معه حراماً ولم یکن فیها فسق، فلا بأس بالإجابة. وإن کان ماله حراماً، فلا تُجبه. وکذلک إن کان فاسقاً معلناً، فلا تجبه، لیعلم أنک غیر راض بفسقه. وإذا أتیت ولیمةً فرأیت فیها منکراً فانههم عن ذلک، فإن لم یمتنعوا عن ذلک، فارجع؛ لأنک لو جالستهم یظنون أنک راض بفعلهم، الخ". بستان العارفین، ص: ۱۰۸(۱)۔

"وفي الروضة: یجیب دعوة الفاسق، والورع أن لا یجیبه. آکل الربوا وکاسب الحرام أهدی إلیه أو أضافه، وغالب ماله حرام، لا یقبل ولا یأکل مالم یخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه أو استقرضه. وإن کان غالب ماله حلالاً، فلا بأس بقبول هدیته والأکل منها، کذا في الملتقط" فتاویٰ عالمگیری: ۵/۳۴۳(۲)۔

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ دعوت میں خرابی تین قسم کی ہوتی ہے: اول یہ کہ نفس مال ہی حرام ہو، دوم

---

(۱) (بستان فقیه أبي اللیث السمرقندي رحمه الله تعالیٰ، باب إجابة الدعوة، ص: ۱۰۸، مطبع فاروقی هند)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثاني عشر في الهدایا والضیافات: ۵/۳۴۳، رشیدیه)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الکراهیة: ۴/۵۲۹، بیروت)

یہ کہ صاحب مال فاسق ہو، اور مال حلال ہو۔ سوم یہ کہ مجلس دعوت میں منکرات ہوں۔

اول کا حکم یہ ہے کہ جب یقین یا ظن غالب سے اس مال کی حرمت کا علم ہو جائے تو اس کا کھانا حرام ہے اور ایسی دعوت کا رد کرنا واجب ہے، قبول کرنا جائز نہیں۔

دوم کا حکم یہ ہے کہ اگر فاسق معلناً یعنی کھلم کھلا ممنوعات ومحرمات کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کی دعوت قبول نہ کرنے سے خیال یہ ہے کہ اس کو تنبیہ ہوگی اور وہ ایسی حرکات سے باز آئے گا تو ہرگز اس کی دعوت قبول نہ کرے۔ اور اگر یہ ہے کہ اس کی دعوت قبول نہ کرنے سے اس کو تنبیہ نہ ہوگی، بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہے تو دفع فتنہ کے لئے قبول کرلے۔ اور قبول کرنے اور نہ کرنے میں کوئی اصلاح کی امید ہے، نہ فتنہ کا اندیشہ ہے تو ورع وتقویٰ یہ ہے کہ قبول نہ کرے بلکہ انکار کردے، تاہم اگر قبول کرلے تب بھی حرام نہیں۔

سوم کا یہ حکم ہے کہ اگر پہلے سے معلوم ہو کہ فلاں مجلس یا دعوت میں منکرات ہیں، اور یہ بھی خیال ہو کہ منع کرنے سے ان منکرات کا انسداد نہ ہوگا تو قبول نہ کرے۔ اگر خیال ہو کہ انسداد ہو جائے گا تو قبول کرے اور جا کر انسداد منکرات کرے۔ اگر پہلے ان منکرات کا علم نہیں تھا، وہاں پہنچ کر علم ہوا تو اگر یہ شخص مقتدیٰ ہے کہ اس کے فعل سے استدلال کیا جاتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اٹھ کر چلا جائے، وہاں نہ ٹھہرے اور دعوت میں شریک نہ ہو۔ اور مقتدیٰ نہیں تو پھر دیکھنا چاہیے کہ دسترخوان پر اس کے سامنے وہ منکرات ہیں، یا کسی دوسری جگہ اس تقریب میں ہیں، اگر دسترخوان پر ہیں تب بھی چلا جائے اگر دوسری جگہ ہوں تو پھر اس کو شرکت میں مضائقہ نہیں۔

یہ تو اصل مسئلہ کی تفصیل ہے، فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات کو دیکھنے سے یہ تفصیل پورے طور پر حل ہو جاتی ہے(۱)۔

---

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل، كذا في الينابيع. ولو دعي إلى دعوة، فالواجب أن يجيبه إلى ذلك. وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناك معصية ولا بدعة، وإن لم يجبه كان عاصياً، والامتناع أسلم في زماننا، إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية، كذا في الينابيع .... ومن دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعباً أو غناء، فلا بأس أن يقعد ويأكل، فإن قدر على المنع يمنعهم، وإن لم يقدر يصبر. وهذا إذا لم يكن مقتدى به، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم، فإنه يخرج ولا يقعد. ولو كان ذلك على المائدة،

مدارس میں اگر کسی نے کوئی ایسا مال بھی دیا ہو جو کہ حرام طریقے سے کمایا تھا تو چونکہ ایسے مال کا صدقہ کرنا واجب ہوجاتا ہے(۱) اور مدارس میں ایسے مال کے مستحق لوگ فقراء و مساکین موجود ہیں، لہٰذا ایسے مال کو

= لاینبغي أن یقعد وإن لم یکن مقتدی به، وهذا کله بعد الحضور. وأما إذا علم قبل الحضور فلا یحضر؛ لأنه لایلزمه حق الدعوة بخلاف ما إذا هجم علیه؛ لأنه قد لزمه، کذا في السراج الوهاج ... وإن علم المقتدی به بذلک قبل الدخول، وهو محترم یعلم أنه لو دخل یترکون ذلک، فعلیه أن یدخل، وإلا لم یدخل، کذا في التمرتاشي. رجل اتخذ ضیافةً لقرابة أو ولیمةً واتخذ مجلساً لأهل الفساد، فدعا رجلاً صالحاً إلی الولیمة، قالوا: إن کان هذا الرجل بحال لو امتنع عن الإجابة، منعهم عن فسقهم لایباح له الإجابة، بل یجب علیه أن لایجیب؛ لأنه نهي عن المنکر. وإن لم یکن الرجل بحال لو لم یجب لایمنعهم عن الفسق، لابأس أن یجیب ویطعم وینکر معصیتهم وفسقهم؛ لأنه إجابة الدعوة وإجابة الدعوة واجبة أو مندوبة، فلا یمتنع بمعصیة اقترنت بها". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثاني عشر في الهدایا والضیافات: ۳۴۳/۵، ۳۴۴، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۴۸/۶، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل في الأکل والشرب: ۲۹/۷، ۳۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان: ۱۰۲/۶، ۱۰۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الکراهیة، فصل في المتفرقات: ۵۵۰/۲، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل في الأکل والشرب: ۳۴۵/۸، رشیدیه)

(۱) "ویتصدق بما بقي من الغلة والأجرة، خلافاً لأبي یوسف، کذا في الملتقی. لکن نقل المصنف عن البزازیة أن الغني یتصدق بکل الغلة في الصحیح، کما لو تصرف في المغصوب والودیعة بأن باعه وربح فیه إذا کان ذلک متعیناً بالإشارة أو بالشراء بدراهم الودیعة أو الغصب ونقدها، یعني یتصدق بربح حصل فیهما إذا کانا مما یتعین بالإشارة. وإن کان مما لایتعین، فعلی أربعة أوجه: فإن أشار إلیها ونقدها فکذلک یتصدق بربح حصل فیهما". (الدر المختار).

"(قوله: ویتصدق إلخ) أصله أن الغلة للغاصب عندنا؛ لأن المنافع لاتتقوم إلا بالعقد والعاقد هو الغاصب، فهو الذي جعل منافع العبد مالاً بعقده، فکان هو أولی ببدلها، ویؤمر أن یتصدق بها لاستفادتها ببدل خبیث وهو التصرف في مال الغیر. درر. (قوله: بما بقي) أخرج به عبارة المتن کالکنز عن ظاهرها —

یہاں تحقیق و دریافت کرنے سے بھی منع کردیا گیا چہ جائیکہ اس کو حرام سمجھنا۔ یہ تو جواب ہے اس صورت کا کہ نفس مال حرام ہو۔

دوسری صورت کی تفصیل معلوم ہوچکی کہ نفس مال میں تو حرمت ہے ہی نہیں، بلکہ داعی کے فسق کی وجہ سے ہے تو مدارس میں حتی الوسع اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ اگر اس کی دعوت قبول کرنے میں کوئی مضرت ہوتی ہے تو انکار کردیا جاتا ہے، اگر قبول نہ کرنے میں فتنہ ہو تو دعوت قبول کرلی جاتی ہے، اگر دونوں جانب مساوی ہوں، غریب و مستحق طلباء کو بھیج دیا جاتا ہے۔

تیسری صورت میں ایسی جگہ ہرگز دعوت قبول نہیں کی جاتی ہے کہ جہاں مجلس دعوت میں منکرات ہوں، اگر پہلے سے علم نہ ہو بلکہ وہاں پہنچ کر علم ہو تو دعوت میں شرکت نہیں کرتے، بلکہ واپس چلے آتے ہیں، مگر ایسی صورت میں جب کہ ان کے منع کرنے سے منکرات کا انسداد ہوجائے۔

رہی یہ بات کہ "تمام دنیا فاسق معلن ہے" یہ غلط ہے۔ اگر کوئی شخص اکابر کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا ہے اور ان کو ظن غالب ہوجاتا ہے کہ یہ ناجائز ہے تو اس کو ہرگز قبول نہیں کرتے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے یہاں ہدیہ قبول کرنے کا کس قدر سخت قانون ہے۔

۴... اصل یہ ہے کہ جو شخص نافرمان اور فاسق معلن ہے، اس سے قلبی تعلق اور محبت کرنا فسق کی وجہ سے جائز نہیں: "المرء مع من أحب". الحدیث (۱)۔ لیکن دنیاوی معاملات کفار کے ساتھ بھی جائز ہیں (۲)، پس آپ ان سے اصلاح و نفع رسانی کی نیت سے تعلقات رکھئے، کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل

---

(۱) "عن أبي وائل عن عبداللہ رضي اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنہ قال: "المرء مع من أحب". (صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب علامۃ الحب في اللہ: ۲/۹۱۱، قدیمي)

(والصحیح لمسلم، کتاب البر والصلۃ، باب المرء مع من أحب: ۲/۳۳۲، قدیمي)

قال القاري رحمہ اللہ الباري تحت هذا الحدیث: "المرء مع من أحب": أي یحشر مع محبوبہ، ویکون رفیقا لمطلوبہ. قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یطع اللہ والرسول، فأولئک مع الذین أنعم اللہ علیهم﴾ وظاهر الحدیث العموم الشامل للصالح والطالح، ویؤیدہ حدیث: "المرء علی دین خلیلہ". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحب في اللہ ومن اللہ، الفصل الأول: ۸/۷۴۰، رشیدیہ)

(۲) "لابأس بأن یکون بین المسلم والذمي معاملۃ إذا کان مما لابد منہ، کذا في السراجیۃ". (الفتاوی=

پر اثر ڈال دیں اور ان کی اصلاح ہو جائے، جس طرح اصلاح قولاً اور تشدد سے کی جاتی ہے، اسی طرح عملاً اور نرمی، ہنسی، خوش اخلاقی سے بھی کی جاتی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/رجب/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

فاسق کی دعوت قبول کرنا اور اس کو سلام کرنا

سوال [۸۶۵۰]: کوئی فاسق جتانے کے فسق ہو مثلاً: داڑھی تراشتا ہو یا دیگر فسق کے اندر مبتلا ہو تو اس کی دعوت کھانا، یا اس کو سلام کرنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں مولوی صاحب مکروہ تحریمی بتاتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے، عام طور سے بستیوں میں متکلم صاحب کو اس سلسلے میں پیش قدمی کرنا پڑتی ہے۔ لہٰذا کیا صورت اختیار کرنی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص مبتلائے فسق ہو اور اس کو سلام کرنے، یا اس کی دعوت قبول کرنے سے اس کی اصلاح کی توقع ہو

= العالمگیریة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة والأحکام التی تعود إلیهم: ۵/۳۴۸، رشیدیه)

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "جو تعلقات معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت وملازمت اور صنعت و حرفت کے معاملات کئے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو"۔ (معارف القرآن: ۲/۵۱، ادارة المعارف کراچی)

(۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ اچھا سلوک کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو دیکھ کر کفار نے اسلام قبول کیا۔

"حدثنی سعید بن أبی سعید أنه سمع أبا هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: بعث النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خیلاً قبل نجد، فجاءت برجل من بنی حنیفة یقال له: ثمامة بن أثال، فربطوه بساریة من سواری المسجد، فخرج إلیه النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقال: "أطلقوا ثمامة". فانطلق إلی نخل قریب من المسجد، فاغتسل ثم دخل المسجد، فقال: أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله".

(صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب الاغتسال إذا أسلم وربط الأسیر فی المسجد: ۱/۶۶، قدیمی)

تو اس کو سلام بھی کیا جائے اور دعوت بھی قبول کی جائے، بشرطیکہ وہ حرام مال سے نہ کھلائے (۱)۔ اگر ترکِ سلام یا ترکِ دعوت سے اصلاح کی توقع ہو تو ترک کردیں (۲)۔ بقصدِ تعظیم فاسق کو سلام کرنا جائز نہیں (۳)، لیکن جب اس میں ایمان بھی موجود ہے تو اکرامِ مسلم لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۰ھ۔

فاسق کی دعوت قبول کرنا

سوال[۸۲۵۱]: میں نے ایک کتاب میں دیکھا کہ حضور نے فاسق کی دعوت قبول کرنے سے منع

---

(۱) "وفي الروضة: يجيب دعوة الفاسق، والورع أن لا يجيب. ودعوة الذي أخذ الأرض مزارعةً أو يدفعها على هذا، كذا في الوجيز للكردري. آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه وأضافه وغالب ماله حرام، لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه. وإن كان غالب ماله حلالاً، فلا بأس بقبول هديته والأكل منها، كذا في الملتقط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۳/۵، رشيديه)

(۲) قال القاري رحمه الله تحت حديث: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته. ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك ..... قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرةً في دنياه، يجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه ..... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح: ۷۵۹/۸، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رشيديه)

(۳) قال الحصكفي رحمه الله: "ويكره السلام على الفاسق لو معلناً، وإلا لا، كما يكره على عاجز عن الرد حقيقةً كآكل، أو شرعاً كمصل". (الدر المختار). "(قوله: لو معلناً) تخصيص لما قدمه عن العيني وفي فصول العلامي: ولا يسلم على الشيخ المازح الكذاب واللاغي، ولا على من يسب الناس أو ينظر وجوه الأجنبيات، ولا على الفاسق المعلن". (رد المحتار: ۴۱۵/۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

فرمایا ہے(۱)۔ پھر دیکھا ریاکار ورشوت خور کا کھانا کھانا جائز نہیں (ابوداؤد)(۲)۔

پھر دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس کی دعوت کی گئی اور اس نے قبول نہیں کی تو خدا اور رسول کی نافرمانی کی''(۳)۔ اس لئے میں فاسق جن کو میں جانتا ہوں، جیسے تاڑی پینے والا، شراب پینے والا، رشوت لینے والا، داڑھی کاٹنے والا، نماز نہ پڑھنے والا، ان کی دعوت کو قبول نہیں کرتا۔ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ سکھوں کا کھانا کھانا جائز ہے۔ لیکن ان کی بات مجھے اس لئے سمجھ میں نہیں آئی کہ میں نے مولانا زکریا صاحب کی لکھی ہوئی کتاب تبلیغی نصاب میں پڑھا کہ:

''مؤرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعوات لوگوں کی ایک جماعت تھی، جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا، اس کے لئے بددعا کرتے، وہ ہلاک ہوجاتا۔ حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا، اور جب کھانے سے فارغ ہوچکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہوگیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہوگئی''(۴)۔

اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ اگر مجھے بھی حرام کا کھانا کھلا دیا گیا تو میری بھی شاید دعا اور عبادت قبول

---

(۱) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن إجابة طعام الفاسقين". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة: ۲/۲۷۹، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "المتباريان لايجابان ولايؤكل طعامهما". قال الإمام أحمد رحمه الله: يعني المتعارضين بالضيافة فخراً ورياءً".

"عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "نهى عن طعام المتباريين أن يؤكل" رواه أبو داود". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني والثالث: ۲/۲۷۹، قديمي)

(۳) "عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من دعي فلم يجب، فقد عصى الله ورسوله". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني: ۲/۲۷۸، قديمي)

(۴) (فضائل أعمال، ص: ۲۲۱، ۳: باب، فضائل رمضان، فصل أول، ص ۲۵، كتب خانه فيضي لاهور)

نہیں ہوتی۔ پھر انہیں کی کتاب میں میں نے یہ حدیث پڑھی کہ:

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع کرتا کہ دیکھ! اللہ سے ڈر، ایسا نہ کر، لیکن اس کے نہ ماننے پر بھی وہ تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے میں اور نشست وبرخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے کرتا تھا۔ جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب بھی ویسے ہی کردیے۔ پھر اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ کی آیت ﴿لعن الذین کفروا﴾ سے ﴿فاسقون﴾ تک پڑھیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو" (۱)۔ ترمذی، ابوداؤد (۲)۔

پھر ہم دعائے قنوت میں اللہ کو جو یہ کہتے ہیں: "ونخلع ونترک من یفجرک"۔ ان سب باتوں سے بھی یہ اخذ کرتا ہوں کہ جو لوگ دین کے خلاف کام کرتے ہیں ان کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہیے۔ پھر میں آپ لوگوں کو سب لوگوں کی دعوت قبول کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، چاہے وہ نماز کیوں نہ پڑھتا ہو اور داڑھی بھی کیوں نہ رکھتا ہو۔ اس میں کیا مصلحت ہے، میں آپ سے جاننا چاہتا ہوں؟ اور کیا میں بھی سکھوں کی دعوت قبول کروں؟

---

(۱) (فضائل اعمال، ص: ۳۱۹، فضائل تبلیغ، فصل ثانی، فیضی کتب خانہ لاہور)

(۲) "عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "أول ما دخل النقص علی بنی إسرائیل أنه کان الرجل یلقی الرجل فیقول: یا هذا اتق اللہ ودع ما تصنع به، فإنک لایحل لک، ثم یلقاه من الغد وهو علی حاله، فلا یمنعه ذلک أن یکون أکیله وشریبه وقعیده. فلما فعلوا ذلک، ضرب اللہ قلوب بعضهم ببعض، ثم قال: ﴿لعن الذین کفروا من بنی إسرائیل . . . . فاسقون﴾. ثم قال: "کلا واللہ لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر ولتأخذن علی ید الظالم ولتأطرنه علی الحق أطراً، أو لتقصرنه علی الحق قصراً". (سنن أبی داؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی: ۲/۵۹۶، دار الحدیث ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص علی الاعلان فاسق ہو اس کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جو شخص حرام مال کھلائے، اس کی دعوت قبول کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بلا وجہ کسی کے متعلق تجویز کر لینے کا حق نہیں کہ اس کا مال حرام ہے، بلا وجہ تفتیش کی بھی ضرورت نہیں کہ اس کا مال حلال ہے یا حرام ہے۔ اگر کسی سے ایسا تعلق ہو کہ اس کی دعوت قبول کرنے سے اس کی اصلاح کی امید ہو، یعنی یہ کہ وہ اپنے فسق سے توبہ کرے گا تو اس نیت سے اس کی دعوت قبول کر لی جائے کہ اس میں خیر ہے۔ اگر دعوت قبول نہ کرنے سے اصلاح کی امید ہو تو اس کی دعوت قبول نہ کی جائے، کہ اس میں خیر ہے۔

اگر فاسق کی دعوت قبول کرنے سے اپنے متعلق فسق میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور اس کی اصلاح کی امید نہیں تب بھی قبول نہ کی جائے۔ اگر دعوت کا انکار کرنے میں مفسدہ ہو مثلاً یہ کہ وہ آمادۂ مخالفت ہو کر اذیت پہنچائے گا تو مفسدہ سے تحفظ کے لئے بھی قبول کر لینے کی گنجائش ہے۔ غرض بہت مختلف احوال ہیں سب کا ایک حکم نہیں۔ حرام مال کھانے (۱) اور فسق میں شریک ہونے سے بہر صورت اجتناب لازم ہے (۲)۔

---

(۱) (سورۃ الحجرات: ۱۲)

قال العلامۃ الجصاص رحمہ اللہ تعالیٰ: "وکذلک سوء الظن بالمسلمین الذین ظاھرھم العدالۃ محظور مزجور عنہ، وھو من الظن المحظور المنھی عنہ ...... وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "إیاکم والظن، فإن الظن أکذب الحدیث". فھذا من الظن المحظور، وھو ظنہ بالمسلم سوءاً من غیر سبب یوجبہ، وکل ظن فیما لہ سبیل إلی معرفتہ مما تعبد بعلمہ، فھو محظور .... قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إذا ظننتم فلا تحققوا". فھذا من الظن الذی یعرض بقلب الإنسان فی أخیہ مما یوجب الریبۃ، فلاینبغی أن یحققہ .... فنھی اللہ تعالیٰ فی ھذہ الآیات عن سوء الظن بالمسلم الذی ظاھرہ العدالۃ والستر". (أحکام القرآن للجصاص: ۴۰۳/۳، ۴۰۵، ۴۰۶، بلوچستان)

(۲) "أھدی إلی رجل شیئاً أو أضافہ، إن کان غالب مالہ من الحلال، فلا بأس، إلا أن یعلم بأنہ حرام، فإن کان الغالب ھو الحرام، ینبغی أن لایقبل الھدیۃ ولا یأکل الطعام، إلا أن یخبرہ بأنہ حلال ورثہ أو استقرضہ من رجل، کذا فی الینابیع ...... ولو دعی إلی دعوۃ، فالواجب أن یجیبہ إلی ذلک. وإنما یجب علیہ أن یجیبہ إذا لم یکن ھناک معصیۃ ولا بدعۃ، وإن لم یجبہ کان عاصیاً، والامتناع أسلم فی =

تنبیہ: استدلال کے قابل چار چیزیں ہیں: قرآن پاک، حدیث پاک، اجماع، قیاسِ مجتہد(۱)۔ میرا یا میرے جیسے کا عمل استدلال کے قابل نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۸۹ھ۔

= زماننا، إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية، كذا في الينابيع. ...... ومن دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعباً أو غناء، فلا بأس أن يقعد ويأكل، فإن قدر على المنع يمنعهم، وإن لم يقدر يصبر. وهذا إذا لم يكن مقتدى به، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم، فإنه يخرج ولا يقعد. ولو كان ذلك على المائدة، لا ينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدى به. وهذا كله بعد الحضور. وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر، لأنه لا يلزمه حق الدعوة بخلاف ما إذا هجم عليه؛ لأنه قد لزمه، كذا في السراج الوهاج. ...... وإن علم المقتدى به بذلك قبل الدخول، وهو محترم يعلم أنه لو دخل يتركون ذلك، فعليه أن يدخل، وإلا لم يدخل، كذا في التمرتاشي. رجل اتخذ ضيافة للقرابة أو وليمة واتخذ مجلساً لأهل الفساد، فدعا رجلاً صالحاً إلى الوليمة، قالوا: إن كان هذا الرجل بحال لو امتنع عن الإجابة منعهم عن فسقهم، لا تباح له الإجابة، بل يجب عليه أن لا يجيب؛ لأنه نهي عن المنكر. وإن لم يكن الرجل بحال لو لم يجب لا يمنعهم عن الفسق، لا بأس أن يجيب ويطعم وينكر معصيتهم وفسقهم؛ لأنه إجابة الدعوة، وإجابة الدعوة واجبة أو مندوبة، فلا يمتنع بمعصية اقترنت بها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، ۳۴۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۸، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۷/۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الاستحسان: ۶/۵۱۲، ۵۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۱۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۴۵، رشيديه)

(۱) "اعلم أن أصول الشرع ثلثة: الكتاب والسنة وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس". (نور الأنوار، ص: ۴۱۲، سعيد)

جس تقریب میں باجا ہو اس کی دعوت میں شرکت

سوال[۸۱۵۲]: اگر کسی شادی یا تقریب میں انگریزی باجہ یا کھیل تماشہ ہو تو وہاں کی دعوت قبول کرنا یا تو وہ طعام جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی شادی میں شرکت نہیں کرنا چاہئے، دعوت بھی قبول نہ کی جائے، مگر اس طعام کو حرام نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اس کا مدار اصل مال کی حرمت پر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

فسق کی مجلس میں شرکت

سوال[۸۱۵۳]: زید تمام مجالس فسق وفجور سے پرہیز کرتا ہے اور جہاں گانا وغیرہ ہوتا ہے اس دعوت میں شرکت وغیرہ بھی نہیں کرتا ہے۔ تو اگر کہیں کھانا کھانے کے وقت وہ فسق وفجور نہ ہو اور دعوت والے یہ کہتے ہیں

---

(۱) "وعن سفينة أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة: لو دعونا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه، فجاء فوضع يديه على عضادتي الباب، فرأى القرام قد ضرب في ناحية البيت، فرجع. قالت فاطمة رضي الله تعالى عنها: فتبعته، فقلت: يا رسول الله، ما ردك؟ قال: "إنه ليس لي أو لنبي أن يدخل بيتاً مزوقاً". رواه أحمد وابن ماجة".

قال القاري رحمه الله: "وفيه تصريح بأنه لا يجاب دعوة فيها منكر، ولهذا لو كان منكراً لا نكر عليها، ولكن له بالرجوع إلى أنه ترك الأولى، فإنه من زينة الدنيا وهي موجبة لنقصان الأخرى". (مرقاة المفاتيح: ۶/۳۴۲، الفصل الثاني، كتاب النكاح، باب الوليمة)

"وإن كان هناك لعب وعلم قبل أن يحضرها فلا يحضرها؛ لأنه لا يلزمه إجابة الدعوة إذا كان هناك منكر. وقال علي رضي الله عنه: صنعت طعاماً فدعوت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فجاء فرأى في البيت تصاوير فرجع". رواه ابن ماجه في الأطعمة. وعن ابن عمر رضي الله عنهما أنه قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن مطعمين: عن الجلوس على مائدة يشرب عليها الخمر، وأن يأكل وهو منبطح". أخرجه أبو داود في الأطعمة". (تبيين الحقائق: ۷/۳۰، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، دار الكتب العلمية بيروت)

کہ ہم بعد میں کھانا نہ کھایا کریں گے، یا کوئی نہ کھے، جب مکمل یقین ہو جائے تو کیا ایسے شخص کو وہاں دعوت کھانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اگر مقتدی ہے تو اس کو ایسی دعوت سے احتراز چاہیے، اگر عامی ہے تو گنجائش ہے، لیکن اگر یہ خیال ہو کہ اس کی شرکت کے سبب وہ لوگ فسق و فجور ترک کر دیں گے تو پھر ضرور جا کر ان کا اہتمام چاہیے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "وهذا إذا لم يكن مقتدى، فإن كان ولم يقدر على منعهم، يخرج ولا يقعد؛ لأن في ذلك شين الدين وفتح باب المعصية على المسلمين". (الهداية، كتاب الكراهية: ۴/۴۵۵، مكتبه شركة علميه)

"أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل، كذا في الينابيع. ... ومن دعي إلى دعوة، فالواجب أن يجيبه إلى ذلك، وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناك معصية ولا بدعة، وإن لم يجبه كان عاصياً، والامتناع أسلم في زماننا إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية، كذا في الينابيع. ... ومن دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعباً أو غناء، فلا بأس أن يقعد ويأكل، فإن قدر على المنع يمنعهم، وإن لم يقدر يصبر، وهذا إذا لم يكن مقتدى به، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم، فإنه يخرج ولا يقعد، ولو كان ذلك على المائدة لا ينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدى به، وهذا كله بعد الحضور، وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر؛ لأنه لا يلزمه حق الدعوة، بخلاف ما إذا هجم عليه؛ لأنه قد لزمه، كذا في السراج الوهاج. ... وإن علم المقتدى به بذلك قبل الدخول، وهو محترم يعلم أنه لو دخل يتركون ذلك، فعليه أن يدخل، وإلا لم يدخل، كذا في التمرتاشي. رجل اتخذ ضيافة للقرابة أو وليمة، واتخذ مجلساً لأهل الفساد، فدعا رجلاً صالحاً إلى الوليمة، قالوا: إن كان هذا الرجل بحال لو امتنع عن الإجابة منعهم عن فسقهم، لا تباح له الإجابة، بل يجب عليه أن لا يجيب؛ لأنه نهي عن المنكر، وإن لم يكن الرجل بحال لو لم يجب لا يمنعهم عن الفسق، لا بأس أن يجيب ويطعم وينكر معصيتهم وفسقهم؛ لأنه إجابة الدعوة، وإجابة الدعوة واجبة أو مندوبة، فلا يمتنع بمعصية اقترنت بها" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۲، ۳۴۳، رشيديه)

حرام وحلال مخلوط مال سے دعوت قبول کرنا

سوال[۸۹۵۵]: ۱...اگر کسی آدمی کے پاس دو حصے مال حلال ہے اور ایک حصہ مال حرام ہے تو ایسے آدمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲...اگر کسی آدمی کے پاس ایک حصہ مال حلال ہے اور دو حصے مال حرام ہے تو ایسے شخص کی دعوت قبول درست ہے یا نہیں؟

ہدیہ دینے والے کے مال کی تفتیش کہ مال حرام ہے یا حلال

سوال[۸۹۵۶]: ۳...اگر کوئی آدمی کچھ چیز ہدیہ کے طور پر دے تو اس سے یہ پوچھنا کہ یہ چیز حرام ہے یا حلال یعنی اس چیز کا دریافت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

حرام وحلال مخلوط مال سے دعوت قبول کرنا

سوال[۸۹۵۷]: ۴...اگر کسی آدمی کے پاس آدھا مال حلال ہے اور آدھا مال حرام ہے تو اس کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...دعوت قبول کرنے میں گنجائش ہے، تنبیہاً یا احتیاطاً انکار کی بھی گنجائش ہے(۱)۔

۲...ایسی دعوت قبول کرنا منع ہے، ہاں اگر ایسا آدمی حلال مال سے دعوت کرے تو اس کا قبول

(۱) "غالب مال المهدي إن حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام". (مجمع الأنهر ۴/۵۲۹، كتاب الكراهية، فصل في الأكل، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية والميراث، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۰۰، كتاب الحظر والإباحة، ما يتعلق بالضيافة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

کرنا درست ہے(۱)۔

۳۔ اگر حرام وحلال میں شبہ ہو تو اس کے رفعِ شک کے لئے دریافت کرنا درست ہے، وہ بلا وجہ دریافت کرنا کہ اس کو اذیت ہو، نہیں چاہیے(۲)۔

۴۔ ایسی دعوت سے بچنا چاہیے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ۸/ربیع الاول/۵۶ھ۔

تارکِ زکوٰۃ کی دعوت قبول کرنا

سوال [۸۲۵۸]: اگر کوئی آدمی زکوٰۃ نہ دے تو اس آدمی کی دعوت قبول کرنا، روپے کپڑے لینا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (سیأتی تحت رقم: ۳)

(۲) "عن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إذا دخل أحدكم علی أخیه المسلم، فلیأكل من طعامه ولا یسأل، ویشرب من شرابه ولا یسأل" (مشكوة المصابیح: ۲/۲۷۵، كتاب النكاح، باب الولیمة، قدیمی)

قال القاري رحمه الله تعالیٰ: "فلیأكل من طعامه ولا یسأل": أي من أین هذا الطعام؟ لیتبین أنه حلال أو حرام. "ویشرب" بالجزم "من شرابه ولا یسأل" لأنه قد یتأذی بالسؤال، وذلك إذا لم یعلم فسقه كما ینبئ عنه قوله: "علی أخیه المسلم". (مرقاة المفاتیح: ۶/۲۷۷، كتاب النكاح، باب الولیمة، قدیمی)

(۳) "أكل الربا وكاسب الحرام أهدی إلیه أو أضافه وغالب ماله حرام، لا یقبل ولا یأكل ما لم یخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه. وإن كان غالب ماله حلالاً، لا بأس بقبول هدیته والأكل منها، كذا في الملتقط". (الفتاوی العالمكیریة: ۵/۳۴۳، كتاب الكراهیة، الباب الثاني عشر في الهدایا والضیافات، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے بشرطیکہ حلال مال سے دے(۱)، اگر کوئی بڑا آدمی اس غرض سے انکار کردے کہ وہ متاثر ہوکر زکوٰۃ ادا کردے تو بہتر ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۶/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

باتصویر کمرہ میں علماء کی دعوت

سوال[۹۰۵۸]: اگر کسی کے ہاں تصویریں ٹنگی ہیں(۳)، اس کے یہاں کیا علماء کا جانا، اس کمرہ میں بیٹھ کر ناشتہ اور کھانا کھانا اور منع نہ کرنا گناہ نہ ہوگا؟ اگر تصویریں الٹ دی جائیں تو کیا قباحت دور ہوجائے گی؟

---

(۱) "غالب مال المهدي إن حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام". (مجمع الأنهر: ۲/۵۲۹، كتاب الكراهية، فصل في الأكل، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية والميراث، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۰۰، كتاب الحظر والإباحة، مايتعلق بالضيافة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

(۲) "لايجيب دعوة الفاسق المعلن ليعلم أنه غير راض بفسقه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيديه)

"المستقرض إذا أهدى إلى المقرض شيئاً، ذكر في الكتاب أنه لا بأس بقبول هديته .... وإن تورع ولم يقبل، كان أفضل". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۰۳، كتاب الحظر والإباحة، مايتعلق بالضيافة، رشيديه)

(۳) "ٹنگنا: لٹکنا، لٹکایا جانا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۴۳۲، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

علماء کے ذمہ اپنی حیثیت کے مطابق نہی عن المنکر لازم ہے، اس کا ترک کرنا گناہ ہے (۱)۔ تصویریں اٹھنے سے قباحت دور نہ ہوگی، البتہ کچھ مستور ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بے نمازی اور سود خور کی دعوت

سوال [۸۲۶۰]: ہم کو معلوم ہے کہ زید نماز نہیں پڑھتا اور عمر سود کھاتا ہے۔ کیا علم ہونے کے باوجود زید وعمر کے گھر کھانا ہمارے لئے جائز ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ معلوم ہے کہ عمر سود حرام کا کھانا کھلاتا ہے تو اس کا کھانا حرام ہے، اگر یہ معلوم ہے کہ یہ کھانا کسی جائز آمدنی کا ہے تو اس کا کھانا درست ہے، اگر مخلوط آمدنی کا ہے تو غلبہ کا اعتبار ہے (۲)۔ یہ تو عمر کے کھانے کا حکم

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه، عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان".

(مشكوة المصابيح: ۲/۴۳۶، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، قديمي)

"وعن سفينة أن رجلاً ضاف على ابن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة رضي الله تعالىٰ عنها: لو دعونا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه فجاء فوضع يديه على عضادتي الباب، فرأى القرام قد ضرب في ناحية البيت فرجع، قالت فاطمة: فتبعته، فقلت: يا رسول الله! ما ردك قال: "إنه ليس لي -أو- لنبي أن يدخل بيتاً مزوقاً". رواه أحمد و ابن ماجة".

(مشكوة المصابيح: ۲/۲۷۸، كتاب النكاح، باب الوليمة، قديمي)

(۲) "ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور؛ لأن الغالب في مالهم الحرمة، إلا إذا علم أن أكثر ماله من حل بأن كان صاحب تجارة أو زرع، فلا بأس به. وفي البزازية: غالب مال المهدي إن حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه من حرام؛ لأن أموال الناس لا يخلو عن حرام، فيعتبر الغالب. وإن غالب ماله الحرام، لا يقبلها و لا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلال ورثه أو استقرضه. ولهذا قال أصحابنا: لو أخذ مورثه رشوة أو ظلماً إن علم وارثه ذلك بعينه، لا يحل له أخذه. وإن لم يعلمه بعينه، له أخذه حكماً لا =

[illegible] یہ سوال کہ بے نمازی اور سود خور کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے تو اس کے متعلق یہ ہے کہ اگر یہ ظن غالب ہو کہ دعوت قبول نہ کرنے سے بے نمازی اور سود خوری اصلاح ہو جائے گی تو ہرگز قبول نہ کرے، اگر یہ خیال ہے کہ قبول نہ کرنے سے اصلاح نہ ہوگی، بلکہ فتنہ پیدا ہو جائے گا تو قبول کرلے:

"أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل. اهـ. كذا في الينابيع". هنديه ٥/ ٣٤٢(١)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ ہذا، ۱/۱/ ۵۹ھ۔

منہیار اور قصاب کی دعوت قبول کرنا

سوال [۸۶۶۱]: ایک عالم صاحب نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ میں منہیار (۲) اور قصابوں کی دعوت منظور نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ چوڑی پہناتے وقت غیر محرم عورتوں کے ہاتھوں پر نظر ڈالتا ہے اور قصاب بات بات پر جھوٹ بولتا ہے، تو کیا ان شخصوں کے ہاں دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

= ديانة، فيتصدق به بنية الخصماء" (مجمع الأنهر: ٤/ ١٨٩، كتاب الكراهية، فصل في الأكل، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ٦/ ٣٦٠، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية والميراث، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ٣/ ٤٠٠، كتاب الحظر والإباحة، ما يتعلق بالضيافة، رشيديه)

(١) (الفتاوى العالمكيرية: ٥/ ٣٤٢، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

(٢) "منہار: چوڑی بنانے اور بیچنے والا" (فیروز اللغات، ص: ١٣٠٥، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نامحرم پر غلط نظر ڈالنا، یا چوڑیاں پہناتے وقت اس کو ہاتھ لگانا درست نہیں، منع ہے(۱)، مگر اس کی وجہ سے چوڑیوں کی قیمت حرام نہیں، اس لئے اس کے کھانے کو حرام کہنا درست نہیں۔ جھوٹ بولنا دوسری بات ہے، یہ سخت گناہ ہے(۲)، اس کے باوجود گوشت کی قیمت حرام نہیں (۳)۔ منہار اور قصاب کو نصیحت کی جائے کہ وہ دونوں اپنی اصلاح کرلیں (۴)۔ اگر کوئی مقتدا ان کی دعوت کو اس بنا پر رد کردے کہ یہ لوگ اپنی غلطی کی اصلاح کرلیں تو یہ درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۱۰/۸۹ھ۔

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم﴾ الآية. (سورة النور: ۳۰)

"وعن أبي سعيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل، ولا المرأة إلى عورة المرأة". (مشكوة المصابيح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲/۲۶۸، كتاب النكاح، قديمي)

"وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال، لا لأنه عورة، بل لخوف الفتنة كمسه وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ، ولذا ثبت به حرمة المصاهرة". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۰۶، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب" الحديث. (مشكوة المصابيح: ۱/۱۷، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، قديمي)

(۳) "غالب مال المهدي إن حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتبين أنه حرام". (مجمع الأنهر: ۴/۱۹۰، كتاب الكراهية، فصل في الأكل، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية والميراث، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا، رشيديه)

(۴) "عن تميم الداري رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الدين النصيحة". (الصحيح لمسلم: ۱/۵۴، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة، قديمي)

رہن کی آمدنی سے دعوت

سوال [۸۰۹۲]: اگر کسی آدمی کے پاس سرکاری زمین رہن ہو اور وہ شخص اسی زمین کا منافع کھاتا ہے تو اس آدمی کی دعوت قبول کرنا درست ہے کچھ انعام تحفہ یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ رہن کی آمدنی سے دے تو لینا ناجائز ہے، اگر جائز آمدنی سے دے تو لینا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۹/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۷/ربیع الاول/۵۶ھ۔

تقسیم ترکہ سے پہلے دعوت کھانا

سوال [۸۰۹۳]: خالد چار بالغ اور دو نابالغ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوگیا، متروکہ خالد تقسیم ہونے سے پہلے مولوی اور دوسرے حضرات کو خالد کے گھر میں کھانا وغیرہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

= قال النووي رحمه الله تعالى تحته: "وأما نصيحة عامة المسلمين وهم من عدا ولاة الأمر، فإرشادهم لمصالحهم في آخرتهم ودنياهم وكف الأذى عنهم، فيعلمهم ما يجهلونه من دينهم ودنياهم، ويعينهم عليه بالقول والفعل، وستر عوراتهم، وسد خلاتهم، ودفع المضار عنهم، وجلب المنافع لهم، وأمرهم بالمعروف، ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص، والشفقة عليهم، وتوقير كبيرهم، ورحمة صغيرهم، وتخولهم بالموعظة الحسنة، وترك غشهم". (شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۱/۵۴، كتاب الإيمان، قديمي)

(۱) "الانتفاع به (أي بالمرهون) مطلقاً لا باستخدام، ولا سكنى ولا لبس ولا إجارة ولا إعارة، سواء كان من مرتهن أو راهن، إلا بإذن كل للآخر". (الدر المختار).

قال الشامي رحمه الله تعالى عنه: "(قوله: سواء كان) أي الانتفاع. (قوله: من مرتهن أو راهن) الأول مصرح به في عامة المتون، والثاني صرح به في درر البحار وشرح مختصر الكرخي وشرح الزاهدي. وفيه خلاف الشافعي، فعنده يجوز له الانتفاع بغير الوطء، والأول لا خلاف فيه كما في غرر الأفكار. اهـ". (رد المحتار: ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے، ہاں اگر وہ محض اپنے پاس سے یا اپنے حصہ میں سے کھلائیں تو جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۸/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

نابالغ کے مال سے تربیت کے لئے کچھ کھانا

سوال [۸۰۶۳]: باپ نے اپنے بچہ کو پیسہ دیدیے، بچہ بازار سے کوئی چیز کھانے پینے کی لے آیا تو ماں، باپ، بھائی وغیرہ اس چیز میں سے کچھ لے کر کھالیں تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب نابالغ بچہ کو پیسہ دیدیے اور وہ کوئی چیز بازار سے خرید کر لایا تو ماں باپ بھائی بہن کو اس سے محض اپنی خواہش پر لے کر کھانا نہیں چاہیے (۲)۔ البتہ اس کی تربیت کی نیت سے اس کی عادت ہو جائے کہ وہ تنہا نہ کھائے بلکہ سب کو کھلایا بھی کرے، اس کو نصیحت کرنی چاہیے کہ وہ سب کو تقسیم کرکے خود بھی کھائے۔ پھر جتنی

---

(۱) "ویکرہ اتخاذ الضیافة فی أیام المصیبة...... فإن کان فی الورثة صغیر، لم یتخذوا ذلک من الترکة". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة: ۳/ ۴۰۵، کتاب الحظر والإباحة، باب مایکرہ أکله وما لا یکرہ ومایتعلق بالضیافة، رشیدیه)

(۲) "وإذا أهدی للصبی شیء، وعلم أنه له، فلیس للوالدین الأکل منه بغیر حاجة، کما فی الملتقط" (الأشباه والنظائر). "(وإذا أهدی للصبی شیء الخ) فی جامع أحکام الصغار: إذا أهدی الفواکه إلی الصبی الصغیر، یحل لوالدیه الأکل إذا أرید بذلک بر الوالدین، ولکن أهدی إلی الصغیر استصغاراً للهدیة. وفی فتاوی ظهیر الدین: إذا أهدی للصغیر شیء من المأکولات، روی عن محمد رحمه الله أنه یباح لوالدیه، وشبه ذلک بالضیافة. وأکثر مشایخ بخاری علی أنه لا یباح بغیر حاجة. أقول: قید به؛ لأنه لو کان لحاجة یبیح، وذلک علی وجهین: إما إن کان الصغیر یحتاج لفقره، أو کان فی المفازة واحتاج لعدم الطعام معه، وله مال، ففی الوجه الأول أکل بغیر شیء، وفی الوجه الثانی أکل بالقیمة، کذا فی جامع أحکام الصغار". (الأشباه والنظائر مع حاشیته: ۳/ ۳۴۶، أحکام الصبیان، إدارة القرآن کراچی)

"وعللوه بأن الغالب من شفقة الوالدین الإنفاق علی الأولاد للبر والصلة لا للرجوع".

(رد المحتار، فصل فی شهادة الأوصیاء: ۶/ ۷۱۴، سعید)

مقدار اس نے جس کو دی ہے دوسرے وقت اندازے سے وہ بھی اس کو دے دیا اور کھلا دیا کریں۔ اس طرح نابالغ کے مال میں تصرف کا اشکال بھی نہیں رہے گا اور اس کی تربیت بھی اچھی ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۲ھ۔

دعوت میں عام وخاص کا انتظام

سوال [۸۱۱۵]: جمعیت مراشین میں یہ رسم عرصہ دراز سے قائم ہے، جس رسم کو باجھ کے نام سے استعمال کیا جاتا ہے، یعنی شادی وغیرہ کی تقریب میں دعوت طعام میں، یا کوئی شرینی وغیرہ کی تقسیم کے وقت باہر سے آنے والوں کو پانچ حصے یا دو حصے دیئے جاتے ہیں۔ اور دعوت طعام میں باہر سے آنے والے مہمانوں کے پہلے ہاتھ دھلائے جاتے ہیں اور کھانا بھی سب سے پہلے ان کو پیش کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس رسم کی ادائیگی میں کوئی لغزش ہو جائے تو پنچایتی نظام شروع ہو جاتا ہے اور جھگڑے فساد برپا ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا کوئی اہل علم حضرات کو یہ کہنا ہے کہ دسترخوان پر سب کو برابر سمجھا جائے۔ اور سب کو برابر حصے تقسیم کئے جائیں۔ تو وہ لوگ جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ رسم عربوں کی ہے اور یہ رسم اسلامی اصول کے مطابق ہے۔ لہٰذا آپ قرآن اور سیرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں جواب سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عام دعوت میں ایک دسترخوان پر یہ تفریق مناسب طریقہ نہیں، دسترخوان اگر جداگانہ ہوں مثلاً ایک کمرہ میں مخصوص لوگوں کو بٹھا کر علیحدہ مخصوص کھانا کھلا دیا جائے اور عام دسترخوان پر دوسری قسم کا کھانا ہو تو اس میں مضائقہ نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ثابت ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۹۲ھ۔

برادرانہ دعوت میں کسی فرد کا بکرے کے گوشت کا مطالبہ کرنا

سوال [۸۱۱۶]: زید ایک منتظم برادری کا ایک فرد ہے، زید کا کہنا ہے کہ جس نے اپنے بھائی پر

---

(۱) "وقد دعا ابن عمر رضي الله تعالى عنهما في دعوته الأغنياء والفقراء، فجاءت قريش والمساكين معهم، فقال ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: ههنا اجلسوا لا تفسدوا عليهم ثيابهم، فإنا سنطعمكم مما يأكلون". (عمدة القاري، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله: ۲۰/۲۲۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شرح ابن بطال، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله: ۷/۲۸۹، مكتبة الرشد)

تقریب کے موقع پر اپنی برادری کو بکرے کا گوشت کھلایا ہے، اس لئے میں جہاں بھی برادرانہ دعوت میں شریک ہوں گا تو بکرے ہی کا گوشت کھاؤں گا۔ زید کی دوسری شرط یہ بھی ہے کہ اگر ہمارے برادرے کی فرد نے کسی برادرانہ دعوت میں شرکت کی اور بڑے کے گوشت کا استعمال کیا تو اس کو بطور جرمانہ چالیس کلو گوشت بکرے کا منع اس کے تمام ممبرانِ برادری کو ادا کرنا ہوگا۔

زید کی اس بے جا شرط سے اتباعِ سنت پر کیا ضرب لگتی ہے؟ اور ایسے خیال کے تمام لوگوں کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ مطالبہ بے جا اور خلافِ شریعت ہے، اس لئے اگر چھوٹا گوشت کھایا ہے تو وہ قرض نہیں تھا کہ اس کا مطالبہ کیا جائے، یہ جرمانہ شرعاً جائز نہیں (۱)۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے: "لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه" الحدیث (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۵/۹۲ھ۔

---

(۱) "وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، وعندهما وباقي الأئمة الثلاثة لا يجوز، كذا في فتح القدير". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱۶۷، رشيدية)

(۲) (السنن الكبرى للبيهقي: ۶/۳۸۷، (رقم الحديث: [illegible])، باب شعب الإيمان، دار الكتب العلمية بيروت)

(ومشكوة المصابيح: ۱/۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

قال العلامة الجصاص تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾:

"قد انتظم هذا العموم النهي عن أكل مال الغير بالباطل وأكل نفسه بالباطل، وذلك لأن قوله تعالى ﴿أموالكم﴾ يقع على مال الغير ومال نفسه، فكذلك قوله تعالى: ﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ نهي لكل أحد عن أكل مال نفسه ومال غيره بالباطل   وأكل مال الغير قد قيل: فيه وجهان: أحدهما: ما قال السدي: وهو أن يأكل بالربا والقمار والبخس والظلم، وقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما والحسن: أن يأكله بغير عوض   النهي إلا أن يكون المراد الأكل عنده بغير إذنه". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۲۰۳، باب التجارات وخيار البيع، قديمي)

کھیت پر خوشی میں دعوت کرنا

سوال [۸۲۲۶]: ۱- میں ایک کاشتکار ہوں، دیہاتی دیہات میں ہے، اس مرتبہ فصل اچھی ہوئی ہے، میں اس شکرانے میں کہ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بہت نوازا ہے“ اپنے کھیت میں مقامی اور غیر مقامی احباب کو کھانا کھلانا چاہتا ہوں۔ ایک صاحب نے مجھ پر اعتراض کردیا کہ تمہارا فعل مثل مشرکین ہے، کیونکہ مشرکین بھی فصل کاٹنے کے وقت بکرا کاٹ کر فصل کی پیداوار کی پوجا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ صاحب دعوت قبول کرنے سے احتراز کرتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ میرے اس فعل کا تعلق مشرکین کے عمل سے نہیں ہے۔ تعلق۔ موصوف صرف ضد پر چل رہے ہیں اور تقویٰ کی آڑ لے رہے ہیں اور اس پر مصر ہیں کہ کھیت میں کھانا نہ کھلایا جائے۔

مجھ ناچیز نے اپنی ذاتی معلومات کو بھی قلمبند کیا ہے جو اس کے ساتھ منسلک ہیں، براہ کرم ان کو بھی ملاحظہ فرما کر رہبری فرمائیں۔ میری نیت ومنشا ان تمام افعال شرکیہ سے بری اور صاف ہے۔

۲- گرامی محترم! عرض خدمت ہے کہ احقر کے اور احقر کے ایک عزیز دوست کے درمیان ایک معاملے کے سلسلے میں اختلاف رائے ہے، جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے، جناب والا سے درخواست ہے کہ از روئے شرع اس مسئلہ میں صحیح رہبری فرمائیں۔

یہاں پر بوقت تیاری فصل جس کو ”کھلے“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس وقت کھلا کیا جاتا ہے اس وقت مشرکین بکرا ذبح کرتے ہیں، جس کی عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی، اور اس کو پکا کر کھیت میں کھانا کھلاتے ہیں۔ مشرکین کا یہ عقیدہ ہے کہ جس زمین سے فصل حاصل کی گئی ہے، اس زمین میں بکرا ذبح کرنا اور کھانا ضروری

"تهادوا فإن الهدية تضعف الحب وتذهب بغوائل الصدور" (مرقاة المفاتيح: ۸/ ۲۲۳، ط: رشیدیہ)

"فأما الدعوة في حق الفاعل، فليست لها فضيلة تختص بها، لعدم ورود الشرع بها، ولكن هي بمنزلة الدعوة لغير سبب حادث، فإذا قصد فاعلها شكر نعمة الله عليه وإطعام إخوانه وبذل طعامه، فله أجر ذلك إن شاء الله تعالى" (المغني لابن قدامة، كتاب الوليمة، مسألة: حكم الدعوة إلى الختان والإجابة إليها: ۸/ ۱۱۸، دار الفكر بيروت)

شائع ہو۔ایک مسلم کو عقیدہ صحیح ہونے کے باوجود شرک سے بچ کر بھی ان کا طرز اختیار نہیں کرنا چاہیے(۱)۔ میت میں کھانا پکنے اور کھلانے پر ہی اصرار کیوں ہے، آپ مکان پر پکوا کر بھی کھلا سکتے ہیں۔ شادی وغیرہ کی تقریبات میں مکان پر ہی پکواتے اور کھلاتے ہیں، اس لئے میت پر نہ پکوائیں نہ کھلائیں۔ دوسرے اہل مدارس کے فتوے میں صدقے کے کچھ طریق لکھ دیے گئے ہیں ان کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اس طرح لوگوں کے سوئے ظن اور اعتراضات سے بھی امن ہوجائے گا اور مقصود بھی حاصل ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۵ھ۔

۲...اس طریقہ کو اختیار کرنا مشرکین کے اتباع میں ہے اگرچہ جزئی فرق کرلیا جائے۔ جس چیز کو شریعت نے لازم قرار نہیں دیا، اس کو لازم سمجھنا یا لازم کی طرح اس پر عمل کرنا شرعاً درست نہیں، اس سے پرہیز لازم ہے(۲)۔ صدقہ کرنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ غریبوں، بیواؤں، یتیموں کی ضروریات پوری کردی

= الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء". (جامع الترمذي، أبواب الزكوة، باب فضل الصدقة: ۱/۱۴۲، سعید)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الزكوة، باب فضل الصدقة، ص: ۱۳۳، قدیمی)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الزكوة، باب فضل الصدقة، ص: ۱۶۷، قدیمی)

(۱) "عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقوم في الجنازة حتى توضع في اللحد، فمرّ به حبر من اليهود، فقال: هكذا نفعل، فجلس النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وقال: "اجلسوا، خالفوهم". (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب القيام للجنازة: ۲/۹۴، إمدادیه)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "خالفوا المشركين، أوفروا اللحى، وأحفوا الشوارب". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قدیمی)

(ومرقاة المفاتيح: ۸/۲۱۰، رشیدیه)

(۲) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي لاهور)

جائیں، کھانے کپڑے وغیرہ جس چیز کی ان کو ضرورت ہو وہ ان کو دی جائے، بچوں کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

ضعیفوں، اپاہجوں کے لئے مستقل وظیفہ مقرر کردیا جائے، صدقہ جاریہ ہو تو اور بہتر ہے، مثلاً: جہاں پانی کی ضرورت ہو وہاں کنواں بنوا دیا جائے، یا نل لگوا دیا جائے، مسجد میں طلبوں کا انتظام کردیا جائے، دینی مدارس میں قرآن کریم، دینی کتب خرید کر وقف کردیں، یہ صورتیں مشابہت سے بھی پاک صاف ہیں اور التزام بالایلزم بھی ان میں نہیں اور اجر وثواب کی بھی مستوجب ہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ١٠/١٢/٩٥ھ۔

بھینس کے بچہ دینے اور ختنہ کی دعوت مدرس کے لئے

سوال[٨٩٦٠]: زید ایک سو روپے کی تنخواہ پر ایک مدرسہ میں مدرس ہے اور زید کے گھریلو حالات بھی تقریباً بہت اچھے ہیں، اب جس گاؤں میں زید پڑھاتا ہے اس گاؤں میں یہ دستور ہے کہ اگر کسی کی بھینس نے بچہ جنا، یا کسی نے اپنے لڑکے کا ختنہ کیا، پھر اس کے اچھے ہونے کے بعد مٹھائی کی دعوت کرتا ہے۔ تو زید کو اس دعوت کو کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دعوت اظہار مسرت اور شکرانے کے طور پر ہے، امام ومؤذن، امیر وغریب سب کے لئے اس کا

= "ویمکن أن تحمل الكراهة على الإطلاق حسماً للمادة؛ لأن الشيء إذا شرع لكونه مظنة لمد بمستمر فيصير سنة". (فتح الباري، كتاب مواقيت الصلوة، باب ما يكره في السمر بعد العشاء: ٢/ ٩٣، قديمي)

(و مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد: ٣/ ٣١، رشيدية)

(١) قال العلامة الآلوسي رحمه الله: ﴿وفي سبيل الله﴾ قيل: المراد طلبة العلم .... وفسره في البدائع بجميع القرب، فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله تعالى وسُبُل الخيرات. قال في البحر: ولا يخفى أن قيد الفقر لابد منه على الوجوه كلها، فحينئذٍ لا تظهر في الزكوة، وإنما تظهر في الوصايا والأوقاف". (روح المعاني، (سورة التوبة: ٦٠): ١٠/ ١٢٣، دار إحياء التراث العربي بيروت)

نئے مکان میں وعظ اور شیرینی تقسیم کرنا

سوال [۸۱۶۱]: نیا مکان بنوا کر اس میں وعظ کہنا اور شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر برکت کے لئے شکریہ کے طور پر بغیر کسی غیر ثابت التزام کے کیا کرے تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

نئے مکان کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کرنا

سوال [۸۱۶۲]: نیا مکان تعمیر کرنے کے بعد دعائے خیر و شیرینی وغیرہ برکت کی نیت سے تقسیم کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "أن عتبان بن مالك رضي الله تعالى عنه ..... قال ..... وددت يا رسول الله أنك تأتيني فتصلي في بيتي فأتخذه مصلى، قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "سأفعل إن شاء الله". قال ... وحبسناه على خزيرة صنعناها له". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب المساجد في البيوت: ۱/ ۶۰، قديمي)

"كل مباح يؤدي إلى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه، فهو مكروه". (تنقيح الفتاوى الحامدية، مسائل وفوائد شتى من الحظر والإباحة، مطلب كل مباح يؤدي إلى زعم الجهال الخ: ۲/ ۳۷۴، المكتبة الميمنية مصر)

"أو لوحظت فيه خصوصيات غير مشروعة، أو التزم كالتزام السنن، فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير مخصص مكروهاً، كما صرح به علي القاري في شرح مشكوة المصابيح، والحصكفي في الدر المختار، الخ". (سباحة الفكر، الباب في حكم الجهر بالذكر الخ، البحث الثاني والأربعون، ص: ۳۲، مجموعة رسائل اللكنوي: ۳/ ۴۰، إدارة القرآن كراچي)

الیوم واللیلۃ، ص: ۱۳۶ (۱)۔

کھانے کے لیے بلانے والے کے جواب میں عدمِ اکل کی صورت میں "بارک اللہ فیک ولکم" کہنا اسی حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

دوستی میں کھلائے ہوئے کا مطالبہ

سوال[۹۱۲۷]: دو شخص نے آپس میں دوستی کی، ایک مدت تک ہر ایک نے دوسرے کو دوستانہ میں کھلایا پلایا اور نقدی بھی دیتے رہے۔ پھر دونوں بعداوت میں پھوٹ پڑ گئی۔ ایک نے کہا کہ میرا کھلایا پلایا ہوا اور نقدی واپس کردو۔ دوسرے نے کہا کہ حساب کرے، اگرچہ یہ برا ہے لیکن میں تیار ہوں، چنانچہ حساب ہوا۔ دوسرے نے کہا کہ میرا بھی حساب کرو، دونوں کا حساب ہوا، ایک کے ذمہ زائد رقم پائی گئی۔ تو اس قسم کے دوستانہ میں خرچہ کا حساب قرض میں شمار ہوگا، اگر نہ دیا تو کل قیامت میں مؤاخذہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھلانے پلانے اور نقد دینے کے وقت نہ زبان سے اس کو قرض قرار دیا، نہ ذہنوں میں تھا کہ یہ قرض ہے، بلکہ دوستانہ تعلقات میں یہ سب کچھ ہوا، تو اس کو قرض نہیں کہا جائے گا (۲)، اور اس کا مطالبہ درست نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۰/۹۶ھ۔

(۱) (عمل الیوم واللیلۃ لابن السني، باب ما یقول إذا حضر الطعام وهو صائم، (رقم الحدیث: ۴۸۹)، ص: ۲۳۸، مکتبۃ الشیخ کراتشی)

(۲) "هو لغةً: ما تعطیه لتتقاضاه، وشرعاً: ما تعطیه من مثلي لتتقاضاه، وهو أخصر من قوله: عقد مخصوص، أي بلفظ القرض ونحوه یرد علی دفع مال مثلي لآخر لیرد مثله". (الدر المختار). قال ابن عابدین رحمه الله تعالی: "(قوله: عقد مخصوص) الظاهر أن المراد عقد بلفظ مخصوص، لأن العقد لفظ، ولذا قال: أي بلفظ القرض ونحوه أي كالدین، وكقوله: أعطني درهماً لأرد علیك مثله". (رد المحتار، کتاب البیوع، فصل في القرض: ۵/۱۶۱، سعید)

(وکذا في القاموس الفقهي، حرف القاف، ص: ۳۰۰، إدارة القرآن کراتشي)

الفصل الثانی فی الضیافة

(مہمان نوازی کا بیان)

مہمان کا اکرام

سوال [۸۶۷۵]: شریعت میں مہمان کی کیا تعریف ہے؟ اگر فاسق وفاجر مہمان ہو تو اس کی تعظیم وتکریم کرنے کا حکم ہے؟ پھر فاسق وفاجر سے ترک سلام وکلام کے کیا معنی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے مہمان میں جب دو حیثیت ہوں: ایک مہمان ہونے کی، دوسرے فاسق ہونے کی، تو پہلی حیثیت سے حق مہمانی ادا کیا جائے اور اکرام کیا جائے (۱) دوسری حیثیت کو اس اکرام میں ملحوظ نہ رکھا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فليكرم ضيفه".

"وعن أبي شريح الكعبي رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فليكرم ضيفه، جائزته يوم وليلة". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۶۸، باب الضيافة، الفصل الأول، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ضافه ضيف وهو كافر، فأمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بشاة، فحلبت، فشرب حلابها". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۶۴، كتاب الأطعمة، الفصل الأول، قديمي)

مہمان کا دسترخوان سے کسی کو کچھ دینا

سوال[۸۷۷۶]: مہمان کسی دوسرے کو کھانے کے لئے بلا سکتا ہے یا نہیں، اسی طرح کتے بلی وغیرہ کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میزبان کی اجازت ہو تو درست ہے، ورنہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

مہمان کا کسی دوسرے کی تواضع کرنا

سوال[۸۷۷۷]: مہمان کو اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو کھانے پر بلائے، یا اختیار صرف میزبان کو ہے۔ یہ مسئلہ کس کتاب میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذکورہ مسئلہ درمختار میں ہے:

"دعا قوماً إلى طعام و فرّقهم على أخونة، ليس لأهل خوان تناول أهل خوان آخر، ولا إعطاء سائل و خادم وهرة بغير إذن رب المنزل، ولا لكلب رب المنزل، إلا أن يناول الخبز

---

(۱) "إذا كان الرجل على مائدة فناول غيره من طعام المائدة، إن علم أن صاحبه لا يرضى به، لا يحل له ذلك، وإن علم أنه يرضى، فلا بأس به. وإن اشتبه عليه لا يناول، ولا يعطي سائلاً، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۳/۵، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

"الضيف إذا ناول من المائدة هرة لصاحب الدار أو لغيره شيئاً من الخبز أو قليلاً من اللحم، يجوز استحساناً؛ لأنه إذن عادة. ولو كان عندهم كلب لصاحب الدار أو لغيره، لا يسعه أن يناوله شيئاً من اللحم أو الخبز إلا بإذن صاحب البيت؛ لأنه لا إذن فيه عادة. ولو ناول العظام أو الخبز المحترق، وسعه، كذا في الظهيرية". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۳/۵، المصدر السابق)

"والصحيح في هذا أنه ينظر إلى العرف والعادة دون الوجود، كذا في الينابيع". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۳/۵، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں اس چیز کے مانگنے کا عرف ہو وہاں مانگنے میں مضائقہ نہیں۔ اور بے تکلفی میں مانگنے میں بھی حرج نہیں(۱)۔ صبر کرنا اولیٰ مقدم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

نامحرم عورتوں کی ضیافت

سوال [۹۱۷۶]: ایک متقی پرہیزگار کے یہاں کچھ عورتوں نے، جن کا پیشہ کمپنیوں میں ناچنا گانا ہے، موصوف کی دعوت کرنے کی خواہش ظاہر کی، موصوف نے جانے کی اجازت بذریعہ اصرار بچوں کے بلاوے۔ موصوف نے اپنے متعلقین مستورات کو ہدایت کردی کہ ان عورتوں کی خاطر تواضع ناشتہ چائے وغیرہ سے کریں، اس موقع سے کوئی بھی غیر محرم یا موصوف ان کی خاطر تواضع میں شامل نہیں تھے۔ اس موقع سے ان عورتوں کو صاف جرم وتقصیر پر خود ظاہر ہوئی، ان عورتوں نے کہا کہ کیا کریں، پیٹ کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ہم لوگ اپنی بچیوں اور بچے کی شادیاں اس پیشہ کی وجہ سے جو کسی شریف کے گھر نہیں ہوسکتیں۔ کیا ان عورتوں کا موصوف کے یہاں جانا موصوف کے لئے جرم یا گناہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان متقی صاحب نے ان عورتوں کو اپنے مکان پر بلایا نہیں، بلکہ وہ خود گئی ہیں اور ان کی تواضع اس طرح کی گئی کہ وہ خود ان کے ساتھ شریک نہیں ہوئے اور کوئی نامحرم شریک نہیں ہوا۔ اس طرز سے ایسا اثر ہوا کہ ان کو اپنے جرم کا احساس ہوا، کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے، اصلاح فرمادے۔ گو اہل دنیا کی نظر میں یہ چیز موجب اعتراض ہوسکتی ہیں، لیکن ان صاحب کے لئے اس میں کیا گناہ ہے، جبکہ اصلاح کے لئے یہ طرز اختیار کیا گیا ہو(۲)، مگر ایسی عورتوں کے مفاسد سے تحفظ بھی لازم ہے۔

---

(۱) "ولا ينبغي للضيف أن يقترح على رب البيت إلا الملح والماء، ولا يعيب طعامه، بل ما وجد أكل وحمد، وهو الأدب". (بستان العارفين، الباب الخامس والخمسون في آداب الضيافة، ص: ۳۶، رشيدية)

(۲) چونکہ انہیں نہ تو دعوت دی گئی ہے اور نہ انہیں بلایا گیا ہے بلکہ وہ خود آئی ہیں، اس لئے وہ مہمان ہیں اور مہمان خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس کا اکرام ضروری ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں منافقین ومشرکین بھی آتے تھے اور اخلاق کا مشاہدہ کرکے بہت متأثر ہوتے تھے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۹۳ھ۔

کسی معزز مہمان کے لئے جانور ذبح کرنا

سوال[۸۹۸۰]: اگر کسی مہمان کے قدوم پر کوئی جانور ذبح کیا جاوے تو وہ ﴿ما اہل لغیر اللہ﴾ میں داخل ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب وصفحہ وتمام مطبع تحریر فرمائیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مقصود کھلانا ہو تو درست ہے اور اگر اعزاز وتعظیم مقصود ہو تو درست نہیں ہے:

- "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۶۸، كتاب الأطعمة، باب الضيافة، الفصل الأول، قديمي)

(۱) "قال الفقيه رحمه الله: لا بأس للمسلم أن يكون بينه وبين أهل الذمي معاملة إذا كان مما لا بد منه، ولا بأس بأن يعوده وهو مريض ويلقنه كلمة التوحيد، وقد عاد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يهودياً وعرض عليه الإسلام، فأسلم، ومات، فلما خرج، قال: "الحمد لله الذي أعتق بي نسمة من النار". وروى عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أنه دخل على نصراني وهو في النزع، فقال له: "كتب إلي الله تعالى" فلم يحمل لسانه فأومأ بعينه فتبسم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقيل: يا رسول الله لم تبسمت؟ فقال: "لما أومأ بعينيه، قال الله تعالى: يا ملائكتي اشهدوا كما أني غفرت له لما أومأ إلي ولا أضيع إيمانه". ولا بأس للمسلم إذا كانت له قرابة من أهل الذمة أن يهدي إليهم ويكرمهم وقد أهدى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إلى حالة حارية وهو كافر بمكة". (بستان العارفين، الباب الحادي والأربعون بعد المائة في المعاملة مع أهل الكفر، ص: ۱۱۰، رشيديه)

"ذبح لقدوم الأمير أو غيره من العظماء، لا يحل؛ لأنه ذبح تعظيماً له، لا لله تعالى، حتى لو ذكر اسم الله، وإذا ذبح للضيف، حرمه الله تعالى" اهـ. "مجمع الأنهر: ۲/۵۰۹" (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۶۰ھ۔

(۱) (مجمع الأنهر، كتاب الذبائح: ۲/۵۰۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثالث في الهدايا

(ہدیے کا بیان)

کسی کام کے سلسلہ میں بغیر مانگے اور بغیر مطالبہ ملی ہوئی رقم ہدیہ ہے یا رشوت؟

سوال[۸۲۸۱]: میں کھیت اور مکان کی رجسٹری کرتا ہوں، اس سلسلہ میں جو لوگ رجسٹری کرنے کے بعد احقر کو اپنی مرضی سے کچھ رقم دیتے ہیں اور میں لوگوں پر زبردستی نہیں کرتا، تو کیا اس رقم کو لینے میں کوئی گناہ ہے؟ اور یہ رقم رشوت ہوئی یا نہیں؟ اور اس رقم کو کسی اچھے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط۔

جاوید اقبال، دیوبندی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر آپ کے ان سے تعلقات ہیں اور ہدیہ لینے دینے کا پہلے سے معمول ہے، نیز اس کے لینے سے ان کی کوئی غلط رعایت نہیں کرتے تو آپ کو اس کا لینا درست ہے، ورنہ اس کے لینے سے پرہیز کریں۔ اگرچہ ان کا کام آپ صحیح کریں، اس میں کوئی غلط رعایت نہ ہو، لیکن ایسی صورت میں بھی رقم لینے سے آئندہ اثر پڑے گا کہ آپ سے غلط کام بن جائے گا، خواہ غلطی کسی نوع کی ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۱۳ھ۔

---

(۱) "منها أن لا يقبل الهدية من أحدهما إلا إذا كان لا يلحقه به تهمة، وجملة الكلام فيه أن المهدي لا يخلو: إما أن يكون رجلاً كان يهدى إليه قبل تقليد القضاء، وإما إن كان لا يهدى إليه، فإن كان لا يهدى إليه، فإما إن كان قريباً له أو أجنبياً، فإن كان قريباً له، ينظر: إن كان له خصومة في الحال، فإنه لا يقبل؛ لأنه يلحقه التهمة. وإن كان لا خصومة له في الحال، يقبل؛ لأنه لا تهمة فيه. وإن كان أجنبياً لا يقبل، سواء كان له خصومة في الحال أو لا؛ لأنه إن كان له خصومة في الحال، كان بمعنى الرشوة، وإن لم يكن فربما يكون له خصومة في الحال يأتي بعد ذلك، فلا يقبل، ولو قبل يكون لبيت المال. هذا إذا كان =

الیکشن میں کھڑے ہونے والے کے ہدیہ کا حکم

سوال[۸۲۸۴]: ایک صاحب اہل ہنود میں سے ہیں، وہ اس علاقہ میں الیکشن کے لئے کھڑے ہورہے ہیں، اس علاقہ سے کوئی مسلمان کھڑا نہیں ہورہا ہے، انہوں نے تبلیغی جماعت کو میٹھا دودھ پیش کیا۔ انہوں نے ان کا دل رکھنے کے لئے قبول کرلیا۔ تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح دعوت قبول کرنے میں مضائقہ نہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۹۷ھ۔

= الرجل لایهدی إلیه قبل تقلید القضاء. فأما إذا كان یهدی إلیه، فإن كان له فی الحال خصومة، لایقبل؛ لأنه یتهم فیه. وإن كان لاخصومة له فی الحال، ینظر: إن كان أهدی مثل ماكان یهدی أو أقل، یقبل؛ لأنه لاتهمة فیه. وإن كان أكثر من ذلك یرد الزیادة علیه. وإن قبل، كان لبیت المال. وإن لم یقبل الحال حتی انقضت الخصومة ثم أهداه، لابأس به". (بدائع الصنائع، كتاب آداب القاضی، فصل فی آداب القضاء: ۹/۱۰۹، ۱۱۰، دارالكتب العلمیة بیروت)

"ولابأس بقبول هدیة المستقرض؛ لأنها غیر مشروطة فی القرض، فمن جرت عادته بالمهاداة قبل القرض، فالأفضل القبول؛ لأن قبولها من حقوق المسلم علی المسلم. وكذا إذا كان المهدی معروفاً بالجود والسخاوة، أو كانت بینهما مودة". (الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمكیریة، الرابع فی الهبة والمیراث: ۶/۳۴۶، رشیدیه)

(۱) "وأما الهدیة للمشركین وأهل الكتاب، وقبول هدایاهم، فكل ذلك جائز إذا كانوا ذمة لنا. وكذلك إذا كانوا أهل حرب وطمع فی إسلامهم، فهو مندوب إلی أن یؤلفهم، فیقبل الهدیة ویهدی إلیهم. وإذا لم یطمع فی إسلامهم، فله أن یظهر معنی الغلظة والشدة علیهم برد الهدیة". (إعلاء السنن، كتاب الهبة: ۱۶/۱۳۴، إدارة القرآن كراچی)

"وجمع غیره بأن الامتناع فی حق من یرید بهدیته التودد والموالاة، والقبول فی حق من یرجی بذلك تأنیسه وتألیفه علی الإسلام". (فتح الباری، كتاب الهبة وفضلها: ۵/۲۸۸، قدیمی)

ہدیہ میں یہ شرط لگانا کہ "کسی کو نہیں دیں گے"

سوال [۸۹۸۳]: اگر کوئی شخص ہدیہ دے اور یہ پابندی لگادے کہ دوسرے کو دینے کی اجازت نہیں ہے تو کیا اس طرح ہدیہ لینا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہدیہ لینا تو درست ہے (۱) مگر پابندی کا اقرار نہ کرے، بلکہ تسلیم کرنے سے انکار کردے تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کوٹ کے کپڑے کا ہدیہ

سوال [۸۹۸۴]: میرے محترم عزیز کوٹ، پتلون وغیرہ استعمال کرتے ہیں، اگر میں ان کے لئے پتلون کا کپڑا یا پٹی (جس سے کمر کسی جاتی ہے) لے جاؤں تو مجھے ثواب ملے گا ہدیہ کا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کوٹ پتلون بنانے کی نیت سے کپڑا نہ لے جائیے، بلکہ ایسا لباس بنانے کے لئے لے جائیے

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "تهادوا، فإن الهدية تذهب الضغائن". رواه الترمذي".

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "تهادوا، فإن الهدية تذهب وحر الصدر". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الرجوع في الهبة، الفصل الثاني، ص: ۲۶۱، قديمي)

"عن أبي هريرة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لو دعيت إلى كراع لأجبت، ولو أهدي إلى ذراع لقبلت". رواه البخاري". (إعلاء السنن، كتاب الهبة: ۱۶/۹۹، إدارة القرآن كراچي)

(۲) کیونکہ ھدیہ دیتے ہوئے مال کو ھدیہ کرنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، البتہ اگر استعمال کی شرط کے ساتھ دیا ہے تو پھر آگے ہدیہ دینا درست نہیں۔ (عمدة القاري: ۱۳/۲۲، بحواله شمائل كبرى: ۴/۱۱۲، مرعيلقس ور)

جس کا استعمال بلاتکلف درست ہے(۱)۔ یعنی گرہ باندھنا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود غفرلہ۔

مریدوں سے ہدیہ لینا

سوال[۸۶۸۵]: مرید سے روپیہ پیسہ وغیرہ لینا پیر کے واسطے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرید بطیب خاطر دیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر جبراً لیتے ہیں تو ناجائز ہے: "إذ لا یجوز لأحد من

---

(۱) قال علیه الصلاة: "إنما الأعمال بالنیات". (صحیح البخاري، باب بدء الوحي: ۲/۱، قدیمي)

"الأمور بمقاصدها" (شرح المجلة: ۱۷/۱، (رقم المادة: ۲)، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(۲) یعنی اگر یہ حدیث سے ثابت ہے.

"عن وهب بن کیسان قال: کان أهل الشام یعیرون ابن الزبیر، یقولون: یا ابن ذات النطاقین، وقالت له أسماء: یا بني! إنهم یعیرونک بالنطاقین، هل تدري ما کان النطاقان؟ إنما کان نطاقي شققته نصفین، فأوکیت قربة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بأحدهما، وجعلت في سفرته آخر". الحدیث. (صحیح البخاري، کتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والأکل علی الخوان والسفرة: ۸۱۱/۲، قدیمي)

قال العیني رحمه الله في شرحه: "النطاق ما تشد به المرأة وسطها، ترفع به ثیابها وترسل علیه إزارها. وقال ابن الفارس: هو إزار فیه تکة تلبسه النساء. وقال ابن الأثیر في تفسیر المنطق فقال: المنطق النطاق، وجمعه مناطق، وهو أن تلبس المرأة ثوبها، ثم تشد وسطها بشيء، وترفع وسط ثوبها، وترسله علی الأسفل عند معاناة الأشغال في ذیلها" (عمدة القاري، کتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والأکل علی الخوان والسفرة: ۵۵/۲۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

"ولا بأس بأن یربط الخیط في إصبعه أو خاتمه لیذکر الحاجة، ویسمی هذا الخیط الرتم". (خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهیة: ۳۷۱/۴)

"(ولا الرتیمة) هي خیط یربط بإصبع أو خاتم لتذکر الشيء، والحاصل أن کل ما فعل تجبراً، کره وما فعل لحاجة، لا عبثاً". (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعید)

المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي". عالمگیری: ۲/۷۷۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۲/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/صفر/۵۵ھ۔

بہن کے گھر جا کر روپیہ دینا

سوال [۸۶۸۶]: ۱ ....عام رواج ہے کہ جب بہن وغیرہ کے یہاں جاتے ہیں تو بہن کو روپے وغیرہ دیتے ہیں، تو یہ روپیہ دینا کیسا ہے؟

سسرال کے گھر کا روپیہ

سوال [۸۶۸۷]: ۲ ....جب لڑکا سسرال جاتا ہے تو لڑکے کو اس کی ساس اور سالی وغیرہ روپیہ دیتی ہے، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ .... بہن یا دیگر اقرباء کو دینا صلہ رحمی ہے جو کہ موجب اجر وثواب ہے (۲)، لیکن دکھاوا ہرگز

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، باب التعزير: ۲/۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال: ۴/۶۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في التعزير: ۵/۲۸، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعه الله". (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، ص: ۴۱۹، قديمي)

"أي مستمسكة بعرش الرحمن معلقة بذيله، مستجيرة من القطيعة، مخبرة عن حكم الصلة

"من وصلني وصله الله": أي بحسن رعايته وبجميل حمايته". (مرقاة المفاتيح، (رقم الحديث: ۴۹۲۱): ۸/۶۵۸، رشيديه)

"وعن سلمان بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الصدقة على المسكين صدقة، وهي على ذي الرحم ثنتان: صدقة وصلة". (مشكوة المصابيح، كتاب الزكوة، باب أفضل الصدقة، ص: ۱۷۱، قديمي)

مقصود نہ ہو(۱)، نہ ان پر احسان جتلایا جائے(۲)، نہ کسی رسم کی پابندی ہو، نہ وہ بات ہو جو غیر مسلموں میں ہوتی ہے کہ وہ بہن کو میراث نہیں دیتے، اس کے عوض مختلف اوقات میں تقریبات میں دیا کرتے ہیں(۳)۔

۲...اس کا حال بھی نمبر: ۱ کی طرح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۸۸ھ۔

بچوں کا ہدیہ

سوال [۸۹۸۸]: درمختار کتاب الماذون جلد خامس میں یہ عبارت لکھی ہے:

"تصرف الصبي والمعتوه إن كان نافعاً كالإسلام والاتهاب، صح، وإن ضاراً كالطلاق والعتاق والصدقة والقرض، لا" (۵/۱۲۳)، خط کشیدہ عبارت سے اور شامی میں: "وكذا الهبة والصدقة وعلى هما" قهستاني: (۵/۱۳۲)(۱)۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تبطلوا صدقاتكم بالمن والأذى كالذي ينفق ماله رئاء الناس﴾ (سورة البقرة: ۲۶۴)

"﴿لا تبطلوا﴾ أي لا تبطلوها مشبهين الذي ينفق: أي الذي يبطل إنفاقه بالرياء......

﴿رئاء﴾ إما علي أنه علة لينفق، أي لأجل رؤيتهم، أو على أنه حال من فاعله: أي ينفق ماله مرائياً". (روح المعاني: ۳/۴۳، ۳۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا يدخل الجنة منان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، ص: ۴۲۳، قديمي)

"قيل: هو من المنة: أي من يمن على الناس بما يعطيهم، فذلك مذموم، قال تعالىٰ: ﴿لا تبطلوا صدقاتكم بالمن والأذى﴾". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، (رقم الحديث: ۴۹۳۳): ۸/۶۷۲، رشيدية)

(۳) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس: ۲/۳۷۵، قديمي)

(۴) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب المأذون: ۶/۱۷۳، سعيد)

ہبہ کے متعلق بھی سمجھ میں آتا ہے کہ ہدیہ بھی کا ناجائز ہونا چاہیے، لیکن اکمال الشیم کے مقدمہ میں حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری نے حضرت گنگوہی کا ایک خط نقل کیا ہے، اس میں ہدایا اطفال کو جائز لکھا ہے(۱)۔

ہدیہ کا ہبہ اور صدقہ وغیرہ سے مختلف ہونا اور دونوں کے درمیان فرق سمجھ میں نہیں آیا کہ ہبہ وغیرہ ضرور مختص ہو جائیں اور ہدیہ ضرر نہ ہو، اصل کی ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مسئلہ تو وہی جو درمختار اور شامی میں ہے، مقدمہ اکمال الشیم میں جو کچھ مذکور ہے، اس کا مصداق یہ ہے کہ اولیاء اپنے چھوٹے بچوں کو عادی بنانے کے لئے ان کی معرفت اور ان کے ہاتھ سے اور یہ بتا کر کہ چیز بچوں کی ہی ہے، اس کو بچے اپنی طرف سے اپنے استاذ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کردیں بصورۃً تو مہدی بچہ ہے، حقیقۃً اس کا ولی مہدی ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

بچوں کا ہدیہ استاذ کو دینا

سوال[۸۲۸۹]: ۱...... انفاس عیسیٰ ص: ۳۷۸، میں ایک مسئلہ نظر پڑا، عبارت تو سامنے نہیں کہ

---

(۱) "اکمال الشیم کے مقدمہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے حالات تذکرۃ الخلیل سے نقل کئے ہیں اور وہاں حضرت گنگوہی کے اس خط کو بھی نقل کیا ہے جو تذکرۃ الخلیل میں "سفر حج و زیارت بلدۃ الرسول" کے عنوان کے تحت مذکور ہے"۔ (اکمال الشیم، مقدمۃ، حضرت سہارنپوری قدس سرہ کا سفر حج، ص: ۳۳، ادارہ اسلامیات)

(وتذکرۃ الخلیل، سفر حج و زیارت بلدۃ الرسول، ص: ۱۲۰، مکتبۃ الشیخ بہادر آباد کراچی)

(۲) "قال الإمام أبو منصور: یجب علی المؤمن أن یعلم ولدہ الجود والإحسان کما یجب علیہ أن یعلمہ التوحید والإیمان". (الدرالمختار، کتاب الهبة: ۵/۶۸۷، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الهبة: ۲/۳۵۳، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"بچوں کے ہاتھ سے خرچ کرادیا کرے، لیکن بچوں کو باحت کے طور پر دے، ان کی ملک نہ بنائے ورنہ ناجائز ہوگا، کیونکہ بچہ اپنے مال کا مالک نہیں ہوتا"۔ بحوالہ تذکرۃ الخلیل ص: ۲۲۰، پر مکتوب حضرت گنگوہی میں یہ مسئلہ درج ہے: "ہدیۂ اطفال اور ہدیۂ ورثۂ عقار کا لینا جائز ہے"(۱)۔

میرے ناقص علم میں دونوں مسئلوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے کہ جب بچہ کی ملک بنادی گئی تو اپنے مال سے ہدیہ کسی کو دے تو کس صورت سے جائز ہو سکتا ہے کہ ہدیہ اور ہبہ وغیرہ میں فرق ہو۔ حضرت تھانوی نے ہدیۂ صبی ناجائز لکھا ہے(۲)۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہدیۂ اطفال جائز لکھا ہے۔

۲... ہمارے مکاتب میں بچے بعض اوقات پیسہ لاتے ہیں کہ ان کی شیرینی خرید کر بچوں میں تقسیم کردو، بسا اوقات والدین بچوں کی ملک بنادیتے ہیں اور بچے اپنی خوشی سے لاکر دیتے ہیں کہ شیرینی تقسیم کردو۔ بعض اوقات والدین ہی کی نیت سے دیتے ہیں کہ مولوی صاحب کو دے دو شیرینی تقسیم کردیں۔

صورتِ اولیٰ میں کیا مسئلہ ہوگا؟ جب ان کی ملک ہوگئی تو معلم کو بھی شیرینی کھانے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... ہمارے اطراف میں یہ دستور ہے کہ ماں باپ بچوں کو کبھی نقد اور کبھی کوئی چیز دیتے ہیں کہ اپنے استاذ کی خدمت میں پیش کردینا۔ تو درحقیقت معطی، مہدی، واہب والدین ہوتے ہیں، بچے محض معرفت

(۱) "امر ثالث: یہ ہے کہ مناسب ہے کہ بچے کے ہاتھ سے بھی کبھی کچھ خرچ کرایا کرے، کبھی ان کے ہاتھ سے فقیر کو دلایا کرے، کبھی [illegible] میں الوادیا کرے، ان کا حوصلہ بڑھے اور مال کی حرص نہ پیدا ہو۔ دوسرے یہ کہ جب بچوں کے ہاتھ سے کسی امر کے لئے رقم دلوائی جائے خواہ خیر ہو یا صدقہ، تو اس وقت یہ رقم بچہ کو ہبہ نہ کرے، بلکہ اباحت کے طور پر دے ورنہ وہ اس کی ملک ہو جائے گی، پھر یہ بھی حرام ہوگا [illegible] سے ایسا ہو جانے کا قصہ ہے یہ معاملہ اس سے ہے کہ وہ رقم ابھی تک [illegible] بچہ کو اس کے عوض [illegible] دے دوں جس کی نیت عوض کی قید [illegible] نہ ہو [illegible] مستحق ہوگا، پیسے کا عوض نہ ہوگا"۔ (اصلاح [illegible]، باب چہارم، ارشادات، بچے کے ہاتھ سے خرچ کرانے [illegible]، ص: ۳۳۳، [illegible])

(تذکرۃ الخلیل، [illegible] جلد ۱، ص: [illegible]، مکتبۃ الشیخ بہادر آباد کراچی)

(۲) (بہشتی زیور، پانچواں حصہ، بچوں کو دینے کا بیان، ص: ۳۲، المکتبۃ المدینۃ)

دیتے ہیں تاکہ بچوں کو بھی اس کی عادت ہو(۱) اس کو حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ جیسا کہ تذکرۃ الخلیل میں ہے، اور حضرت تھانوی کی تحریر کے خلاف بھی نہیں ہے۔

۲...یہی حال اس شیرینی کا ہے جو بچے تقسیم کرنے کے لئے دیتے ہیں، یا نقد دیتے ہیں، کہ شیرینی منگا کر تقسیم کردو۔ آپ کے یہاں جو دل ہے آپ اس کو زیادہ جانتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۷/ ۱۴۰۹ھ۔

نابالغ بچوں کا ہدیہ قبول کرنا

سوال [۸۶۹۰]: نابالغ کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تذکرۃ الخلیل بیان سفر حج وزیارت بلدۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جائز لکھا ہے(۲)۔ اور بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ ماں کو اپنی نابالغ لڑکی سے تھوڑی دیر کے لئے مستعار دوپٹہ لے کر کہیں جانا جائز نہیں ہے(۳)۔ بہشتی زیور سے یہ معلوم ہوا کہ نابالغ کے مال میں سے کسی کو اپنی ذات کے لئے کوئی تصرف جائز نہیں، حتیٰ کہ والدین کو بھی(۴)۔ اور مولوی مسعود صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی یہی بتلایا کہ نابالغ سے ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں، مگر تذکرۃ الخلیل میں جائز لکھا ہے۔ اس لئے شبہ واقع ہوا کہ آیا مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہے، یا تذکرۃ الخلیل میں غلطی سے یہ مسئلہ لکھا گیا۔ آپ

---

(۱) "قال الإمام أبو منصور: يجب على المؤمن أن يعلم ولده الجود والإحسان كما يجب عليه أن يعلمه التوحيد والإيمان" (الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/ ۶۸۷، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الهبة: ۳/ ۳۵۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (تذكرة الخليل، سفر حج و زيارت بلدة الرسول، ص: ۲۴۰، مكتبة الشيخ بهادر آباد كراچی)

(۳) (بهشتی زیور، پانچواں حصہ، بچوں کو دینے کا بیان، ص: ۴۵، المكتبة المدنية)

(۴) "وهذا الهدى للصبي شيء، وعلم أنه ليس للوالدين الأكل منه بغير حاجة، كما في الملتقط" (الأشباه والنظائر).

قال الحموي رحمه الله تعالى: "أقول: فيه بحث؛ لأنه إن كان لحاجة يباح، وذلك على وجهين: بأن كان في المصر واحتاج لفقره، أو كان في المفازة، واحتاج لعدم الطعام معه وله مال، ففي الوجه الأول أكل بغير شيء، وفي الوجه الثاني أكل بالقيمة، كذا في جامع أحكام الصغار" (شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثالث، وهو فن الجمع والفرق: ۳/ ۲۹۰، إدارة القرآن كراچی)

کے نزدیک جو مفتیٰ بہ قول ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ اگر اپنے مال میں سے ہدیہ دے تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں، جواز کے لئے بلوغ شرط ہے(۱)۔ والدین اگر اپنا مال دے کر نابالغ سے کہیں کہ یہ ہدیہ فلاں شخص کو دے دو تو اس کا قبول کرنا درست ہے۔ کہ وہ درحقیقت نابالغ کا نہیں، بلکہ والدین کا ہے(۲)۔ اور بچوں کو ہدایا پیش کرنے کا عادی بنانے کے لئے والدین ایسا کرتے ہیں اور یہ چیز کبھی صراحۃً ہوتی ہے کبھی دلالۃً۔ تذکرۃ الخلیل ص: ۹۸، میں جو امام ربانی قدس سرہ کا خط نقل کیا ہے، اس میں جواز ہدیہ کا محمل یہی ہے۔ اطفال کے ساتھ ورثۂ طفلاں (اولیاء) کو بھی ذکر کیا ہے جس میں غالباً ماں کو بھی شبہ کی بھی گنجائش نہ تھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۰/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

کامیاب ہونے پر طلبہ سے انعام وصول کرنا

سوال[۸۲۹۱]: اکثر مدرسین جب بچے اسکول میں پاس ہو جاتے ہیں تو بچوں سے انعام وصول کرتے ہیں، اور کبھی پہلے ہی وصول کر لیتے ہیں، ان انعام کا لینا کسی صورت سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر طلبہ بطور خوشی کے شکرانہ کے انعام دیں تو لینا درست ہے، انعام ہوتا ہی وہ ہے جو خوش ہو کر دیا

---

(۱) "وشرائط صحتها في الواهب العقل والبلوغ". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۷، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الهبة: ۳/۳۵۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"تصرف الصبي والمعتوه إن كان نافعاً كالإسلام والاتهاب، صح. وإن كان ضاراً كالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وإن أذن به وليهما". (الدر المختار).

وكذا الهبة والصدقة وغيرها". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب المأذون: ۶/۱۷۳، سعيد)

(۲) "وفي خزانة الفتاوى: إذا دفع لابنه مالاً فتصرف فيه الابن يكون للأب، إلا إذا دلت دلالة التمليك، بيري". (رد المحتار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۹، سعيد)

دے۔ مدرس کا حق نہیں، زبردستی کرنا درست نہیں (۱)۔ اگر کوئی انعام نہ دے تو اس پر طعن وغیرہ کرنا اور آئندہ اس کو حقیر سمجھنا، ذلیل کرنا، اس کے ساتھ سختی کرنا ہرگز جائز نہیں۔

"لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه". الحدیث (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۸۸ھ۔

مخنث پڑوسی کے نل کا پانی اور ہدیہ

سوال [۸۱۹۲]: زید کے پڑوس میں ایک مخنث ہے جس کے گھر میں پانی کا نل لگا ہوا ہے، زید اس کے نل کا پانی استعمال کرتا ہے۔ آیا زید کے لئے پانی لینا جائز ہے یا نہیں؟ مخنث سود بھی لیتا ہے، گانے بجانے کا کام بھی کرتا ہے، مگر نل سود لینے سے پہلے لگایا تھا، البتہ گانے بجانے کا کام ابتداء سے کرتا ہے۔ مخنث زید کو بھی کبھی کوئی کھانے پینے کی چیز بھی دے دیتا ہے جو زید کو پڑوسی ہونے کی بناء پر لینی پڑتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے سود لینے اور مخنث ہونے کی وجہ سے نل کا پانی تو ناپاک ونا جائز نہیں (۳)۔ البتہ جو چیز وہ ناجائز طور پر لا کر دے اس کو نہ لیا جائے، بلکہ اس سے اس قسم کا تعلق نہ رکھا جائے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

---

(۱) "لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي". (الفتاوی العالمکیریة، باب التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیه)

(وكذا في رد المحتار، باب التعزیر، مطلب في التعزیر بأخذ المال: ۴/۶۱، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في التعزیر: ۵/۶۸، رشیدیه)

(۲) (مشكوة المصابیح، كتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قدیمي)

(۳) قال الله تعالی: ﴿وأنزلنا من السماء ماء طهورا﴾ (سورة الفرقان: ۴۸)

(۴) "أهدی إلی رجل شیئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن یعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ینبغي أن لا یقبل الهدیة ولا یأكل الطعام" (الفتاوی العالمکیریة، الباب الثاني عشر في الهدایا والضیافات: ۵/۳۴۲، رشیدیه)

جو شخص زکوۃ ادا نہیں کرتا اس کا ہدیہ قبول کرنا

سوال [۸۶۹۴]: جو لوگ اپنے حلال مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے یہاں دعوت کھانا اور وہ کچھ تحفہ وغیرہ دیں تو قبول کرنا شرعاً کیا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص زکوۃ ادا نہیں کرتا ہے حالانکہ اس کے ذمہ زکوۃ فرض ہے تو وہ سخت گنہگار ہے(۱)، زکوۃ اس کے ذمہ دین ہے(۲)، مگر اس کی وجہ سے اس کا اصل مال حرام نہیں ہوا، اس کا ہدیہ تحفہ، دعوت قبول کرنا درست ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= (وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، الرابع في الهدية: ٦/٣٦٠، رشيديه)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من آتاه الله مالاً فلم يؤد زكوته، مثّل له ماله يوم القيامة شجاعاً أقرع، له زبيبتان يطوّقه يوم القيامة، ثم يأخذ بلهزمتيه يعني شدقيه، ثم يقول: أنا مالك أنا كنزك، ثم تلا: ﴿ولا يحسبنّ الذين يبخلون﴾ الآية". رواه البخاري".

(مشكوة المصابيح، كتاب الزكوة، الفصل الأول: ١/١٥٥، قديمي)

(۲) "ومديون للعبد بقدر دينه، فيزكي الزائد إن بلغ نصاباً، الخ". (الدر المختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: ومديون للعبد) الأولى "مديون بدين يطالبه به العبد" يشمل دين الزكاة والخراج؛ لأنه لله تعالى مع أنه يمنع؛ لأن له مطالباً من جهة العباد، كما مر". (رد المحتار، كتاب الزكوة: ٢/٢٦٢، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الزكوة: ١/٢٨٥، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الزكوة: ٢/١٦٠، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) بشرطیکہ اس کا کل مال یا اکثر حصہ حلال کا ہو:

"أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه =

حرام کمائی والے کا ہدیہ

سوال[۸۷۰۴]: ما تقولون في أكل الطعام في بيت الذي لا يميز بين كسب الحلال والحرام؟ وأيّ أقوى من الفتوى والتقوى للعلماء الكرام الذين هم مقتدى القوم؟

المستفتی: فدوی محمد عبد الغنی عفی عنہ، ضلع چاٹگام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

قال في الفتاوى الهندية: "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية، ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه، كذا في الينابيع. لا يجيب دعوة الفاسق المعلن، ليعلم أنه غير راض بفسقه. وكذا دعوة من كان غالب ماله من حرام مالم يخبر أنه حلال، وبالعكس يجيب مالم يتبين عنده أنه حرام، كذا في التمرتاشي" اهـ(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، الہند۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، المبتلی بأمانة الإفتاء بالمدرسة العلية المشتهر بمظاهر علوم الواقعة ببلدة سهارنفور- يو بي، ۷/ جمادى الأولى/۶۷ھ۔

= حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال".

(الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/ ۳۴۲، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، الرابع في الهدية والميراث: ۶/ ۳۶۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى لقاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/ ۴۰۰، رشيديه)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/ ۳۴۲، ۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، الرابع في الهدايا والضيافات: ۶/ ۳۶۰، رشيديه)

سوال: "اس گھر سے کھانا کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے، جو حلال وحرام کمائی میں تمیز نہیں کرتا، اور فتویٰ اور تقویٰ میں سے ان علماء کرام کے لئے کیا قوی ہے جو قوم کے مقتداء ہیں؟ .... —

ہدیہ کی تفتیش حلال ہے یا حرام؟

سوال[۸۹۹۵]: اگر کوئی آدمی کچھ چیز ہدیہ کے طور پر دے تو اس سے یہ پوچھنا کہ یہ چیز حرام ہے یا حلال یعنی اس چیز کا دریافت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حرام وحلال میں شبہ ہو تو اس کے دفعیہ کے لئے دریافت کرنا درست ہے اور بلاوجہ دریافت کر کے اس کو اذیت ہونی نہیں چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ربیع الاول/۵۶ھ۔

جس ہدیہ پر حرام کا شبہ ہو، اس کا حکم

سوال[۸۹۹۶]: ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی، شادی کے موقع پر ہندہ کے خالو نے (چونکہ

= جواب: قدوری حاشیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کسی آدمی کو ہدیہ دیا اس کی میزبانی کی اگر اس کا اکثر مال حلال ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں مگر یہ کہ جانتا ہو کہ یہ شئ حرام سے ہے، اور اگر حرام غالب ہو تو ہدیہ قبول نہ کرے اور ضیافت کا کھانا نہ کھائے، مگر یہ کہ وہ اس کو خبر دے کہ یہ حلال کمائی سے ہے مجھ کو میراث میں ملا ہے یا میں نے اس کو قرض لیا ہے جیسا کہ ینابیع میں ہے۔ فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ اس کے فسق پر راضی نہیں۔ اسی طرح اس شخص کی دعوت قبول نہ کرے جس کا غالب مال حرام ہے جب تک یہ خبر نہ دے کہ یہ حلال ہے، اور اس کے عکس کی صورت میں قبول کرے مگر یہ کہ ظاہر ہو جائے کہ یہ حرام ہے۔ تمرتاشی میں اسی طرح ہے"۔

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم، فليأكل من طعامه ولا يسئل، ويشرب من شرابه ولا يسئل". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة: ۲/۲۷۹، قديمي)

قال القاري رحمه الله تعالىٰ: "فليأكل من طعامه ولا يسئل": أي من أين هذا الطعام، ليعبر أنه حلال أم حرام (ويشرب) بالجزم (من شرابه، ولا يسئل) فإنه قد يتأذى بالسؤال، وذلك إذا لم يعلم فسقه كما ينبئ عنه قوله: "على أخيه المسلم". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الوليمة: ۶/۲۷۹، رشيديه)

شراب کا کاروبار کرتے ہیں) ہندہ کو ایک جوڑا کپڑا اور بکر کو ایک گھڑی دی۔ کچھ عرصے کے بعد بکر کو معلوم ہوا کہ ہندہ کے خالو شراب کا کاروبار کرتے ہیں، کچھ عرصہ پہلے دوسرا جائز کام کرتے تھے۔ قیاس یہی ہے کہ انہوں نے کپڑا اور گھڑی حرام کمائی سے خرید کردی ہوگی، اس لئے بکر چاہتا ہے کہ گھڑی اور ہندہ چاہتی ہے کہ اپنے کپڑے کسی کو صدقہ کردے۔ ہندہ اور بکر اپنا سامان اپنے خالو کو بعض دشواریوں کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتے۔

فتاویٰ دارالعلوم جلد ہفتم و ہشتم ص: ۱۰۵-۱۰۸ بحث "إشباع الكلام في مصرف الصدقة من ضمان المحرم" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا حرام مال جس کا اس کے مالک تک پہونچانا دشوار ہو اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ صدقہ اپنے والدین، بھائی، بہن، بیوی، شوہر کو بھی دیا جا سکتا ہے۔

اب اس صورت میں دو چیزیں قابلِ دریافت ہیں:

۱... کیا بکر گھڑی کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کر سکتا ہے؟

۲... کیا بکر اپنی گھڑی یا اس کی قیمت اپنی بیوی کو جو صاحبِ نصاب نہیں ہے، یا والدین یا بھائی بہن کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ یہ بات یقینی نہیں کہ یہ سامان ہندہ کے خالو نے حرام مال سے حاصل کیا ہے تو اس کا صدقہ کرنا واجب نہیں (۱)، تاہم بکر بطور تقویٰ صدقہ کرنا چاہتا ہے تو بہتر ہے (۲) گھڑی ہی صدقہ کردے پھر اگر وہ شخص

---

(۱) "أن اليقين لا يزول بالشك". (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: ۱/۱۹۳، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۱۴۲، (رقم القاعدة: ۴۲۱)، الصدف پبلشرز)

(۲) "عن الحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما قال: حفظت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك".

"والمعنى: اترك ما تشك فيه من الأقوال والأعمال أنه منهي عنه أو لا، أو سنة أو بدعة، واعدل إلى ما لا تشك فيه منهما. والمقصود أن يبني المكلف أمره على اليقين البحت والتحقيق المصرف، ويكون على بصيرة في دينه". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، رقم الحديث: ۲۷۷۳، ۶/۲۳، رشيديه)

"دع ما يريبك" أي يوقع في الشك، والأمر للندب، لما أن توقي الشبهات مندوب لا واجب"

گھڑی کو فروخت کرنا چاہے تو کسی دوسرے کے ذریعے سے اگر خرید لے، اپنا دیا ہوا صدقہ خود خریدے(۱)۔ نیز یہ صدقہ اپنی بیوی اور والدین میں سے کسی کو نہ دے تو بہتر ہے۔ بھائی بہن حاجت مند ہوں تو ان کو دے دے۔ یہی حکم ہندہ کا ہے کہ وہ اپنے شوہر اور والدین کو نہ دے تو بہتر ہے، بھائی بہن حاجت مند ہوں تو ان کو دے دے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۹۰ھ۔

= على الأصح. (إلى ما لا يريبك) أي اترك ما تشك فيه من الشبهات واعدل إلى ما لا تشك فيه من الحلال البين، لما سبق أن "من اتقى الشبهات فقد استبرأ لعرضه ودينه" ... والمعنى أن من أشكل عليه شيء والتبس ولم يتبين أنه من أي القبيلين هو، فليتأمل فيه إن كان من أهل الاجتهاد، وليسأل المجتهدين إن كان من المقلدين، فإن وجد ما تسكن إليه نفسه ويطمئن به قلبه وينشرح صدره، فليأخذ به، وإلا فليدعه وليأخذ بما لا شبهة فيه، ولا ريبة، هذا طريق الورع والاحتياط ... أي اترك ما تشك في كونه حسناً أو قبيحاً أو حلالاً أو حراماً ... اهـ". (فيض القدير: ۳/۵۲۲، ۴۲۲۲، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) "وفي شرح حيل الخصاف لشمس الأئمة رحمه الله تعالى: أن الشيخ أبا القاسم الحكيم كان يأخذ جائزة السلطان، وكان يستقرض لجميع حوائجه، وما يأخذ من الجائزة يقضي بها ديونه، والحيلة في هذه المسائل أن يشتري نسيئة، ثم ينقد ثمنه من أي مال شاء. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: سألت أبا حنيفة رحمه الله عن الحيلة في مثل هذا، فأجابني بما ذكرنا، كذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۲، رشيديه)

(۲) "ولا إلى من بينهما ولاد ولو مملوكاً لفقير، أو بينهما زوجية ولو مبانة، وقالا: تدفع هي لزوجها". (الدر المختار). قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: ولا إلى من بينهما ولاد): أي بينه وبين المدفوع إليه؛ لأن منافع الأملاك بينهم متصلة، فلا يتحقق التمليك على الكمال. هداية. ... وكذا كل صدقة واجبة كالفطرة والنذر والكفارات، أما التطوع فيجوز بل هو أولى، كما في البدائع. ... وقيد بالولاد لجواز دفعه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء، بل هم أولى؛ لأنه صلة وصدقة. وفي الظهيرية: ويبدأ في الصدقات بالأقارب، ثم الموالي، ثم الجيران". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۴۶، سعيد)

غیر مسلم کا ہدیہ

سوال[۸۶۹۴]: غیر مسلم سود خور کا ہدیہ لینا مسلمان کے لئے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو سود مسلم کے لئے حرام ہے وہ غیر مسلم کے لئے بھی حرام ہے، البتہ اگر وہ سود سے ہدیہ دیتا ہے تو اس کا لینا جائز ہے(۱)۔ اگر حلال سے دیتا ہے تو کسی ضرورت اور مصلحت کے لئے لینا درست ہے(۲)، لیکن محبت یا اس کی اور ان کے دین کی عظمت کے لئے لینا ناجائز ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/صفر/ ۶۷ھ۔

ایضاً

سوال[۸۶۹۵]: ہندو اگر کوئی چیز ہدیے کے طور پر دے یا دعوت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الزكوة، باب المصرف: ۲/۴۲۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الزكوة: ۲/۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۴۲، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، الرابع في الهدية والميراث: ۶/۳۶۰، رشيديه)

(۲) (سياتي تخريجه تحت المسئلة الآتية)

(۳) "وفي الخلاصة: من أهدى بيضة إلى المجوس يوم النيروز، كفر، أي: لأنه أعانه على كفره وإغوائه، أو تشبه بهم في إهدائه. ومفهومه أنه لو أهدى شيئاً في يوم النيروز إلى المسلم، لا يكفر، وفيه نظر؛ إذ التشبيه موجود، اللهم إلا إن وقع اتفاقياً من غير قصد إلى النيروزية". (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، فصل في الكفر صريحاً وكناية، ص: ۱۸۶، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پاک اور حلال ہو، نیز اس سے کوئی اور بھی دینی و دنیوی مضرت نہ ہو تو جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔　　صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

غیر مسلم کا ہدیہ وتحفہ جات لینا

سوال[۸۱۹۹]: ۱.....دیوالی کے موقع پر ہندو گنے کا پوچھتے ہیں کہ کاشتکار مسلمان ہندوؤں کو گنے دیتے ہیں، اگر نہ دیں تو مضرت کا اندیشہ ہے اور وہ کھیل دیتے ہیں۔

۲.....بغیر مضرت کے اندیشہ کے مسلمانوں کا ہندوؤں کو گنے دینا اور ہندوؤں سے کھیل بتاشے وغیرہ لینا کیسا ہے؟

حاجی کرامت علی ناظم پیٹری، سہارنپور، ۳۰/ اکتوبر/ ۳۵ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... کفار سے محبت اور دوستی کا تعلق رکھنا شرعاً ناجائز ہے(۲)، البتہ دنیوی ضروریات کے لئے

---

(۱) "روى محمد رحمه الله تعالىٰ في السير الكبير أخباراً متعارضة، في بعضها: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قبل هدايا المشركين. وفي بعضها: أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يقبل. فلا بد من التوفيق. واختلفت عبارة المشايخ رحمهم الله تعالىٰ في وجه التوفيق .... ومن المشايخ من وفق من وجه آخر، فقال: لم يقبل من شخص علم أنه لو قبل منه يقلّ صلابته وعزته في حقه ويلين له بسبب قبول الهدية، وقبل من شخص علم أنه لا يقلّ صلابته وعزته في حقه ولا يلين بسبب قبول الهدية، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۴۷، ۳۴۸، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل السادس عشر في معاملة أهل الذمة: ۶/۱۰۲، مكتبه غفاريه كوئته)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولياء من دون المؤمنين، ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيء إلا أن تتقوا منهم تقاة﴾ (سورة آل عمران: ۲۸) ....

معاملات کا تعلق رکھنا درست ہے(۱)، لہٰذا اگر گنے نہ دینے میں کاشتکار کو مضرت کا اندیشہ ہے تو اس مضرت سے بچنے کے لئے گنے دینا درست ہے، اگر کوئی مضرت کا اندیشہ نہیں تو چونکہ اس سے دوسری محبت کا اظہار ہوتا ہے، اس سے بچنا چاہیے(۲)۔

۲... مٹھائی ہندوؤں سے لینے میں تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر ہندو اپنا احسان سمجھ کر دیتے ہیں یا یہ سمجھ کر دیتے ہیں کہ مسلمان ہمارے اس تہوار میں شریک ہوگئے تب تو نہیں لینا چاہیے، ورنہ لے لینے میں گنجائش ہے، هكذا يفهم من الهندية(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/شعبان/۵۴ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/شعبان/۵۴ھ۔

= وقال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا عدوي وعدوكم أولياء تلقون إليهم بالمودة﴾ (سورة الممتحنة: ۱)

(۱) "لا بأس بأن يكون بين المسلم والذمي معاملة إذا كان مما لا بد منه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، الخ: ۵/۳۴۸، رشيديه)

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "جو ظاہری معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت ومزدوری اور صنعت وحرفت کے معاملات کئے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو"۔ (معارف القرآن: ۲/۵۰، ۵۱، ادارۃ المعارف کراچی)

(۲) "ولعل الصحيح أن كل ما عده العرف تعظيماً وحسبه المسلمون موالاة، فهي منهي عنه ولو مع أهل الذمة". (روح المعاني: ۳/۱۲۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "قد روى محمد رحمه الله تعالى في السير الكبير أخباراً متعارضة، في بعضها: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قبل هدايا المشركين، وفي بعضها: أنه صلى الله تعالى عليه وسلم لم يقبل، فلا بد من التوفيق. واختلف عبارة المشايخ رحمهم الله تعالى في وجه التوفيق ..... ومن المشايخ من وفق من وجه آخر، فقال: لم يقبل من شخص علم أنه لو قبل منه يقل صلابته وعزته في حقه ويلين له بسبب قبول الهدية، وقبل من شخص علم أنه لا يقل صلابته وعزته في حقه ولا يلين بسبب قبول الهدية، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۴۷، ۳۴۸، رشيديه)

غیر مسلم کا چندہ

سوال [۸۷۰۰]: اگر ایک غیر مسلم ایسی عمارت جو کہ اسلامی مذہبی ضروریات کے لئے بن رہی ہے، کی تعمیر میں چندہ دے تو کیا قبول کیا جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ ثواب سمجھ کر دے اور یہ اندیشہ نہ ہو کہ وہ اس کے نتیجہ میں کوئی غلط مقصد حاصل کرے گا تو لینا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۹۲ھ۔

غیر مذہب والوں سے کاروبار کی بنا پر ہدیہ کا لین دین

سوال [۸۷۰۱]: ۱... میرا اینٹ کا کاروبار ہونے کی وجہ سے مجھے دوسرے مذاہب کے پیروں کے پاس اینٹ کا آرڈر دینے یا بقایا کی رقم لینے کے لئے جانا پڑتا ہے تو ان کو احتراماً کوئی پھل یا مٹھائی لے جانے، یا نمسکار کرنے، یا اس جگہ جہاں وہ بیٹھتے ہیں جہاں پوجا پاٹ ہوتا ہے، ان کے دیوتاؤں یا معبودوں کی تصویریں لگی ہوئی ہوتی ہیں، ایسی جگہ بیٹھنا شرعی طور پر جائز ہے کہ نہیں؟

۲... دوسرے مذہبی پیروؤں یا سادھوؤں سے پہچان یا ملاقات ہو تو ان کی ملاقات کے لئے جانے اور ساتھ کوئی تحفہ بھی لے جائے (پھل مٹھائی وغیرہ) شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اینٹ کے کاروبار کی وجہ سے ان سے ملنا، معاملہ کرنا، ان کو پھل وغیرہ دینا سب درست ہے (۲)، مگر جو چیز ان کے مذہب میں عبادت ہو اس کو ہرگز نہ کریں، نہ ان چیزوں کی تعظیم کریں۔ معاملہ جو کچھ کرنا ہو یا جا

---

(۱) راجع ص: ۱۷۰، رقم الحاشیہ: ۳۔

(۲) "لا بأس بأن يكون بين المسلم والذمي معاملة إذا كان مما لابد منه، كذا في السراجية" (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة الخ: ۳۴۸/۵، رشيدية)

بات کی جگہ نہ کریں(۱)۔

۲..... کاروبار، لین دین کا معاملہ ان سے بھی درست ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۵ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆
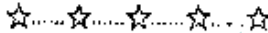
(۱) لقولہ علیہ السلام: "من تشبہ بقوم فہو منہم"۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس: ۲/۳۷۵، قدیمی)

"ومن تزنر بزنار الیہود أو النصاریٰ، وإن لم یدخل کنیستہم، کفر. ومن شد علی وسطہ حبلاً وقال: ہذا زنار، کفر ...... ولو أن رجلاً عبداللہ خمسین عاماً، ثم جاء یوم النیروز، فأھدی إلی بعض المشرکین یرید تعظیم ذلک الیوم، فقد کفر باللہ العظیم، وحبط عملہ خمسین عاماً"۔ (شرح الفقہ الأکبر لملا علی القاری، فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃ، ص: ۱۸۵، ۱۸۶، قدیمی)

(۲) "مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "چوتھا درجہ معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت وملازمت اور صنعت وحرفت کے معاملات کئے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو"۔ (معارف القرآن: ۲، ادارۃ المعارف کراچی)

باب الأشیاء المحرمۃ وغیرہا

الفصل الأول فی المسکرات

(نشہ آور اشیاء کا بیان)

شراب یا افیم بطورِ دوا انسان یا جانور کو کھلانا

سوال [۸۷۰۲]: انسان یا جانور کو شراب یا افیم بطورِ دوا کے استعمال کرانا کیسا ہے؟ کم یا زیادہ کی تفصیل ہو تو تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب تھوڑی ہو یا زیادہ وہ حرام ہے (۱)، نہ انسان کو استعمال کرانا جائز ہے، نہ جانور کو۔ اگر ایسا مرض ہو کہ حاذق دیندار معالج بتائے کہ شراب کے علاوہ اس کا کوئی علاج نہیں تو مجبوراً دوا کے طور پر بقدرِ ضرورت اجازت ہے (۲)۔ افیم اتنی مقدار کہ اس سے نشہ ہو استعمال کرنا درست نہیں ہے (۳)۔ اس سے کم مقدار میں

---

(۱) "وحرم قليلها وكثيرها بالإجماع". (الدر المختار). قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: وحرم قليلها): أي شرب قليلها، لئلا يتكرر ما يأتي من حرمة الانتفاع والتداوي. واحترز به عما قاله بعض المعتزلة إن الحرام هو الكثير المسكر لا القليل، فهداني. ولأن قليله يدعو إلى كثيره، وهذا من خواص الخمر". (رد المحتار، كتاب الأشربة: ۶/۴۴۸، رشيدية)

(۲) "وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه". (الدر المختار، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، مطلب في التداوي بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيدية)

(۳) "وحرم أكل بنج وحشيشة وأفيون، لكن دون حرمة الخمر، فإن سكر بأكله لا يحد، بل يعزر. وفي النهر: التحقيق ما في العناية أن البنج مباح، لأنه حشيش، أما السكر منه فحرام". (الدر المختار).

قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: أن البنج مباح) قيل: هذا عندهما، وعند محمد ما أسكر كثيره فقليله حرام، وعليه الفتوى. أقول: المراد بما أسكر كثيره الخ من الأشربة، وبه عبر بعضهم =

دوا بھی جائز ہے(۱)، آدمی کے لئے بھی جانور کے لئے بھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۹۵ھ۔

شراب کو سرکہ بنا کر استعمال کرنا

سوال[۸۷۰۳]: تاڑی (۲) شراب کا سرکہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تاڑی، شراب کو اگر سرکہ بنالیا جائے اور حقیقۃً بدل جائے تو اس کو کھانا درست ہے:

"الخمر إذا خلله بعلاج الملح أو بغیرہ، یحل عندنا أکله". عالمگیری: ۲/۲۹۶(۳)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

فوجی کا شراب فروخت کرکے دوسرے کام میں استعمال کرنا

سوال[۸۷۰۴]: فوج میں رہنے والے حضرات کو شراب، چاول اور آٹا ملتا ہے، وہ اگر اس شراب کو فروخت کرکے اپنے لوگوں کے لئے کوئی کھیل کود کا سامان لینا چاہیں تو کیا حکم ہے؟ یا اگر اس رقم سے دعوت کریں جس میں مسلم وغیر مسلم دونوں شریک ہوں تو کیا حکم ہے؟

= ... بخلاف القدر المسکر، فإنه حرام، فافهم واغتنم هذا التحریر". (رد المحتار: ۴/۴۲، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر: ۲/۴۰۲، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۱) "ویحل القلیل النافع من البنج وسائر المخدرات للتداوي ونحوه، لأن حرمته لیست لعینه، وإنما لضررہ". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۴/۵۰۵، کوئٹه)

(وکذا في المبسوط للسرخسي: ۲۴/۹)

(۲) "تاڑی: تاڑ کا نشہ آور رس"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۶، فیروز سنز لاہور)

(۳) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الأشربة: ۵/۴۱۰، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۲۹، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب پینا(۱)، فروخت کرنا، خریدنا، پلانا سب ناجائز اور حرام ہے(۲)، موجبِ لعنت ہے(۳)، مسلم کو پلائے یا غیر مسلم کو پلائے، تجارۃً بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۲/۸۹ھ۔

کسی کا شراب چھوڑنے کے لئے دوسرے کے وعظ چھوڑنے کی شرط لگانا

سوال [۸۷۰۲]: ایک نوجوان شراب پیتا ہے، گھر سے ہوکر پیشاب کرتا ہے، اس کے عزیز واقارب کسی پیر کامل سے مرید ہیں۔ شیخ جب ان کے گھر آئے تو ان کو اس کا شراب پینا اور نماز نہ پڑھنا معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے مریدین اور اس کے گھر والوں کی موجودگی میں اس کو نصیحت کی اور گھر والوں سے کہا کہ اس کے برتن وغیرہ علیحدہ کردو، تاکہ وہ اس برے فعل سے باز آ جائے۔ اس بات پر لڑکا بداخلاقی سے پیش آیا اور پیر صاحب سے کہا کہ اگر آپ اپنا وعظ ونصیحت کا سلسلہ چھوڑ دیں تو میں شراب پینا چھوڑ دوں گا۔ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شراب چھوڑنے کے لئے یہ شرط لگانا کہ پیر صاحب وعظ ونصیحت چھوڑ دیں غلط اور ناقابلِ عمل شرط ہے(۴)۔

---

(۱) "وحرم قليلها وكثيرها بالإجماع". (الدر المختار) قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: وحرم قليلها) أي شرب قليلها، لما يذكره الآتي من حرمة الانتفاع والتداوي واحترز به عما قاله بعض المعتزلة: إن الحرام هو الكثير المسكر لا القليل. قهستاني ... ولأن قليله يدعو إلى كثيره، وهذا من خواص الخمر" (رد المحتار، كتاب الأشربة: [illegible]، رشيدية)

(۲) (راجع ص: ۱۸۰، رقم الحاشية:)

(۳) (راجع ص: ۱۸۰، رقم الحاشية: ۴)

(۴) نیز یہ شرط نصوص کے خلاف ہے

قال الله تعالى: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ (سورة آل عمران: ۱۰۴)

=

شراب سے اللہ پاک نے منع فرمایا ہے(۱) اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب پینے پر لعنت فرمائی ہے(۲)۔ ونیز اسلام میں اس کی سزا سخت ہے۔ ان سب وعیدوں کو سنایا جائے۔ اس شخص کی خاطر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک نہ کیا جائے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قلبِ ماہیت کے بعد نشہ آور چیز کا استعمال

سوال[۸۷۰۹]: تاڑی کے ہر جز میں نشہ ہے، گادوں میں بھی اور غیر گادوں میں بھی (۴)۔ تو بسکٹ اور پاؤ روٹی وغیرہ بنانے میں اس گادہ کا استعمال کیسا ہے؟

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ چیز جب تندور میں چلی جاتی ہے تو گادہ کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا ہے، جل کر بالکل خاکستر ہو جاتی ہے اور اس کی ہیئت بھی بدل جاتی ہے۔ جس طرح سے ہیئت بدل جانے میں سرکہ بالکل جائز ہو جاتا ہے۔ آپ تفصیل سے دلائل کے ساتھ آگاہ فرمائیں، ایسے بسکٹ پاؤ روٹی وغیرہ کا کھانا کیسا ہے؟ جائز ہے یا حرام ہے یا مکروہ ہے؟

= وقال اللہ تعالیٰ: ﴿كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه﴾ (سورة المائدة: ٧٩)

قال الفقيه رحمه الله: "قد اشترط النبي صلى الله تعالى عليه وسلم القدرة، يعني إذا كانت الغلبة لأهل الصلاح، فالواجب عليهم أن يمنعوا أهل المعاصي من المعصية إذا أظهروا المعاصي".

(تنبيه الغافلين، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ص: ٢٨، رشيديه)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطن، فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (سورة المائدة: ٩٠)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعنت الخمر على عشرة أوجه: لعنت الخمر بعينها، وشاربها، وساقيها، وبائعها، ومبتاعها، وعاصرها، ومعتصرها" (ابن كثير: ١٢٩/٢، دار الفيحاء دمشق)

(۳) "وعن النواس بن سمعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء: ٣٢١/٢، قديمى)

(۴) "گاد: تلچھٹ، تہ نشیں، درد، کسی چیز کے نیچے بیٹھا ہوا میل، پیچ کا گدلا اور گاڑھا حصہ وغیرہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۷۷، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نشہ والی چیز کا استعمال بالکل نہ کیا جائے، نہ گاڑھے کا نہ اس کے علاوہ کا، نہ خمیر پاؤ روٹی میں، نہ کسی اور چیز میں۔ شراب جب تک شراب ہے اس کا استعمال ناجائز ہے(۱)، اور جب وہ سرکہ بن جائے تو اس کا استعمال درست ہے، قلب ماہیت کے بعد حکم بدل جاتا ہے، جیسا کہ حدیث وفقہ سے ثابت ہے(۲)۔ مگر کوئی شراب کو استعمال کرے اور دوران استعمال اس کی حیثیت بدل جائے تو اس کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۱۳۹۰ھ۔

اسپرٹ کا حکم

سوال [۸۷۰۱]: زید نے انجکشن لگوایا، لگانے والا پہلے اسپرٹ بدن پر لگاتا ہے، کچھ اسپرٹ بدن پر بھی لگ جاتی ہے۔ آیا اس کو دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ کہتے ہیں کہ اسپرٹ بدن پر لگ کر فوراً جلد میں تحلیل ہو جاتی ہے، یا ہوا لگ کر اڑ جاتی ہے اور بدبو بھی دور ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (سورة المائدة: ۹۰)

وقال عليه السلام: "كل شراب أسكر فهو حرام".

وقال عليه السلام: "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام". (مشكوة المصابيح، باب بيان الخمر ووعيد شاربها: ۲/۳۱۷، قديمي)

(۲) قال الحصكفي: "ولا ملح كان حماراً أو خنزيراً، ولا قذر وقع في بئر فصار حمأة، لانقلاب العين، به يفتى". (الدر المختار)

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "مقتضى هذا ثبوت انقلاب الشيء عن حقيقته كالنحاس إلى الذهب، وقيل: إنه غير ثابت؛ لأن قلب الحقائق محال، والقدرة لا تتعلق بالمحال، والحق الأول". (الدر المختار مع رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۲۶، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في البئر، ص: ۱۸۸، سهيل اكيدمي لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کپڑے اور بدن کے اس حصہ کو پاک کرلیا جائے جس پر اسپرٹ لگی ہے (اگرچہ وہ لگی ہوئی نظر نہ آتی ہو اور بو بھی محسوس نہ ہوتی ہو) تب نماز پڑھی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

بئیر کا حکم

سوال [۸۵۰۸]: آج کل لوگ بئیر کو صرف ایک ٹھنڈا مشروب قرار دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں نشہ بالکل نہیں ہوتا، یہ گرمی کے لئے بہترین چیز ہے۔ اسی طریقہ سے لوگ پان میں تمباکو کھاتے ہیں، اگر

---

(۱) "ويطهر محل غيرها أي غير مرئية بغلبة ظن غاسل لو مكلفاً، وإلا فمستعمل (طهارة محلها) بلا عدد، به يفتى". (الدر المختار، باب الأنجاس: ۱/۳۳۲، سعيد)

(وكذا في الهداية، باب الأنجاس: ۱/۷۸، مكتبه شركت علميه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الأنجاس: ۱/۲۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

آج کل اطبائے عام اسپرٹ کی پوری حقیقت بدلنے کی وجہ سے اس پر پاکی کا حکم لگادیا گیا۔

"وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة (Al Cohols) التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ولا يحرم استعمالها مركبة مع المواد الأخرى، ولا يحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله. وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى. والله سبحانه أعلم". (تكملة فتح الملهم: كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر الخ: ۳/۶۰۸، مكتبه دار العلوم كراتشي)

(وكذا في نظام الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، انگریزی دواؤں کے استعمال کا حکم جن میں شراب، اسپرٹ وغیرہ ملی ہو: ۱/۲۱۵، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

تھوڑی نکل جائیں تو اس میں نشہ ہونے لگتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس کی حقیقت (اجزائے ترکیبیہ) معلوم نہیں۔ چار قسم کی شراب حرام ہے اگرچہ اس کا ایک قطرہ ہو اور اس سے نشہ پیدا نہ ہوتا ہو، اس کے علاوہ اگر نشہ آور ہو تو ممنوع ہے ورنہ نہیں، اس کلیہ کے تحت بیئر کی تحقیق کرلی جائے۔ تمباکو میں حدت ہوتی ہے، کسی پر حدت نشہ کی حد تک پہونچ جاتی ہے تو اس پر ممنوع ہونے کا حکم ہوتا ہے، خواہ یہ نشہ اس کی حدت سے پیدا ہو یا اس میں اجزاء ملانے سے پیدا ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۰ھ۔

بیئر پینا

سوال[۸۷۰۱]: بیئر پینا حرام ہے یا نہیں؟ اصل میں اس جگہ سے مراد ہے جس جگہ درجہ حرارت ۶۰/ ڈگری سینٹی گریڈ سے اوپر ہے اور جو شخص ایسی جگہ نوکری کرتا ہے وہ کشمیر کا رہنے والا ہے، گرمی تو قدرتی بات ہے اس کو محسوس ہوگی، تو ایسے شخص کا بیئر پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیئر اگر کوئی نشہ آور چیز ہے تو اس کا استعمال کرنا منع ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۱/۱۳۰۹ھ۔

---

(۱) "بیئر (Beer) ایک قسم کی شراب جو جو سے بنائی جاتی ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۵۴، فیروز سنز لاہور)

اس تعریف کی رو سے بیئر مسکرات کے حکم میں ہے، اس لئے اس کا پینا جائز نہیں:

"الشراب ما یسکر والمحرم منہ أربعۃ: الخمر وہی النیء من ماء العنب إذا غلا واشتد . والطلاء والسکر ونقیع الزبیب". (البحر الرائق، کتاب الأشربۃ: ۸/۲۴۸، رشیدیہ)

(وکذا في مجمع الأنہر: ۴/۲۲۲، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

"کل مسکر حرام" (صحیح البخاري: ۲/۹۰۴، کتاب الأدب، قدیمی)

(۲) (راجع للتخریج المسئلۃ المقدمۃ آنفاً)

تاڑی کی حرمت

سوال[۸۷۰۱]: سرکہ تاڑی کا جو تاڑی کو سکھا کر بنایا جاتا ہے تو تاڑی کو کیوں حرام کیا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تاڑی میں نشہ ہو تو ناجائز ہے(۱)، سرکہ بن جانے کے بعد نشہ نہیں رہتا، اس لئے جائز ہے(۲)۔ تاڑی میں نشہ پیدا ہونے سے پہلے اگر استعمال کریں تو منع نہیں۔ چار قسم کی شراب ایسی ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے، نشہ ہو یا نہ ہو، تنہا ہو یا کسی دوسری چیز کے ساتھ ملی ہوئی ہو سب کا ایک ہی حکم ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) "حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون، لكن دون حرمة الخمر، ولو سكر بأكله، لا يحد، بل يعزر. وفي النهر: التحقيق ما في العناية: أن البنج مباح؛ لأنه حشيش، أما السكر منه فحرام". (رد المحتار، كتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم: ۴۲/۴، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۴۰۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الإسكار". (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة: ۳/۶۰۸، مكتبه دار العلوم كراچى)

(۲) "ومنها إذا تخللت بنفسها، يحل شرب الخل بلا خلاف، لقوله عليه السلام: "نعم الإدام الخل". (بدائع الصنائع)

وفي تعليقه: "قال النووي في شرح مسلم: أجمعوا على أن الخمر إذا انقلبت بنفسها خلاً طهرت". (بدائع الصنائع مع التعليق، كتاب الأشربة: ۶/۴۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ما يسكر، والمحرم منها أربعة أنواع: الأول الخمر وهي النيء، وحرم قليلها وكثيرها بالإجماع ...... والثاني الطلاء بالكسر ...... والثالث السكر بفتحتين وهو النيء من ماء الرطب ...... والرابع (نقيع الزبيب وهو النيء من ماء الزبيب) بشرط أن يقذف بالزبد بعد الغليان. والكل: أي الثلاثة المذكورة حرام إذا غلى واشتد". (الدر المختار، كتاب الأشربة: ۶/۴۴۸، ۴۵۲، سعيد)

تاڑ اور کھجور کا رس پینا

سوال [۸۷۱۱]: تاڑ یا کھجور وغیرہ کا تازہ رس جو کافی میٹھا ہوتا ہے اس میں کسی قسم کا نشہ نہیں ہوتا، اس کا پینا کیسا ہے؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ اس کا پینا جائز ہے، حالاں کہ حدیث پاک میں اشربہ اربعہ کو حرام قرار دیا ہے، مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رس جب تک نشہ پیدا نہ کرے، حرام نہیں، کذا یفهم من ردالمحتار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۹۰ھ۔

بسکٹ میں تاڑی کا استعمال

سوال [۸۷۱۲]: دوکاندار ایک بسکٹ فروخت کرتا ہے جس میں تاڑی کی گاد (تلچھٹ) (۲) ڈال کر تھوڑی گرمی سے تیار کیا جاتا ہے جس کو کہ لوگ عام طور پر کھاتے ہیں اور کسی قسم کی کراہت نہیں سمجھتے۔ ایک شخص اس سے کہتا ہے کہ جس شی میں تاڑی ہو اس کا استعمال ناجائز ہے۔ اس پر دوکاندار یہ دلیل پیش کرتا ہے، نجس چیز جیسے سور یا پاخانہ جب کہ نمک کے کان میں گر کر نمک ہو جاوے تو وہ پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر مٹی

— "وإن هذه الأشربة خمر عند أبي حنيفة في الصحيح، فلذلك هي حرام نجسة يحرم شربها، قليلة كانت أو كثيرة" (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة: ۳/۶۰۰، مكتبه دار العلوم كراچی)

"اور تاڑی تھوڑی ہو یا بہت نشہ کرے یا نہ کرے، مطلقاً اس کا پینا حرام ہے، کیونکہ جس چیز کا کثیر مسکر ہے اس کا قلیل بھی حرام ہے، اور تاڑی نجس بھی ہے"۔ (فتاوی مجموعة الفتاوی، كتاب الحظر والإباحة، تاڑی پی کر مسجد میں جانے اور نشہ کی حالت میں نماز کا حکم: ۲/۲۲۶، ۲۲۱، سعید)

(۱) (مر تخريجه تحت عنوان "تاڑی کی حرمت"۔)

(۲) "گاد: تلچھٹ، تیل یا شربت کے نیچے بیٹھا ہوا میل، نیچے کا گدلا، گاڑھا تیل وغیرہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۲۲، فیروز سنز لاہور)

"تلچھٹ: وہ چیز جو مائع کی تہ میں بیٹھ جاتی ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۷۲، فیروز سنز لاہور)

ہو جاوے یا جل کر راکھ ہو جاوے تو وہ پاک ہے۔ خلاصہ یہ کہ تبدیلِ حقیقت سے ناپاک پاک ہو جایا کرتی ہے، مثلاً شراب جب کہ سرکہ ہو جاوے پاک ہے۔ لہٰذا یہ تاڑی ملا کر پکا ہوا بسکٹ بھی اسی قبیل سے ہے۔

یہ واضح رہے کہ تاڑی کا جز بسکٹ میں کالملح فی الطعام ہوتا ہے، یا یوں کہیے کہ روپیہ میں آنہ بھر۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس نوع کے بسکٹ کا استعمال کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟ نیز اس کی تجارت کا کیا حکم ہے، جب کہ عدمِ تجارت کی صورت میں دکان کی آمدنی پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اور زید جو کہ دکاندار ہے اس کا استدلال کہاں تک درست ہے؟ کیا اس صورت کو سور متبدل بہ نمک یا شراب متبدل بسرکہ پر قیاس کر کے قلبِ ماہیت کا حکم لگا سکتے ہیں؟

ساتھ ہی ساتھ یہ امر بھی واضح ہو کہ اس کا ابتلاءِ عام ہے، عوام کو اس سے روکنا مشکل ہے جب کہ خواص بھی اس میں مبتلا ہوں۔ جملہ امور مسئولہ کا جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تاڑی مسکر ہوتی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مسکر حرام ہے، خواہ قلیل ہو خواہ کثیر، یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔ پس زید کا اس کو بسکٹ میں ڈالنا حرام ہے اور فروخت کرنا بقولِ مفتیٰ بہ ناجائز و مکروہ تحریمی ہے اور جاننے والوں کو خریدنا اور استعمال کرنا بھی ناجائز و مکروہ تحریمی ہے:

"(وحرمها محمد): أي الأشربة المتخذة من العسل والتين ونحوهما، قاله المصنف (مطلقاً) قليلها وكثيرها (وبه يفتى) ذكره الزيلعي وغيره، واختاره شارح الوهبانية، وذكر أنه مروي عن الكل، ونظمه فقال:

وفي عصرنا فاختير حد وأوقعوا　　طلاقاً لمن من سكر الحب يسكر

وعن كلهم يروى وأفتى محمد　　بتحريم ما قد قل وهو المحرر

قلت: وفي طلاق البزازية: وقال محمد: ما أسكر كثيره فقليله حرام. وهو نجس أيضاً. ولو سكر منها، المختار في زماننا أنه يحد. زاد في الملتقى: ووقوع طلاق من سكر منها تابع للحرمة، والكل حرام عند محمد، وبه يفتى. والخلاف إنما هو عند قصد التقوي، أما عند قصد

التلهي محرم إجماعاً اهـ". درمختار، ص: ۴۰۲ (۱)۔

جب ایک شی حرام ونجس ہو تو اس میں قلیل وکثیر کا فرق کرنا ساقط ہو جاتا ہے (۲)، مثلاً: ایک قطرہ شراب یا پیشاب کا کنویں میں گر جائے تو سب پانی ناپاک ہو جائے گا، حالانکہ اس کو لکھ فی الصدی کی بھی نسبت نہیں، اور اس کا لون، طعم، ریح میں کوئی اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بعض لوگ اس کو بھی تبدل حقیقت سمجھیں کہ پیشاب پانی بن گیا اور تمام پانی کے جزو کا حکم لگائیں۔

تبدل حقیقت صورت کے بدلنے سے ہوتا ہے نہ کہ مخفی ہو جانے سے (۳)، جیسا کہ پیشاب کا قطرہ پانی میں مغلوب اور مخفی ہو جاتا ہے، اور نہ اڑ جانے سے، جیسا کہ کپڑے کو شراب میں بھگو کر دھوپ میں ڈال دینے سے شراب اڑ جاتی ہے، کوئی اثر نہیں رہتا ہے، مگر کپڑا ناپاک ہی رہتا ہے۔ اسی طرح صورتِ مسئولہ میں تبدل حقیقت نہیں ہوا، بلکہ تھوڑی یا مغلوب ومخفی ہو گئی یا اڑ گئی، پس زید کا استدلال بے محل ہے۔

بعض جگہ ایسا رواج ہے کہ جب کسی دکان پر گراموفون وغیرہ بجتا ہو تو دکان تماشائیوں سے آراستہ

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الأشربة: ۶/۴۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأشربة: ۸/۴۰۲، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الأشربة: ۷/۱۰۳-۱۰۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "إذا وقعت نجاسة ليست بحيوان ولو مخففة أو قطرة بول أو دم أو ذنب فأرة لم يشمع". (الدر المختار). "(قوله: ولو مخففة) لأن أثر التخفيف -وهو العفو عما دون الربع- لا يظهر في الماء، وأفاد أنه لو أصاب هذا الماء ثوباً، فالظاهر أنه لا تعتبر هذه النجاسة بالمخففة". (رد المحتار، فصل في البئر: ۱/۲۱۲، سعيد)

(۳) قال الحصكفي رحمه الله: "ولا ملح كان حماراً أو خنزيراً، ولا قذر وقع في بئر فصار حمأة، لانقلاب العين، به يفتى". (الدر المختار). قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "مقتضى ما مر ثبوت انقلاب الشيء عن حقيقته كالنحاس إلى الذهب، وقيل: إنه غير ثابت؛ لأن قلب الحقائق محال، والقدرة لا تتعلق بالمحال، والحق الأول". (رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۲۹، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في البئر، ص: ۱۵۸، سهيل اكيدمي لاهور)

ہوتو بکری بالکل نہیں ہوتی ، یا کم ہوتی ہے تو کیا ان چیزوں کو جائز کہا جائے گا؟ لہذا زید کا بکری کا تقدر بھی شرعاً قابلِ التفات نہیں۔ اب رہا عوام وخواص کا ابتلاء، سو عوام تو کالانعام ہیں اور خواص اہلِ تقویٰ بعد علم کے استعمال نہیں کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱/۲۰۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفر لہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ جمادی الثانیہ/۲۰ھ۔

شراب والی بوتل کا دھونے کے بعد استعمال

سوال [۸۷۱۲]: ہمارے شہر سری نگر میں ایک صاحب جو نہایت دیندار ہیں، عرق کشید کرتے ہیں، جو بہت سی ادویات میں کام آتا ہے، عرق دار چینی، عرق گلاب وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس عرق کو وہ ایسی بوتلوں میں رکھ دیتے ہیں جن میں اکثر باہر سے شراب بھر کر آتی ہے، ان بوتلوں کو خرید کر صاف دھو دھا کر اور ابال لینے کے بعد اس میں عرق رکھتے ہیں۔

چونکہ ان کے ڈھکن مضبوط ہوتے ہیں جن میں عرق کے خراب ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ ان صاحب کا کہنا ہے کہ چونکہ شیشہ شراب کو سرایت یا جذب نہیں کرتا، اس لئے دھونے کے بعد یہ بوتلیں پاک ہو جاتی ہیں۔ لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا شراب کی بوتلیں دھونے اور ابالنے کے بعد پاک ہو سکتی ہیں، اور اس میں رکھے ہوئے عرق وغیرہ بھی پاک ہے؟ اور استعمال کے قابل ہے یا نہیں؟

ان صاحب کا کہنا ہے کہ انہوں نے مفتی صاحب سے دریافت کیا ہے کہ ایسی بوتل پاک ہو سکتی ہے، اسی لئے اس میں عرق رکھتے ہیں، حالانکہ ان کے عرق خاص کر عرق گلاب بڑی بڑی مسجدوں اور مذہبی محفلوں میں بھی چھڑکا جاتا ہے۔ براہ کرم مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

غلام مصطفیٰ وانی، سری نگر، کشمیر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوتل دھونے اور ابال دینے کے بعد بالکل پاک ہو جاتی ہے، اس میں عرق گلاب رکھنا درست ہے، اور

عرق نا پاک نہیں ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، قال: إن وفد عبد القيس لما أتوا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم......... ونهاهم عن أربع: عن الحنتم، والدباء، والنقير، والمزفت". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول، ص: ۱۲، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: "والمراد بالنهي ليس استعمالها مطلقاً بل النقيع فيها، والشرب منها ما يسكر، وإضافة الحكم إليها خصوصاً إما لاعتيادهم استعمالها في المسكرات أو لأنها أوعية تسرع بالاشتداد فيما يستقي؛ لأنها غليظة لا يترشح منها الماء، ولا ينفذ فيها الهواء، فلعلها تغير النقيع في زمان قليل، ويتناوله صاحبه على غفلة، بخلاف السقاء فإن التغير فيه يحدث على مهل، والدليل على ذلك ما روي أنه قال: "نهيتكم عن النبيذ إلا في سقاء، فاشربوا في الأشربة كلها، ولا تشربوا مسكراً". وقيل: هذه الظروف كانت مختصة بالخمر، فلما حرمت الخمر، حرم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم استعمال هذه الظروف، إما لأن في استعمالها تشبيهاً بشرب الخمر، وإما لأن هذه الظروف كانت فيها أثر الخمر، فلما مضت مدة أباح النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم استعمال هذه الظروف، فإن أثر الخمر زال عنها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، الفصل الأول: ۱/۱۴۲، ۱۴۳، (رقم الحديث: ۱۷)، رشيديه)

الفصل الثاني في الطِّيب

(خوشبو کا بیان)

عطر کونسا جائز ہے؟

سوال[۸۷۱۴]: عطر اور دیگر خوشبو کا شوقین ہوں، میں نے ابھی عطر خریدا ہے، میں نے سنا ہے کہ اس طرح کی خوشبو استعمال کرنا ناجائز ہے۔ استعمال سے پہلے اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں، کیونکہ ان ہی کپڑوں سے میں نماز بھی پڑھتا ہوں، اگر یہ ناجائز ہے تو نماز نہیں ہوگی، نہ ہی اللہ کا رحم وکرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات ان لوگوں سے تحقیق کرنے کی ہے جو عطر بناتے ہیں کہ فلاں عطر میں کوئی ناجائز ناپاک چیز تو نہیں ڈالی جاتی ہے، جب تک تحقیق نہ ہو، کسی عطر کو ناپاک ناجائز نہیں کہا جائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۱۳۹۱ھ۔

سینٹ

سوال[۸۷۱۵]: سینٹ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں اسپرٹ ہوتی ہے۔ اسی طرح اسٹوپ چولہا جو اسپرٹ سے گرم کیا جاتا ہے اس کا پکا ہوا کھانا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، یا مکروہ ہے؟

ماجد حسین امروہوی، صدر بازار میرٹھ۔

---

(۱) "اليقين لا يزول بالشك". (قواعد الفقه، (رقم القاعدة: ۲۳۳)، ص: ۱۴۲، الصدف)

(وكذا في الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: ۱/۱۹۳، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اسپرٹ ناپاک ہے تو وہ سینٹ جس میں یہ اسپرٹ ہو وہ بھی ناپاک ہے اور اس کا استعمال ممنوع ہے(۱)۔ جس اسٹوپ میں اسپرٹ استعمال ہوتی ہے اس کا پکا ہوا کھانا درست ہے، وہ ناپاک نہیں، جیسے اُپلوں، سرگین یا اس میں پکا ہوا پاک ہے(۲)۔ ناپاک سینٹ سے کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں، مگر اسپرٹ جلانے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ذی الحجہ/ ۶۹ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۶۹ھ۔

سینٹ کا استعمال

سوال[۱۱۸۷]: جس طریقہ سے عطر کا استعمال کرنا سنت ہے تو ایسے ہی بجائے عطر کے سینٹ کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور سینٹ کے استعمال کرنے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة (Alcohals) التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ولا يحرم استعمالها مركبة مع المواد الأخرى، ولا يحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله. وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى. والله سبحانه أعلم". (تكملة فتح الملهم: كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر، الخ: ۳/۶۰۸، مكتبه دار العلوم كراچی)

(وكذا في نظام الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، انگریزی دواؤں کے استعمال کا حکم جن میں شراب اسپرٹ وغیرہ ہو، نیز مسائل: ۱/۲۵۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۲) "ويجوز بيع السرقين والبعر والانتفاع به" (رد المحتار، مطلب في بطلان البيع: ۵/۸۵، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سینٹ میں اگر کوئی نجس چیز نہیں تو یہ بھی عطر کے حکم میں ہے (۱)۔ مطلقاً خوشبو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرغوب ومحبوب تھی، سینٹ اس زمانہ میں نہیں تھا اس لئے اس کو سنت تو نہیں کہا جائے گا، سنت تو مخصوص طور پر اس خوشبو کو کہا جائے گا جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۲ھ۔

سینٹ وانگریزی تیل

سوال [۸۷۱۷]: عطر، موتیہ، سینٹ ایسے ہی انگریزی تیل وغیرہ کا استعمال کرنا جائز ہے، یا محض خلافِ اَولیٰ ہے۔

الطیب رالدین رفیق آبادی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک ان میں ناپاکی کا یقین یا ظن غالب نہ ہو، ان کا استعمال جائز ہے اور یقین وظن غالب ناپاکی کا ہو جائے تو جائز نہ ہوگا (۲)۔ فقط۔

محمود گنگوہی، ۲۵/۳/۹۳ھ۔

---

(۱) "وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر، فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها. وإن اتخذت من غيرهما، فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الإسكار؛ لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى، ولا يحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله". (تكملة فتح الملهم: ۳/۶۰۸، كتاب الأشربة، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲) "أن اليقين لايزول بالشك". (قواعد الفقه، ص: ۱۴۲، (رقم القاعدة: ۴۲۱)، الصدف پبلشرز)

"وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها، لاتتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره ۔ ۔ ۔ وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى، والله سبحانه تعالىٰ أعلم". (تكملة فتح الملهم: ۳/۶۰۸، كتاب الأشربة، مكتبه دار العلوم كراچی)

الفصل الثالث في الفضلات

(فضلات کا بیان)

گوبر کے کنڈے

سوال[۸۷۱۸]: گوبر کے کنڈے جلانا اور بیچنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیچنا اور جلانا سب درست ہے(۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

گوبر وغیرہ کی گیس سے کھانا وغیرہ پکانا

سوال[۸۷۱۹]: آج کل کھانا گوبر وغیرہ کی گیس سے بنایا جاتا ہے جس سے بجلی وغیرہ بھی جلتی ہے تو اس گیس سے کھانا پکانا اور اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلاظت سے جو گیس بنائی جائے، اس گیس کو لالٹین اور کھانا پکانے کے لئے استعمال کرنا درست ہے(۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۱/۹۹ھ۔

---

(۱) "ويجوز بيع السرقين والبعر والانتفاع به". (رد المحتار، مطلب في بطلان بيع الوقف: ۵/۳۸۴، سعيد)

(۲) "(ويطهر) كل ما كان فيه تغير وانقلاب حقيقة، وكان فيه بلوى عامة، فيقال كذلك في الدبس .... وعلى هذا صارت رماداً أو حماة، فإن ذلك كله انقلاب حقيقة إلى حقيقة أخرى لا مجرد انقلاب وصف". (رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶، سعيد)

گوبر سے زمین کو لیپنا

سوال[۸۷۲۰]: کیا گوبر گائے بھینس بیل وغیرہ کا لیپن پاک جان کر باورچی خانہ صحن رنگنا وغیرہ اس کی نجاست سے کے لئے کیا حکم ہے، جانور چرند پرند کی نجاست کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گوبر ناپاک ہے، گوبر مٹی گارے میں ملا کر لیپنا درست ہے، وہ خشک ہونے کے بعد پاک ہو جائے گا:

"[ا]: جعل السرقین فی الطین فطین به السقف، فیبس فوضع علیه مندیل مبلول، لاینجس به". عالمگیری: ۱/۴۷(۱)۔

چرند، پرند کی نجاست کا کیا حکم دریافت کرتے ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۰/شوال/۶۷ھ۔

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/شوال/۶۷ھ۔

= (وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۳۲۶، سعید)

"رأس شاة متلطخ بدم أحرق رأسه وزال عنه الدم، فاتخذ منه مرقة، جاز استعمالها، والحرق کالغسل". (الدر المختار).

"(والحرق کالغسل) لأن النار تأکل ما فیه من النجاسة حتی لا یبقی فیه شیء أو تحیله، فیصیر الدم رماداً فیطهر بالاستحالة، ولهذا لو أحرقت العذرة وصارت رماداً، طهرت للاستحالة". (رد المحتار، مسائل شتی: ۲/۷۳۵، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، الباب السابع فی النجاسة: ۱/۴۳، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی الفتاوی العالمکیریة، فصل فی الآثار: ۱/۲۲، رشیدیه)

(۱) (الفتاوی العالمکیریة، الفصل الثانی: الأعیان النجسة: ۱/۴۷، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطهارة، فصل فی النجاسة: ۱/۲۴، رشیدیه)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطهارة، الفصل فیما یصیب الثوب: ۴/۲۳، رشیدیه)=

گوبر کی راکھ منجن میں استعمال کرنا

سوال [۸۷۲۱]: دانتوں کے منجن میں جلا ہوا گوبر یعنی راکھ ملائی جاتی ہے جس سے اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے، تو کیا اس راکھ کو استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گوبر ناپاک ہے، لیکن جلانے کے بعد جب وہ راکھ بن گیا اور اس کی ماہیت بدل گئی تو اس کا حکم بھی بدل گیا، اب اس راکھ کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، اس لئے منجن میں ملا کر استعمال کرنا بھی درست ہوگا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۰ھ۔

راکھ کا حکم

سوال [۸۷۲۲]: راکھ کھانے کا حکم خواہ اشیاء حلال کی ہو یا حرام کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

راکھ مٹی کے حکم میں ہے، اور مٹی کے متعلق فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراہیۃ میں ہے:

"أكل الطين مكروه، هكذا ذكر في فتاوى أبي الليث رحمه الله تعالى، وذكر شمس

- "العذرات إذا دفنت في موضع حتى صارت تراباً قيل: تطهر كالحمار الميت إذا وقع في المملحة فصار ملحاً تطهر عند محمد". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۲۳۹، رشیدیہ)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، فصل في النجاسة: ۱/۱۹، رشیدیہ)

(۱) "لا يكون نجساً رماد قذر الخ". (الدر المختار). قال الشامي: "القذر بفتح القاف والذال المعجمة، والمراد به العذرة والروث". (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۲۶، سعید)

"والسرقين والعذرة تحترق، فتصير رماداً تطهر ... وعليه الفتوى". (البحر الرائق، باب الأنجاس: ۱/۳۹۰، رشیدیہ)

(وكذا في الفتاوى السراجية، كتاب الطهارة، باب تطهير الأنجاس، ص: ۵، سعید)

الأئمة الحلواني في شرح صومه: إذا كان يخاف على نفسه أنه لو أكله أورثه ذلك علةً أو آفةً، لايباح له التناول. وكذلك في كل شئ سوى الطين، وإن كان يتناول منه قليلاً، أو كان يفعل ذلك أحياناً، لابأس به، كذا في المحيط". ص: ۱۱۰(۱)۔

"ويكره أكل الطين؛ لأن ذلك يضره، فيصير قاتلاً نفسه". خانيه، ص: ۳۷۵(۲)۔

حرام اور نجس شی جب جل کر خاک بن جائے تو شرعاً وہ راکھ طاہر ہے، اس پر وہی حکم جاری ہوگا جو پاک اشیاء پر جاری ہوتا ہے:

"لايكون نجساً رماد قذر، وإلالزم نجاسة الخبز في سائر الأمصار، ولا ملح كان حماراً أو خنزيراً. ولا قذر وقع في بئر فصار حمأةً؛ لانقلاب العين، به يفتى". درمختار۔ قال الشامي: "يجوز أكل ذلك الملح، والصلوة على ذلك الرماد كما في المنية". شامي: ۱/۲۱۸(۳)۔

خانيه، ص: ۲۸(٤)، درر الحكام، ص: ۲۷، كبيرى، ص: ۱۸٦(٥)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۸/ ذی قعدہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به: ٥/۳٤٠، رشيديه)

(۲) (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، ما يكره أكله: ۳/٤٠۳، رشيديه)

"ويكره أكل الطين؛ لأنه تشبه بفرعون". (البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، الخامس في الأكل: ٦/۳٦٥، رشيديه)

(۳) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۲٦، ۳۲۷، سعيد)

"والسرقين والعذرة تحترق، فتصير رماداً، تطهر عند محمد". (البحر الرائق، باب الأنجاس، كتاب الطهارة: ۱/۳۹۳، رشيديه)

(٤) "وكذا العذرة إذا احترقت وصارت رماداً .... يكون طاهراً". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، فصل في النجاسة: ۱/۲۲، رشيديه)

(٥) (الحلبي الكبير، فصل في الآسار، ص: ۱۸۹، سهيل اكيڈمي لاهور)

انسان کے پائخانہ کو سکھا کر اپلوں کے مثل روٹی پکانا

سوال[۸۶۲۳]: انسان کا فضلہ سکھا کر اس سے روٹی پکانا، جیسے دوسرے جانوروں کا سکھا کر پکاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انسان کا پائخانہ کھانا پکانے میں استعمال کرنا جائز نہیں:

"(كره بيع العذرة) رجيع الآدمي خالصة .... وفي الملتقى: إن الانتفاع كالبيع أي في الحكم، فافهم". الدر المختار: ۵/۲۴۷، ۲۴۶(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

جو شخص پیشاب پئے اس کا حکم

سوال[۸۶۲۴]: ایک شخص جو کہ دے کر چند مسلمانوں کو پیشاب پلاتا ہے اور اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے کہ میں نے ایسا کیا ہے، ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نہایت خبیث اور گندی حرکت ہے، ایسا شخص اس قابل نہیں کہ اس سے کھانے پینے اور بیٹھنے کا تعلق رکھا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۷ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۸۵، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۸/۲۳۵، رشیدیہ)

"قوله: (كره بيع العذرة) وهي رجيع الآدمي. قال الشيخ أبو منصور رحمه الله: كل ما انفصل من الآدمي، لا يجوز الانتفاع به نحو: الظفر والشعر والعذرة". (العناية على هامش فتح القدير، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۱۰/۵۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۴/۲۱۱، غفاریہ)

(۲) جس شخص سے نقصان اور ضرر کا اندیشہ ہو اس سے کنارہ کشی اور اجتناب کرنا چاہیے

جانور کا دودھ اور مرد کی منی کیا دونوں ایک ہیں؟

سوال [٨٤٢٥]: بعض علماء سے سنا گیا ہے کہ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جانور کا دودھ اور مرد کی منی یہ دونوں چیز برابر ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ممکن ہے کہ مرد کی منی اور کسی جانور کا دودھ ایک شکل میں ہوتے ہوں، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہاں فرمایا، مجھے علم نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆...☆...☆...☆...☆

"أجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة في دنياه يجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع: ٨/٧٥٤، رشيدية)

الفصل الرابع في المأكولات وغيرها

(کھانے کی اشیاء کا بیان)

بند ڈبوں میں خشک دودھ کا استعمال

سوال [۸۷۲۶]: بند ڈبوں میں خشک دودھ استعمال کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ دودھ کی قلت کی وجہ سے ہم سب تقریباً اہل اسلام کشمیر ان خشک ڈبوں کا دودھ استعمال کرتے ہیں، تکلیف فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

خشک ڈبہ کا دودھ استعمال کرنا شرعاً درست ہے (۱)، لیکن اگر یہ تحقیق ہو جائے کہ یہ ناپاک ہے، یا اس میں کوئی ناپاک چیز شامل کی گئی ہے تو درست نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۲/۹۳ھ۔

پنیر کے اقسام واحکام

سوال [۸۷۲۷]: ... جاپانی رینٹ - جو پنیر میں ڈالتے ہیں - نباتات سے تیار ہوتا ہے، اور یورپ کا حیوانات سے تیار کرتے ہیں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) واضح رہے کہ بند ڈبوں میں خشک دودھ کے استعمال کے متعلق امداد الفتاوی میں کوئی صریح تحریر نہیں ملی، البتہ ڈبوں میں بند گوشت کے متعلق مفتی نظام الدین اعظمی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں: "تجارت کا یہی اصول مسلم ہے کہ تجارت دھوکہ دہی اور فریب دہی سے کامیاب نہیں ہوتی، اور اسی وجہ سے بڑے بڑے تاجر دھوکہ فریب دہی سے بچتے ہیں، پھر جب حکومت بھی حلال وحرام کا معاملہ تحقیق پرکھ کر تحقیق ہو، تو جن ڈبوں پر لکھا ہوا ہو "مذبوحة علی طريق الشريعة" تو جب تک اس کے خلاف کا ثبوت دلیل شرعی سے نہ ہو جائے از روئے فتوی استعمال کی گنجائش رہے گی، باقی از روئے تقوی اجتناب افضل واولیٰ ہے"۔ (منتظم الفتاوی، کتاب الحظر والاباحة، بیرونی ممالک سے بند ڈبوں میں آنے والے گوشت کا شرعی حکم، ۱/۳۶۱، مکتبہ رحمانیہ)

۲...جراثیم جز وحیوان نہیں، کیا پھر بھی اس سے پنیر حرام ہوگی؟

۳...رینٹ ایک چائے کے چمچ کی مقدار میں سات سیر دودھ میں گرتی ہے اور ایک طرف عموم بلوی ہے۔ کیا اتنی کم مقدار سے بھی حرام ہوگی؟

۴...یہودیوں کے مذبوح بچھڑے کی رینٹ سے بنی ہوئی غیر مسلمان کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...نباتات سے تیار کردہ رینٹ تو ظاہر ہے کہ درست ہے(۱)۔

۲...جراثیم اجزائے حیوان نہیں تو پھر کیا ہیں؟

۳...اگر سات سیر دودھ میں ایک چمچی پیشاب کی، یا شراب کی، یا خون کی ملادی جائے تو یہ "للاکثر حکم الکل" کے تحت اس دودھ کو پینے کی اجازت دے دی جائے گی؟ اگر ناجائز چیز کو استعمال نہ کیا جاوے تو کیا زندگی کا کوئی اہم شعبہ یا شریعت کا کوئی حکم معطل رہے گا؟ پھر ابتلائے عام کے تحت اس حکم میں تسہیل کی گنجائش بے محل ہے۔

۴...جو قوم کسی نبی کی نبوت پر ایمان رکھے اور کسی کتاب سماوی کے تسلیم کرنے کی مدعی ہو، اس کے ذبیحہ کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے جب کہ وہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہ لے(۲)۔ اگر ذبیحہ مسلم میسر آجائے تو وہ بہر حال مقدم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۹۹ھ۔

---

(۱) "وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر، فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرهما، فالأمر فيها سهل .... وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها، لا تتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره" (تكملة فتح الملهم: ۶۰۸/۳، كتاب الأشربة، مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وطعام الذين أوتوا الكتب حل لكم، وطعامكم حل لهم﴾ (سورة المائدة: ۵)

"قال في الكفاية: إنما يحل ذبيحة الكتابي فيما إذا لم يذكر وقت الذبح اسم عزير أو اسم المسيح، وأما إذا ذكر فلا يحل، كما لا يحل ذبيحة المسلم إذا ذكر وقت الذبح اسم غير الله تعالى" -

جس کھانے میں جائفل ڈالا گیا، اس کا کھانا

سوال [۸۸۲۸]: ایک دیگ میں تقریباً سوآدمیوں کے لئے گوشت پکتا ہے اس میں دو تین جائفل جس کا وزن ایک تولہ سے کم ہوتا ہے (۱)، بطورِ مصالحہ ڈال دیا جاتا ہے جس سے قطعاً کوئی نشہ نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں وہ کھانا کیسا ہے؟ کیوں کہ یہاں پر علمائے دیوبند میں دو گروہ ہوگئے ہیں، بعض کا کہنا ہے کہ حرام ہے اور کچھ کا کہنا ہے کہ صرف دوا استعمال ہوسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں وہ کھانا حرام نہیں، اس لئے کہ اس میں مضرت نہیں اور نشہ بھی نہیں ہوتا (۲) اگرچہ خود جائفل کھانا ممنوع ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۸۸ھ۔

= لقوله تعالى: ﴿وما أهل به لغير الله﴾، فعدل الكتابي في ذلك لايكون أعلى من حال المسلم ..... والصحيح المختار عندنا هو القول الأول بعدم تبائح الكتابي تارك التسمية عامداً أو على غير اسم الله تعالى لايجوز كل ذلك يقيناً أو كان غالب حالهم ذلك". (التفسير المظهري، (سورة المائدة: ۵): ۳/۴۰، حافظ كتب خانه)

(۱) "جائفل: جائفل، جوز، ایک مشہور پھل". (فیروز اللغات، ص: ۴۴۸، فیروز سنز لاہور)

(۲) "والرابع المثلث العنبي وإن اشتد، وهو ماطبخ من ماء العنب حتى يذهب ثلثاه، ويبقى ثلثه إذا قصد به استمراء الطعام والتداوي والتقوي على طاعة الله تعالىٰ، ولللهو لايحل إجماعاً حقائق". (الدر المختار، كتاب الأشربة: ۶/۴۵۳، سعيد)

"وأما ماهو حلال عند عامة العلماء، فهو الطلاء وهو المثلث، ونبيذ التمر والزبيب، فهو حلال شربه مادون السكر لاستمراء الطعام والتداوي، وللتقوي على طاعة الله تعالى، لا للتلهي والمسكر منه حرام: وهو القدر الذي يسكر، وهو قول العامة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأشربة، الباب الأول: ۵/۴۱۲، رشيديه)

(۳) "وكذا تحرم جوزة الطيب لكن دون حرمة الحشيشة، قاله المصنف" (الدر المختار). قال الشامي =

امریکن گھی

سوال [۸۷۲۰]: امریکن امداد فنڈ سے غریب ملکوں کو کھانے پینے کی چیزیں مفت دی جاتی ہیں، اس میں گھی بھی ہے جس کا رنگ مختلف ہے۔ بعضوں سے سنا ہے کہ سور کی چربی سے بنتا ہے، اور دار لوگ کہتے ہیں کہ نہیں یہ ناریل وغیرہ کا گھی ہے، آب و ہوا کی تبدیلی سے رنگ میں فرق ہے۔ جو اس پر عمل ہے اس سے بھی کوئی پتہ نہیں چلتا۔ لہٰذا از روئے شرع اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک شرعی دلائل سے اس کا نجس وحرام ہونا ثابت نہ ہو جائے، اس پر حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا ہے(۱)۔ ہاں! اگر کوئی شخص اپنے دل میں شک رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے اس گھی کو استعمال نہ کرے تو مضائقہ نہیں: "دع ما یریبك إلی ما لا یریبك"(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۰ھ۔

ـ رحمه الله تعالیٰ: "فهذه كلها مسكرة. ومثل الحشيشة في الحرمة جوزة الطيب، أفتى كثير من العلماء الشافعية بحرمتها ... لكن قال: حرمتها دون حرمة الحشيشة، والله أعلم".

(رد المحتار، كتاب الأشربة: ۶/۴۵۸، سعيد)

(۱) سوال: "آج کل عوام میں یہ چرچا ہو رہا ہے کہ ڈالڈا گھی میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے تو اس کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ حضرت مفتی صاحب دام ظلہم! بعد از سلام مسنون، بحمد اللہ تعالیٰ یہاں خیریت سے ہے، خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہو۔ ڈالڈا گھی کے متعلق بہت سے سوالات آ رہے ہیں، اب تک تو یہی لکھا ہے کہ بلا دلیل شرعی حرمت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، جو رائے عالی ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب: "مکرمی محترمی زید مجدکم السامی، بعد سلام مسنون، عافیت طرفین مطلوب ہے۔ جب کہ دنیا بھر میں اس کا استعمال بلا تامل ہو رہا ہے تو جب تک نجس شی ملائے جانے کا شرعی ثبوت نہ ہو، حرام قرار دینا صحیح نہیں، جناب والا کی رائے بالکل صحیح ہے"۔ (الفتاوی رحیمیہ، کتاب الحظر والإباحۃ، باب ما یجوز أکلہ وما لا یجوز، ڈالڈا گھی میں نجس شی ملائے جانے کا شبہ ہو تو کیا حکم ہے: ۱۰/۲۰۴، دار الاشاعت)

"الیقین لا یزول بالشك" (شرح المجلۃ: ۱/۲۰، رقم المادۃ: ۴، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال: ۱/۲۴۲، قدیمی)

ڈالڈا گھی، انگریزی بسکٹ وغیرہ کا استعمال

سوال [۸۷۳۰]: کیا بناسپتی (مصنوعی گھی) کا کھانا جائز ہے جب کہ چربی اور دوسری چیز ملا کر بنتا ہے۔ یہ چربی بکری اور گائے وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے، کچھ چربی آسٹریلیا وغیرہ سے آتی ہے۔ میرے جاننے والے کئی ایسے اصحاب ہیں جو چربی کا کام کرتے ہیں، چربی کو گلا کر بڑی بڑی کمپنی کو فروخت کرتے ہیں، اور وہ بڑی کمپنی ڈالڈا، برطانیہ بسکٹ وغیرہ کو سپلائی کرتی ہیں جب کہ بغیر چربی کے بناسپتی، بسکٹ اور صابن وغیرہ نہیں بن سکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ اس میں حرام، ناپاک، مردار چیز شامل ہے اس کا کھانا درست ہے۔ دوسری چیزوں میں بھی استعمال درست ہے(۱)۔ البتہ غیر مسلم کی دوکان سے چربی نہ خریدی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہلدی کا حکم

سوال [۸۷۳۱]: کیا ہلدی کا کھانا درست نہیں ہے؟ حالانکہ بڑے بڑے علماء کو دیکھا گیا کہ وہ ایسے سالن کے کھانے سے پرہیز نہیں کرتے جس میں ہلدی پڑی ہو؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہلدی کو گوبر میں پکایا جاتا ہے اس لئے ناپاک ہے۔ جو حکم شرع ہو، ارشاد فرمائیں۔

نعیم الدین، بارہ بنکی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ممکن ہے کہ کسی جگہ ایسا ہوتا ہے، میں نے تو ہلدی کی کاشت کرنے والے دیندار مسلمانوں سے

---

(۱) (راجع، ص: ۲۰۳، رقم الحاشية: ۱)

(۲) "ولا بأس بأكل من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم، والشحم، والمرق. ولا بأس في قدورهم حتى يغسلوها". (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب ما يؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۳۳۵، سعيد)

دریافت کیا، انہوں نے اس کا انکار کیا، اس لئے بلا تحقیق حرام کہنا درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

صابن میں چربی کی وجہ سے ناپاکی

سوال [۸۷۴۴]: صابن خواہ نہانے کا ہو یا کپڑے دھونے کا سب کے اندر چربی ڈالی جاتی ہے، یہ بات یقینی ہے صابن بنانے والے خود ہی بتاتے ہیں۔ چربی تین قسم کی ہوتی ہے: خنزیر کی اور دوسرے مردار جانور کی اور تیسرے زندہ جانوروں کو مشین کے ذریعہ غیر شرعی طور سے کاٹ کر ان کا گوشت جو ہے الگ کیا جاتا ہے۔ بہرحال حرام ہے۔ تو گویا کہ صابن جس سے انسان کپڑا یا بدن صاف کرتا ہے وہ ناپاک چیز ہے۔

اب صابن کے معاملہ میں کیا فیصلہ ہے، کیا یہ چربی دوسری شکل یعنی صابن کی شکل میں منتقل ہو کر پاکی کا حکم اختیار کرے گی؟ اگر نہیں تو پھر کپڑا یا بدن کیسے پاک ہوگا؟ جب کہ دھونے کے بعد کپڑے کے اندر صابن کا جز کچھ نہ کچھ یقینی طور پر رہ جاتا ہے، یا خشک ہونے کے بعد کپڑا پاک ہو جائے گا؟ نیز صابن کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صابن کے دوسرے نسخے بھی ہیں جن میں چربی نہیں پڑتی، لہٰذا ہر صابن کو نجس کہنا درست نہیں۔ یہ بھی غلط ہے کہ بدن یا کپڑے میں صابن کے اجزاء باقی رہ جاتے ہیں۔ دھونے، نچوڑنے، صاف کر دینے سے سب اجزاء نکل جاتے ہیں۔ جب نجاست کی بنیاد ہی غلط ہے تو خرید و فروخت کا معاملہ اور استعمال کا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۴/۹۲ھ۔

---

(۱) "اگر نجاست ہو بھی تو ہیئت تبدیل ہونے کی وجہ سے صابن پاک ہو جائے گا:

"جعل الدهن النجس في صابون، يفتى بطهارته؛ لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد، ويفتى به للبلوى. اهـ". (رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الأنجاس، كتاب الطهارة: ۱/۳۹۵، رشيديه)

ناپاک تیل وچربی سے بنے ہوئے صابون کا حکم

سوال[۸۷۳۳]: اگر ناپاک تیل یا چربی سے صابون بنالیا جائے تو اس صابون کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب صابون بنانے سے اصل حقیقت بدل گئی تو وہ پاک ہے، شامی: ۱/۲۲۰ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "ويطهر زيت تنجس بجعله صابوناً، به يفتى للبلوى، كتنور رش بماء نجس". (الدر المختار). قال الشامي رحمه الله: "(قوله: ويطهر زيت، الخ) .... ثم هذه المسئلة قد فرعوها على قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذي عليه الفتوى، واختاره أكثر المشايخ، خلافاً لأبي يوسف، كما في شرح المنية والفتح وغيرهما. وعبارة المجتبى: جعل الدهن النجس في صابون، يفتى بطهارته؛ لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد، ويفتى به للبلوى، اهـ". (رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۱۵، ۳۱۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الأنجاس، كتاب الطهارة: ۱/۳۹۵، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في النجاسة: ۱/۴۵، رشيدية)

باب الانتفاع بالحیوانات

الفصل الأول في السمک

(مچھلی کے کھانے کا بیان)

مردار مچھلی کھانا کیوں جائز ہے؟

سوال [۸۷۳۴]: مردار مچھلی کا استعمال کیوں صحیح ہے، بقیہ جو مردار حلال ہیں، ان کا استعمال کیوں جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مردار مچھلی کو حدیث پاک میں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے: "أحلت لنا الميتتان: السمك والجراد"(۱)۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الصيد، باب ما يحل أكله وما يحرم، الفصل الثاني، ص: ۳۶۱، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الصيد، باب صيد الحيتان والجراد: ۲۳۳، قديمي)

"أي في حال الاختيار والاضطرار". (مرقاة المفاتيح: ۷/ ۲۴۳، رشيديه)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالى: "بخلاف السمك (وأنواع السمك بلا ذكاة) لحديث: "أحلت لنا ميتتان: السمك والجراد". (الدر المختار). وقال الشامي رحمه الله تعالى: "وهو مشهور مؤيد بالإجماع، فيجوز تخصيص الكتاب به، وهو قوله تعالى: ﴿حرمت عليكم الميتة والدم﴾ على أن حل السمك ثبت بمطلق قوله تعالى: ﴿وتأكلون منه لحماً طرياً﴾. كفاية. وما عدا أنواع السمك من نحو إنسان الماء وخنزيره خبيث، فبقي داخلاً تحت التحريم، وحديث: "هو الطهور ماءه والحل ميتته" المراد منه السمك كآية: ﴿أحل لكم صيد البحر﴾؛ لأن السمك مراد بالإجماع، وبه تنتفي المعارضة بين الأدلة، فإثبات الحل فيما سواه يحتاج إلى دليل". (رد المحتار —

نیز مچھلی میں خون نہیں، اور دیگر جانوروں میں خون ہوتا ہے اور ذبح کرنے سے نکل جاتا ہے اور خود مر جانے سے بدن ہی میں رہ جاتا ہے اور یہ خون ناپاک ہے۔ اور مچھلی میں جو خون جیسی چیز ہوتی ہے وہ رطوبت ہوتی ہے، خون نہیں ہوتا (۱)۔ اور جو مچھلی پانی ہی میں مر کر الٹی تیرنے لگے، اس کا کھانا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

۳۰۴/۶، كتاب الذبائح، سعيد)

"ويستثنى من ذلك: ميتة السمك والجراد، فإنها طاهرة، لحديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ...... الخ". (فقه السنة، كتاب الأطعمة: ۲۷۸/۳، دار الكتاب العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۱۵/۸، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل وما لا يحل، رشيديه)

(۱) "ودم سمك طاهر ... لأنه ليس بدم حقيقة بدليل أنه يبيض في الشمس، والدم يسود بها". (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه: ۲۰۴/۱، سعيد)

"وعفي دم السمك .... أما دم السمك، فلأنه ليس بدم على التحقيق، وإنما هو دم صورة؛ لأنه إذا يبس يبيض، والدم يسود، وأيضاً الحرارة خاصية الدم والبرودة خاصية الماء، فلو كان للسمك دم، لم يدم سكونه في الماء". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۲۰۸/۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۲۰۳/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما ألقاه البحر أو جزر عنه الماء، فكلوه. وما مات فيه فطفا، فلا تأكلوه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصيد، باب ما يحل أكله وما يحرم، الفصل الثاني، ص: ۳۶۱، قديمي)

"ولا يحل حيوان مائي إلا السمك ..... غير الطافي على وجه الماء الذي مات حتف أنفه، وهو ما بطنه من فوق". (رد المحتار، كتاب الذبائح: ۳۰۶/۶، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الذبائح: ۴۹۹/۶، دار الكتب العلمية بيروت)

کوچھ مچھلی کا حکم

سوال[۸۷۳۵]: ایک مچھلی جس کو ہماری زبان میں کوچھ کہتے ہیں(۱) اور آپ کی نظروں کے سامنے ہے، اس کے متعلق حکمِ شرعی سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہم نے اس مچھلی کو دیکھا، یہ غالباً مچھلی ہے، کوئی اور جانور نہیں ہے، یہ شرعاً جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۹۰ھ۔

مچھلی کو بغیر پانی کے رکھنا

سوال[۸۷۳۶]: ۱... مچھلی کو پکڑ کر بغیر پانی کے رکھ دیا جائے گھنٹہ آدھ گھنٹہ تو کیا اس صورت میں گناہ ہوگا یا نہیں؟

مچھلی کو پتھر سے رگڑنا

سوال[۸۷۳۷]: ۲... مچھلی کو بغیر مارے توڑے پتھر پر رگڑا جائے تو کھال اتاری جائے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

مچھلی کو بلا آلائش نکالے کھانا

سوال[۸۷۳۸]: ۳... مچھلی بغیر آلائش نکالے ہوئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... مچھلی مرنے میں تاخیر کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا(۳)۔

---

(۱) "کوچھ: ایک قسم کی مچھلی"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۲۶، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "جس سے معلوم ہوا کہ سمندر کی مچھلیاں خواہ بڑی ہوں یا چھوٹی ہوں، خواہ کسی وزن کی ہوں کسی شکل کی ہوں، کسی نوعیت کی ہوں، تازی یا زندہ ہوں یا مردہ، سب حلال اور پاکیزہ ہیں، ان کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے"۔ (جواہر الفتاویٰ، جھینگا مچھلی حلال ہے یا حرام، ایک سوال کا جواب: ۴۹۲/۲، ادارۃ القرآن کراچی)

(۳) "وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینھی أن ـ

۲... مچھلی اگر پہلے سے مری ہوئی ہو تو بغیر سر توڑے پتھر سے رگڑنے یا کھال اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر زندہ ہے تو ایسا نہ کیا جاوے کہ اس میں ایذا وتعذیب بلا ضرورت ہے، بلکہ پہلے اس کو مار دیا جائے (۱)۔

۳... مچھلی آلائش نکالنے کے بعد پکائی جائے، اس لئے کہ اس میں بعض اجزاء مضر ہوتے ہیں (۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۸ھ۔

= تصبر بهيمة أو غيرها للقتل". متفق عليه".

قال الملا علي القاري تحت هذا الحديث: "بهيمة أو غيرها": أي من ذوات الروح بلا أكل وشرب حتى تموت". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح، الفصل الأول: ۶۸۰/۷، رشيديه)

(۱) "وعن شداد بن أوس رضي الله تعالى عنه، عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إن الله تعالى كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحد أحدكم شفرته وليرح ذبيحته" رواه مسلم". (مشكوة المصابيح ۲/۳۵۷، كتاب الصيد والذبائح، الفصل الأول، قديمي)

قال الملا علي القاري قوله: "كتب الإحسان على كل شيء": أي إلى كل شيء، أو على بمعنى "في" أي أمركم بالإحسان في كل شيء، ومنه قوله تعالى: ﴿ودخل المدينة على حين غفلة﴾، وقال الشارح: أي كتب عليكم أن تحسنوا في كل شيء اهـ. والمراد منه العموم الشامل للإنسان والحيوان حياً وميتاً ... وقد قال علماؤنا: ويكره السلخ قبل أن تبرد، وكل تعذيب بلا فائدة لهذا الحديث".

(مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد، الفصل الأول: ۶۶۸/۷، ۶۶۹، رشيديه)

"وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا تتخذوا شيئاً فيه الروح غرضاً". رواه مسلم".

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "قال النووي: هذا النهي للتحريم، لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعن الله من فعل هذا"، ولأنه تعذيب للحيوان ... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد: ۶۸۱/۷، رشيديه)

(۲) اگر مچھلی چھوٹی ہو تو بلا آلائش نکالے کھانا جائز ہے: ... =

مچھلی پکڑنے کے بعد یا لاٹھی سے مرگئی ہو اس کا کھانا

سوال [۹۸۲۹]: ۱... مچھلی پانی سے زندہ پکڑی اور پکڑنے کے بعد پانی سے باہر مرگئی تو اس کا کھانا کیسا ہے؟

۲... مچھلی کا شکار پانی میں لاٹھی سے کیا، لاٹھی لگ کر مچھلی مرگئی، پھر مچھلی پکڑی تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... پانی سے زندہ مچھلی پکڑنے کے بعد اگر مرجائے تو وہ مردار نہیں ہوئی، اس کا کھانا شرعاً درست ہے(۱)۔

= "وفي السمك الصغار التي تقلى من غير أن يشق جوفه، فقال أصحابه: لا يحل أكله؛ لأن رجيعه نجس، وعند سائر الأئمة يحل". (رد المحتار: ۶/۳۰۹، كتاب الذبائح، سعيد)

"چھوٹی مچھلی کو اگر بدون آلائش صاف کئے ہوئے بھی پکالیا جائے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک آلائش صاف کرنے کے بعد جائز ہے۔ در مختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی مچھلی کی آلائش صاف کرنا سب کے نزدیک واجب ہے۔ بدون صاف کئے کھانا جائز نہ ہوگا"۔ (امداد الأحکام: ۳/۳۰۹، کتاب الحظر والإباحة، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۱) "قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "بخلاف السمك (وأنواع السمك بلا ذكاة) لحديث: "أحلت لنا ميتتان: السمك والجراد". (الدر المختار). وقال الشامي رحمه الله تعالى: "وهو مشهور مؤيد بالإجماع، فيجوز تخصيص الكتاب به، وهو قوله تعالى: ﴿حرمت عليكم الميتة والدم﴾، على أن حل السمك ثبت بمطلق قوله تعالى: ﴿وتأكلون منه لحماً طرياً﴾. كفاية. وما عدا أنواع السمك من نحو إنسان الماء وخنزيره خبيث، فبقي داخلاً تحت التحريم، وحديث: "هو الطهور ماؤه والحل ميتته". المراد منه السمك كما في: ﴿أحل لكم صيد البحر﴾؛ لأن السمك مراد بالإجماع، وبه تنتفي المعارضة بين الأدلة، وإثبات الحل فيما سواه يحتاج إلى دليل". (رد المحتار ۶/۳۰۷، كتاب الذبائح، سعيد)

"ويستثنى من ذلك: ميتة السمك والجراد، فإنها طاهرة لحديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ...". (فقه السنة، كتاب الأطعمة: ۳/۲۷۹، دار الكتاب العربي بيروت) =

۲ ..... زندہ مچھلی کے پانی میں لاٹھی مارنے سے اگر وہ مرجائے تو وہ مردار نہیں ہوگی، اس کا کھانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۸۹ھ۔

جھینگا

سوال [۸۷۲۰]: مچھلیوں کی قسموں میں ایک معروف مچھلی جھینگا ہوتی ہے، اسے بعض حرام اور بعض مکروہ تحریمی اور بعض علماء مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں اور بعض بلاکراہت جائز فرماتے ہیں۔ اصل حکم کیا ہے؟ بحوالۂ کتب حنفیہ تحریر فرمائیں؟

عبدالستار، برار سپلائی اسٹیٹ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی جائز ہے، اور کوئی جانور جائز نہیں، جھینگا مچھلی اگر مچھلی ہی کی کوئی قسم ہے تو وہ جائز ہے جیسا کہ علامہ دمیری شافعی نے حیوۃ الحیوان، ص: ۲۷۱، میں لکھا ہے(۱) اور اسی سے حضرت تھانوی نے امداد الفتاویٰ، ص: ۱۰۳، میں نقل کیا ہے(۲)۔ اگر یہ مچھلی کی قسم نہیں، بلکہ کوئی اور

= (وکذا في البحر الرائق: ۸/۳۱۵، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل وما لا یحل، رشیدیہ)

(۱) "الروبیان: ھو سمک صغیر جداً أحمر". (حیوۃ الحیوان: ۱/۴۷۲، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(۲) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اس وقت میرے پاس حیاۃ الحیوان دمیری کی- جوکہ ماہیت حیوانات سے بھی بحث ہے- موجود ہے، اس میں تصریح ہے: "الروبیان ھو سمک صغیر جداً" اور اس کے مقبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، پس یہ مقتضی حلت کو ہے۔ مگر چونکہ مختلف فیہ ہے، کہ بعض اطبا اور اہل لغت اس کو ماہی سے تعبیر کرنا صحیح نہیں کہتے ہیں اس لئے اس کو حلال کہنا صاف قرینہ ہے کہ ان سے اس کو بعید ماہی میں داخل کیا ہے"۔ (امداد الفتاویٰ، کھانے پینے کی حلال وحرام مکروہ ومباح چیزوں کا بیان، ماہی روبیان کا حکم: ۴/۱۰۳، ۱۰۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

"اور جھینگا- جس کو "اربیان" بکسر ہمزہ کہتے ہیں، جیسا صراح وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے- حلال ہے، کیونکہ وہ مچھلیوں کی قسموں میں سے ایک قسم ہے، اور مچھلی کے تمام اقسام بلا تفاق حلال ہیں ..... حماديہ میں ہے: "الدود الذي یقال له: جھینگ حرام عند بعض العلماء؛ لأنه لا یشبه السمک. لأنه یباح عندنا من صید البحر أنواع السمک، وھذا لا یکون کذلک. وقال بعضھم: حلال یسمی باسم السمک". (مجموعۃ الفتاویٰ: =

"وأما الروبيان أو الإربيان الذي يسمى في اللغة المصرية: "جمبري" وفي اللغة الأردية: "جهينگا" وفي الإنكليزية "shrimp" أو "prawn" فلا شك في حلّه عند الأئمة الثلاثة؛ لأن جميع حيوانات البحر حلال عندهم. وأما عند الحنفية، فيتوقف جوازه على أنه سمك أولا. فذكر غير واحد من أهل اللغة أنه نوع من السمك، قال ابن دريد في جمهرة اللغة: ٣/ ٣٠٢: إربيان ضرب من السمك. وأقره في القاموس وتاج العروس: ١/ ١٤٦. وكذلك قال الدميري في حياة الحيوان: ١/ ٤٣٢: الروبيان هو سمك صغير جدًا أحمر. وأفتى غير واحد من الحنفية بجوازه بناءً على ذلك، مثل صاحب الحمادية.

وقال شيخ مشايخنا التهانوي في إمداد الفتاوى: ٣/ ١٠٣: لم يثبت بدليل أن للسمك خواص لازمة تنتفي السمكية بانتفائها، فالمدار على قول العرف المبصرين ..... وإن "حياة الحيوان" للدميري الذي يبحث عن ماهيات الحيوان يصرح بأن الروبيان هو سمك صغير ..... فإني مطمئن إلى الآن بأنه سمك -ولعل الله يحدث بعد ذلك أمرًا- ...... ولكن خبراء علم الحيوان اليوم لا يعتبرونه سمكًا، ويذكرونه كنوع مستقل، ويقولون: إنه من أسرة السرطان دون السمك.

وتعريف السمك عند علماء الحيوان -على ما ذكر في دائرة المعارف البريطانية: ٩: ٣٠٥، طبع ١٩٥٠م- هو حيوان ذو عمود فقري، يعيش في الماء ويسبح بعواماته، ويتنفس بغلصمته، وإن الإربيان ليس له عمود فقري، ولا يتنفس بغلصمته. وإن علم الحيوان اليوم يقسم الحيوانات إلى نوعين كبيرين: الأول: الحيوانات الفقرية (Vertebrate)، وهي التي لها عمود فقري في الظهر، ولها نظام عصبي يعمل بواسطته. والثاني: الحيوانات غير الفقرية (invertebrate) التي ليس لها عمود فقري، وإن السمك يقع في النوع الأول، والإربيان في النوع الثاني.

الذي ذكر في دائرة المعارف: ٦: ٣٦٣، طبع ١٩٨٨م: أن التسعين في المائة من الحيوانات الحية تتعلق بهذا النوع، وأنه يحتوي على الحيوانات القشرية والحشرات، وكذلك عرّف البستاني السمك في دائرة المعارف: ١٠: ٦٠، بقوله: "حيوان من خلق الماء، وآخر رتبة الحيوانات الفقرية، دمه أحمر، يتنفس في الماء بواسطة غلاصمه، وله كسائر الحيوانات الفقرية هيكل عظمي". وكذلك محمد فريد وجدي عرّفه بقوله: "السمك من الحيوانات البحرية، وهو يكوّن الرتبة

جھینگا

سوال [۱۰۸۷۰]: جھینگا مچھلی کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض حضرات نے اس کو مچھلی کی قسم قرار دے کر مباح فرمایا ہے، مگر بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ یہ

...ـه الخامسة من الحيوانات الفقرية، دمها بارد أحمر، تتنفس من الهواء الذائب في الماء بواسطة خياشيمها، وهي مجللة بأعضاء تمكنها من المعيشة دائماً في الماء، وتعوم فيه بواسطة عوّامات، ولبعضها عوامة واحدة... اهـ".

وإن هذه التعريفات لا تصدق على الإربيان، وإنه ينفصل عن السمك بأنه ليس من الحيوانات الفقرية، فلو أخذنا بقول خبراء علم الحيوان، فإنه ليس سمكاً، فلا يجوز على أصل الحنفية. ولكن السؤال هنا: هل يعتبر في هذا الباب التدقيق العلمي في كونه سمكاً، أو يعتبر العرف المتفاهم بين الناس؟ ولا شك أن عند اختلاف العرف يعتبر عرف أهل العرب، لأن استثناء السمك من ميتات البحر إنما وقع باللغة العربية، وقد أسلفنا أن أهل اللغة أمثال ابن دريد، والفيروز آبادي، والزبيدي، والدميري كلهم ذكروا أنه سمك. فمن أخذ بحقيقة الإربيان حسب علم الحيوان، قال بمنع أكله عند الحنفية. ومن أخذ بعرف أهل العرب، قال بجوازه.

ويترجح هذا القول بأن المعهود من الشريعة في أمثال هذه المسائل الرجوع إلى العرف المتفاهم بين الناس، دون التدقيق في الأبحاث النظرية، فلا ينبغي التشديد في مسألة الإربيان عند الإفتاء، ولا سيما في حالة كون المسألة مجتهداً فيها من أصلها، ولا شك أنه حلال عند الأئمة الثلاثة، وإن اختلاف الفقهاء يورث التخفيف كما تقرر في محله، غير أن الاجتناب عن أكله أحوط وأولى وأحرى. والله سبحانه أعلم". (تكملة فتح الملهم: ۳/۵۱۳، ۵۱۴، كتاب الصيد والذبائح، باب إباحة ميتات البحر، مكتبه دار العلوم كراچی)

"جھینگے میں احتیاط یہ ہے کہ نہ کھایا جائے"۔ (کفایۃ المفتی، کتاب الحظر والإباحة: ۹/۱۲۲، دار الاشاعت کراچی)

مچھلی نہیں، بلکہ دوسرا جانور ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک مچھلی کے علاوہ دوسرا دریائی جانور جائز نہیں، یہی قول احوط معلوم ہوتا ہے۔ مجموعۃ الفتاوی میں دونوں قول ہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۸۹ھ۔

جھینگا

سوال [۸۷۴۱]: ہمارے یہاں کچھ دنوں سے جھینگا کے بارے میں حلال اور حرام کا بازار گرم تھا۔ ہماری جامع مسجد میں ایک فاضل دیوبند عالم باعمل ہیں، ہم نے ان سے دریافت کیا تو آپ نے حلال بتایا اور فرمایا کہ یہ بھی مچھلی کی ذات ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ ذرا تحقیق کے ساتھ جواب دیں تاکہ ہماری بے چینی دور ہو سکے۔ آیا وہ حرام ہے یا حلال ہے، اگر حلال ہے تو کونسی قسم؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن حضرات کے نزدیک یہ مچھلی ہے، وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں، جن کے نزدیک مچھلی نہیں، وہ ناجائز کہتے ہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی(۲) اور مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے(۳)، یہی احتیاط کا تقاضا ہے:

---

(۱) "اور جھینگا جس کو اربیان بکسر الراء کہتے ہیں، جیسا کہ صحاح وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال ہے، کیونکہ وہ مچھلی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے اور مچھلی کے تمام اقسام بالاتفاق حلال ہیں۔ اور جن لوگوں نے اس کو حرام لکھا ہے، وہ اسے مچھلی کی قسم نہیں سمجھتے، حالانکہ یہ مچھلی ہی ہے"۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: ۲/۲۴۷، کتاب الاکل والشرب، سعید)

(۲) "جھینگا خشکی کا حشرات میں سے ہے، حرام ہے اور دریائی غیر ماہی کا ہے، سوائے ماہی کے سب دریائی جانور حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہیں"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب شکار و ذبح کے مسائل، جھینگوں کا کھانا، ص: ۵۰۲، ادارہ اسلامیات، لاہور)

(۳) "جھینگا مچھلی کے متعلق بھی آپ کی رائے تھی کہ مچھلی نہیں، مزید کیا حقیقت میں وہ مچھلی نہیں کہ اس کے کھپرے نہیں ہوتے، لہٰذا آپ اس کو دریائی جانور سمجھتے اور حلت کا فتویٰ نہ دیتے تھے"۔ (تذکرۃ الخلیل، (عنوان: جھینگا)، ص: ۲۹۳، جھینگوں کا کھانا، مکتبۃ الشیخ کراچی)

"الدود الذي يقال له: "جهينگا" حرام عند بعض العلماء؛ لأنه لا يشبه السمك، فإنما أبيح عندنا من صيد البحر أنواع السمك، وهذا لا يكون كذلك. وقال بعضهم: حلال؛ لأنه مسمّى باسم السمك، اهـ". كذا في مجموعة الفتاوى عن الحمادية (۱)۔

"دع ما يريبك إلى ما لا يريبك" الحديث (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (مجموعة الفتاوى، كتاب الأكل والشرب: ۲/۲۹۷، سعید)

"اور جھینگا جس کو "اربیان" بکسر ہمزہ کہتے ہیں، جیسا کہ صراح وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے حلال ہے، کیونکہ وہ مچھلی کی قسموں میں سے ایک قسم ہے اور مچھلی کے تمام اقسام باتفاق حلال ہیں۔ اور جن لوگوں نے اس کو حرام کہا ہے، وہ اسے مچھلی کی قسم نہیں سمجھے، حالانکہ یہ مچھلی ہی ہے"۔ (مجموعة الفتاوى: ۲/۲۹۷، كتاب الأكل والشرب، سعید)

(۲) (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث: ۱۷۲۰، ۱/۲۹۳، دار إحياء التراث بيروت)

الفصل الثانی فی الطیور

(پرندوں کا بیان)

کوے کی قسمیں

سوال[۸۷۳۳]: حضرت والا سلام مسنون! آپ کا جواب ب: ۳/۱۲۷۸ھ ملا۔ ہر سہ قسم کوا (زاغ) کی شناخت مع رنگ کے تحریر فرمائیں تا کہ دل کو تسلی ہو۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوا تین قسم کا ہوتا ہے: ایک وہ کوا ہے جو صرف دانہ کھاتا ہے اور عامۃً آبادی میں نہیں رہتا، جنگل میں رہتا ہے، وہ بلا شک حلال ہے جنگلی کبوتر کی طرح۔ دوسرا کوا وہ ہے جو غلیظ اور مردار کھاتا ہے اس کی یہی غذا ہے، وہ حرام ہے گدھ کی طرح۔ تیسرا کوا وہ ہے جو دانہ کھاتا ہے اور کبھی غلیظ مردار بھی کھا لیتا ہے، وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہے مرغی کی طرح۔ یہ تینوں قسم کتب فقہ: عنایہ، فتاویٰ قاضی خان میں موجود ہیں(۱)۔

(۱) "والغراب الأسود الذی یأکل الحب یقال له: غراب الزرع، وعن أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ أنه قال: سألت أبا حنیفة رحمه الله تعالیٰ عن العقعق، فقال: لابأس به، فقلت: إنه یأکل النجاسات، فقال: إنه یخلط النجاسة بشیء آخر، ثم یأکل. فکان الأصل عنده أن ما یخلط النجاسة بشیء آخر - کالدجاج - لابأس به. وقال أبو یوسف رحمه الله تعالیٰ: یکره العقعق کما یکره الدجاجة المخلاة". (فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة: ۳/۳۵۷، کتاب الصید والذبائح، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۴۶۶، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل وما لایحل، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی نتائج الأفکار تکملة فتح القدیر: ۹/۴۹۹، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل أکله وما لا یحل، مصر)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری کے حوالے سے غراب کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ =

مدارِ غراب پر رنگ پر نہیں ہے، بعض علاقوں میں سفید یا کسی اور رنگ کا بھی ہوتا ہے، چڑیا گھر میں بعض کوے ایسے موجود ہیں جو سیاہ نہیں۔ کبوتر بھی مختلف رنگ کا ہوتا ہے، مرغی بھی مختلف رنگ کی ہوتی ہے، اس لئے رنگ پر مدار نہیں (۱)۔

عام طور پر جو کوا الٹا اور مردار کھاتا ہے وہ بالکل سیاہ ہوتا ہے، جو کوا دونوں چیزیں کھاتا ہے، اس کی گردن کے بال زیادہ سیاہ نہیں ہوتے، ان میں ہلکی سیاہی ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "وأنواع الغراب على ما في فتح الباري خمسة: العقعق. والأبقع، الذي في ظهره أو بطنه بياض. والغداف وهو المعروف عند أهل اللغة بالأبقع، ويقال له: غراب البين؛ لأنه بان عن نوح عليه السلام، واشتغل بجيفة حين أرسله ليأتي بخبر الأرض. والأعصم: وهو ما في رجله أو جناحه أو بطنه بياض أو حمرة. والزاغ، ويقال له: غراب الزرع، وهو الغراب الصغير الذي يأكل الحب". (رد المحتار: ۲/۵۷۰، كتاب الحج، باب الجنايات، سعيد)

وقال الدميري رحمه الله تعالى: "ارسطو نے اپنی کتاب نعت الحیوان میں لکھا ہے کہ کوے چار قسم کے ہوتے ہیں اور یہ قسمیں رنگوں کے اعتبار سے ہیں: بالکل سیاہ، سیاہ و سفید، سرادم قدرے سفید اور سیاہ طاؤس جس کے پروں پر قدرے چمک ہوتی ہے اور ٹانگوں کا رنگ مرجان کی طرح کے جیسے ہوتا ہے"۔ (حياة الحيوان (اردو)، باب الغين: ۲/۵۲۱، إدارة إسلاميات لاهور)

(۱) قال العلامة العثماني رحمه الله تعالى: "والحق أن حرمة الغراب دائرة على أكل الجيف وعدم أكله". (إعلاء السنن: ۱۷/۱۷۵، كتاب الذبائح، باب حكم الغراب، إدارة القرآن كراچي)

"وإنما كان مبنى الحل والحرمة على أكل الجيف وعدمه لا على كونه أبقع أو العقعق، أو كونه فاسقاً أو غيره، فالتعلق بهذه الأمور، وإطالة الكلام فيها من سطحية النظر والخروج عن ربقة الفقاهة؛ لأن أصحاب المذهب لم يجعلوا هذه الأمور مداراً للحل والحرمة هذا ما عندنا. والله أعلم وعلمه أتم وأحكم". (إعلاء السنن، المصدر السابق)

کوے کا کھانا

سوال[۸۷۲۲]: کوے کا گوشت کھانا کیسا ہے مطلقاً، کیونکہ "مطلقاً" کی قید اس نے لگائی جاتی ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں یہی فرمایا: "مطلقاً اگر جنگلی کاگا ہے"(۱) تو "مطلقاً" کیوں فرمایا؟ وجہ بیان کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"کوے کا گوشت مطلقاً کھانا ممنوع نہیں" جس کا مطلب یہ ہے کہ کوے کی ہر قسم کو ممنوع کہنا غلط ہے، اس لئے کہ جو کوا صرف دانہ کھاتا ہے وہ بالاتفاق درست ہے۔ اور جو کوا مردار غلاظت ہی کھاتا ہے وہ بالاتفاق درست نہیں۔ اور جو کوا دانہ بھی کھاتا ہے اور کبھی غلاظت بھی یا مردار بھی کھاتا ہے، وہ مرغی کے حکم میں آتا ہے۔ یہ سب تفصیل کتب فقہ: فتاویٰ عالمگیری، قاضی خان، شامی، طحطاوی، البحرالرائق وغیرہ میں ہے(۲)۔

اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے "فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب"(۳) اس میں بہت علماء کے فتاویٰ موجود ہیں، کتب خانہ دیوبند سے یہ رسالہ مل جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۱۴۰۲ھ۔

---

(۱) لم أجده

(۲) "والغراب الذي يأكل الحب والزرع، ونحوها حلال بالإجماع، كذا في البدائع. وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى قال: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن العقعق فقال: لابأس. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: يكره العقعق كما يكره الدجاجة، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۹/۵، ۲۹۰، كتاب الذبائح، الباب الثاني، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۷/۳، كتاب الصيد، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳۰۶/۶، ۳۰۸، كتاب الذبائح، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الذبائح: ۱۵۶/۴، دار المعرفة، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳۱۳/۸، ۳۱۴، كتاب الذبائح، رشيديه)

(۳) تلاش کے باوجود یہ رسالہ نہیں ملا، البتہ احسن الفتاویٰ میں اس مسئلہ پر ایک رسالہ: "رفع الحجاب عن حكم الغراب" ہے۔ (أحسن الفتاوى، كتاب الصيد والذبائح: ۴۲۹/۷، سعيد)

کوا کھانا

سوال[۸۷۳۵]: کوا کھانا کیسا ہے اور قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس کوے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حلال ہے(۱)، تو کیا وہی کوا ہے جو ہمارے یہاں پایا جاتا ہے؟ اور بدعتی اور شرپسند علماء جو یہ پچڑا اچھالتے ہیں کہ کوا کو حلال کہنا صرف مولانا رشید احمد صاحب کی جدت ہے، شریعت میں کوا کھانا حرام ہے۔ تو یہ کہاں تک صحیح ہے؟ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ محدث اعظم ہند کا فتویٰ کن دلائل پر مبنی ہے؟ مفصل اور مدلل جواب عنایت کیجئے، عربی عبارت کا ترجمہ بھی ضرور تحریر فرمائیں۔

حافظ محمد حمید اللہ نعمانی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ کوا چند قسم پر ہے: ایک قسم وہ ہے جس کی غذا صرف غلاظت ومردار ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کی غذا صرف دانہ وغلہ ہے، غلاظت ومردار بالکل نہیں کھاتا۔ تیسری قسم وہ ہے جو دونوں چیزیں کھاتا ہے، غلاظت ومردار بھی کھاتا ہے اور دانہ وغلہ بھی کھاتا ہے۔

پہلی قسم ممنوع ہے، دوسری قسم حلال ہے، ان دونوں کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں۔ تیسری قسم امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے جبکہ اس کی غالب غذا غلاظت ہو (اگر اس کی غالب غذا غلاظت نہ ہو، بلکہ غالب غذا دانہ وغلہ ہو اور کبھی غلاظت بھی کھا لیتا ہو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مکروہ نہیں، بلکہ بلا کراہت حلال ہے)۔

یہ اقسام واحکام فتاویٰ عالمگیری(۲)، جامع الرموز(۳)، عنایہ(۴)، ردالمحتار(۵)، طحطاوی(۶)، البحرالرائق(۷)، بدائع(۸)، مجتبیٰ(۹)، وغیرہ میں مذکور ہیں۔

---

(۱) "سوال: جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہیں اور کھانے والے کو برا کہتے ہیں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب؟

جواب: ثواب ہوگا"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب جواز وحرمت کے مسائل، حلال کوا کھانا، ص: ۱۱۶، سعید)

(۲) "والغراب الذي يأكل الحب والزرع ونحوها حلال بالإجماع، كذا في البدائع. ... وعن أبي —

= يوسف رحمه الله تعالى قال: سألت أبا حنيفة عن العقعق، فقال: لا بأس به، فقلت: إنه يأكل النجاسات، فقال: إنه يخلط النجاسة بشيء آخر، ثم يأكل. فكان الأصل عنده أن ما يخلط كالدجاج لا بأس. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: يكره العقعق كما تكره الدجاجة، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/ ۲۸۹، ۲۹۰، كتاب الذبائح، الباب الثاني، رشيديه)

(۲) "(والأبقع) مجاز مرسل عن الغراب — فإنه ثلثة أنواع: الأبقع ما فيه سواد وبياض، والأسود والزاغ، الذي يأكل الجيف: أي لا يأكل إلا الجيفة وجثة الميت. وفيه إشعار بأنه لو أكل من كل من الثلثة الجيفة والحب جميعاً حل، ثم يكره، وقيل: لا يكره. والأول أصح، كما في الخزانة". (جامع الرموز: ۲/ ۵۰۳، كتاب الذبائح، طبع ايران)

(۳) "وأما الغراب الأبقع والأسود فهو أنواع ثلثة: نوع يلتقط الحب ولا يأكل الجيف، وليس بمكروه. ونوع منه لا يأكل إلا الجيف، وهو الذي سماه المصنف الأبقع الذي يأكل الجيف، وإنه مكروه. ونوع يخلط: يأكل الحب مرة والجيف أخرى، ولم يذكره في الكتاب، وهو غير مكروه عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، مكروه عند أبي يوسف رحمه الله تعالى. (قوله: وكذا الغداف) وهو غراب القيظ لا يؤكل. والأصل ذلك أن ما يأكل الجيف، فلحمه نبت من الحرام، فيكون خبيثاً عادةً، وما يأكل الحب لم يوجد ذلك فيه، وما يخلط كالدجاج والعقعق، فلا بأس بأكله عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وهو الأصح". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۹/ ۵۰۰، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل أكله وما لا يحل، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) "وحل غراب الزرع الذي يأكل الحب والأرنب والعقعق، وهو غراب يجمع بين أكل جيف وحب، والأصح حله معها أي مع الذكاة". (الدر المختار). "(وحل غراب الزرع) وهو غراب أسود صغير يقال له: الزاغ، وقد يكون محمر المنقار والرجلين، رملي. قال القهستاني: وأريد به غراب لم يأكل إلا الحب، سواء كان أبقع أو أسود أو زاغاً، وتمامه في الذخيرة اهـ. (قوله: والعقعق) بوزن جعفر طائر نحو الحمامة طويل الذنب فيه بياض وسواد، وهو نوع من الغربان يتشاءم به ويعقعق بصوت يشبه العين والقاف ... عن المكي. (قوله: الأصح حله) الأولى أن يقول: على الأصح، وهو قول الإمام، وقال أبو يوسف: يكره، ط. (قوله: معها) متعلق بقوله: وحل الذي قدره الشارح، قال ط: والأولى: بها". (رد المحتار: ۶/ ۳۰۶، ۳۰۸، كتاب الذبائح، سعيد)

= (۱) "(قوله: والغراب الأبقع) هو الذي فيه سواد وبياض، اهـ مكي عن الكشف. وذكر في الظهيرية أن الغراب الأسود والأبقع ثلاثة أنواع: نوع يلتقط الحب ولا يأكل الجيف، وهو غير مكروه. ونوع يأكل الجيف، وهو مكروه. ونوع آخر يأكل الحب مرةً والجيف أخرى، وإنه غير مكروه عند الإمام، خلافاً لأبي يوسف، الخ، مكي (قوله: لأنه ملحق بالخبائث) فإن لحمه ينبت من الحرام، عيني وأكمل ... (قوله: النسر) هو خلاف ما قاله مسكين: إنه العقعق. وعن أبي يوسف قال: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن العقعق، فقال: لابأس به، فقلت: إنه يأكل النجاسة، فقال: إنه يخلط النجاسة بشيء آخر، ثم يأكل، فالأصل عنده أن ما يخلط كالدجاج، لابأس به. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: يكره العقعق كما تكره الدجاجة، اهـ". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الذبائح: ۱۵۶/۴، دار المعرفة بيروت)

(۲) "(وحل غراب الزرع) لأنه يأكل الحب، وليس من سباع الطير ولا من الخبائث. قال: لا الأبقع الذي يأكل الجيف والضبع ... أما الغراب الأبقع، فلأنه يأكل الجيف، فصار كسباع الطير. والغراب ثلاثة أنواع: نوع يأكل الجيف فحسب، فإنه لا يؤكل. ونوع يأكل الحب فحسب، فإنه يؤكل. ونوع يخلط بينهما وهو أيضاً يؤكل عند الإمام، وهو العقعق؛ لأنه يأكل الدجاج. وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يكره أكله؛ لأنه غالب أكله الجيف، والأول أصح". (البحر الرائق: ۳۱۳/۸، ۳۱۴، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل وما لا يحل، رشيديه)

(۸) "ويكره غراب الأبقع، والغداف، وهو الغراب الأسود الكبير، لما روي عن عروة عن أبيه أنه سئل عن أكل الغراب، فقال: من يأكل بعد ما سماه الله تبارك وتعالى فاسقاً؟ عنى بذلك قول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "خمسٌ من الفواسق يقتلهن المحرم في الحل والحرم". ولأن غالب أكله الجيف، فيكره أكلها كالجلالة. ولا بأس بغراب الزرع؛ لأنه يأكل الحب والزرع ولا يأكل الجيف.

هكذا روى بشر بن الوليد عن أبي يوسف رحمه الله تعالى قال: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن أكل الغراب، فرخص في غراب الزرع، وكره الغداف. وسألته عن الأبقع، فكره ذلك. وإن كان غراباً يخلط فيأكل الجيف ويأكل الحب لا يكره في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى. قال: وإنما يكره من الطير ما لا يأكل إلا الجيف. ولا بأس بالعقعق؛ لأنه ليس بذي مخلب ولا من الطير الذي لا يأكل إلا الحب، كذا روى أبو يوسف أنه قال: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى في أكل العقعق، فقال: لابأس به،

المسلمت، إنه يأكل الجيف، فقال: إنه يخلط. المحصل من قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أن ما يخلط من الطيور: لايكره أكله كالدجاج. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالىٰ: يكره؛ لأن غالب أكله الجيف".

(بدائع الصنائع: ۱۹۶/۶، كتاب الذبائح، فصل فيما يكره من الحيوانات، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الهداية مع حاشية العلامة عبدالحي اللكهنوي: ۴۳۸/۴، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل أكله ومالايحل، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفقه الحنفي: ۹۲۸/۳، ۹۹۶، كتاب الذبائح، مكتبة العبيكان رياض)

(وكذا في التحفة المعلول، ص: ۲۱۳، ۳۲۹، كتاب الذبائح، فصل: مايحرم أكله من الحيوانات، دارالبشائر بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۲۲/۶، ۴۲۶، كتاب الذبائح، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى السراجية، ص: ۸۷، كتاب الذبائح، سعيد)

"حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کوے کی جو ایک یہ قسم بیان فرمائی ہے کہ وہ نجاست وغیرہ بھی غذا کرتا ہو، اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

ــ مطلق جو دونوں نہیں ۲ــ وہ کوا جو غلہ کرتا ہے اور جو دونوں ہے۔ ان میں سے پہلی قسم تو حلال ہے، لیکن دوسری قسم حرام ہے"۔ (أحسن الفتاوی: ۴۲۱/۷، كتاب الذبائح، رسالہ رفع الحجاب عن حكم الغراب، سعيد)

(وفتاویٰ رحیمیہ: ۲۳۳/۱۰، كتاب الحظر والإباحة، دارالإشاعت كراچي)

(وكذا في كفاية المفتي: ۱۳۵/۹، كتاب الحظر والإباحة، دارالإشاعت كراچي)

(وكذا مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: ۱۹۳/۴، كتاب الذبائح، مكتبه غفاريه)

(وكذا في إعلاء السنن: ۱۴۶/۱۷، ۱۴۷، كتاب الذبائح، باب حكم الغراب، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۴۲۲/۶، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل وما لايحل، دارالكتب العلمية بيروت)

(۹) "والأبقع بالباء الموحدة والقاف. واعلم أن الغراب أربعة أنواع: نوع يأكل الحب فقط، يقال له: غراب الزرع، كما سيأتي، فهو حلال اتفاقاً؛ لأنه ليس من سباع الطيور، ولايأكل الجيف. ونوع يأكل الجيف فحسب، فهو حرام اتفاقاً. ونوع معدود من سباع الطير، فهو حرام اتفاقاً أيضاً. ونوع يجمع بين الحب والجيفة، وهو حلال عند الإمام الأعظم رحمه الله، وهو العقعق الذي يقال له بالفارسية: عكة، لأنه

جو کوا عامۃً ہمارے بستیوں میں پایا جاتا ہے، وہ دانہ غلہ بھی کھاتا ہے اور یہی اس کی غالب غذا ہے اور کبھی غلاظت بھی کھالیتا ہے۔ پس اس کا حکم فقہاء کے نزدیک وہی ہے جو مرغی کا حکم ہے کہ اس کی غالب غذا غلہ ودانہ ہے اور کبھی غلاظت بھی کھا لیتی ہے۔ اور مرغی کا نوش فرمانا حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اسی کوے کو مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلال بتایا ہے، پس جو اعتراض ان پر کیا جاتا ہے وہ درحقیقت جملہ اکابر فقہاء پر بلکہ امام الائمہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہے، اس لئے کہ مولانا نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے نہیں لکھا، بلکہ اتنے فقہاء کی کتب میں مذکور ہے:

"الغراب ثلثة أنواع: نوعٌ يأكل الجيف فحسب، فإنه لا يؤكل. ونوعٌ يأكل الحب فحسب، فإنه يؤكل. ونوعٌ يخلط بينهما، وهو أيضاً يؤكل عند الإمام، وهو العقعق؛ لأنه كالدجاجة. وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يكره؛ لأنه غالب أكله الجيف، والأول أصح". البحر الرائق (١).

"قال القدوري في شرحه لمختصر الكرخي: قال أبويوسف رحمه الله تعالى: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن العقعق فقال: لابأس به، فقلت: إنه يأكل الجيف، فقال: يخلط بشيء آخر. فحصل في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى أن ما يخلط، لا يكره أكله". العيني (٢).

ترجمہ: "اور کوے کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم وہ جو صرف مردار (حرام چیزیں) کھاتا ہے، اس کا کھانا منع ہے۔ اور ایک قسم وہ ہے جو صرف غلہ (حلال غذا) کھاتا ہے، اس کا کھانا جائز ہے۔ اور ایک قسم کوے کی وہ ہے جو نجاست اور غلہ دونوں کھا

= كالدجاجة، وعن الثاني أنه يكره؛ لأن غالب أكله الجيف، والأول أصح، كذا في التبيين". (شرح الوقاية مع حاشية چلپي، كتاب الذبائح، ص: ۳۴۵، نولكشور لكهنؤ)

(١) (البحر الرائق، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل وما لا يحل: ۸/۳۱۳، رشيديه)

(٢) (شرح العيني على كنز الدقائق، كتاب الذبائح، هذا الفصل فيما يحل الخ: ۲/۲۹۳، إدارة القرآن كراچي)

تا ہے، وہ بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہے، اس لئے کہ وہ مثل مرغی کے ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے، کیونکہ وہ اکثر مردار ہی کھاتا ہے، لیکن پہلا قول (یعنی ابوحنیفہؒ کا) اصح ہے۔ البحر الرائق

قدوری نے مختصر کرخی کی شرح میں کہا کہ امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ کوا (معقق) کا کیا حکم ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، پس امام ابو یوسف نے کہا کہ وہ تو مردار کھاتا ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا: دوسری حلال غذائیں بھی تو کھاتا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک جو کوا حلال وحرام دونوں غذائیں کھائے اس کا کھانا مکروہ بھی نہیں ہے۔ عینی۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کھیت کا کوا

سوال [۸۷۴۹]: کوے کا کھانا کیسا ہے؟ جس کوے کے بدن میں سفید ورنگا پن ہو اور یہی کوا اکثر کے زمانے میں کھیت میں بیٹھتا ہے اور جو دانہ بالیوں میں ہوتا ہے اسے کھاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی غذا دانہ ہے تو اس کا کھانا بلا تردد جائز ہے: "وحل غراب الزرع الذي يأكل الحب" اھ۔ در مختار: ۵/۲۲۸ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۳/۶/۸۸ھ۔

کون سا کوا حلال ہے؟

سوال [۸۷۵۰]: ہمارے زمانے میں جس کو عوام اناس کوا کہتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الذبائح: ۶/۳۰۴، سعید)

ہدایہ ج: ۴، کتاب الذبائح، ص: ۴۲۵، مطبع مجتبائی میں ہے:"ولا بأس بغراب الزرع"(۱)۔

پھر بعد اس کے تحریر فرماتے ہیں:

"ولا یؤکل الأبقع الذی یأکل الجیف، وکذا الغداف. قال أبوحنیفة رحمه الله تعالیٰ: ولا بأس بأکل العقعق"(۲)۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ "غراب الزرع" سے کون سا کوا مراد ہے اور "لا یأکل الأبقع" سے کون سا کوا مراد ہے اور عقعق کون سا کوا ہے؟ ہمارے ہندوستان میں دو قسم کے کوے ہوتے ہیں: ایک تو بالکل سیاہ ہوتا ہے اور کچھ سفیدی مائل جس کی گردن پر بدن سے زیادہ سفیدی ہوتی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں فرمایا ہے کہ زاغ معروفہ کو کھا سکتے ہیں۔ زاغ معروفہ سے کون سا کوا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوا چند قسم کا ہے، اس کی حلت وحرمت کا مدار غذا پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے جس کی غذا مردار اور غلیظ ہے، وہ حرام ہے چیل اور کدھ کی طرح۔ دوسری قسم وہ ہے جس کی غذا دانہ اور غلہ پر ہے، وہ حلال ہے کبوتر کی طرح۔ تیسری قسم وہ ہے جو دانہ بھی کھاتا ہے اور غلیظ بھی کھاتا ہے، اس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ مکروہ فرماتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ حلال فرماتے ہیں مرغی کی طرح کہ وہ دانہ بھی کھاتی ہے اور غلیظ بھی کھا لیتی ہے، اور بعض بستیوں میں عام طور پر یہی کوا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ عنایہ، فتح القدیر، عالمگیری، البحر الرائق، ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہے۔

اس کوے کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے جائز وحلال لکھا ہے(۳)، اس کے متعلق رسالہ بھی ہے جس میں بہت سے علماء کے فتاویٰ درج ہیں۔ اس کا نام ہے "فصل الخطاب فی تحقیق مسئلة الغراب"۔

---

(۱) (الهداية، كتاب الذبائح: ۴/۴۴۷، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) (الهداية، كتاب الذبائح: ۴/۴۴۹، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۳) سوال: "جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا، یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب"؟

جواب: "ثواب ہوگا"۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۵۸۹، ادارہ اسلامیات لاہور)

یہ رسالہ کتب خانہ نعمانیہ دیوبند نے طبع کرایا ہے، وہاں سے مل جائے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۱۴۰۰ھ۔

بگلہ، گرسل، نیل کنٹ کا حکم

سوال[۸۶۴۸]: بگلہ حلال ہے یا نہیں؟ نیل کنٹ حلال ہے یا نہیں؟ گرسل حلال ہے یا نہیں(۲)؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بگلہ حلال ہے، گرسل اور نیل کنٹ دانہ کھانے والی حلال ہے اور جس کی غذا غالب مردار ہے، وہ ناجائز ہے۔ "تمییز الکلام فی بیان الحلال والحرام" میں تفصیل مذکور ہے، ملاحظہ فرمائیے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

مردار خور گدھ کا کھانا

سوال[۸۶۴۹]: مردار خور، مردار کھانے کے لئے جو اترتے ہیں جن کو گدھ کہا جاتا ہے، اس کا کھانا

(۱) تلاش کے باوجود یہ رسالہ نہیں ملا۔

(۲) "نیل کنٹھ: ایک رنگین پرندہ جس کی گردن اور پر نیلے ہوتے ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۹۵، فیروز سنز، لاہور)

"گرسل: بیا کی قسم کی زرد چونچ والا پرندہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۰۱، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "اس رسالے میں لکھا ہے کہ کوا چار قسم پر ہوتا ہے: ایک وہ کہ زراعت چگتا ہے، اس کو فارسی میں "زاغ کشت" عربی میں "غراب الزرع" کہتے ہیں، حلال ہے۔ دوسرا وہ کہ جو مردار کھاتا ہے، اس کو عربی میں "ابقع" کہتے ہیں، وہ حرام ہے۔ تیسرے وہ کہ چھوٹے شکار کرتا ہے، اس کو فارسی میں "کلاغ" عربی میں "غداف" کہتے ہیں، وہ حرام ہے۔ چوتھا وہ کہ دانہ بھی کھاتا ہے اور مردار بھی، اس کو "عقعق" کہتے ہیں، حلال ہے نزدیک امام اعظم، اور نزدیک صاحبین کے مکروہ تحریمی ہے، مگر اول مفتیٰ بہا اور صحیح ہے"۔ (تمییز الکلام فی بیان الحلال والحرام، ص: ۱۰۷، مطبع مجیدی کانپور)

جائز ہے یا نا جائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردارخور (گدھ) کا کھانا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

گدھ کی طرح کے جانور کا کھانا

سوال [۸۷۵۰]: گدھ کی طرح ایک پرندہ لمبی گردن وچونچ بڑے ڈیل ڈول کا ہوتا ہے، گدھ کے ساتھ عموماً وہ بھی مردار ہی کھاتا ہے، ایسے ہی کبھی مچھلی یا اور پانی جانور کا شکار بھی چونچ سے کر کے کھاتا ہے، لیکن اکثر گزارا اس کا مردار کے کھانے پر ہوتا ہے۔ اس کا کھانا جائز ہے یا نا جائز؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۹ھ۔

کبوتر کا حکم

سوال [۸۷۵۱]: جنگلی کبوتر اور پلا ہوا کبوتر دونوں قسمیں حلال ہیں یا نہیں؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث﴾ (سورة الأعراف: ۱۵۷)

"ما استخبثه الناس من الحيوانات لا لعلة، ولا لعدم اعتياده، بل لمجرد استخباث، فهو حرام .... ويدخل في الخبائث كل مستقذر مثل البصاق والمخاط والعرق والمني والروث والقمل والبراغيث ونحو ذلك". (فقه السنة، كتاب الأطعمة، باب تحريم الخبائث: ۲۸۲/۳، دار الكتب العربي بيروت)

"عن إبراهيم: كانوا يكرهون كل ذي مخلب من الطير وما أكل الجيف". (الفتاوى العالمكيرية: ۲۹۰/۵، الباب الثاني في بيان ما يؤكل من الحيوان، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "کوا کھانا"، رقم الحاشية:)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنگلی کبوتر اور پلا ہوا دونوں حلال ہیں، کوئی حرام نہیں (۱)۔ فقط اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۱۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۷/۱۲/۹۱ھ۔

کھانے یا تجارت کے لئے کبوتر پالنا

سوال [۸۷۵۲]: کبوتر پالنا کیا درجہ رکھتا ہے؟ اگر کوئی شخص کھانے یا تجارت کے لئے کبوتر پالے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھانے اور تجارت کے لئے کبوتر پالنا درست ہے (۲)، ان کے کھانے پلانے کا اہتمام کیا جائے، ان

---

(۱) پرندوں میں حلت وحرمت کا مدار نظر اپنی ہے اور کبوتر کی غذا دانہ، روٹی وغیرہ ہے، اسی طرح یہ گیدڑ کی ناب وغیرہ کی طلب ہو کر شکار بھی نہیں کرتا ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل ذي ناب من السباع، فأكله حرام". (مشكوة المصابيح ۲/۳۵۹، باب مايحل أكله ومايحرم، الفصل الأول، قديمي)

"ومالا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج والبط والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقبج والكركي والغراب الذي يأكل الحب والزرع ونحوها حلال بالإجماع، كذا في البدائع". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۲۸۹، الباب الثاني في بيان مايؤكل لحمه ومالايؤكل، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۱۶۲، فصل فيما يحل أكله ومايحرم، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۶/۱۳۳، الفصل الأول في بيان مايؤكل لحمه، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في معين الحكام، ص: ۲۰۹، نوع فيما يؤكل ومالايؤكل، مصر)

(وكذا في تمييز الكلام بين الحلال والحرام، ص: ۱۱، مطبع مجيدي كانپور)

(۲) "وعلم من هذا أنه لايكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير". (ردالمحتار: ۶/۳۹۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

کو بچوں کا یہ سامان رکھا جائے، کبوتر بازی نہ کی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۱/۳/۹۳ھ۔

کبوتر مکان میں رہنے لگا، کئی بچے بھی ہوگئے اس کا اور بچوں کا حکم

سوال [۸۷۵۳]: ایک کبوتر زید کے گھر میں باہر سے آکر رہ گیا اور مدت تک رہا جس کو زید نے بھگایا مگر وہ آکر پھر یال خانہ میں رہنے لگا، اس طرح سے کئی بار کیا گیا، اب اس کے دو جوڑ بچے بھی ہو چکے ہیں اور مزید سلسلہ بڑھتا جارہا ہے۔ غالباً یہ کبوتر محلہ ہی کے کسی ہندو کا ہے۔

"وكذلك بيع السنور وسباع الوحش والطير جائز عندنا، معلماً كان أولم يكن .... وفيه: وإن نتج طيراً له يطير في الهواء، إن ذا جناح يعود إلى بيته ويقدر على أخذه من غير تكلف، جاز بيعه، وإلا فلا". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۲/۳۳، ۱۵۲، كتاب البيوع، فصل في البيع الباطل والفاسد، رشيديه)

"والحمامة إذا علم عددها وأمكن تسليمها، جاز بيعها، وأما إذا كانت في بروجها ومخارجها مسدودة، فلا إشكال في جواز بيعها. وأما إذا كانت في حالة طيرانها ومعلوم بالعادة أنها تجيئ، فكذلك، كذا في فتح القدير". (الفتاوى العالمكيرية ۳/۱۱۴، كتاب البيوع، الفصل الرابع في الحيوانات، رشيديه)

(۱) "أن اللعب بالحمام من عمل قوم لوط". (رد المحتار: ۶/۴۰۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

"ولا (أي لا يقبل) شهادة من يلعب بالحمام يطيرهن". (الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۶۷، الفصل الثاني فيمن لا تقبل شهادته، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۲/۴۶۰، كتاب الشهادة، باب فيمن لا تجوز شهادتهم، فصل فيمن لا تقبل شهادته لفسقه، رشيديه)

(وكذا في كفاية المفتي: ۹/۱۸۸، كتاب الحظر والإباحة، دار الإشاعت كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ کبوتر جنگلی نہیں بلکہ پلا ہوا ہے تو مالک کو تلاش کرکے اس کو واپس کردیا جائے، پھر اگر وہ مادہ ہے تو اس کے بچے بھی اسی کے مالک کے ہوں گے(۱)۔ جو بچے ذبح کرکے کھائے ہیں، ان کی قیمت مالک کو دیں(۲) اور جو بچے موجود ہیں وہ بھی مالک کو دیں، یا اس سے خرید لیں(۳)۔ اگر وہ نر ہے تو صرف وہی مالک کو دیں اور اس کی وجہ سے جو بچے پیدا ہوئے ہیں وہ اس کے نہیں(۴)، نہ قیمت ادا کرنے کی ضرورت ہے، نہ واپس کرنے کی، کذا فی الدر المختار(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۸/۸۹ھ۔

---

(۱) "(مستحفظة) أي برج حمام اختلط بها أهلي لغيره، لا ينبغي له أن يأخذه، وإن أخذه طلب صاحبه ليرده عليه؛ لأنه كاللقطة، فإن فرخ عنده، فإن كانت الأم غريبة لا يتعرض لفرخها؛ لأنه ملك الغير، وإن الأم لصاحب المستحفظة والغريب ذكر فالفرخ له، وإن لم يعلم أن يرجه غريباً لا شيء عليه إن شاء الله" (الدر المختار). "قال الشامي رحمه الله تعالى: "المراد بالأهلي ما كان مملوكاً". (رد المحتار: ۴/۲۸۴، كتاب اللقطة، سعيد)

(۲) "وأما طبل الغزاة، زاد في حظر الخلاصة، والصيادين ... فيضمن اتفاقاً ... ككبش نطوح وحمامة طيارة وديك ... اهـ". (الدر المختار: ۶/۲۰۲، كتاب الغصب، مطلب في ضمان منافع الغصب، سعيد)

(۳) "(يكره إمساك الحمامات) ولو في برجها (إن كان يضر بالناس) بنظر أو جلب، والاحتياط أن يتصدق بها، ثم يشتريها أو توهب له. مجتبى". (الدر المختار) قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: والاحتياط) يعني فيما إذا جلب حماماً ولم يدر صاحبها". (رد المحتار: ۶/۴۰۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(۴) "ولو كان له حمامة فجاء حمام آخر فرخ، فالفرخ يكون لصاحب الأنثى؛ لأنه تبع ملكه". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۳۹۳، كتاب اللقطة، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۲۹۳، كتاب اللقطة، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۳/۳۹۵، كتاب اللقطة، رشيدية)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۱)

طوطے کا کھانا

سوال[۸۷۵۴]: طوطے کھانا کیسا ہے، کونسا طوطا کھانا جائز ہے اور کونسا ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طوطا پھل کھاتا ہے، دانہ کھاتا ہے، اس کی غذا میں اور غلاظت نہیں، نہ وہ شکار کرتا ہے، وہ حلال ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۲/۹/۸۸ھ۔

دق کے مریض کے لئے گھونگھا کھانا

سوال[۸۷۵۵]: گھونگے کا کھانا جائز ہے یا ناجائز(۲)؟ دق کے مریض کو کھلائیں گے تو کس طرح سے کھلائیں گے؟

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل ذي ناب من السباع، فأكله حرام". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۵۹، كتاب الصيد والذبائح، باب ما يحل أكله وما يحرم، الفصل الأول، قديمي)

"وما لا مخلب له من الطير، والمستأنس منه كالدجاج والبط، والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقبج والكركي والغراب الذي يأكل الحب والزرع ونحوها حلال بالإجماع، كذا في البدائع". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۲۸۹، الباب الثاني في بيان ما يؤكل لحمه وما لا يؤكل، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۱۷۵، فصل فيما يحل أكله وما يحرم، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۶/۳۱، الفصل الأول في بيان ما يؤكل لحمه، مكتبة الغفارية كوئته)

(وكذا في معين الحكام، ص: ۲۸۰، نوع فيما يؤكل وفيما لا يؤكل، مصر)

(۲) "گھونگا: ایک قسم کے دریائی کیڑے کا خول جو ہڈی کی مانند سخت یا سیپی کی قسم سے ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۳۳، فیروز سنز)

الجواب حامداً ومصلیاً:

گھونگھے کا کھانا شرعاً جائز نہیں (۱)، لیکن اگر کوئی دیندار تجربہ کار معالج بتائے کہ اس کے سوا دوسرا کوئی علاج نہیں تو مجبوراً بطور دوا کے اس کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۱ھ۔

کیا تمام چرند پرند حلال ہیں؟

سوال [۸۷۵۶]: جتنے چرند اور پرند ہیں، وہ کب سے حلال ہوتے ہیں؟ بیان کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سارے چرند، پرند حلال نہیں ہیں، بلکہ کچھ حلال ہیں کچھ نہیں۔ حدیث شریف میں کچھ کا نام صاف صاف موجود ہے (۳) اور کچھ کے لئے قاعدہ کلیہ مذکور ہے جس سے حکم معلوم ہوتا ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولا يحل حيوان مائي إلا السمك". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الذبائح: ۳۰۶/۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الذبائح، فصل: ۱۴۲/۴، غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الذبائح: ۳۱۳/۸، رشيديه)

(۲) "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب في التداوي والعلاج، ص: ۷۶، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۳۴۲/۴، رشيديه)

(۳) "عن خالد بن الوليد أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نهى عن أكل لحوم الخيل والبغال والحمير". زاد حيوة: "وكل ذي ناب من السباع". (سنن أبي داؤد، كتاب الأطعمة، باب أكل لحوم الخيل: ۱۷۵/۲، إمداديه ملتان)

- "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: كنت غلاماً حزوراً فصدت أرنباً فشويتها فبعث معي أبو طلحة بعجزها إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فأتيته بها فقبلها". (سنن أبي داؤد، المصدر السابق)

(۴) "وعن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حرم يوم خيبر كل ذي ناب من السباع –

گلہری کھانا

سوال [۸۷۵۷]: گلہری کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گلہری کو فارسی میں "موش خرما" (۱) اور عربی میں "فارۃ النخل" کہتے ہیں۔ حیوۃ الحیوان میں ہے کہ "فارۃ بجمیع انواعہ بالاجماع حرام" (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دوسرے کی مرغی اگر نقصان کرے تو اس کو ذبح کرنا

سوال [۸۷۵۸]: آج کل مرغیاں پالنے کا عام رواج کثرت سے ہے، بعض نہیں پالتے اور پڑوسیوں کی مرغیاں ان کے گھر آنے جانے سے تنگ و پریشان کرتی ہیں۔ تب مرغیاں کھنے سننے پر بھی اپنی مرغیوں کی صحیح نگرانی نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں جو مرغیاں اپنے گھر یا جانوروں کے چارہ کو نقصان کرنے میں ملیں تو ان کو مار ڈالنا کیسا ہے، تاوان ہے کہ نہیں؟ شریعت میں کون مجرم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرغیوں والے سے کہہ دیا جائے کہ ہمارے گھر آکر آپ کی مرغیاں نقصان کرتی ہیں، ان کی حفاظت کا

= والمجثمۃ والحمار الانسی". (جامع الترمذی: ۲/۲، کتاب الاطعمۃ، سعید)

(ومشکوۃ المصابیح: ۲/۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، باب ما یحل اکلہ وما یحرم، الفصل الاول، قدیمی)

"عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "کل ذی ناب من السباع، فاکلہ حرام". رواہ مسلم".

"وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل ذی ناب من السباع و کل ذی مخلب من الطیر". رواہ مسلم". (مشکوۃ المصابیح: ۲/۳۵۹، کتاب الذبائح، باب ما یحل اکلہ وما لا یحل، الفصل الاول، قدیمی)

(۱) "موش خرما: گلہری، چوہا" (لغات سعدی، ص: ۴۹۳، سعید)

(۲) (حیاۃ الحیوان (الفارۃ): ۲/۲۵۳، ادارہ اسلامیات لاہور)

انتظام کیا جائے، ورنہ ہم ذبح کردیں گے۔ اگر وہ پھر بھی انتظام نہ کریں تو جو مرغی مکان میں آکر نقصان کرے اس کو ذبح کرکے مالک کو دے دیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۸ھ۔

جو مرغی اذان دے اس کا کھانا

سوال [۸۷۵۸]: ہمارے گھر میں ایک مرغی ہے جو کہ اذان دینے لگی ہے تو میں کیا کروں؟ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نحوست کی علامت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کوئی نحوست کی بات نہیں ہے، اس مرغی کو پالنا، اس کا انڈا استعمال کرنا، اس کا گوشت کھانا سب درست ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۲/۸۹ھ۔

مذبوحہ مرغی کا انڈا

سوال [۸۷۵۹]: مذبوحہ مرغی کے پیٹ کا انڈا کھانا جائز ہے کہ نہیں؟

---

(۱) "لاضرر ولاضرار في الإسلام. الهرة إذا كانت مؤذية، لاتضرب ولاتعرك أذنها، بل تذبح بسكين حاد، كذا في الوجيز الكردري". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات: ۵/۳۶۱، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۷۰، رشيديه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لاطيرة، وخيرها الفأل". قالوا: وما الفأل؟ قال: "الكلمة الصالحة يسمعها أحدكم". متفق عليه".
(مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، باب الفأل والطيرة، ص: ۳۹۱، قديمي)

"وقال الشارح: لايجوز العمل بالطيرة وهي التفاؤل بالطير والتشاؤم بها، كانوا يجعلون العبرة في ذلك تارةً بالأسماء، وتارةً بالأصوات، وتارةً بالسنوح والبروح. وكانوا يهيجونها من أماكنها لذلك، الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، باب الفأل والطيرة: ۸/۳۴۱، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "البيضة إذا خرجت من دجاجة ميتة أكلت". (الفتاوى العالمكيرية: ٥/٣٣٩، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر، رشيديه)

"ولا يلزم على هذا اللبن والبيضة من الدجاجة الميتة، لأن اللبن عندنا طاهر بعد الموت، وكذلك البيضة". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، (سورة البقرة: ١٧٣): ٢/١٤٦، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وأحكام القرآن للجصاص: ١/١٥٩، باب منفعة الميتة ولبنها، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع: ٦/٢١٦، كتاب الذبائح، فصل في شرط حل الأكل في الحيوان المأكول، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ٤/٣٦٢، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل، امجد اكيڈمي لاهور)

ذکر نہیں ہے۔ حاکم کی روایت میں لحم بقر کو داء اور سمن ولبن بقر کو دوا وشفا فرمایا گیا ہے(۱)۔ تذکرۃ الموضوعات میں اس کو خصوصیت مقام پر محمول کیا ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۹/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/۹/۶۱ھ۔

بوڑھے بیل کو مالک نے چھوڑ دیا اس کا حکم

سوال[۸۷۱۱]: ہماری بستی کے قریب مواضعات ہندوؤں کے ہیں، وہاں کے لوگ اکثر وبیشتر قصداً ایسے جانور گائے، بیل جو ناکارہ ہو جاتے ہیں اور کسی کام کے نہیں ہوتے چھوڑ جاتے ہیں جس سے کھیتوں کو کافی نقصان ہوتا ہے۔ اگر کانجی ہاؤس میں داخل کیا جاتا ہے تو مکر لینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ کیا پردھان(۳) وغیرہ کی اجازت سے ذبح کیا جاسکتا ہے؟ قانوناً تو اجازت مل نہیں سکتی۔ ان حالات میں کیا صورت کی جائے؟

= بالكمد والغصب الشديد. ويورث إدمانه الأمراض السوداوية: كالبهق والجرب والقوباء والجذام وداء الفيل والسرطان والوسواس وحمى الربع وكثير من الأورام. وهذا لمن لم يعتده، أو لم يدفع ضرره بالفلفل والثوم والدارصيني والزنجبيل ونحوه. وذكره أقل برودة، وأنثاه أقل يبساً" (زاد المعاد، حرف اللام: لحم، ص: ۸۹۹، دار الفكر بيروت)

(۱) "عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ثم عليكم بألبان البقر وسمانها، وإياكم ولحومها، فإن ألبانها وسمانها دواء وشفاء، ولحومها داء" هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه" (المستدرك للحاكم، كتاب الطب، (رقم الحديث: ۸۲۳۲) ۴/۴۴۸، دار المعرفة بيروت)

(۲) "في المقاصد: "عليكم بألبان البقر وسمانها، وإياكم ولحومها، فإن ألبانها وسمانها دواء وشفاء، ولحومها داء" الحاكم مرفوعاً "اليبس الحجاز ويبوسة لحم البقر ورطوبة لبنها وسمنها" فكأنه يرى اختصاصه به، ولكن قد صح أنه صلى الله تعالى عليه وسلم ضحى عن نسائه بالبقر" (تذكرة الموضوعات، باب الإدام كاللحم والهريسة والملح والجبن والدهن إلخ، ص: ۱۴۰، مجتبائی ملتان)

(۳) "پردھان: رئیس، صدر، مکھیا" (فیروز اللغات، ص: ۲۸۹، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

پردھان سے بھی تحریراً اجازت نہیں مل سکتی۔ اگر وہ لوگ تعدی کرتے ہیں اور جانوروں کو باندھ کر نہیں رکھتے اور نقصان کرتے ہیں تو جو صورت حفاظت کی مناسب ہو، وہ اختیار کی جاسکتی ہے۔ ان ہی کے مواضعات کی طرف واپس ہنکایا بھی جاسکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

برہمن سے خریدے ہوئے بیل کی واپسی

سوال[۸۷۶۲]: کسی شخص قصاب نے کسی برہمن کا بیل منڈی میں بکتا ہوا مول لے لیا۔ اب وہ کھانے کے واسطے ذبح کرنا چاہتا ہے اور برہمن وقصاب مسلمان ایک ہی گاؤں کے ہیں۔ اب برہمن واپس مڑوانا چاہتا ہے، وہ نہیں موڑتا، مگر کسی دیگر شخص نے بیل قصاب مذکور سے واپس کر دیا ہے۔ اب وہ برہمن اس کی پوجا پاٹ بھی کرتے ہیں، کیونکہ ذبح ہونے سے بچ گیا۔ آیا اس کا موڑنا کیسا تھا؟ اور موڑنے والا مسلمان ہوا۔ اس نے اچھا کام کیا، یا شرع شریف کے اندر حرج ہے اور اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندو سے بیل وغیرہ کی خرید وفروخت جائز ہے، جب ناپسند ہو یا کسی مصلحت کے خلاف ہو تو واپس کرنا بھی درست ہے(۲)، مگر خیالِ مذکور سے واپس کرنا بُرا ہے(۳)، تاہم اس کی امامت میں اس کی وجہ سے خرابی

---

(۱) "قلت: وقد وقع الاستفتاء عمن له نحل يضعه في بستانه، فيخرج فيأكل عنب الناس وفواكههم، هل يضمن رب النحل ما أتلفه النحل من العنب ونحوه أم لا؟ وهل يؤمر بتحويله عنهم إلى مكان آخر أم لا؟ وأما جواب المشايخ، فينبغي أن يؤمر بتحويله إذا كان الضرر بيناً على ما عليه الفتوى".

(الدر المختار، كتاب الديات، باب جناية البهيمة، الخ: ۶/۱۱۰، سعيد)

(۲) "ولو قال للمشتري: تركت البيع، وقال البائع: رضيت، أو أجزت، يكون إقالة، كذا في الخلاصة".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الثالث عشر في الإقالة: ۳/۱۵۷، رشيديه)

(۳) کیونکہ یہ صورۃ اعانت علی المعصیۃ ہے، حالانکہ قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

نہیں آئی۔ پوجا پاٹ کرنا ہندوانہ فعل ہے، یہ اس کا ذمہ دار نہیں۔ جس نے واپس کرایا اس نے بھی برا کیا (۱)، مگر اس سے اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/ رجب/ ۵۶ھ۔

خرگوش کی حلت

سوال [۸۶۰۲]: خرگوش کی کوئی قسم حرام ہے یا کل حلال؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وحل غراب الزرع الذي يأكل الحب والأرنب" اهـ. درمختار (۲)۔ اس سے معلوم ہوا

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وأن لا تزر وازرة وزر أخرىٰ، وأن ليس للإنسان إلا ما سعىٰ﴾ (الآية) (سورة النجم: ۳۸، ۳۹)

(۲) (الدر المختار: ۶/۳۰۸، كتاب الذبائح، سعيد)

"عن هشام بن زيد قال: سمعت أنساً رضي الله تعالىٰ عنه يقول: أنفجنا أرنباً بمر الظهران، فسعى أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خلفها، فأدركتها فأخذتها، فأتيت بها أبا طلحة، فذبحها بمروة، فبعث معي بفخذها أو بوركها إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأكله، فقلت: أكله؟ قال قبله". (جامع الترمذي: ۲/۱، أبواب الأطعمة، باب ما جاء في أكل الأرنب، سعيد)

قال العلامة الصنعاني رحمه الله تعالىٰ: "أقول: في الحديثين دليل على حل الأرنب من غير كراهة، وما روي عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالىٰ عنهما أنه جيء بها إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فلم يأكلها ولم ينه عنها، وزعم أنها تحيض [illegible]، فافهم، فليس فيه ما يدل على الكراهة الشرعية التنزيهية أو التحريمية، بل يدل على الكراهة الطبعية فقط.

فسقط ما قال الشوكاني: إن القول الراجح هو الكراهة التنزيهية، ولم يفصل بينها وبين الكراهة الطبعية مع أن بينهما فرقاً لا يخفى على طلبة العلم فضلاً عن العلماء والمجتهدين. والدليل على ما قلت أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كرهها لنفسه ولم يكرهها لغيره، فلو كان الكراهة تنزيهية، لم تكن مختصة به صلى الله تعالىٰ عليه وسلم؛ لأن الكراهة التنزيهية كراهة شرعية تعم المكلفين ولا —

کہ خرگوش حلال ہے، فقہاء اس کو جائز فرماتے ہیں، اگر کوئی دوسری نوع مشتبہ ہو تو اس کے معلوم ہونے پر حکم معلوم ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۶/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ، صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بیل وغیرہ کو خصی کرنا

سوال [۸۷۱۴]: جانوروں مثلاً بھینس، بکرا، گائے وغیرہ کو لوگ بدھیا کردیتے ہیں(۱)، تو کیا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ضرورت ہو تو درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/ ۸۹ھ۔

خصی بکری کا حکم

سوال [۸۷۱۵]: ایک جانور جو بکری کا خصی ہے بے سینگ ہے، بلا داغ کا ذبح کرنا کیسا ہے؟

= بخلاف ما یختص بہذا الشخص دون شخص، بخلاف الکراہیۃ الطبعیۃ لأنہا تحتمل الاختصاص". (إعلاء السنن: ۱۷/ ۱۴۳، ۱۴۷، کتاب الذبائح، باب حل الأرنب، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی ہامش الفتاوی العالمکیریۃ: ۳/ ۳۵۶، کتاب الذبائح، رشیدیہ)

(وکذا فی فقہ السنۃ: ۳/ ۲۳۸، الأطعمۃ، دار الکتاب العربی بیروت)

(۱) "بدھیا کرنا: آختہ کرنا، خصی کرنا، مردانگی..." (فیروز اللغات، ص: ۱۸۴، فیروز سنز لاہور)

(۲) "ویجوز خصاء البہائم منفعۃ الناس؛ لأن لحم الخصی أطیب". (مجمع الأنہر: ۴/ ۲۲۵، کتاب الکراہیۃ، فصل فی المتفرقات، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/ ۳۸۸، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۸/ ۳۵۰، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع، رشیدیہ)

شرح الوھبانیۃ: أنہ یحل إذا ذبح بعد أیام، وإلا لا"۔ درمختار(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۵/۹۱ھ۔

بھینس سے لاٹھی مار کر دودھ حاصل کرنا

سوال[۸۷۶۷]: اس زمانہ کے گھوسی(۲) جب بھینس دودھ نہیں دیتی تو اس کو لاٹھیوں سے مار کر، یا اور کسی طرح زبردستی دودھ لیتے ہیں۔ تو کیا اس طرح زبردستی دودھ لینا جائز ہے یا نہیں؟

حافظ اللہ رکھا، محلہ چھیپیان، سہارنپور، یکم/شعبان/۱۳۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی اور صورت دوا وغیرہ سے دودھ لینے کی نہ ہو تو بقدرِ ضرورت وتحمل سختی درست ہے(۳)، بلا ضرورت اور تحمل سے زائد سختی نہیں کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۳۴۱، کتاب الحظر والإباحۃ، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۵/۲۹۰، کتاب الذبائح، الباب الثاني في ما یؤکل لحمہ وما لا، رشیدیہ)

(وکذا في الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۶/۳۰۴، کتاب الصید، الفصل الرابع في السمک مایؤکل وما لا یؤکل والجلالۃ، نوع في الجلالۃ، رشیدیہ)

(وکذا في البحر الرائق: ۸/۳۳۵، کتاب الکراہیۃ، فصل في الأکل والشرب، رشیدیہ)

(۲) "گھوسی: گائے بھینس چرانے والا، گھاس کاٹنے والا، گھسیارا، گوالا، دودھ بیچنے والا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۳۳، فیروز سنز، لاہور)

(۳) جب کہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون﴾ (سورة النحل: ۵)

لہٰذا اس ضرورت کے تحت اگر جانور کو تھوڑی سی تکلیف ہو تب بھی اس سے نفع حاصل کرنا چاہیے۔ جانور کو خصی کرنا گوشت میں زیادتی اور لذت کے لئے بالاتفاق جائز، بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، حالانکہ خصی کرنے میں

والا بھی ذکر کردہ حاصل کرنے سے زیادہ تکلیف ہے۔ قال الحصکفي رحمه الله تعالیٰ: "وجاز خصاء البهائم حتی الهرة". (الدر المختار: ۶/۳۸۸، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، سعید)

"ویجوز إخصاء البهائم منفعة للناس، لأن لحم الخصي أطیب". (مجمع الأنهر: ۴/۵۵۵، کتاب الکراهیة، فصل في المتفرقات، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في الدر المختار: ۶/۳۸۸، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، سعید)

(وکذا في البحر الرائق: ۸/۳۴۳، کتاب الکراهیة، فصل في البیع، رشیدیہ)

لہذا جب کہ خصی کرنے میں زیادہ تکلیف ہونے کے باوجود نفع کو مدنظر رکھتے ہوئے جائز قرار دیا گیا ہے، تو بغرض حصول نفع اگر بغیر تکلیف مارا جائے تو بھی بظاہر کوئی حرج نہیں۔

لیکن اس تمام کے باوجود جانوروں کے ساتھ انسان کی طرح احسان کا معاملہ کرنے کا حکم ہے:

"وعن شداد بن أوس رضي الله تعالیٰ عنه، عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إن الله تعالیٰ کتب الإحسان علی کل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، ولیحد أحدکم شفرته ولیرح ذبیحته". رواه مسلم". (مشکوة المصابیح، ص: ۳۵۷، کتاب الصید والذبائح، الفصل الأول، قدیمی)

قال علي القاري: "(کتب الإحسان علی کل شيء): أي إلی کل شيء، أو علی بمعنی "في"، أي أمرکم بالإحسان في کل شيء، ومنه قوله تعالیٰ: ﴿ودخل المدینة علی حین غفلة﴾. وقال شارح: أي کتب علیکم أن تحسنوا في کل شيء اهـ. والمراد منه العموم الشامل للإنسان والحیوان حیاً ومیتاً ...... ولذا قال علماؤنا: یکره السلخ قبل أن یبرد وکل تعذیب بلا فائدة لهذا الحدیث". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصید، الفصل الأول: ۸/۰ ۳، ۹ ۷ ۲ ، رشیدیه)

"وعن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا تتخذوا شیئاً فیه الروح غرضاً". رواه مسلم".

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالیٰ: "قال النووي: هذا النهي للتحریم، لقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لعن الله من فعل هذا". ولأنه تعذیب للحیوان ...... اهـ". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصید: ۸/۱ ۲۸، رشیدیه)

دودھ لینے کے لئے بھینس کے سامنے مصنوعی بچہ بنا کر کھڑا کرنا

سوال [۸۷۹۹]: جب کسی دودھ دینے والی بھینس کا بچہ مر جاتا ہے تو دودھ دینے میں پریشان کرنے لگتی ہے، اس کی ترتیب لوگ یہ کرتے ہیں کہ مردہ بچے کی کھال نکلوا کر بھینس کے سامنے کھڑا کر دیتے ہیں، بھینس اس کو اپنا بچہ سمجھ کر دودھ اتار دیتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ ترکیب اور اس طریقہ سے دودھ نکالنا جائز ہے یا ناجائز؟

ایک اور ترکیب دودھ نکالنے کی لوگ یہ کرتے ہیں کہ ایسی بھینس کو بہت زیادہ ڈرایا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے پیشاب کے راستہ میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں جس کی وجہ سے بہت زیادہ ڈر جاتی ہے اور پھر دودھ دینے لگتی ہے۔ مہربانی فرما کر دونوں صورتوں کو بیان فرمائیے کہ ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردہ بچے کی کھال نکلوا کر اس کے سامنے کرنے سے دودھ دیتی ہے تو اس میں مضائقہ نہیں، جائز ہے(۱)، اس میں نہ بھینس کی حق تلفی ہے نہ کوئی اور ناجائز بات ہے، اپنا حق وصول کرنے کی تدبیر ہے۔ جب اس طرح کام چل جاتا ہے تو اس کو بہت ڈرا کر زیادہ تکلیف کیوں دی جائے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۱۰/ ۹۲ھ۔

بھینس میں انجکشن سے مادۂ منویہ پہونچانا

سوال [۸۸۰۰]: آج کل دودھ والے مویشی مثلاً بھینس، گائے وغیرہ کو حاملہ کرانے کے لئے ایک نیا طریقہ انجکشن کا ایجاد ہو گیا ہے، ہوتے نر کو ملانے کے انجکشن کے ذریعہ مادہ جانور کو حاملہ کرایا جاتا ہے۔ نر سے دودھ ملانے اور حاملہ کرانے میں یہ قباحت بھی ہے کہ اس میں حاملہ کرانے کی فیس یا قیمت بھی دینی پڑتی ہے، اس

---

(۱) "اگر بچے کا چمڑا اور بھس بھر کر صورت بنائی جاتی ہے ایسے میں ایک شکل بنانے کی ضرورت ہوتی ہے"۔ (احسن الفتاوی: ۸/۱۰۸، کتاب الحظر والإباحة، عنوان: گائے کا مصنوعی بچہ، سعید)

(وكذا في إمداد الفتاوى: ۴/ ۱۵۲، كتاب الحظر والإباحة، جائز وناجائز، مكروه افعال و استعمال، مكتبه دارالعلوم كراچي)

(۲) (راجع لتخريج الحديث المتقدمة)

کے بغیر جانور نہیں ملتا۔ انجکشن کے ذریعہ مادہ کو حاملہ کرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انجکشن کے ذریعہ مادہ حاملہ ہوجائے تب بھی اس کے دودھ یا گوشت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا(۱)۔

لیکن یہ طریقہ خلافِ فطرت ہے، اس میں ایک قباحت سے بچاؤ ہے، لیکن اس انجکشن کی قیمت بھی تو دینی پڑتی ہوگی، کیا منی کی بیع وشراء جائز ہے؟ ایک شخص نے یہاں آکر بیان دیا کہ میری بھینس کے بچہ پیدا ہوا ہے، مگر وہ خنزیر ہے جسے جب ہی فوراً مار دیا، اس بھینس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟

انجکشن کے ذریعہ جس جانور کا مادہ جس میں چاہیں پہونچا دیں۔ دوسرے علاقہ میں کثرت سے بھینسوں کے خنزیر پیدا ہورہے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۲ھ۔

جانور کو مستی کا انجکشن اور فرج میں ہاتھ داخل کرنا

سوال[۸۷۷۰]: ایک شخص جانوروں کا ڈاکٹر ہے، بعض وقت گائے وغیرہ کو مستی کا انجکشن دینا پڑتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ انجکشن دینے سے قبل گائے کی فرج میں ہاتھ داخل کیا جاتا ہے جس سے ایک قسم کی گدگدی پیدا ہوتی ہے، پھر انجکشن دیا جاتا ہے۔ آیا یہ فعل زنا میں داخل ہے یا نہیں؟ ہر دو صورت واضح طور پر تحریر فرمادیں۔ نیز یہ ملازمت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ فعل زنا میں داخل نہیں، البتہ خلافِ فطرت اور غلط فعل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جانور کے لئے باعثِ اذیت بھی ہو(۲)۔ ایسی ملازمت سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۹۳ھ۔

---

(۱) "اللبن المأکول حلال". (ردالمحتار، کتاب الأشربة: ۶/۴۵۶، سعید)

"واعلم أن الأصل في الأشیاء کلها سوی الفروج الإباحة...... إنما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروي، فما لم یوجد شيء من الدلائل المحرمة، فهي علی الإباحة". (مجمع الأنهر في شرح ملتقی الأبحر، کتاب الأشربة: ۲/۵۶۸، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۲) "وکره کل تعذیب بلا فائدة". (الدر المختار، کتاب الذبائح: ۶/۲۹۶، سعید)

جانور کو خریدتے وقت ہاتھ ڈال کر دیکھنا کہ گابھن ہے یا نہیں؟

سوال[۸۷۷۱]: جانور کے بیوپاری یعنی بیع وشراء کرنے والے جانور کے مقامِ مخصوص میں ہاتھ ڈال کر اس کے گابھن ہونے کو دیکھتے ہیں۔ یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی اور صورت اس کے علم کی نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے، ورنہ اس کا قبیح ہونا ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۵/۳/۹۱ھ۔

جس گائے کا بچہ مر گیا ہو اس کا دودھ

سوال[۸۷۷۲]: جس گائے کا بچہ مر گیا ہو اس کا دودھ پینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/جمادی الاولیٰ/۶۷ھ۔

امریکی سانڈ کے نطفے سے پیدا شدہ گائے اور دودھ کا حکم

سوال[۸۷۷۳]: ایک سانڈ امریکہ سے منگوایا گیا ہے جو گایوں کو گابھن کرتا ہے اور وہ سانڈ نسل اور خنزیر کے نطفے سے پیدا شدہ ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ بڑا ہو کر چالیس سیر تک دودھ دیتا ہے، اور اس دودھ کو بازار میں بیچا جاتا ہے اور اس طرح اس دودھ کے مادے کی مٹھائیاں

---

(۱) "وفي الخانية وغيرها: لبن المأكول حلال". (رد المحتار: ۶/۳۵۲، كتاب الأشربة، سعيد)

فروخت کی جاتی ہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس دودھ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اس کے دودھ سے تیار شدہ مٹھائی کھانا درست ہے یا نہیں؟ اس کا گوشت بعد از ذبح شرعی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ اس کی بیع درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو گائے کہ اس سے گابھن ہو اس کا دودھ استعمال کرنا درست ہے(۱)، مگر جہاں تک ہو سکے اس سے گابھن نہ کرائیں۔ یہ بھی تحقیق کرلیں کہ وہ سانڈ گائے سے پیدا ہوا ہے، یا مادہ خنزیر سے پیدا ہوا ہے تو مزید بصیرت ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بے بیاہی بکری کا دودھ

سوال[۱۰۰۰۸]: ایک بکری جو کہ پٹھ بکرے(۲) سے جفتی ہوئی، بعد جفتی ہونے کے وہ بکری گابھن رہی اور نہ بیائی اور دودھ دینے لگی اور دودھ بھی بہت دیتی ہے جیسے بکریاں بیانے پر دیتی ہیں(۳)، اس کا دودھ حلال پاک ہے یا حرام؟ جواب باصواب عنایت فرمائیں۔

---

(۱) "واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحة، قال الله تعالى: ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً﴾ وقال: ﴿كلوا مما في الأرض حلالاً طيباً﴾ وإنما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروي، فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة، فهي على الإباحة". (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: ۲/۵۶۸، كتاب الأشربة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(رد المحتار: ۶/۴۶۳، سعيد)

"وفي الخانية وغيرها: لبن المأكول حلال" (رد المحتار: ۶/۴۵۳، كتاب الأشربة، سعيد)

(۲) "پٹھ: نوجوان، پٹھا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۹۰، فیروز سنز لاہور)

(۳) "بیانا: بچہ مویشی کا جننا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۵۱، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا دودھ پاک اور حلال ہے، قال ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ: "اللبن إنما یتصور ممن یتصور منه الولادة". البحر: ۳/۲۴۹)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۹/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۹/ رمضان المبارک/ ۵۶ھ۔

بے گابھن بکری کے دودھ کا حکم

سوال [۸۷۷۵]: ایک بکری گابھن نہیں ہے مگر اچانک اس کے تھنوں میں دودھ آگیا اور زیادہ ہوگیا، دودھ دیتی ہے تو اس دودھ کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس بکری کا دودھ استعمال کرنا جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۳/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق: ۳/۳۹۹، کتاب الرضاع، رشیدیہ)

(وكذا في رد المحتار: ۳/۲۱۸، باب الرضاع، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۳۰۵، كتاب الرضاع، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۵۵۲، كتاب الرضاع، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحة، قال الله تعالى: ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً﴾، وقال: ﴿كلوا مما في الأرض حلالاً طيباً﴾، وإنما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروي، فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة فهي على الإباحة" (مجمع الأنهر: ۴/۱۶۸، كتاب الأشربة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"لبن المأكول حلال" (رد المحتار: ۶/۴۵۲، كتاب الأشربة، سعيد)

ناجائز چارہ کھانے والی بکری کا گوشت کھانا

سوال[۸۷۷٦]: ۱.....جس بکری کو مالک دن میں غیر کی زراعت میں چھوڑ دیتا ہے، اس کو غیر کی زراعت سے نہیں روکتا اور اس کی اکثر غذا غیر کی زراعت ہے۔ ایسی بکری کا گوشت کھانا کیسا ہے، حلال ہے یا حرام اور اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....یہ فعل گناہ ہے(۱) اور بکری کا گوشت حلال ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ جمادی الاولیٰ/ ٦٧ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل﴾. (سورة النساء: ۲۹)

"وقال ابن عباس والحسن رضی اللہ تعالیٰ عنهم: أن یاکله بغیر عوض. ...... وکذلک الأکل عنه غیره. انتهیٰ. إلا أن یکون المراد الأکل عنه غیره بغیر إذنه". (احکام القرآن للجصاص: ۲/۲۳۳، باب التجارات وخیار البیع، لاهور)

(۲) "وکونه یتغذیٰ بالنجاسة لا یمنع حله. ... ولذا یهتدی إلی الإبل والبقر الجلالة والدجاجة". (رد المحتار: ٦/۳۰٦، کتاب الذبائح، سعید)

الفصل الرابع في الحيوانات المحرمة وأجزائها

(حرام جانوروں اور ان کے اجزاء کا بیان)

خنزیر کی حرمت کی وجہ

سوال[۸۷۷۷]: خنزیر کو باری تعالیٰ نے حرام کیوں فرمایا؟ قرآن پاک میں کئی جگہ اس کا ذکر آیا ہے، لیکن ہم کو اس کی وضاحت معلوم نہیں ہوسکی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنی پیدا کی ہوئی جس چیز کو چاہے حرام قرار دے دے، بے شمار چیزیں حرام ہیں، کسی کو سوال کا اختیار نہیں، ہرگز علت دریافت کرنے کے درپے نہ ہوں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۱۴۰۰ھ۔

خنزیر کا پالنا، چرانا، بیچنا سب غلط ہے

سوال[۸۷۷۸]: ۱... ایک مسلمان شخص نے کسی اخبار میں، یا کسی تاریخ کی کتاب میں یہ شائع کر دیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکری، اونٹ، خنزیر پالتے تھے اور چراتے تھے (العیاذ باللہ)۔ کیا اس بات کا کہیں کسی کتب تواریخ یا کتب فقہ وغیرہ میں ثبوت ملتا ہے؟ اگر نہیں ملتا ہے تو اس بات پر مکمل تردید مع عبارت وحوالہ کتب وغیرہ ارسال فرمائیں۔

۲... کیا اس نجس العین (خنزیر) کا پالنا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے، یا اس کو خرید وفروخت کرنا، یا اس خنزیر کو کرایہ پر دینا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ دونوں سوالوں کا جواب مفصل مدلل فرمائیں۔

---

(۱) "والجواب الهم بنوا ذلك على أصلهم في تعليل أفعال الله تعالى، ونحن لانقول بذلك. ثم هذا يقتضي أن لا يجوز تحريم الخمر والخنزير، ويقال: إنه لا يخلو من أن يكون خلقهما ليضر بهما، وهذا لا يجوز في الحكمة بهما". (التبصرة، مسائل الاجتهاد: ۱/۵۳۲، دار الفكر بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱. اونٹ کا چرانا تو حدیث شریف سے ثابت ہے، بخاری شریف میں موجود ہے(۱)۔ خنزیر کا چرانا خود اس سے دریافت کریں جس نے لکھا ہے وہی حوالہ دے تو اس کی تردید کی جائے۔ بلاحوالہ بات کی تردید کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ یہ غلط ہے، بلادلیل ہے۔ نہ خنزیر پالنا ثابت ہے نہ چرانا، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان ہے(۲)۔

۲. خنزیر کا پالنا، اس کا چرانا، اس کو خریدنا، فروخت کرنا سب ناجائز ہے(۳)۔ یہ نجس العین ہے(۴) اس سے انتفاع جائز نہیں۔ درمختار، بحر، فتح القدیر، زیلعی وغیرہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ اس کی

---

(۱) "أن أنساً رضي الله تعالى عنه حدثهم أن ناساً من عكل وعرينة قدموا المدينة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وتكلموا بالإسلام، فقالوا: يا نبي الله! إنا كنا أهل ضرع ولم نكن أهل ريف، واستوخموا المدينة، فأمر لهم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بذود وراع، وأمرهم أن يخرجوا فيه فيشربوا من ألبانها وأبوالها، فانطلقوا حتى إذا كانوا ناحية الحرة، كفروا بعد إسلامهم وقتلوا راعي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم واستاقوا الذود، الخ". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قصة عكل وعرينة: ۲/۶۰۲، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار". (الصحيح لمسلم، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۷، قديمي)

(۳) قال الله تعالى: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾ الآية (سورة البقرة: ۱۷۳)

"لم يجز بيع الميتة والدم والخنزير والخمر ...... اهـ". (تبيين الحقائق، باب البيع الفاسد: ۴/۳۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۹۱، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۳، سهيل أكيدمي لاهور)

(وكذا في الدر المختار، كتاب البيوع، مطلب في التداوي بلبن: ۵/۶۸، سعيد)

مضطر کے لئے خنزیر کا کھانا

سوال[۸۶۸۰]: کیا حالتِ اضطراری میں اگر کسی نے زبردستی خنزیر کا گوشت کھلایا کہ "اگر نہ کھاؤ گے تو قتل کردیے جاؤ گے" تو ایسی صورت میں مسلمان رخصت پر عمل کرسکتا ہے۔ عمل رخصت پر افضل ہے یا عزیمت افضل ہے؟ اور آیت ﴿إنما حرم عليكم الميتة﴾ الآية (۱) کا مطلب کیا ہے؟ اور کیا لفظ "سور" کہنے سے ایمان چلا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہ افسوس کہ صورتِ حال کہ بعض کم فہمی اور دین سے بے تعلقی کی بناء پر ہے، اس لفظ کے کہنے سے ہرگز ایمان ضائع نہیں ہوتا ہے، سور (خنزیر) نجس العین ہے، اس کا کھانا حرام ہے (۲)۔ ہاں! اگر کوئی مضطر ہو کہ اس کے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز نہ ہو اور بغیر اس کے کھائے جان نہ بچتی ہو تو جان بچانے کے لئے اتنی مقدار کی اجازت ہے، یہ اجازت قرآن پاک سے ثابت ہے:

﴿قل لا أجد فيما أوحي إلي محرماً على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتة أو دماً مسفوحاً أو لحم خنزير فإنه رجس أو فسقاً أهل لغير الله به، فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه إن الله غفور رحيم﴾ (سورة الأنعام)(۳)۔

ایسی حالت میں اگر کوئی نہ کھائے اور بھوکا مرجائے تو گنہگار ہوگا، فتاویٰ عالمگیری (۴)۔ اگر اس کو

---

(۱) (سورة البقرة: ۱۷۳)

(وسورة الأنعام: ۱۴۵)

(وسورة المائدة: ۳)

(۲) (سورة الأنعام: ۱۴۵)

(۳) (سورة البقرة: ۱۷۳)

(۴) "ومن امتنع عن أكل الميتة حالة المخمصة، أو صام ولم يأكل حتى مات، يأثم". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۵/۳۳۸، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، نوع في التداوي: ۶/۳۶۷، رشيدية)

دشمنوں نے پکڑلیا اور قتل کرنے پر آمادہ ہیں، وہ بغیر اس کے کھائے نہیں چھوڑیں گے، اگر اس کو ظن غالب ہے کہ کھاکر چھوڑ دیں گے قتل نہیں کریں گے تو اس کو کھالینا چاہیے، یہی رخصت ہے۔ لیکن اگر وہ عدو اللہ کو غیظ دلانے کے لئے اور اپنے دین کی پختگی کی خاطر نہ کھائے اور وہ قتل ہوجائے تو اس کے لئے بھی اجر عظیم ہے، بلکہ اس کے لئے عزیمت یہی ہے۔ غرض ہر دونوں کو رخصت پر عمل کرنا بھی درست ہے، وہ گنہگار (۱)۔

اگر اس نے اس کو مجبور کرنے اور قتل سے جان بچانے کے لئے کھالیا اور پھر بھی انہوں نے قتل کردیا، تب بھی معلوم ہے گنہگار نہیں، بلکہ شہید ہے(۲)۔ آیت ﴿إنما حرم عليكم الميتة﴾ کا مطلب بھی یہی ہے کہ اشیائے مذکورہ جن میں لحم خنزیر بھی داخل ہے، حرام ہے، ایسی حالت اضطرار میں ان کا حکم یہ نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۸۹ھ۔

شراب کے نشہ میں خنزیر کا گوشت کھانا

سوال [۸۷۸]: زید نے شراب پی، بے ہوشی کے عالم میں غیر مسلموں کے ساتھ گوشت بھی کھایا۔

= (وكذا في رد المحتار، كتاب الإكراه: ۶/۱۳۹، ۱۴۰، سعيد)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۱/۲۰۹، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "فإن أكره على أكل ميتة أو دم أو لحم خنزير أو شرب خمر بإكراه ... بقتل أو قطع عضو أو ضرب مبرح، حل. فإن صبر فقتل، أثم. إلا إذا أراد مغايظة الكفار، فلا بأس به". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الإكراه: ۶/۱۳۳، سعيد)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، سورة البقرة، ص: ۴۵، حقانيه پشاور)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۱/۲۰۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "الشهيد هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً الخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۲/۲۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنائز، باب صلاة الشهيد: ۲/۳۳۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۱/۵۹۰، سعيد)

(۳) (راجع رقم: ۱)

زید کا کہنا ہے کہ جب کھانا سامنے آیا اور میں نے کھانا شروع کیا، اس میں ہڈی تھی جو میں نے پھینک دی، اس کے بعد نشہ کی حالت میں حواس برقرار نہ رہے۔ عوام کا الزام ہے اور خود زید کو بھی شک ہے کہ وہ ہڈی خنزیر کے گوشت کی تھی۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ زید کے اس گناہ سے پاک ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خنزیر بھی نجس اور حرام ہے، شراب بھی نجس اور حرام ہے(۱)، خنزیر کے متعلق تو مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی مگر شراب کا مسئلہ کیوں نہیں دریافت کیا جاتا، جس کی وجہ سے عقل گئی ہے۔ بے ہوشی آئی۔ دونوں چیزوں سے سچی پکی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، پختہ عہد کرے کہ آئندہ زندگی بھر شراب نہیں پیئے گا، غلط صحبت میں نہیں بیٹھے گا۔ اللہ تعالیٰ سے معافی کی توقع ہے۔

﴿وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات﴾(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۱ھ۔

خنزیر کے بالوں کا برش استعمال کرنا

سوال [۸۷۰۴]: آج کل جوتا، کپڑا صاف کرنے کے جو برش آتے ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں جن میں خالص خنزیر کے بال ہوتے ہیں اور بعض میں دوسرے بالوں کی بھی ملاوٹ ہوتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان برشوں کا کپڑے، جوتے صاف کرنے کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان کی بیع وشراء جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تحقیق سے ثابت ہو کہ ان برشوں میں خالص خنزیر کے بال ہیں، یا غالب خنزیر کے بال ہیں اور

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير﴾ (سورة البقرة: ۱۷۳)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿يآيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه﴾ (سورة المائدة: ۹۰)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾ (سورة التحريم: ۸)

"ثم إذا تاب توبة صحيحة، صارت مقبولة غير مردودة قطعاً من غير شك وشبهة بحكم الوعد بالنص". (شرح الفقه الأكبر، مبحث التوبة، ص: ۱۶۰، قديمي)

دوسرے یہ کہ مطلوب تو ان کی بیع وشراء اور استعمال ممنوع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۵ھ۔

برش میں سور کے بال

سوال[۸۶۸۳]: فی زمانہ ہر چیز پر رنگ وروغن ہوتا ہے، فرنیچر، چینی کی پلیٹ، تام چینی کی پلیٹ وغیرہ، چینی کے دوسرے برتن۔ یہ وارنش(۲) برش سے ہوتی ہے اور برش میں کم وبیش سور کے بال ہوتے ہیں۔ ان برتنوں میں کھانا اور فرنیچر پر رکھی چیزیں کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سور کے بال اس میں ملے ہوئے نہیں ہیں، برتن اور فرنیچر صاف ہے تو محض اس وجہ سے کہ سور کے بال کے برش سے رنگ کیا گیا ہے اس کو ناپاک اور ناجائز نہیں کہا جائے گا، خاص کر جب کہ برتن کو پاک صاف کرلیا گیا(۳)۔

---

(۱) "وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة" (البحر الرائق: ۱/۱۱۰، كتاب الطهارة، رشيديه)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱/۱۴۶، باب تحريم الخنزير، (سورة البقرة: ۱۷۳)، قديمي)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۷۲، كتاب البيوع، مطلب في التداوي بلبن البنت، سعيد)

"وشعر الخنزير لنجاسة عينه فيبطل بيعه، ابن كمال". (الدر المختار). قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: لنجاسة عينه): أي عين الخنزير: أي بجميع أجزائه". (رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في التداوي بلبن البنت للرمد قولان: ۵/۷۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۶/۱۳۲، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، رشيديه)

(۲) "وارنش: رال ملا ہوا تارپین میں مادہ جسے فرنیچر وغیرہ چمکانے کے لئے استعمال کرتے ہیں، روغن، جلا، جھوٹی چمک"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۴۰۴، فیروز سنز لاہور)

(۳) "ولو موّه الحديد بالماء النجس، يموّه بالطاهر ثلاثاً فيطهر، خلافاً لمحمد، فعنده لا يطهر أبداً، وهذا في الحمل في الصلوة، أما لو غسل ثلاثاً، ثم قطع به نحو بطيخ، أو وقع في ماء قليل، لا ينجسه، فالغسل يطهر ظاهره إجماعاً". (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في حكم الوشم: ۱/۳۳۲، سعيد)

یہ علیحدہ بات ہے کہ سور کے بال کا استعمال ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

خنزیر کے بال کے برش بنانے والے کے گھر رشتہ

سوال [۸۶۸۴]: میرے ایک عزیز کی بہن کا ایک جگہ کان پور میں رشتہ طے ہو گیا ہے لڑکے والے اور خود لڑکا اشیاء کی درآمد و برآمد کا کام کرتے ہیں۔ ابھی چند دنوں پیشتر جب شادی کی تاریخ متعین کرنے کے لئے قدم اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے پاس کہیں باہر سے برش بنوا کر بھیجنے کا آرڈر آیا ہوا ہے اور وہ تیار کرا کر باہر بھیج رہے ہیں، لیکن برش خنزیر کے بالوں کے بنائے جاتے ہیں اور بھیجے جاتے ہیں۔ یہ معلوم ہو کر لڑکی والے فکرمند ہیں کہ ایسی صورت میں ان لوگوں کا کاروبار درست ہے یا نہیں؟ نیز طے شدہ رشتے کو باقی رکھا جائے یا ختم کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قول صحیح کے مطابق خنزیر کے بال نجس ہیں (۲)، ان کی بیع بھی ناجائز ہے، جیسا کہ کتب فقہ: درمختار،

---

(۱) "وأما الخنزير، فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق: ۱/۱۹۱، كتاب الطهارة، رشيديه)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱/۱۴۳، (سورة البقرة: ۱۷۳)، باب تحريم الخنزير، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۴۳، كتاب الطهارة، فصل في الأنجاس، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "وأما الخنزير، فشعره وعظمه، وجميع أجزائه نجسة، ورخص في شعره للخرازين للضرورة؛ لأن غيره لا يقوم مقامه عندهم. وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه كره لهم ذلك أيضاً، ولا يجوز بيعه في الروايات كلها. وإن وقع شعره في الماء القليل نجسه عند أبي يوسف، وعند محمد لا ينجس. وإن صلى معه جاز عند محمد، وعند أبي يوسف لا يجوز إذا كان أكثر من قدر الدرهم. واختلفوا في قدر الدرهم، قيل: وزناً، وقيل بسطاً، كذا في السراج الوهاج ...... وذكر السراج الهندي أن قول أبي يوسف بنجاسته هو ظاهر الرواية، وصححه في البدائع، ورجحه في الاختيار". (البحر الرائق: ۱/۱۹۰، كتاب الطهارة، رشيديه) ....

مجھ سے ایک صاحب نے کہا تھا کہ یہ تو ایک گھاس ہے، اس سے بنتے ہیں، برش میں بال کے علاوہ دوسری چیزیں بھی ہوتی ہیں جو متقوم ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ استخارہ مسنونہ کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/ ۱۴۰۱ھ۔

خنزیر کی چربی سے جانور کا علاج

سوال [۸۷۹۵]: ایک شخص نے اپنے بچھڑے کو بغل سے خنزیر کی چربی لگوائی بوجہ چوٹ لگنے کے، لیکن چوٹ ایسی آئی تھی کہ زخم نہیں ہوا تھا اور یہ کام مشورہ سے کیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس بچھڑے کا گوشت ذبح کے بعد جائز ہے یا نہیں؟ نیز جس جگہ چربی لگائی گئی تھی، اس پر ہاتھ لگا کر مسلمان بچھڑے کو نہلا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خنزیر نجس العین ہے، اس کی ہر شی ناپاک، اس کا استعمال ناجائز ہے (۱)۔ اگر اس بچھڑے کا کوئی اور علاج نہیں، صرف خنزیر کی چربی ہی علاج ہے تو ایسی صورت میں اس کا لگوانا درست ہے (۲)۔ جب اس کو غسل کر نہلایا گیا اور چربی وہاں باقی نہیں رہی تو وہ جگہ بھی پاک ہوگئی، اب اس جگہ ہاتھ لگانا درست ہے۔ چربی کی موجودگی میں اس جگہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ کی ناپاکی کا حکم دیا جائے گا (۳)۔ بعد ذبح اس کا گوشت بلا تامل

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير﴾ (سورة البقرة: ۱۷۳)

"وأما الخنزير، فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۹۱، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الدر المختار، كتاب البيوع، مطلب في التداوي بلبن البنت: ۵/۷۲، سعيد)

(۲) "وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءه، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه".

(الدر المختار، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيدية)

(۳) "ولو لف في مبتل بنحو بول، إن ظهر نداوته أو أثره، تنجس، وإلا لا". (الدر المختار، كتاب الطهارة، فصل الاستنجاء: ۱/۳۴۷، سعيد)

حلال ہے، اس میں کوئی تردد نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہٰذا۔ صحیح: عبد اللطیف، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

کیمیا بنانے کے لئے خنزیر کا دودھ استعمال کرنا

سوال [۸۷۸۹]: ایک صاحب کیمیا بنانا چاہتے ہیں جس میں خنزیر کا دودھ استعمال ہوتا ہے۔ کیا کلب، میت کرنے کے لئے خنزیر کا دودھ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر خود نہ کرے، بلکہ کسی ہندو سے کرائیں تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

محمد شعیب اعظمی، دار العلوم احمد نگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خنزیر نجس العین ہے، اس کے دودھ کا انتفاع جائز نہیں، نہ خود نہ بالواسطہ (۲)۔ کیمیا بنانا واجب نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/۴/۹۵ھ۔

خچر کی نسل حاصل کرنا

سوال [۸۷۹۰]: جو لوگ گدھے اور گھوڑی کی جفتی سے خچر کی نسل حاصل کرتے ہیں، اس کا شرعی

(۱) "کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر؛ لأن لحمه لایتغیر، وما غذی به یصیر مستهلکاً لایبقی له أثر". (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة: ۶/ ۳۴۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، الباب الثانی فی بیان مایؤکل لحمه ومالا: ۵/ ۲۹۰، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿إنما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر﴾ (سورة البقرة: ۱۷۳)

"وأما الخنزیر، فشعره وعظمه وجمیع أجزائه نجسة" (البحر الرائق، کتاب الطهارة: ۱/ ۱۹۰، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی الأنجاس، ص: ۱۵۳، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب البیوع، مطلب فی التداوی بلبن البنت: ۵/ ۲۲۸، سعید)

تقصیر کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خچر کی نسل حاصل کرنا شرعاً درست ہے(۱)، مگر اس پر اجرت لینا درست نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے اور گدھے و خچر کی جفتی سے جو نسل پیدا ہو، اس کو خریدنا اور بیچنا اور اس کی نسل کی قیمت لینا بھی جائز ہے۔ ہاں جفتی کرانے کی اجرت لینا ناجائز ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

کتبہ الاحقر نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

کتا پالنا

سوال[۸۶۹۹]: کتا پالنا کیسا ہے، سنا ہے کہ جہاں کتا ہوتا ہے رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اور کس نیت سے پالنا چاہئے؟

بشیر احمد، مظفر پور، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحیح ہے کہ جہاں پر کتا ہوتا ہے رحمت کے فرشتے نہیں آتے(۴)، لہذا کتا نہیں پالنا چاہئے، لیکن اگر

---

(۱) "وجاز ... إنزاء الحمير على الخيل كعكسه، قهستاني". (الدر المختار، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۹۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في البيع من كتاب الحظر والإباحة: ۸/۳۷۷، رشيديه)

(وكذا في الهندية، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة: ۵/۳۷۲، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "لا تصح الإجارة لعسب التيس، وهو نزوه على الإناث". (الدر المختار). قال الشامي رحمه الله تعالى: "لأنه عمل لا يقدر عليه وهو الإحبال". (رد المحتار، باب الإجارة الفاسدة: ۶/۵۵، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، باب الإجارة الفاسدة: ۸/۴۹، مكتبه رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإجارة الفاسدة: ۸/۳۳، رشيديه)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۴) "عن أبي طلحة رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة =

، کان کھیتی، جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لئے ضرورت ہو تو کتا پالنے میں مضائقہ نہیں:

"وفي الأجناس: لاينبغي أن يتخذ الكلب إلا أن يخاف من اللصوص أو غيرهم. ويجد عبده بصيرة، ويجب أن يعلم أن اقتناء الكلب لأجل الحرس جائز شرعاً، وكذلك اقتناؤه للاصطياد مباح، وكذلك اقتناؤه لحفظ الزرع والماشية جائز، كذا في الذخيرة". عالمگیری: ۴/۲۴۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۷/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ رجب المرجب/ ۵۲ھ۔

شوقیہ کتا پالنا

سوال[۸۶۸۱]: کتے کو عادۃً شوقیہ یا حفاظتی اغراض کے شوقیہ پالنے کے بارے میں جب کہ:

۱..... کتے سے اس طرح کھیلا جائے جیسے بلیوں، مرغیوں، کبوتروں سے۔

۲..... کتے کا خشک جسم پالنے والے کے جسم اور کپڑوں سے مس ہو۔

۳..... کتے کا گیلا جسم۔

۴..... کتے کا لعاب دہن۔

بيتاً فيه كلب ولا تصوير". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۵، باب التصاوير، قديمي)

"لاتدخل الملائكة": أي ملائكة الرحمة لا الحفظة وملائكة الموت. وفيه إشارة إلى كراهتهم ذلك أيضاً، لكنهم مأمورون ويفعلون ما يؤمرون" (مرقاة المفاتيح: ۸/۲۶۵، باب التصاوير، رشيديه)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۶۱، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر فيما يسع من جراحات بني آدم، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۲۲۷، كتاب البيوع، باب المتفرقات، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۶/۲۸۳، باب المتفرقات، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۳/۵۱۲، كتاب البيوع، باب المتفرقات، فرع في بيوع الأجناس، إمداديه ملتان)

۵... کتے کے ساتھ کھیلنے کے بعد -خواہ اس کا جسم گیلا ہو یا سوکھا- نماز پڑھی جائے یا قرآن مجید کو ہاتھ لگایا جائے۔

۶... کتا فرش، بستر یا کرسی وغیرہ پر بیٹھے۔

مذکورہ بالا چھ صورتوں کو ذہن میں رکھ کر شوقیہ پالنے کے بارے میں فتویٰ اس صورت سے تحریر فرمائیں کہ نمبروار ان صورتوں کے جواز، عدم جواز، یا طاہر وغیر طاہر ہونے کا ذکر ہو اور قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کا حوالہ ضرور بالضرور ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن علي ابن أبي طالب رضي الله تعالی عنه، عن النبي صلی الله تعالی علیه وسلم قال: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه صورة ولا كلب". والمراد منه ما يحرم اقتناءه، وأما ما لا يحرم من كلب الصيد والزرع والماشية، فلا يمتنع دخول الملائكة. وقال: والأظهر أنه عامٌ في كل كلب، وإنهم يمتنعون من الجميع، لإطلاق الحديث" الخ". بذل المجهود شرح أبي داود شریف: ۵/۶۸(۱)، ۱/۳۸(۲)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علاوہ شکار اور حفاظت اغراض کے محض شوقیہ کتا پالنا ممنوع ہے، اور ایسے گھر میں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے۔

۱...... جو کتا ہے جس کا گھر میں ہونا اس قدر محرومی کا باعث ہے، اس کو گود میں لے کر بیٹھنا تو بہت بڑی محرومی ہے(۳)۔

---

(۱) (بذل المجهود: ۵/۶۸، باب في الصور، كتاب اللباس، معهد الخليل الإسلامي كراجي)

(۲) (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب الوضوء بسؤر الكلب: ۱/۳۸، معهد الخليل الإسلامي، كراجي)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالی عنه أن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم قال: "من اتخذ كلباً إلا كلب ماشية أو صيد أو زرع، انتقص من أجره كل يوم قيراط". (جامع الترمذي، أبواب الصيد، باب من أمسك كلباً ما ينقص من أجره: ۱/۲۷۴)

"عن أبي طلحة رضي الله تعالی عنه: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير". متفق عليه". =

۲۔ خشک جسم کے مس کرنے سے نجاست کا حکم شریعت نے نہیں لگایا، لیکن بلاضرورت معتبرہ عندالشرع مس کرنا ممنوع ہے۔

۳۔ "الكلب إذا خرج من الماء وانتفض، فأصاب ثوب إنسان، أفسده". کبیری، ص: ۱۵۶(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ کتے کا گیلا جسم جب کہ وہ پانی میں غوطہ لگا کر نکلے، جس چیز کو لگے گا وہ چیز ناپاک ہوگی۔ "وهو مختار كثير من المشايخ"۔ مس کی ممانعت مستقل ہے۔

۴۔ کتے کا لعاب دہن بالاتفاق نجس ہے، جو حکم پاخانہ پیشاب کا ہے، وہی لعاب کا ہے(۲)۔

۵۔ جسم گیلا ہونے کی صورت میں مس کروانے والے کا جسم یا کپڑا جس کو بھی اس کی تری لگی ہو وہ ناپاک ہے، اس سے نماز درست نہیں، جسم اور کپڑا پاک کرنے کے بعد نماز درست ہے، كما مر في الجواب الثالث۔ ناپاک ہاتھ یا ناپاک کپڑا قرآن مجید کو لگانا بھی جائز نہیں(۳)۔

۶۔ خشکی کی حالت میں اشیاء ناپاک نہ ہوں گی، تری کی حالت میں ناپاک ہو جائیں گی، لعاب دہن لگنے سے ناپاک ہو جانا یقینی ہے۔ برکات ملائکہ سے محرومی ہر حال میں ہے۔ کتے جیسی نجس اور ذلیل چیز کو کرسی وغیرہ پر بٹھا کر اعزاز کرنا ناجائز ہے، نیز یہ اہل اسلام کا طریقہ نہیں، بلکہ انگریزوں یا دوسرے کفار کا طریقہ ہے، ان کے ساتھ تشبہ ناجائز ہے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۹/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۹/۵۸ھ۔

= (مشكوة المصابيح، ص: ۳۸۵، باب التصاوير، الفصل الأول، قديمي)

(۱) (الحلبي الكبير، ص: ۱۵۶، فصل في البئر، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "الفم... سؤر خنزير وكلب وسباع بهائم نجس مغلظ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۲۲، ۲۲۳، سعيد)

وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۴۳، فصل في الآسار، سهيل اكيدمي لاهور)

(۳) قال الله تعالى: ﴿لا يمسه إلا المطهرون﴾ الآية (سورة الواقعة: ۷۹)

(۴) "وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه... =

مکان کی حفاظت کے لئے کتا پالنا

سوال [۹۰۰۶]: ایک شخص نے اپنا مکان (کوٹھی) شہر سے باہر بنایا ہے، وہاں چوروں ڈاکوؤں کا خطرہ ہے، ایسی حالت میں وہ حفاظت کے لئے کتا پالنا چاہتا ہے۔ شرعی حکم کیا ہے؟ کتا مکان کے اندر رکھیں یا باہر؟ اگر نہ پالا جائے تو حفاظت کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی خطرہ کی صورت میں مکان کی حفاظت کے لئے کتا پالنا درست ہے، کذا فی عمدۃ القاری(۱)۔ پھر مکان کے اندر یا باہر جہاں درست ہو وہاں رکھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۹۵ھ۔

مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ اور کیکڑا کا کھانا، فروخت کرنا

سوال [۹۰۰۷]: مینڈک، گوہ، پانی کا سانپ یا کیکڑا وغیرہ احناف کے نزدیک کھانا یا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ان سب چیزوں کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان جانوروں کا کھانا احناف کے نزدیک جائز نہیں(۲)، البتہ یہ چیزیں کسی ضرورت میں مثلاً دوا کے

= بقوم فهو منهم". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الثاني، قديمي)

(۱) "وقال الخطابي: إنما لم يدخل في بيت إذا كان فيه شيء من هذه مما يحرم اقتناءه من الكلاب والصور، وأما ما ليس بحرام من كلب الصيد أو الزرع أو الماشية ... فلا يمتنع دخول الملائكة بسببه". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ۱۵/۲۹۰، باب إذا قال أحدكم آمين والملائكة في السماء، إدارة الطباعة المنيرية بيروت)

(۲) "عن عبد الرحمن بن شبل رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نهى عن أكل الضب". رواه أبو داود".

قال العلامة المحشي رحمه الله تعالى: "أقول: الحديث نص في النهي، وما روي في إباحته محمول على أول الأمر، أو لأنه من حشرات الأرض كالفأرة ونحوه، فيكون حكمه حكمها، وهذا —

--- قبه من موارنة لما رواه عبد الرحمن بن شبل، ليتقوى به. ثم الاحتياط في الأخذ بالكراهة، فهذه أمور الحاث أبا حنيفة بالقول بكراهته، فيكون قوله أولى بالقبول ... اهـ

"وجه الاستدلال أن هذا الجمع ليس بمتعين، لاحتمال أن يكون نهي عنها أولاً لاحتمال المسخ، ثم نهي عنها ثانياً للخبث، فالاحتياط في النهي ... وقال: والحق أن الكراهة تحريمية، وطريق الجمع هو ما قلنا: إن الإباحة محمول على أول الأمر والنهي محمول على آخر الأمر ...... اهـ"

وقال العيني في البناية بعد سرد الآثار في إباحة الضب ما نصه: والجواب عن هذا أنه يدل على الإباحة، وما استدللنا به يدل على الحرمة، والتاريخ مجهول، فيجعل المحرم مؤخراً عن المبيح، فيكون ناسخاً له تقليلاً للنسخ". (إعلاء السنن: ۱۷/ ۱۸۹، ۱۹۰، كتاب الذبائح، باب النهي عن أكل الضب، إدارة القرآن كراچی)

"وعن عبد الرحمن بن عثمان رضي الله تعالى عنه: أن طبيباً سأل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن ضفدع يجعلها في دواء، فنهاه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن قتلها" رواه أبو داود".

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "فنهاه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن قتلها". قال الشارح: ولم يكن النهي عن قتلها إبقاءً عليها و تكرمة لها، بل لأنه لم ير التداوي بها لرجسها و قذارتها. وقال القاضي: ولعل النهي عن قتلها؛ لأنه لم ير التداوي بها إما لنجاستها و حرمتها، إذ لم يجز التداوي بالمحرمات، أو لاستقذار الطبع و تنفره عنها ... اهـ.

قلت: القتل المأمور به إما لكونه من الفواسق و شبيهها، وإما لإباحة الأكل وليس كذلك، لنجاسته و تنفر الطبع عنه، وإذا لم يجز القتل لم يجز الانتفاع به". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۸/ ۳۰۸، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۵۳۵)، رشيديه)

"وكذلك ما ليس له دم سائل مثل الحية والوزغ وسام أبرص و جميع الحشرات و هوام الأرض من الفأر والقراد والقنافذ والضب واليربوع وابن عرس ونحوها، ولا خلاف في حرمة هذه الأشياء". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/ ۲۸۹، كتاب الذبائح، الباب الثاني في بيان ما يؤكل من الحيوان، رشيديه)

طور پر خارجی استعمال میں مفید ہوں، یا گوہ کی کھال کار آمد ہو تو ان زندہ جانوروں کی بیع وشراء شرعاً درست ہے (۱)۔ دیگر ائمہ کرام کے مذہب کی تحقیق ان کے محققین اہلِ فتویٰ سے کی جائے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۵ھ۔

مردہ جنین کا گوشت کھانا

سوال [۸۷۰۲]: بچہ بکری وغیرہ کے اندر اس کا مرا ہوا بچہ نکلے تو آیا اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "ولا الحشرات هي صغار دواب الأرض، واحدها حشرة ... اهـ" (والضبع والثعلب): لأن لحمهما نابا ... اهـ". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدينؒ: "(قوله: لأن لحمهما نابا): أي يصيدان به، فيدخلان تحت الحديث المار، كما في الهداية. وما روي مما يدل على إباحتهما، فمحمول على ماقبل التحريم. لأن الأصل: متى تعارض نصان، غلب المحرم على المبيح، كما يذكره الشارح في الضب". (رد المحتار: ۶/۳۰۴، ۳۰۵، كتاب الذبائح، سعيد)

قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: واحدها حشرة) بالتحريك، فهي: كالفأرة والوزغة وسام أبرص والقنفذ والحية والضفدع والزنبور والبرغوث ... اهـ". (رد المحتار، المصدر السابق)

(۲) "الضرورات تبيح المحظورات، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة، وإساغة اللقمة بالخمر، والتلفظ بكلمة الكفر للإكراه". (الأشباه والنظائر)۔

قال الحمويؒ: "(قوله: ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة) وكذا للتداوي. قال التمرتاشي في شرح الجامع الصغير نقلاً عن التهذيب: يجوز للعليل أكل الميتة وشرب الدم والبول إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح مايقوم مقامه". (غمز عيون البصائر للحموي، الفن الأول في القواعد الكلية، القاعدة الخامسة: ۱/۲۷۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي)

"فإنه مبني على أن كل ما يمكن الانتفاع بجلده أو عظمه يجوز بيعه ... وذكر أبو الليث يجوز بيع الحيات إذا كان ينتفع بها في الأدوية، فإن لم ينتفع بها لا يجوز". (البحر الرائق: ۶/۱۹۹، كتاب البيع، باب المتفرقات، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس بچہ کا گوشت کھانا جائز نہیں، کذا فی مجمع الانہر: ۵۱۲/۲(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شیر کی چربی کا حکم

سوال[۸۷۵۳]: ایک مرہم شیر کی چربی وغیرہ سے بنا ہوا ہے تو اس کو استعمال کرنا کیسا ہے یا اس کو لگائے ہوئے نماز پڑھنا کیسا ہے، اس کو لگائے ہوئے نماز کس طرح پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میتہ کی نجس چربی سے بنا ہوا مرہم نجس ہے(۲)۔ اگر حاذق حضرات معالج کی تجویز یہ ہے کہ شفا اسی

---

(۱) "ولا یحل الجنین بزکاۃ أمہ، أشعر أولا، حتی لو نحر ناقۃ أو ذبح بقرۃ أو شاۃ فخرج من بطنہا جنین میت، لم یؤکل عند الإمام وزفر وحسن بن زیاد؛ لأنہ مستقل فی حیاتہ، فیشترط فیہ زکاۃ استقلالیۃ". (مجمع الأنہر، کتاب الذبائح: ۵۱۲/۲، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"ولا بجع أمہ فی تذکیتہا لو خرج میتاً، فالشطر الثانی مفسر للأول". (رد المحتار، کتاب الذبائح: ۳۰۴/۶، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الذبائح، الباب الأول: ۲۸۷/۵، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۳۵۹/۳، کتاب الذبائح، رشیدیہ)

(۲) "عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول عام الفتح وہو بمکۃ: "إن اللہ و رسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والأصنام". فقیل: یا رسول اللہ! أرأیت شحوم المیتۃ، فإنہ تطلی بہا السفن وتدہن بہا الجلود ویستصبح بہا الناس؟ فقال: "لا، ہو حرام". ثم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذلک: "قاتل اللہ الیہود، إن اللہ لما حرم شحومہا، أجملوہ، ثم باعوہ، فأکلوا ثمنہ". (صحیح البخاری: ۲۹۸/۱، کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والأصنام، قدیمی)

(والصحیح لمسلم: ۲۳/۲، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ والأصنام، قدیمی)　—

میں تصرف ہے تو اس کے لگے رہنے کی حالت میں مجبوراً نماز درست ہے(۱)۔ چربی کے خواص واثرات اس میں

— قال أبو الفضل ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى تحت قوله: "أرأيت شحوم الميتة، الخ":

"أي فهل يحل بيعها لما ذكر من المنافع، فإنها مقتضية لصحة البيع؟ .... قوله: فقال: "لا، هو حرام": أي البيع. هكذا فسره بعض العلماء كالشافعي ومن تبعه، ومنهم من حمل قوله: "وهو حرام" على الانتفاع فقال: يحرم الانتفاع بها، وهو قول أكثر العلماء، فلا ينتفع من الميتة أصلاً عندهم، إلا ما خص بالدليل وهو الجلد المدبوغ". (فتح الباري: ۴/۵۳۵، كتاب البيوع، باب تحريم بيع الخمر والميتة والأصنام، قديمي)

(وكذا في عمدة القاري للعلامة العيني، كتاب البيع، باب بيع الميتة والأصنام: ۱۲/۵۵، إدارة الطباعة المنيرية بيروت)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۲/۲۳، كتاب المساقاة، باب تحريم بيع الخمر والميتة، قديمي)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱/۱۵۱، باب تحريم الانتفاع بدهن الميتة، قديمي)

"ونجيز بيع الدهن المتنجس والانتفاع به في غير الأكل بخلاف الودك". (الدر المختار).

قال العلامة ابن عابدين: "(قوله: ونجيز بيع الدهن المتنجس) عبارة المجمع: النجس، لكن مراده المتنجس: أي ما عرضت له النجاسة؛ وأشار بالفعل المضارع المسند لضمير الجماعة إلى خلاف الشافعي كما هو اصطلاحه. (قوله: في غير الأكل) كالاستصباح والدباغة وغيرهما، ابن ملك. وقيدوا الاستصباح بغير المسجد. (قوله: بخلاف الودك) أي دهن الميتة؛ لأنه جزؤها، فلا يكون مالاً، ابن ملك: أي فلا يجوز بيعه اتفاقاً، وكذا الانتفاع به، لحديث البخاري: "إن الله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام". قيل: يا رسول الله! أرأيت شحوم الميتة، فإنه يطلى بها السفن ويدهن بها الجلود ويستصبح بها الناس؟ قال: "لا، هو حرام". الحديث. (رد المحتار: ۵/۷۳، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في التداوي بلبن البنت للرمد قولان، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۲۰۳، باب الأنجاس، سعيد)

(۱) "(فروع) اختلف في التداوي بالمحرم، وظاهر المذهب المنع كما في رضاع البحر، لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي: وقيل يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر، كما رخص =

باقی رہتے ہوئے جب کہ جرم بھی موجود ہے، اس کو پاک کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، یہ صحیح ہے کہ خارجی استعمال میں قدرے توسع ہے بہ نسبت داخلی استعمال کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ /۸۹ھ۔

ہاتھی کی سواری اور سونڈ کا پانی

سوال [۸۷۴۳]: ہاتھی کی سواری جائز ہے یا نہیں، اور ہاتھی جو گرمی کی وجہ سے راستہ چلتے چلتے سونڈ سے پانی پھینکتا ہے، وہ پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاتھی کی سواری شیخین کے قول کے موافق درست ہے اور یہی مختار ہے(۱)۔ سونڈ سے جو پانی نکلتا ہے

= الخمر للعطشان، وعليه الفتوى". (الدر المختار: ۱/۲۱۰، كتاب الطهارة، باب المياه، سعيد)

"ولو للرجل بطاهر لا بنجس، وكذا كل تداوٍ لا يجوز إلا بطاهر، وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءً، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه (قوله: وجوزه في النهاية الخ) ونصه في التهذيب: يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه ... اهـ". (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۳۸۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(۱) "وركب الخيل والإبل والبغال والحمير، وركب الفرس مسرجة تارة وعرياً أخرى، وكان يجريها في بعض الأحيان، وكان يركب وحده وهو الأكثر". (زاد المعاد، فصل في هديه رسول صلى الله تعالى عليه وسلم في المركوب: ۱/۱۲۹، مكتبه دار الإسلام بيروت)

مجموعہ فتاویٰ میں مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں: "شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک درست ہے، فتح القدیر میں ہے: "والفيل كالخنزير عند محمد رحمه الله، فيكون حكمه حكمه، وعندهما كسائر السباع نجس السؤر واللحم لا العين، فيجوز بيع عظمه والانتفاع به في الحمل والمقاتلة".

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سور جیسا ہے، ان کے نزدیک ہاتھی کا حکم بھی وہی ہوگا جو سور کا حکم ہے، اور شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک دوسرے درندوں جیسا ہے کہ اس کا گوشت اور جھوٹا دونوں نجس ہیں اور وہ نجس العین نہیں ہے تو اس کی ہڈی کا =

وہ نجس ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/۲/۸۹ھ۔

بہیمۂ موطوءہ کا حکم

سوال[۱۵۹۰۸]: ایک شخص نے کسی گائے کے ساتھ زنا کیا، جب ثبوت ملا تو کسی عالم صاحب کے کہنے پر والی نے گائے کے مالک کو اس کی قیمت ادا کر کے گائے مذکورہ بہت دور دراز راہ پر لے جا کر فروخت کر دی اور اس کی قیمت کو فقراء وغرباء پر صدقہ کر دیا۔ اب گزارش ہے کہ عالم صاحب مذکور کا ایسا حکم دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس گائے کو بیچنا اور ذبح کر کے گوشت کھانا مذہب حنفیہ میں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس گائے کو بیچنا، پالنا اور گوشت کھانا ہر سہ اماموں کے نزدیک حلال ہے، یا کسی کے نزدیک مکروہ ہے یا نجس ہے؟

اور جس عالم صاحب نے اس گائے کو کھانے اور بیچنے اور پالنے کو ناجائز کہا ہے، ان سے بیچنے والے شخص لوگ نا اتفاقی کرتے ہیں اور بعض علماء کرام، بلکہ ہر قسم کا ظلم وستم کرتے ہیں، ایسے ظالمین پر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولا يحد بوطء بهيمة بل يعزر، وتذبح ثم تحرق، ويكره الانتفاع بها حية وميتة، مجتبى. وفي النهر: الظاهر أنه يطالب ندباً لقولهم: تضمن بالقيمة". "(قوله: وتذبح وتحرق): أي لتقطع امتداد التحدث به كلما رؤيت، وليس بواجب، كما في الهداية وغيرها، وهذا إذا كانت مما لا يؤكل، فإن كانت تؤكل، جاز أكلها عنده، وقالا: تحرق أيضاً، فإن كانت لغير الواطى، يطالب صاحبها أن يدفعها إليه بالقيمة، ثم تذبح، هكذا قالوا، ولا يعرف ذلك إلا

= بیچ دو، اس سے بار برداری اور جنگ میں نفع اٹھایا جاتا ہے اور مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر میں ہے: "والمختار قولهما" اور "قنیۃ" میں امام محمد کا قول ہے"۔ (مجموعۃ الفتاوی، کتاب الحظر والإباحۃ، باقی یہ جواب درست ہے یا نہیں؟ ۲/۲۹۹، سعید)

(۱) "وسؤر خنزير وكلب وسباع بهائم" اهـ. (الدر المختار). وقال ابن عابدين: "(وسباع بهائم) هي ما كان يصطاد بنابه كالأسد والذئب والفهد والنمر والثعلب والفيل والضبع وأشباه ذلك، سراج".

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۲۳، باب المياه، فصل في البئر، سعيد)

سماعاً، فیحمل علیه. زیلعي ونهر". رد المحتار ۴/۲۹ (۱)۔

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوشت کھانا درست ہے اور تعلیل عبارت مذکورہ میں "احراق" کی بھی گئی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ دور دراز جگہ پر فروخت کرنا بھی درست ومکانی ہے اور اس صورت میں کراہت انتفاع واشاعت دل سے بھی حفاظت ہوگی۔ صاحبین کے

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۴/۲۶، کتاب الحدود، باب الوطء الذي یوجب الحد والذي لا یوجبه، مطلب في وطء الدابة، سعید)

"وعنه أنه قال: من أتى بهيمة فلا حد عليه". رواه الترمذي وأبو داود. وقال الترمذي عن سفيان الثوري أنه قال: وهذا أصح من الحديث الأول وهو: "من أتى بهيمة فاقتلوه". والعمل على هذا عند أهل العلم". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۰۳، كتاب الحدود، الفصل الثالث، قديمي)

"قال: (وبهيمة) أي لا يجب الحد بوطء بهيمة، وقال الشافعي: يجب؛ لأنه وجد سفح الماء في محل مشتهى فيستدعي زاجراً. قلنا: إن وطء البهيمة لا يميل إليه الطبع، فلا يستدعي زاجراً موجوداً للانزجار بدون الحد، والحامل عليه نهاية السفه وغلبة الشبق كما يكون بالكف؛ ولهذا لا يجب ستر ذلك العضو منها، ولو كان مشتهى لوجب ستره كما في القبل والدبر، إلا أنه يعزر؛ لأنه جناية ليس فيها حد مقدر فيعزر. وما روي عن عمر رضي الله تعالى عنه أنه أتي برجل وقع على بهيمة، فعزر الرجل وأمر بالبهيمة فأحرقت، كان لقطع التحدث به؛ لأنه إذا بقيت يتحدث الناس به، فيلحقه العار بذلك، لا لأن الإحراق واجب.

ثم إن كانت الدابة مما لا يؤكل لحمها تذبح وتحرق لما ذكرنا. وإن كانت مما يؤكل لحمها تذبح وتؤكل عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وقالا: تحرق هذه أيضاً. إن كانت البهيمة للفاعل، وإن كانت لغيره يطالب صاحبها أن يدفعها إليه بقيمتها ثم تذبح. هكذا ذكروا، ولا يعرف ذلك إلا سماعاً، فيحمل عليه". (تبيين الحقائق ۳/۵۷۹، ۵۸۰، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۳/۱۴۰، كتاب الحدود، باب الوطء، إمدادية ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب الوطء: ۵/۲۸، رشيدية)

نزدیک اخراج متعین ہے، یہ بھی وجہ نہیں، بلکہ ندباً ہے۔ پس ایسا مسئلہ بتانے کی وجہ سے سلام وکلام ترک کرنا ہرگز درست نہیں (۱) اور ظلم وستم تو ہر حال میں ظلم وستم ہے، کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ ایسے لوگوں کو رجوع اور توبہ لازم ہے۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۰/۷۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/ شوال/ ۷۵ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆
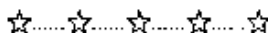
(۱) چونکہ ترک کلام گناہ کبیرہ ہے اور ندب ومستحب امر کی وجہ سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب درست نہیں۔

"عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة: ۲/۸۹۷، قديمي)

"وترك الكلام يفضي إلى التهاجر وهو حرام أو مكروه". (فتح الباري، كتاب الأدب، قبيل باب ما يجوز من الهجران لمن عصى، (رقم الحديث: ۶۰۷۷)

"قوله: (باب ما يجوز من الهجران لمن عصى) أراد بهذه الترجمة بيان الهجران الجائز؛ لأن عموم النهي مخصوص بمن لم يكن لهجره سبب مشروع، فتبين هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية، فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها". (فتح الباري، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الهجران لمن عصى، (رقم الحديث: ۶۰۷۸): ۱۰/۶۰۹، قديمي)

الفصل الخامس فيما يجوز قتله من الحيوانات ومالايجوز

(جائز القتل اور غیر جائز القتل حیوانات کا بیان)

چھپکلی کا مارنا

سوال [۸۷۹۱]: چھپکلی کا مارنا شرعاً کیسا ہے؟ عوام میں مشہور ہے کہ اس کے مارنے پر ثواب ملتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ جواب مع حوالہ عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں "وزغ" کے مارنے کی اجازت بھی ہے، حکم بھی ہے اور اس پر ثواب بھی بیان فرمایا گیا ہے، یہاں تک کہ اگر پہلی ضرب میں مار دیا جائے تو اس پر ثواب کی بڑی مقدار بیان کی گئی ہے، دوسری ضرب پر مارنے پر اس سے کم ہے، تیسری میں اس سے کم ہے، یہ کئی حدیثیں بخاری شریف ص: ۴۶۶ (۱)۔ مسلم شریف: ۲/۲۳۶ (۲)، نسائی شریف: ۲/۲۴ (۳)، مؤطا امام محمد ص: ۳۶۰ (۴) وغیرہ کتب میں موجود ہیں۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال للوزغ: "الفويسق". ولم أسمعه أمر بقتله. وزعم سعد بن أبي وقاص أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أمر بقتله"

"عن سعيد بن المسيب أن أم شريك رضي الله تعالى عنها أخبرته أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أمرها بقتل الأوزاغ". (صحيح البخاري: ۱/۴۶۶، كتاب بدء الخلق، باب: خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال، قديمي)

(۲) "عن عامر بن سعد عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أمر بقتل الوزغ، وسماه فويسقاً" اهـ.

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: "من قتل وزغة في أول ضربة فله كذا وكذا حسنة، ومن قتلها في الثانية فله كذا وكذا حسنة دون الأولى، ومن قتلها في الثالثة فله كذا وكذا حسنة دون الثانية".

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک نیزہ مکان میں رکھ چھوڑا تھا، کسی نے پوچھا: یہ کس لئے ہے؟ فرمایا: وزغ کو مارنے کے لئے۔ تعلیق الحمید میں ہے:

"الوزغ - بفتحتين، جمع وزغة دويبة معروفة تكون في السقوف والجدران، وكبارها يقال لها: سام أبرص. وقد ورد الأمر والوعد بالأجر في قتلها: "عن أم شريك أنها استأمرت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في قتل الوزغات، فأمرها بذلك". أخرجه البخاري ومسلم. وفي الصحيحين: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أمر بقتل الوزغ، وسماه فويسقاً، وقال: "كان ينفخ النار على إبراهيم". وفي الصحيح من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: "من قتل وزغة من أول ضربة، فله كذا وكذا حسنة، ومن قتلها في الثانية فله كذا وكذا حسنة دون الأولى، ومن قتلها في الثالثة فله كذا وكذا حسنة دون الثانية".

"وعند الطبراني من حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما مرفوعاً: "اقتلوا الوزغة ولو في جوف الكعبة". وفي سنده عمر بن قيس المكي ضعيف. وعند ابن ماجة عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنه كان في بيتها رمح موضوع، فقيل لها: ما تصنعين بهذا؟ قالت: أقتل

---

[۱] "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بمعنى حديث خالد عن سهيل إلا جريرا وحده، فإن في حديثه: "من قتل وزغا في أول ضربة كتبت له مائة حسنة، وفي الثانية دون ذلك، وفي الثالثة دون ذلك". (الصحيح لمسلم: ۲/۲۳۶، كتاب قتل الحيات وغيرها، باب استحباب قتل الوزغ، قديمي)

(۲) "عن سعيد بن المسيب أن امرأة دخلت على عائشة رضي الله تعالى عنها وبيدها عكاز، فقالت: ما هذا؟ فقالت: لهذه الوزغ؛ لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حدثنا أنه لم يكن شيء إلا يطفيء على إبراهيم عليه السلام إلا هذه الدابة، فأمرنا بقتلها ... الخ". (سنن النسائي: ۲/۲۴، كتاب مناسك الحج، قتل الوزغ، قديمي)

(۳) "بلغني أن سعد بن أبي وقاص رضي الله تعالى عنه كان يقول: أمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بقتل الوزغ. قال محمد: وبهذا كله نأخذ، وهو قول أبي حنيفة والعامة من فقهائنا". (الموطأ للإمام محمد، ص: ۲۰۹، باب ما رخص للمحرم أن يقتل من الدواب، مير محمد كتب خانه)

الوزغ: فإني سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن إبراهيم عليه السلام لما ألقي في النار، لم يكن في الأرض دابة إلا أطفأت عنه النار غير الوزغ، فإنه كان ينفخ عليه النار". فأمر عليه السلام بقتله. كذا في حياة الحيوان للدميري اهـ"(۱)۔

"وزغ" کی تشریح کرتے ہوئے غیاث اللغات میں برہان سے نقل کیا ہے: "نوعے از چلپاسہ است"(۲)۔ اور "چلپاسہ" کے متعلق لکھا ہے: "جانورے شبیہ بحرباء کہ در سقف خانہ ہا باشد، بہندی چھپکلی گویند" (۳)۔ وزغ چھپکلی اور گرگٹ دونوں کو شامل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

گرگٹ کا مارنا

سوال[۸۴۹۷]: عوام میں مشہور ہے کہ گرگٹ جانور کے مارنے کا بہت ثواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گرگٹ کے مارنے پر ثواب کثیر کا ملنا صراحۃً حدیث میں موجود ہے، فقط، کذا في المشكوة ص: ۳۶۰ (٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (التعليق الممجد على هامش المؤطا للإمام محمد، ص: ۲۰۶، كتاب الحج، باب ما يرخص للمحرم أن يقتل من الدواب، مير محمد كراچی)

(۲) (غياث اللغات، ص: ۵۴۲، باب واو، فصل واو مع زای معجمة، سعيد)

(۳) (غياث اللغات، ص: ۲۲۲، باب جيم فارسي فصل جيم فارسي مع لام، سعيد)

(٤) "عن أم شريك رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أمر بقتل الوزغ، وسماه فويسقاً، وقال: "كان ينفخ النار على إبراهيم". متفق عليه".

"وعن سعد بن أبي وقاص رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أمر بقتل الوزغ، وسماه فويسقاً". رواه مسلم".

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من قتل وزغاً في أول ضربة كتبت له مائة حسنة، وفي الثانية دون ذلك، وفي الثالثة دون ذلك". (مشكوة المصابيح، ص: ۳۶۰، باب ما يحل أكله وما يحرم، الفصل الأول، قديمي)

چوہے وغیرہ کو زہر دے کر مارنا

سوال [۸۷۰۸]: اکثر گھروں میں چوہے بہت زیادہ تعداد میں ہوجاتے ہیں اور گھروں میں رکھے ہوئے غلہ وغیرہ کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ بعض اوقات کوٹھی، بورا، کپڑا بھی کاٹ ڈالتے ہیں، زمین میں سوراخ بنا کر اور چھتوں وغیرہ میں رہتے ہیں۔ گھر کے چوہوں سے لوگ تنگ آکر چوہوں کو زہر دے کر ہلاک کرتے ہیں، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

چوہوں کو یا کسی نقصان پہونچانے والی مخلوق جیسے چیونٹی وغیرہ کو زہر دیا جائے یا نہیں؟ اگر زہر دے کر ہلاک کیا جاسکتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کونسی صورت اختیار کی جائے جس سے ایسے نقصان پہونچانے والے جانور سے چھٹکارا ملے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زہر دینا یا دیسے ہی مار دینا بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۵ھ۔

کھٹملوں کو گرم پانی سے مارنا

سوال [۸۷۰۹]: کھٹمل کے دق (۲) کرنے پر آیا پلنگ یا تخت پر کھولتا پانی ڈال کر کھٹملوں کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "المختار أن النملة: إذا ابتدأت بالأذى، لابأس بقتلها، وإلا يكره، وإلقاؤها في الماء يكره مطلقاً ... الهرة إذا كانت مؤذية لاتضرب ولا تحرك أذنها، بل تذبح بسكين حاد". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الثامن في القتل: ۶/۳۷۰، رشيديه)

"وقد أمرنا بقتلهم لقتل الزنبور والحشرات". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۶۱، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۷۵۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

(۲) "دق کرنا: چھیڑنا، ستانا، تنگ کرنا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۳۱، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ دق کرتے ہیں اور دوسری طرح نہیں مانتے تو گرم کھولتا ہوا پانی چارپائی پر ڈالنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

چیونٹی، بھڑ وغیرہ کو جلانا

سوال[۸۸۰۰]: بہت سے لوگ تتیا، شہد کی مکھی، چیونٹی وغیرہ کو آگ سے جلا کر ہلاک کرتے ہیں۔ یہ ان کا فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان کی اذیت سے بغیر جلائے حفاظت نہیں ہو سکتی تو مجبوراً جلانا بھی درست ہے، مگر عموماً بغیر جلائے

---

(۱) "(وحرقهم) ... لكن جواز التحريق والتغريق مقيد – كما في شرح السير – بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلا مشقة عظيمة، فإن تمكنوا بدونها فلا يجوز" (رد المحتار: ۴/۱۲۹، كتاب الجهاد، مطلب في أن الكفار مخاطبون ندباً، سعيد)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"الجواب: في رد المحتار: وكيفية القتال من كتاب الجهاد تحت قول الدر المختار: "وحرقهم" مانصه: لكن جواز التحريق والتغريق مقيد – كما في شرح السير – بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلا مشقة عظيمة، فإن تمكنوا بدونها فلا يجوز.

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھٹملوں کے دفع کا اور کوئی آسان طریقہ نہ ہو تب تو گرم گرم پانی ڈالنا ان پر درست ہے، ورنہ مکروہ ہے"۔ (امداد الفتاویٰ: ۴/۲۶۳، کتاب الحظر والإباحة، حقوق حیوانات، عنوان: "کھٹمل کو مارنے کے لئے چارپائی میں گرم پانی ڈالنا"، مکتبہ دار العلوم کراچی)

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکروہ لکھا ہے، فرماتے ہیں: "مکروہ ہے، مطالب المؤمنین میں ہے: "إحراق القمل والعقرب وغيرهما بالنار مكروه، لأن في الحديث: "لا يعذب بالنار إلا خالقها". وأكره إلقاءه في الماء". کھٹمل اور بچھو وغیرہ کو آگ میں جلانا مکروہ ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: آگ سے عذاب صرف خالق ہی کرے گا، اور پانی میں ڈالنا بھی مکروہ ہے"۔ (مجموعة الفتاویٰ: ۲/۹۹، کتاب الحظر والإباحة، سعید)

حفاظت مکروہ شمار نہیں، ایسی حالت میں جلانا مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۹ھ۔

بلی کو مارنا

سوال [۸۸۰۱]: اگر کوئی شخص لکڑی سے بلی کو مارے اور وہ مرجائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اگر کوئی کفارہ ہو تو مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلی کو بے وجہ ستانا گناہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک عورت نے بلی کو باندھ کر رکھا اور

---

(۱) "(وإذ لا يعذب بالنار إلا ربها)" علة لمفهوم قوله بعده وهو عدم إحراقها قبل الذبح". "وفي صحيح البخاري: "فإنه لا يعذب بها إلا الله". وأخرج البزار في مسنده عن عثمان بن حبان قال: كنت عند أم الدرداء رضي الله تعالى عنها، فأخذت برغوثاً فألقيته في النار، فقالت: سمعت أبا الدرداء يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا يعذب بالنار إلا رب النار" فتح ملخصاً. ولا يرد هذا على ما مر من جواز حرق أهل الحرب عند قتالهم، لأن ذاك مقيد بما إذا لم يمكن الظفر بهم بدونه كما قدمناه عن شرح السير، فافهم. وأورد المحشي على جواز إحراقها بعد الذبح أنه يقتضي أن الميت لا يتألم مع أنه ورد أنه يتألم بكسر عظمه". (رد المحتار: ۴/۲۲۴، كتاب الجهاد، المعشر والمستأمن، سعيد)

قال الحصكفي رحمه الله تعالى: "ولا يحرقها. وفي المبتغى: يكره إحراق جراد وقمل وعقرب، ولا بأس بإحراق حطب فيها نمل، وإلقاء القملة ليس بأدب". (الدر المختار)

قال الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: يكره إحراق جراد): أي تحريماً، ومثل القمل البرغوث، ومثل العقرب الحية. (قوله: وإلقاء القملة ليس بأدب)، لأنها تؤذي غيره ويورث النسيان، وفيه تعذيب لها بجوعها، أما البرغوث فيعيش في التراب". (رد المحتار: ۶/۷۵۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

"المختار أن النملة إذا ابتدأت بالأذى، لا بأس بقتلها، وإلا يكره، وإلقاؤها في الماء يكره مطلقاً. قتل القملة لا يكره، وحرقها وإحراق العقرب بالنار يكره". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۷۰، كتاب الكراهية، الثامن في القتل، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۶۱، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون، رشيدية)

کھانے کو نہیں دیا، اس کی وجہ سے اس عورت کو عذاب ہوا(۱)۔ اسی طرح ہر جانور کا حکم ہے، کسی کو بھی بلا وجہ ستانا جائز نہیں، گناہ ہے(۲)۔ لیکن اگر بلی اذیت دے تو اس کو مار ڈالنا بھی درست ہے، جیسے کسی نے مرغی پال رکھی ہے اور بلی آکر کھا جاتی ہے تو اس کے لئے اجازت ہے کہ بلی کو ذبح کردے، یہ گناہ نہیں:

"الهرة إذا كانت مؤذية، لاتضرب، ولا تعرك أذنها، بل تذبح بسكين حاد، كذا في الوجيز للكردري اهـ". عالمگیری: ۱/۱۰۵ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۵/۹۰ھ۔

کتے اور بلی کو مارنا

سوال [۹۸۰۲]: اگر کوئی بلی یا کتا کسی شخص کا حد سے زیادہ کا نقصان کردے تو اس بلی یا کتے کا مارنا جان سے درست ہے یا نہیں؟

بندہ نور الحسن، امام مسجد بہاری گڈھ، سہارنپور، ۹/محرم/۱۴۰۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ ہے کہ نہ مارا جائے، لیکن اگر نقصان سے حفاظت مشکل ہو جائے تو جان سے مارنا درست ہے، مگر تڑپا تڑپا کے مارنا برا ہے(۴)۔

---

(۱) "عن نافع عن عبدالله رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "عذبت امرأة في هرة سجنتها حتى ماتت، فدخلت فيها النار، لاهي أطعمتها وسقتها إذ حبستها، ولا هي تركتها تأكل من خشاش الأرض". (الصحيح لمسلم، كتاب قتل الحيات وغيرها، باب تحريم قتل الهرة: ۲/۲۳۶، قديمي)

(۲) "وكره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد". (الدر المختار، كتاب الذبائح: ۶/۲۹۶، سعيد)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات: ۵/۳۶۱، رشيدية)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، الثاني في القتل: ۶/۳۷۰، رشيدية)

(۴) "وكره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ" (الدر المختار، كتاب الذبائح: ۶/۲۹۷، سعيد)

"وجاز قتل ما يضر منها ككلب عقور وهرة تضر، ويذبحها، أي الهرة ذبحاً، ولا يضربها؛ لأنه لا يفيد، ولا يحرقها". درمختار۔ قال الشامي تحت قوله: "(وهرة تضر): كما إذا كانت تأكل الحمام والدجاج" (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۹/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/محرم الحرام/۵۳ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۷۵۲، كتاب الخنثى، مسائل شتى، سعيد)

وقال الحصكفي رحمه الله تعالى: "لا يحل قتل ما لا يؤذي، ولذا قالوا: لم يحل قتل الكلب الأهلي إذا لم يؤذ، والأمر بقتل الكلاب منسوخ، كما في الفتح، أي: إذا لم تضر". (الدر المختار).

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: أي إذا لم تضر) تقييد للنسخ. ذكره في النهر أخذاً مما في الملتقط: إذا كثرت الكلاب في قرية وأضرت بأهلها، أمر أربابها بقتلها، فإن أبوا، رفع الأمر إلى القاضي حتى يأمر بذلك". (رد المحتار: ۲/۵۷۵، كتاب الحج، باب الجنايات، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۶۱، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۷۴، كتاب الكراهية، الثامن في القتل، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق مع منحة الخالق على البحر: ۳/۶۰، كتاب الحج، فصل: إن قتل محرم صيداً، رشيديه)

الفصل السادس في المتفرقات

اپنے جانور کے چارہ کا انتظام کرنا

سوال[۸۸۰۳]: زید وعمر دو شخص یکہ چلانے والوں نے کمائی کے حرام وحلال ہونے پر جھگڑا کیا۔ صورت حال یہ ہے کہ زید نسبتاً عمر کے دیندار ہے، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، دینی کاموں میں مشغول رہتا ہے اور اعمالِ خیر میں بھی حصہ لیتا رہتا ہے، لیکن کمائی کا یہ حال ہے کہ شام کو یکہ سے گھوڑا کھول کر باندھ دیتا ہے، اب گھر والے چاہے تو گھوڑے کا انتظام کریں یا نفس دانہ کا، زید مسجد جا کر نماز مغرب پڑھ کر وہیں وظائف وغیرہ میں مشغول ہو جاتا ہے، نماز عشاء پڑھ کر گھر آ کر کھانا کھا کر چارپائی پر لیٹتا ہے، اس کو یہ فکر بالکل نہیں کہ گھوڑے کو پانی ملا، چارہ کھایا کہ نہیں، جب اتنی لاپرواہی ہے تو گھوڑے کی مالش کون کرے۔

عمر شام کو گھوڑا کھول کر پانی پلا کر چارہ دے کر باندھ دیا۔ نماز مغرب پڑھ کر گھوڑے کی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ مالش کرتا ہے اور آٹھ روپے کما کر تین روپے ضرور گھوڑے کی خوراک پر خرچ کرتا ہے۔ اسی بناء پر عمر زید سے کہتا ہے کہ تیری کمائی ناجائز ہے، تمہارا گھوڑے سے اس طرح لاپرواہی برتنا نامناسب ہے اور تیرا گوشت روٹی کھانا جائز نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کمائی کے اعتبار سے کون حق پر ہے اور کس کا پیسہ باعث برکت ہے؟ کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانوروں کے کھانے پینے کی فکر بھی لازم ہے، اس کے ذریعہ روپیہ کمایا جاتا ہے تو پھر اس کو گھاس دانہ پانی نہ دینا ظلم ہے(۱)۔

---

(۱) "عن يعلى بن مرة الثقفي رضي الله تعالى عنه قال: ثلثة أشياء رأيتها من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: بينا نحن نسير معه إذ مررنا ببعير يستى عليه، فلما رآه البعير جرجر فوضع جرانه، فوقف عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "أين صاحب هذا البعير"؟ فجاءه فقال: "بعنيه" فقال: بل نهبه لك يا رسول الله ... قال: "أما إذ ذكرت هذا من أمره، فإنه شكى كثرة العمل وقلة العلف، فأحسنوا إليه". =

وہ بے زبان بیان نہیں کرسکتے، مگر حق تعالیٰ کے نزدیک یہ حرکت موجب عتاب ہے، خود سر تکلیف میں رہتا ہے تو جس جانور کے ذریعہ اس کا انتقال ضروری ہے(۱)۔

آمدنی جو حاصل ہوتی ہے وہ دونوں (زید وعمر) کی حلال ہے، جانور کو وقت پر گھاس دانہ دینے سے حاصل شدہ آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس جانور کو ناجائز پتے کھلائے اس کے دودھ اور گوشت کا حکم

سوال[۹۸۰۴]: مالک کی اجازت کے بغیر بعض لوگ پتے توڑ کر لاتے ہیں، دوسرے لوگ خرید کر اپنے جانوروں کو کھلاتے ہیں۔ ان جانوروں کا دودھ پینے اور ان کی قربانی اور عقیقہ کا حکم؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر اجازت مالک کے پتے توڑنا اور فروخت کرنا منع ہے(۲)، ایسے لوگوں سے پتے خریدنا بھی منع ہے(۳)، (اجازت کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ مالک کو معلوم ہو اور وہ منع نہ کرے) لیکن جس جانور کو یہ پتے

=(مشکوۃ المصابیح، ص: ۵۴۰، کتاب الفتن، باب المعجزات، الفصل الثانی، قدیمی)

(۱) "عن نافع عن عبد الله رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "عذبت امرأة في هرة سجنتها حتى ماتت، فدخلت فيها النار، لا هي أطعمتها وسقتها إذ حبستها، ولا هي تركتها تأكل من خشاش الأرض".

قال النووي: "وفيه وجوب نفقة الحيوان على مالكه". (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي: ۲/۲۳۳، باب تحريم قتل الهرة، قديمي)

الأمور بمطاعمها

(۲) "لا يجوز أن يتصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته". (الدر المختار، كتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعيد)

"لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً". (شرح المجلة لسليم رستم باز، رقم المادة: ۹۶، ۱/۶۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "إن علم أن العين التي يغلب على الظن أنهم أخذوها من الغير بالظلم قائمة وباعوها في الأسواق، فإنه—

کھلانے میں اس کا دودھ، گوشت حرام نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سانپ کی چھتری کھانا

سوال[۸۸۰۵]: ان علاقوں میں بارش کے دنوں میں باغ یا کھیتوں میں چھتری کی شکل کا سفید سفید اُبھرتا ہے، اس کو "کھمبی" بولتے ہیں(۱)۔ اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ حکمِ شرعی سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو قسم کا ہوتا ہے: ایک کا عرق آنکھ کے لئے مفید ہوتا ہے، دوسرے کا مضر ہوتا ہے۔ مفید کا کھانا درست ہے، مضر کا کھانا درست نہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

= لینبغي شراء ه منهم وإن تداولته الأيدي". (الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ۲۰۹/۴، دار المعرفة بيروت)

(۱) "کھمبی: ایک قسم کی سفید بوٹی جو برسات میں ازخود پیدا ہو جاتی ہے اور اسے تل کر کھاتے ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۶۲، فیروز سنز)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن ناساً من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قالوا لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: الكمأة جدري الأرض؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الكمأة من المن وماؤها شفاء للعين، والعجوة من الجنة وهي شفاء من السم". قال أبو هريرة: فأخذت ثلاثة أكم أو خمساً أو سبعاً فعصرتهن، وجعلت ماء هن في قارورة، وكحلت به جارية لي عمشاء فبرأت". (مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثالث، ص: ۳۹۲، قديمي)

(جامع الترمذي، أبواب الطب، باب ماجاء في الكمأة والعجوة ۲۷/۲، سعيد)

تنبیہ: احادیث کی شروحات میں کھمبی کی دو (مفید، مضر) قسمیں میری نظر سے نہیں گزریں، البتہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے کہ کیا صرف اس کا خالص پانی آنکھوں کے لئے شفاء (مفید) ہے، یا کسی دوسری دوا مثلاً: سرمہ وغیرہ سے خلط کر کے استعمال کرنا چاہئے، دونوں طرح، ترجیح پہلے قول کو دی ہے۔

قال العلامة النووي: "وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "وماؤها شفاء للعين" قيل: معناه أنه

الملاء العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۱۴۰۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆
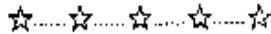
= یخلط ماؤها بدواء، ویعالج به العین، وقیل: إن کان للبرودة ما فی العین من حرارة فماء ها مجرداً شفاء، وإن کان لغیر ذلک فمرکب مع غیره. والصحیح بل الصواب أن ماء ها مجرداً شفاء للعین مطلقاً، فیعصر ماء ویجعل فی العین منه. وقد رأیت أنا وغیری فی زماننا من کان عمی، الخ". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۲/۱۸۳، قدیمی)

(وراجع للبسط مرقاة المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثالث: ۸/۳۳۵، رشیدیہ)

(وتحفة الأحوذی، أبواب الطب، باب ما جاء فی الکمأة والعجوة: ۶/۲۳۳، قاهرة)

(وزاد المعاد، کتاب الطب والرقی، الفصل الثالث: ۳/۳۲۵، مؤسسة الرسالة)

باب التداوی والمعالجة

الفصل الأول في مايتعلق بحمل المرأة وموانعه

(حمل، استقاط حمل اور موانع حمل کا بیان)

حاملہ کے انتقال کے بعد بچہ آپریشن کرکے نکالنا

سوال[۸۸۰۲]: زید کی بیوی کے بچہ ہونے والا ہے، اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق چند منٹ کے بعد ہی تولد ہونے کی امید ہے، ٹھیک ہی وقت زید کی بیوی کا انتقال ہوگیا، ڈاکٹر کی رائے ہے کہ چونکہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے اس لئے دس منٹ کے اندر آپریشن کرکے نکال لینا چاہئے، جب کہ زید کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بیوی کا انتقال ہوچکا ہے اور انتقال کے بعد کسی قسم کا بھی آپریشن حرام ہے۔ آیا بچہ کو زندہ آپریشن کے ذریعہ نکالنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بچہ زندہ ہو تو آپریشن کرکے بچہ کو نکال لیا جائے:

"امرأة حاملة ماتت وعلم أن ما في بطنها حي، فإنه يشق بطنها من الشق الأيسر، وكذلك إذا كان أكبر رأيهم أنه حي يشق بطنها، كذا في المحيط. وحكي أنه فعل ذلك بإذن أبي حنيفة رحمه الله تعالى فعاش الولد، كذا في السراجية اهـ". عالمگیری: ۵/۳۶۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۹۲ھ۔

---

(۱) (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم =

حاملہ مرجائے تو اخراجِ حمل کی کیا صورت ہے؟

سوال [۸۸۰۷]: اگر حاملہ عورت اپنے حمل کے وضع ہونے سے قبل مرگئی تو اب اس کا حمل اس کے پیٹ میں اسی طرح موجود ہے، اس عورت کا وضع حمل کس طرح سے ہوگا؟ قبر کے اندر وضع حمل ناممکن ہے تو جب قیامت کے دن مردے قبر سے اٹھیں گے تو وہ حمل پیٹ میں رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کی تحقیق نہیں، حدیث میں صاف صاف دیکھا یا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

عورت مرجائے اور بچہ پیٹ میں زندہ ہو، اس کو نکالنا

سوال [۸۸۰۸]: ایک عورت حاملہ تھی لیکن وضع حمل سے چند روز قبل عورت کا انتقال ہوجاتا ہے تو بچہ کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا ماں کے پیٹ سے بچہ کو نکالا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عموماً جب حاملہ کا انتقال ہوجاتا ہے تو بچہ پیٹ میں مرجاتا ہے، زندہ نہیں رہتا، لیکن اگر قرائن سے معلوم ہو کہ بچہ زندہ ہے تو فوراً آپریشن کرکے نکال لیا جائے۔

"امرأة ماتت والولد يضطرب في بطنها، قال محمد: يشق بطنها ويخرج الولد، لا يسع إلا ذلك. كذا في الخزانة". (۱۵۷/۱)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

طبع: ۵/ ۳۶۰، رشیدیہ)

(وكذا في الفتاوى السراجية، كتاب الكراهية، باب التداوي والعلاج، ص: ۷۱، سعيد)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، النوع الأول، القاعدة الخامسة: الضرر يزال: ۱/ ۲۵۹، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في المنتقى في الفتاوى الحنفية، كتاب الأدب، مطلب يشق بطن الميت الحامل إذا كان الولد حياً ويخرج، ص: ۲۱۵، مكتبه حقانيه كوئٹه)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز: ۱/ ۱۵۷، رشيديه)

بچہ دانی کا نکلوانا

سوال [۸۸۰۹]: میرے گھر میں جب حمل قرار پاتا ہے تو بہت الجھن ہوتی ہے اور سخت قسم کی تکلیف ہوتی ہے اور جس قدر پیدائش کا زمانہ قریب آتا ہے تکلیف بڑھتی جاتی ہے، پھر بچہ بھی ضائع ہوجاتا ہے۔ ڈاکٹر علاج کرتے کرتے عاجز آچکے ہیں، کوئی صورت نفع کی نہیں ہوتی، ولادت کے بعد بہت مدت تک علاج جاری رہتا ہے تب تکلیف دور ہوکر قوت آتی ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ بچہ دانی نکلوا دیجئے، پھر یہ تکلیف نہ ہوگی۔ براہ کرم مطلع فرمائیے کہ شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر استقرار حمل اور ولادت کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے اور خطرناک امراض پیدا ہوجاتے ہیں جن سے جان جانے کا قوی خطرہ ہوتا ہے تو تحفظ کی اور صورتیں بھی ہیں، مثلاً: عزل کرلیا جائے یعنی جماع کے وقت منی کو علیحدہ نکال جائے، فرج کے اندر انزال نہ کیا جائے (۱)، یا مانع حمل دوا استعمال کی

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب في غسل الميت وما يتعلق به: ۱/۱۸۹، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز، فصل في الصلاة على الميت: ۱/۳۹۸، مكتبه امداديه ملتان)

(۱) "قال عبد الله رضي الله تعالى عنه: كنا نغزو مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وليس لنا شيء، فقلنا: ألا نستخصي؟ فنهانا عن ذلك، الخ". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قديمي)

قال الحافظ العسقلاني في شرح الحديث المذكور: "والحكمة فيه أنهم اتفقوا على منع الجب والخصاء، فيلحق بذلك ما في معناه من التداوي بالقطع أصلاً". (فتح الباري، كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء: ۹/۱۴۷، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب القتل، ص: ۷۴، سعيد)

(وكذا في إحياء علوم الدين، كتاب النكاح، آداب المعاشرة: ۲/۵۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وانظر أيضاً رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب في حكم العزل: ۳/۱۷۵، سعيد)

جائے جس سے علوق نہ ہونے پائے، یا بعد علوق حمل ضائع کردے، یا شوہر دوسری شادی کرلے، موجودہ بیوی سے ہمبستری نہ ہو۔

اگر کوئی دوسری صورت ممکن نہ ہو تو بحالت مجبوری عورت کی جان بچانے کے لئے بچہ دانی نکلوانے کی بھی گنجائش ہے۔ جب تک دوسری صورت بھی قابل عمل ہو بچہ دانی نہ نکلوائی جائے، ممکن ہے کہ آئندہ حالات اور عمر کے تغیر سے موجودہ تکلیف اور امراض کی کیفیت ختم ہو کر بچے سہولت سے پیدا ہوں، بچہ دانی نکلوانے کے بعد تو یہ امکانات ختم ہوجاتے ہیں اور ایک عورت کو نسل کے لحاظ سے بیکار کردیا جائے گا۔

اور حمل اور ولادت کی تکلیف تو سب کو ہی ہوتی ہے، قرآن پاک سے ثابت ہے ﴿حملته أمه كرهاً ووضعته كرهاً﴾(۱)، ایسی معمولی تکلیف کی وجہ سے بچہ دانی نکلوانے کی اجازت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

نسبندی

سوال [۸۸۱۰]: ملک کی آبادی دن بدن زیادہ ہو رہی ہے جس کی وجہ سے ملک کے حالات خراب ہورہے ہیں، جس کی وجہ سے حکومت آبادی کو کم کرنے کے لئے غور کررہی ہے اور اس کے لئے ملک بھر میں برتھ کنٹرول پر عمل کرنے کے لئے نسبندی مردوں کے لئے اور لوپ وغیرہ عورتوں کے لئے استعمال کرارہی ہے۔ شریعت کی رو سے مسلمانوں کو اس کو عمل میں لانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اقتصادی پریشانی کا سبب آبادی کی زیادتی نہیں، حدیث پاک میں موجود ہے کہ "بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے کہ اس کا رزق مقدر لکھ دیا جاتا ہے، وہ اس کو ضرور ملتا ہے" (۳)۔ جس طرح موت آکر

---

(۱) (سورة الأحقاف: ۱۵)

(۲) ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ (سورة بنی إسرائيل: ۳۱)

(۳) "قال عبد الله رضي الله تعالى عنه: حدثنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهو الصادق المصدوق: "إن أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه أربعين يوماً نطفةً، ثم يكون علقةً مثل ذلك، ثم يكون مضغةً

تلاش کرکے پالیتی ہے خواہ وہ کتنے ہی مقفل محفوظ مکان میں ہو(۱)، اسی طرح اس کا رزق بھی اس کو تلاش کرکے پالیتا ہے(۲)۔ بلکہ پریشانی کا سبب ظلم اور بے حیائی ہے، معصیت ہے، شراب نوشی ہے، گانا بجانا ہے، سینما ہے، بے پردگی ہے، جھوٹ ہے، غیبت ہے، بہتان ہے، چوری ہے، رشوت ہے، دھوکہ بازی ہے، ان سب کو بند کرنے کی ضرورت ہے، پھر ان شاء اللہ خدا کی رحمت کے دروازے کھلیں گے اور پریشانی دور ہوگی (۳)، نسبندی اس مقصد کے لئے ہرگز مفید نہیں اور شرعاً اس کی اجازت نہیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۸۷ھ۔

= مثل ذلك، ثم يبعث الله ملكاً ويؤمر بأربع كلمات: ويقال له: اكتب عمله ورزقه وأجله وشقي أو سعيد، الخ". (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة: ۱/۴۵۶، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، المقدمة، باب في القدر، ص: ۸، قديمي)

(وأبو داود، كتاب السنة، باب في القدر: ۲/۳۰۰، إمدادية ملتان)

(۱) قال الله تعالى: ﴿أين ما تكونوا يدرككم الموت ولو كنتم في بروج مشيدة﴾ (سورة النساء: ۷۸)

(۲) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الرزق ليطلب العبد كما يطلبه أجله" (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثالث، ص: ۴۵۳، قديمي)

"أقول: بل حصول الرزق أسبق وأسرع من وصول أجله؛ لأن الأجل لا يأتي إلا بعد فراغ الرزق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثالث: ۹/۲۴۳، رشيدية)

(وبمعناه في ابن ماجة، المقدمة، باب في القدر، ص: ۸، قديمي)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت أيدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون﴾. (سورة الروم: ۴۱)

"قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى: ﴿بما كسبت أيدي الناس﴾: أي بسبب معاصيهم الناس من المعاصي والذنوب وشؤمه". (روح المعاني: ۲۱/۴۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۳/۵۳۲، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۴) قال الله تعالى: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ (سورة بني إسرائيل: ۳۱) =

نسبندی

سوال[…۸۸]: آج کل خاندانی منصوبہ بندی کا ہر جگہ بہت چرچا چل رہا ہے، جس کے بارے میں حکومت کی طرف سے ممالک اسلامیہ مثلاً: مصر اور جاوا کے مفتیوں کے فتوے شائع کئے جا رہے ہیں، نیز ہندوستان کے بعض لوگ مثلاً: جامع مسجد دہلی کے امام صاحب کا فتویٰ بھی نظر سے گذرا۔ ان سب ہی حضرات نے آج کی نسبندی کو عزل کے اوپر قیاس کر کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ جب کہ عزل شریعت میں جائز ہے۔ تو پھر نسبندی کیوں حرام ہے؟ نیز نسبندی سے کسی انسان کا قتل بھی لازم نہیں آتا۔ اس لئے جو شئی ابھی تک وجود میں نہیں آئی اس کو قتل کیسے کہا جا سکتا ہے؟ علاوہ ازیں فقہاء نے لکھا ہے کہ وہ عورت جس کو اپنی صحت خراب ہونے کا اندیشہ ہو، اور اس کو حمل رہ جائے تو پھر دو مہینہ سے پہلے پہلے اس کو گرا دینا جائز ہے، نسبندی تو اس سے کم ہی رہی۔

رہا توکل علی اللہ کا معاملہ کہ اگر اولاد ہو جائے تو فکر نہ کرو، اللہ کے اوپر بھروسہ کرو، یہ سب ایسی باتیں ہیں جو استدلال نہیں بن سکتیں۔ اس لئے براہ کرم واضح فرمائیں کہ نس بندی کرانا حلال ہے یا حرام؟ اور اگر حرام ہے تو پھر ان باتوں کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آج کل خاندانی منصوبہ بندی کی اسکیم بڑی قوت کے ساتھ چلائی جا رہی ہے اور نسبندی کے لئے ترغیبی پہلو اختیار کئے جا رہے ہیں، اس پر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے دو رسالے مدلل شائع کئے جا چکے ہیں: ایک "برتھ کنٹرول کا شرعی حکم"۔ دوم "فیملی پلاننگ کا شرعی حکم"۔ اس کو ملاحظہ کریں۔

بیماری میں علاج کی خاطر قطع عضو کی بھی اجازت ہے، جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الکراہیۃ میں

= "قال عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: کنا نغزوا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولیس لنا شیء، فقلنا: ألا نستخصی؟ فنہانا عن ذلک، الخ". (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قدیمی)

"ویحرم خصاء بنی آدم". (الفتاوی السراجیۃ، کتاب الحظر والإباحۃ، باب القتل ونحوہ ص: ۷۴، میر محمد کتب خانہ)

مذکور ہے(۱)۔اس لئے اگر عورت کی صحت خراب ہے اور وہ ولادت کو برداشت نہیں کر سکتی تو استقاطِ حمل کی بھی ایک خاص مدت تک گنجائش ہے۔عزل اگرچہ قتلِ ولد نہیں ہے مگر حدیث پاک میں اس کو ”وادِ خفی“ فرمایا گیا ہے:جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے(۲)۔

علاوہ ازیں عزل میں صلاحیتِ تولید ختم نہیں ہوتی،نسبندی میں صلاحیت تولید ختم کر کے مرد یا عورت کو بے کار کر دیا جاتا ہے۔قرآن پاک میں عورت کو ”حرث“ فرمایا گیا ہے(۳)۔یہ اسکیم اس مقصد کے لئے قطعاً خلاف ہے۔حاصل یہ کہ بیج تو ڈالتے رہو اور محنت بھی کرتے رہو،مگر پیداوار کچھ نہ ہو،حالانکہ کھیت میں کھاد وغیرہ کے ذریعہ زیادہ پیداوار کی کوشش کی جاتی ہے،مگر اس نسبندی کا حاصل یہ ہے کہ پیداوار کم سے کم ہو بلکہ بند ہو جائے۔کیا یہ معقول بات ہے۔امرِ تکثیرِ اولاد کا حکم حدیث شریف میں موجود ہے:”تزوجوا الولود الودود، فإني مكاثر بكم الأمم“. الحديث(٤)۔

بہر حال یہ اسکیم مزاجِ اسلام اور احکامِ شرع کے بالکل خلاف ہے۔

---

(۱) ”لا بأس بقطع العضو إن وقعت فيه الآكلة لئلا تسري“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم: ٥/٣٦٠، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب القتل ونحوه، ص: ٣٣٢، سعيد)

وعن جدامة بنت وهب رضي الله تعالى عنها قالت: حضرت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في أناس وهو يقول: ”لقد هممت أن أنهى عن الغيلة فنظرت في الروم وفارس، فإذا هم يغيلون أولادهم، لا يضر أولادهم ذلك شيئاً“.

(۲) ”ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ”ذلك الوأد الخفي، وهي ﴿وإذا الموؤدة سئلت﴾“. (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، ص: ٢٧٦، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب في حكم الغيلة: ٤٦٦/١، قديمي)

(وسنن أبي داود، أبواب النكاح، باب ماجاء في العزل، ص: ٣٠٥، قديمي)

(۳) قال الله تعالى: ﴿نساءكم حرث لكم فأتوا حرثكم أنى شئتم﴾ (سورة البقرة: ٢٢٣)

(۴) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني، ص: ٢٦٧، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أنس بن مالك: ٢٣٣/٣، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ایک چیز کو جب آمرانہ طریقہ پر پھیلا دیا جائے تو فتویٰ کی آڑ لے لینا کچھ مشکل نہیں۔ حوالہ بالا ہر دو رسالوں کے دیکھنے کے بعد خیالات پر مراجعت فرمائیں(۱)۔

سوال میں بسلسلۂ توکل جو کچھ لکھا گیا ہے، اس پر نظرِ ثانی فرمائیں کہ یہ عبارت کن باتوں کی غمازی کرتی ہے (العیاذ باللہ) قرآن پاک اور اللہ کے احکام سے کس قدر بے اعتنائی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۹ھ۔

نسبندی کی ترغیب اخبار کے ذریعہ

سوال[۸۸۱۲]: میں ایک چھوٹے سے رسالہ "آج کی کاشت" کا ایڈیٹر ہوں، اخباری سلسلہ میں چند مجبوریاں ہیں جس کی وجہ سے کبھی کبھی خلافِ شرع حرکات بھی سرزد ہو جاتی ہیں، مگر اس وقت ہمارے اطراف میں یہ مسئلہ بہت شدت سے پھیل رہا ہے کہ خاندانی منصوبہ کا پرچار کرنا اور لوگوں کو نسبندی کی طرف مائل کرنے والے مضامین چھپوں۔ تو کیا یہ صورت میرے لئے جائز ہے کہ حکومت کی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے اس قسم کے اشتہارات بھی اپنے رسالہ میں شائع کروں؟ جیسے دیوبند آنجناب کی نظرِ مبارک سے ضرور گزرتا ہوگا، اس میں آج کل ایک اشتہار اسی سلسلہ کا آرہا ہے، آپ مجھے اس کا حکم بتادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیز شرعاً ناجائز اور معصیت ہے، اس کی ترغیب دینا بھی شرعاً ناجائز اور معصیت ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۳ھ۔

---

(۱) راجع للتفصیل: (ضبط ولادت کی عقلی و شرعی حیثیت، مؤلفہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال الشیخ ملا جیون رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾: "هو عام لكل بر وتقوى، وكل إثم وعدوان" (التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، حقانیہ پشاور)

"كل ما يؤدي إلى ما لا يجوز لا يجوز" (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة

کیا امام غزالی نے نسبندی کی اجازت دی ہے؟

سوال [۱۸۹۱۳]: ایک شخص کہتا ہے کہ پانچ سو سال پہلے امام غزالی نے لکھا تھا کہ عورت اپنی خوبصورتی برقرار رکھنے کے لئے نسبندی کرا سکتی ہے۔ یہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے یا نہیں؟ خوبصورتی برقرار رکھنے کے لئے عورت کو نسبندی کرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام غزالی کی کتابوں میں نسبندی کا کوئی تذکرہ نہیں، ان کی طرف سے اس بات کو منسوب کرنا غلط ہے۔ نیز امام غزالی کو تقریباً ۹۰۰ برس گذر گئے، وہ نسبندی کا نام بھی نہیں جانتے تھے، نسبندی کا طریقہ اب چلا ہے۔ علاوہ ازیں امام غزالی بہت بڑے اہل اللہ اور صاحب باطن بزرگ تھے، مگر وہ شافعی المذہب تھے، حنفی نہیں تھے۔ اگر کوئی فقہی جزئیہ ان کی کتاب میں امام ابوحنیفہ کے خلاف ہو تو حنفی کو اس کے اتباع کی ضرورت نہیں (۱)۔ اور یہاں تو ان کی کتاب میں یہ مسئلہ مذکور ہی نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۱/۱۴۰۱ھ۔

= فصل في اللبس: ۶/۳۶۱، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (روح المعانی: ۷/۲۵، سورة المائدة، تحت قوله تعالى: ﴿ولا تحسبوا الذين﴾ الخ، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "علامہ شامی نے اپنے رسالہ شفاء العلیل میں استیجار علی التلاوۃ کی ممانعت پر دلائل قائم کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے:

"وحيث نصوا على أن مذهب أئمتنا الثلاثة المنع مطلقاً مع وضوح الأدلة عليه، واستثنى بعض المشايخ أشياء، وعللوا ذلك بالضرورة المسوغة لمخالفة أصل المذهب، كيف يسوغ للمقلد مجرد ذلك، والخروج عن المذهب بالكلية من غير حاجة ضرورية، على أنه لو ادعى أحد إلحاق ما فيه ضرورة غير ما نصوا عليه به، قلنا: إن سلمناه، وإن وجدت فيه العلة إلا أن يكون من أهل القياس، فقد نص ابن نجيم في بعض رسائله على أن القياس بعد الأربعمائة منقطع، فليس لأحد أن يقيس مسئلة على مسئلة، فما بالك بالخروج عن المذهب، فعلى المفتي اتباع المنقول، ونحن لم نر أحداً قال بجواز الاستيجار على الحج بناء على ما أفتى به المتأخرون اهـ"

نسبندی

سوال[۸۸۱۴]: ۱..... میں سرکاری ملازم ہوں، جو رادا بادیں، محکمہ کا مجھ سے مطالبہ ہے کہ میں خاندانی منصوبہ بندی کے سلسلے میں آپریشن کراؤں، مگر میں نے بحیثیت مسلمان ہونے کے انکار کر دیا ہے کہ مذہب اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، اس کی کوئی دلیل آپ بتائیں تاکہ میں ان کو دکھلا سکوں۔

ملازمت کی مجبوری سے نسبندی

سوال[۸۸۱۶]: ۲..... محکمہ سے برطرفی یا معطلی کی صورت میں جب کہ ذریعۂ معاش کی کوئی صورت نہ ہو، پھر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پاک ارشاد حدیث میں موجود ہے "تزوجوا الودود الولود، فإني مكاثر بكم الأمم". رواه أبو داود والنسائي". مشکوۃ شریف، ص: ۲۶۷ (۱)۔ اس میں اولاد کی کثرت کی ترغیب دی گئی ہے، منصوبہ بندی میں اولاد پیدا ہونے کے ختم کرنے کا انتظام ہے جو کہ صریح حدیث شریف کے خلاف ہے۔

= بتایا ہے کہ اس عبارت کا صحیح جواب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کو لے کر اسی چیز کے جواز پر فتویٰ دینا ہے جس کا جواز مذہب غیر میں منصوص ہو، غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں کہ منصوص فی مذہب الغیر پر قیاس کر کے کسی ایسی چیز کا جواز ثابت کرے جو مذہب غیر میں منصوص نہ ہو، اور پھر ضرورت کی وجہ سے اس پر اپنے تخریجِ جواز پر فتویٰ دے جیسا کہ بعض لوگوں نے علامہ شامی کے زمانہ میں ضرورت کا دعویٰ کر کے تلاوت قرآن علی القبر وغیرہ کی اجرت کو جائز کہا تھا قیاساً على جواز تعليمه المنصوص في مذهب الإمام مالک والشافعي اور اس مقام پر علامہ کا اصل مقصود اس قیاس فاسد کو رد کرنا ہے"۔ (حیلہ ناجزۃ، تفریق بین الزوجین بحکم حاکم الخ، فائدہ مہمہ: ۲۵، ۲۶، ۲۷، دار الاشاعت)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني، ص: ۲۶۷، قديمي)

(وأبو داود، كتاب النكاح، باب في تزويج الأبكار: ۲۸۷/۱، إمداديه ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم. ۷۰/۲، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۹۳۳/۳، (رقم الحديث: ۱۳۰۲۰)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

۲…مجبوری و اضطراری کے احکام جداگانہ ہیں، جس درجہ کی مجبوری ہوتی ہے اس درجہ کی اس کے لئے احکام میں سہولت بھی ہوتی ہے، حتی کہ جان بچانے کے لئے مردار کھانے کی بھی اجازت ہوتی ہے(۱)۔ اور ہر شخص کی مجبوری یکساں نہیں، زندگی کا گزارہ ملازمت پر موقوف نہیں، دوسرے بھی رزق کے دروازے کھلے ہوئے ہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۱۹/۶، غفارية كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل والخنزير"

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۵۲۲/۲، سعيد)

(وانظر أيضاً خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۳۶۲/۴، رشيدية)

(۲) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الرزق ليطلب العبد كما يطلبه أجله". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، ص: ۴۵۳، قديمي)

"أقول: بل حصول الرزق أسبق وأسرع من وصول أجله؛ لأن الأجل لا يأتي إلا بعد فراغ الرزق" (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الصبر والتوكل، الفصل الثالث: ۱۷۳/۹، رشيدية)

(وبمعناه في سنن ابن ماجة، المقدمة، باب في القدر: ص: ۸، قديمي)

ملازمت سے سبکدوشی کی دھمکی کی وجہ سے بیوی کا آپریشن کرانا

سوال[۸۸۱۲]: زید ایک سرکاری ملازم ہے، چھ بچوں کا باپ ہے، احکام اسلام کا پابند ہے، اس کے افسر نے چند دن پہلے بلا کر کہا کہ تم کثیر الاولاد ہو، اس لئے فیملی پلاننگ پر عمل کرتے ہوئے اپنی بیوی کا آپریشن کرالو۔ اس پر زید نے کہا: میرا مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا، اس لئے میں ہرگز ہرگز آپریشن نہیں کراؤں گا۔ اس وجہ سے افسر نے دھمکی دی کہ تم ملازمت سے سبکدوشی پر تیار رہو۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب مذہب اسلام پر اعتماد کرتے ہوئے افسر بالا کو جواب دے دیا تو اس پر پختہ اور ثابت قدم رہنا چاہیے، اس کی دھمکی کی وجہ سے مذہب کے خلاف اقدام کرنا عقلاً ونقلاً درست نہیں۔ اللہ رازق ہے، اس پر یقین رکھیں: ﴿إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين﴾(۱)۔

اگر ملازمت سے محرومی ہوگئی تو خدائے پاک کے دفتر سے تو نام نہیں کٹ جائے گا، اللہ تعالیٰ دوسرا دروازہ کھول دیں گے، جیسا کہ وعدہ ہے:

﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً ويرزقه من حيث لا يحتسب، ومن يتوكل على الله، فهو حسبه﴾(۲)۔

افسر کے قبضہ میں روزی نہیں، اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے: ﴿وما من دابة في الأرض إلا على الله رزقها﴾(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۹۵ھ۔

---

(۱) (سورة الذريات: ۵۸)

(۲) (سورة الطلاق: ۳)

(۳) (سورة هود: ۶)

ایسا آپریشن کہ جس سے جماع پر قدرت نہ رہے

سوال[۸۸۱۶]: زید نے زینت سے بارہ سال قبل شادی کی، دو تین بچے کی ماں ہے، ابھی زید نے عسکلہ کی آپریشن کرایا ہے، وہ زینت کہتی ہے کہ اس آپریشن کی وجہ سے زید وطی پر قادر نہیں رہ گیا اور وطی الحلال اس کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں ہے اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے۔ تو فسخ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور کس صورت میں فسخ کرسکتی ہے؟ اور ایسا آپریشن کرانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر اس آپریشن سے کوئی مسلمان مرجائے تو اس کے جنازہ کی نماز کا کیا حکم ہے؟

محمد سعید علی، ذی کے کوچ، بہار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ آپریشن کرانا جس سے وطی پر قدرت ہی نہ رہے، یا اولاد پیدا ہونے کی صلاحیت ہی ختم ہوجائے، ہرگز جائز نہیں بلکہ سخت گناہ ہے(۱)، تاہم اس کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں ہو(۲)۔ اگر زینت اس

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقتلوا أولادکم خشیة إملاق نحن نرزقهم وإیاکم﴾ (سورۃ بنی إسرائیل: ۳۱)

"قال عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنه: کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ولیس لنا شيء، فقلنا: ألا نستخصي؟ فنهانا عن ذلک" الخ. (صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قدیمی)

"قال الحافظ العسقلاني في شرح الحدیث المذکور: "والحکمة فیه أنهم تعلموا على منع الجب والخصاء، فیلحق بذلک ما في معناہ من التداوي بالقطع أصلاً". (فتح الباري: ۹/۱۱۹، دار المعرفة بیروت)

(وکذا في السراجیة، کتاب الحظر والإباحة، باب القتل، ص: ۷۳، سعید)

(وکذا في إحیاء علوم الدین، کتاب النکاح، آداب المباشرة: ۲/۵۱، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب في حکم العزل: ۳/۱۷۵، سعید)

(۲) "ولو جب بعد وصوله إلیها مرة أو صار عنیناً بعده: أي الوصول، لا یفرق، لحصول حقها بالوطء مرة". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ: ۳/۴۹۵، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق للزیلعي، کتاب الطلاق، باب العنین وغیرہ: ۳/۲۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو کسی طرح خوشامد کرکے یا لالچ دیکر یا مہر کے عوض شوہر سے طلاق حاصل کرلے، یا دوسرے لوگ زید سے طلاق دلوادیں (۱)۔ایسا آپریشن کرانے والا اگر مرجائے تو اس کے جنازہ کی بھی نماز پڑھی جائے گی (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۹۴ھ۔

تبدیلیٔ جنس

سوال[۸۸۰۸]: سیکس تبدیل کرنا یعنی آپریشن کے ذریعہ مرد سے عورت بننا یا عورت سے مرد بننا شریعت مطہرہ کی رو سے کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟ اس قسم کے متعدد واقعات ہوچکے ہیں اس لئے عالی جناب

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره: ۲۰۶/۴، رشيديه)

(۱) "إن تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه: ۴۸۸/۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۴۰۴/۲، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۲۱۱/۴، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير، براً كان أو فاجراً، وإن عمل الكبائر، والصلوة واجبة على كل مسلم، براً كان أو فاجراً، وإن عمل الكبائر". (أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۳۵۰/۱، إمداديه ملتان)

"والصلوة واجبة": أي كفاية "على كل مسلم" ميت ظاهر "براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر": أي في حياته". (بذل المجهود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۲۱۳/۴، إمداديه ملتان)

"والصلوة": أي صلوة الجنازة "واجبة": أي فرض كفاية عليكم أن تصلوا "على كل مسلم": أي ميت ظاهره الإسلام "براً كان أو فاجراً، وإن عمل الكبائر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، الفصل الثاني: ۲۰۱/۳، رشيديه)

کو زحمت دی جاتی ہے۔

محمد مصطفیٰ قاسمی، فیروزآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مرد زنانہ وضع اختیار کرے یا زنانہ لباس پہنے اس پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، اسی طرح جو عورت مردانہ وضع اختیار کرے، یا مردانہ لباس پہنے اس پر بھی حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، یہاں تک کہ جو عورت مردوں کی طرح گھوڑے پر سوار ہو اس پر بھی لعنت آئی ہے:

"لعن الله الفروج على السروج"، كذا في فتح القدير (١)۔

نیز "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء" اور "لعن الله المتشبهات من النساء بالرجال" (٢)۔

پھر مستقل صنف ذکورت کو انوثت میں تبدیل کرنا، یا صنف انوثت کو ذکورت میں تبدیل کرنا کہاں درست ہوگا کہ اس میں مرد کی تخلیق کی خصوصی نعمت ہی فوت ہو جاتی ہے، تغییر خلق اللہ کی قباحت قرآن کریم میں مذکور ہے (٣)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(١) لم أجده في فتح القدير، وقد قال العلامة ابن نجيم: "ولا تركب امرأة مسلمة على السرج لقوله عليه الصلاة والسلام: "لعن الله الفروج على السروج" هذا إذا ركبت متلهية أو متزينة لتعرض نفسها على الرجال". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ٨/٣٤٠، رشيدية)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "لا أصل له". (الموضوعات الكبرى، حرف اللام، ص: ١٩٥، قديمي)

(٢) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال: لعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين الخ: ٢/٨٧٤، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ص: ٣٨٠، قديمي)

(وفيض القدير مع الجامع الصغير: ٥/٣٤٩٩، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(٣) قال الله تعالى: ﴿ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله﴾.

برتھ کنٹرول

سوال[۸۸۱۹]: برتھ کنٹرول جائز ہے کہ نہیں، اگر جائز نہیں جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا فتح الملہم کی اس صورت سے برتھ کنٹرول ثابت نہیں ہوتا:

"والعزل من حصول الولد يكون لأسباب منها: خشية علوق الزوجة الأمة، لئلا يصير الولد رقيقاً، أو خشية دخول الضرر على الولد المرضع إذا كانت الموطوءة مرضعة، أو فراراً من كثرة العيال إذا كان الرجل مقلاً، فيرغب عن قلة الولد، لئلا يتضرر بتحصيل الكسب، وكل ذلك لا يغني شيئاً". فتح الملهم: ۲/۱۶۳(۱)۔

اس آخری صورت کے بارے میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

"زیادہ بچوں کی وجہ سے باپ کو تنگی میں مبتلا ہونے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہر طرح کے جائز اور ناجائز ذرائع اختیار کر لینے کا خوف ہو تو استقرار حمل روکا جا سکتا ہے، کیونکہ جتنی کم تنگی ہوگی، دین کی ہدایتوں پر عمل کرنے میں اتنی ہی آسانی ہوگی" احیاء(۲)۔

= (سورة النساء: ۱۱۹)

قال القرطبي رحمه الله تعالى في تفسير الآية المذكورة: "اختلف العلماء في هذا التغيير إلى ماذا يرجع، فقالت طائفة: هو الخصاء وفقء الأعين وقطع الآذان". (الجامع لأحكام القرآن، سورة النساء: ۵/۲۵۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في روح المعاني، سورة النساء: ۵/۱۵۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب حكم العزل: ۳/۵۱۳، مكتبة دار العلوم كراچي)

(۲) "الثالثة: الخوف من كثرة الحرج بسبب كثرة الأولاد والاحتراز من الحاجة إلى التعب في الكسب ودخول مداخل السوء، وهذا أيضاً غير منهيٍّ عنه، فإن قلة الحرج معين على الدين". (إحياء علوم الدين، كتاب النكاح، آداب المعاشرة، المعاشرة في آداب الجماع: ۲/۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

فقہاء کے ان اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ "برتھ کنٹرول" جو ہے، اس لئے یہ آخری سبب دورِ حاضر کے اکثر و بیشتر عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ باندی سے عزل نہ کرنے میں تو ایک خطرہ تھا، جس کی وجہ سے اجازت دی گئی۔ اگر عزل کرنا اچھا نہیں تو پھر حرہ سے اجازت لے کر عزل کرنے کی اجازت کیوں دی جاتی ہے۔ حرہ سے اجازت لے کر عزل کرنا اس کا بیّن ثبوت ہے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں اور عزل ہی کی ترقی یافتہ صورت کا نام برتھ کنٹرول ہے۔ آخر اس صریح حدیث کے ہوتے ہوئے برتھ کنٹرول کو کیوں ناجائز کہا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ فتح الملہم کی عبارت منقولہ میں اسبابِ عزل کو نقل کرنے کے بعد صراحت کردی گئی ہے: "وکل ذلک [illegible]"(۱) تو پھر اس سوال کا کیا محل باقی رہ گیا، فتح الملہم کی اس عبارت سے برتھ کنٹرول ثابت نہیں ہوتا۔ عبارتِ احیاء اگر نقل کی جاتی تو اس کے متعلق بھی ممکن ہے کہ کچھ جواب عرض کیا جاتا، علاوہ ازیں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ شافعی المذہب ہیں، فروعی مسائل میں حنفیہ پر ان کی عبارت حجت وقابلِ استدلال نہیں ہے(۲)۔ نیز غرضِ نکاح کی بھی ان کے نزدیک وہ حیثیت نہیں جو کہ حنفیہ کے نزدیک ہے،

---

(۱) (راجع، ص: ۳۰۲، رقم الحاشیۃ: ۱)

(۲) مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "علامہ شامی نے اپنے رسالہ شفاء العلیل فی الاستیجار علی التلاوۃ کی ممانعت پر دلائل قائم کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے:

"وحيث نصوا على أن مذهب أئمتنا الثلاثة المنع مطلقاً مع وضوح الأدلة عليه، واستثنى بعض المشايخ أشياء، وعللوا ذلك بالضرورة المسوغة لمخالفة أصل المذهب، كيف يسوغ للمقلد غير ذلك، والخروج عن المذهب بالكلية من غير حاجة ضرورية، على أنه لو ادعى أحد إلحاق شيء بها لضرورة غير ما نصوا عليه، قلنا: إن نسلمه، وإن وجدت فيه الصفة إلا أن يكون من أهل القياس، فقد نص ابن نجيم في بعض رسائله على أن القياس بعد الأربعمائة منقطع، فليس لأحد أن يقيس مسألة على مسألة، فما بالك بالخروج عن المذهب، فعلى المقلد اتباع المنقول، ولهذا لم نر أحداً قال بجواز الاستيجار على التسبيح بناءً على ما أفتى به المتأخرون. اهـ".

ثابت ہوا کہ اس عبارت کا منشا تو یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے مذہبِ غیر لے کر کسی چیز کے جواز پر فتویٰ ہو سکتا =

نکاح کے فوائد اور مہلکات کی تفصیل احیاء العلوم میں دیکھنے کے بعد شاید نکاح پر اقدام کا قصد ہی باقی نہ رہے، تا بعزل چہ رسد (۱)۔

= ہے، جس کا جواز مذہب غیر میں منصوص ہو، غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں کہ منصوص فی مذہب الغیر پر قیاس کرکے کسی ایسی چیز کا جواز ثابت کرے جو مذہب غیر میں منصوص نہ ہو، اور بعذر ضرورت کی وجہ سے اس سے اپنے مخرجہ جواز پر فتویٰ دے، جیسا کہ بعض لوگوں نے ماسرشی کے زمانہ میں ضرورت کا دعویٰ کرکے تلاوت قرآن علی القبر وغیرہ کی اجرت کو جائز کہا تھا قیاساً علی جواز تعلیمہ المنصوص فی مذہب الإمام مالک والشافعي. اور اس مقام پر علامہ کا اصل مقصود اس قیاس فاسد کو رد کرنا ہے"۔ (حیلہ ناجزہ، تفریق بین الزوجین بحکم حاکم الخ، فائدہ مہمہ: ص ۳۵، ۳۶، ط دار الاشاعت)

(۱) امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ آفاتِ نکاح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الأولی وهي أقواها: العجز عن طلب الحلال، فإن ذلک لایتیسر لکل أحد، لاسیما في هذه الأوقات مع اضطراب المعایش، فیکون النکاح سبباً في التوسع للطلب والإطعام من الحرام، وفیه هلاکه وهلاک أهله، والمتعزب في أمن من ذلک، وأما المتزوج ففي الأکثر یدخل في مداخل السوء، فیتبع هوی زوجته ویبیع آخرته بدنیاه..... ویقال: إن أول ما یتعلق بالرجل في القیامة أهله وولده، فیوقفونه بین یدي الله تعالیٰ ویقولون: یاربنا خذ لنا بحقنا منه، فإنه ما علمنا ما نجهل، وکان یطعمنا الحرام ونحن لانعلم فیقتص لهم منه. وقال بعض السلف: إذا أراد الله بعبد شراً سلط علیه في الدنیا أنیاباً تنهشه یعني العیال ..... اهـ".

الآفة الثانیة: القصور عن القیام بحقهن والصبر علی أخلاقهن واحتمال الأذی منهن، وهذه دون الأولیٰ في العموم، فإن القدرة علی هذا أیسر من القدرة علی الأولیٰ، وتحسین الخلق مع النساء والقیام بحظوظهن أهون من طلب الحلال، وفي هذا أیضاً خطر؛ لأنه راع ومسئول عن رعیته ..... والإنسان قد یعجز عن القیام بحق نفسه، وإذا تزوج تضاعف علیه الحق وانضافت إلی نفسه نفس أخری، والنفس أمارة بالسوء، إن کثرت کثر الأمر بالسوء غالباً، ولذلک اعتذر بعضهم من التزویج وقال: أنا مبتلی بنفسي وکیف أضیف إلیها نفساً أخری. ..... وکذلک اعتذر إبراهیم بن أدهم رحمه الله تعالیٰ وقال: لا أغر امرأة بنفسي ولا حاجة لي فیهن. أي من القیام بحقهن وتحصینهن وإمتاعهن وأنا عاجز عنه. وکذلک اعتذر بشر وقال: یمنعني من النکاح قوله تعالیٰ: ﴿ولهن مثل الذي علیهن﴾ ..... فهذه آفة عامة أیضاً وإن کانت دون عموم الأولیٰ .. اهـ .... =

اقوالِ فقہاء سے مراد اگر عبارتِ منقولہ فتح الملہم ہے تو اس کا جواب خود اسی عبارت میں موجود ہے "وتحمل ذلک لایعنی شیئاً"۔ اگر اس کے علاوہ دوسرے اقوال مراد ہیں جو کہ فتح الملہم میں مذکور ہیں تو ان کا حاصل بھی وہ نہیں جو آپ نے سمجھا، ان اقوال میں نہی اور تحریم کا بھی قول ہے، پھر مطلق فقہاء کے اقوال سے جواز ثابت کرنا ان اقوال سے صرفِ نظر کرنا، بلکہ ان کے خلاف ثابت کرنا ہے۔

سوال میں تو آپ نے کوئی صریح حدیث نقل نہیں کی جس کا جواب درکار ہے۔ گر مسئلہ کی شان یہ ہوتی کہ مطلق اقوالِ فقہاء سے اور صریح حدیث سے جواز ہوتا تو غالباً آپ کو استفسار کی ضرورت ہی نہ ہوتی، بلکہ مسئلہ خود ہی واضح ہو جاتا، استفسار کا سبب ہی یہ ہے کہ نہ اقوالِ فقہاء سے مطلقاً اجازت ملتی ہے، نہ صریح حدیث سے، دونوں سے اثبات میں تجشم کی نوبت آتی ہے۔ بلا تکلف جو کچھ حدیث میں ملتا ہے، وہ یہ ہے:

"ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ذلك الوأد الخفي، وهي: ﴿وإذا الموءودة سئلت﴾ رواه مسلم، اهـ" مشكوة شريف، ص: ۲۷۶(۱)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح لمعات سے محشی نے نقل کیا ہے۔

"قوله: "وهي: ﴿وإذا الموءودة سئلت﴾ أي هذه الفعلة الشنيعة التي هي العزل مندرجة تحت هذه الآية، ذكرها تأكيداً لبيان شناعته، اهـ"(۲)۔

اگر حدیث وفقہ سے صاف صاف جواز ثابت ہوتا تو شیخ اس کو "فعلة شنيعة" نہ فرماتے۔ اس مسئلہ

= "الآفة الثالثة: وهي دون الأولى والثانية: أن يكون الأهل والولد شاغلاً له عن الله تعالى وجاذباً له إلى طلب الدنيا، وحسن تدبير المعيشة للأولاد بكثرة جمع المال، وادخاره لهم، وطلب التفاخر والتكاثر بهم، وكل ماشغل عن الله من أهل ومال وولد، فهو مشؤوم على صاحبه". (إحياء علوم الدين، كتاب النكاح، آفات النكاح وفوائده: أما آفات النكاح فثلاث، الخ: ۲/۳۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، ص: ۲۷۶، قديمي)

(وأيضاً الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب في حكم الغيلة: ۲/۴۶۶، قديمي)

(وأيضاً سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب الغيلة، ص: ۱۴۵، قديمي)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، (رقم الحاشية: ۳)، ص: ۲۷۶، قديمي)

پر وہ رسالے بھی دیوبند سے شائع ہو چکے ہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

فیملی پلاننگ

سوال[۸۸۲۰]: آج کل جو دوائیں وغیرہ حمل نہ ٹھہرنے کے لئے گورنمنٹ نے نکالی ہیں ان کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ کثرتِ آبادی کی روک تھام کی وجہ سے ایسا کرنا کیسا ہے؟ ایک عالم صاحب نے ایسا کرلیا ہے، گورنمنٹ نے ایسا قانون بھی بنادیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی ایسی دوایا تدبیر اختیار کرنا کہ ہمیشہ کے لئے ولادت کی صلاحیت ختم ہوجائے، یا عمل قرار نہ پائے، کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں(۲)۔ کثرتِ آبادی کے خوف سے پیدائش کو محدود کرنا انتظامِ خداوندی میں دخل اندازی ہے، خداوند قدوس نے جتنی جاندار مخلوق پیدا کی ہے سب کے لئے رزق کا وعدہ فرمایا ہے ﴿وما من دابة في الأرض إلا على الله رزقها﴾(۳)۔

زمانہ جاہلیت میں تنگیٔ رزق کے خوف سے لوگ اپنی اولاد کو قتل کردیا کرتے تھے، آج کی فیملی پلاننگ بھی اسی تصور کی ایک مہذب تصویر ہے، قرآن پاک میں اس سے تنبیہ کے ساتھ منع کیا گیا ہے: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق﴾(۴)۔ یعنی "فقر کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو"۔

---

(۱) ملاحظہ فرمائیں رسالہ: (ضبطِ ولادت) مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحب۔

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق، نحن نرزقهم وإياكم﴾ (سورة الإسراء: ۳۱)

"قال عبد الله رضي الله تعالى عنه: كنا نغزوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس لنا شيء، فقلنا: ألا نستخصي؟ فنهانا عن ذلك". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قديمي)

"ويحرم خصاء بني آدم". (الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب القتل ونحوه، ص: ۷۴، سعيد)

(۳) (سورة هود: ۶)

(۴) (سورة الإسراء: ۳۱)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر کثرتِ اولاد کی ترغیب فرمائی ہے، ارشاد ہے: "تزوجوا الودود الولود، فإني مكاثر بكم الأمم". مشکوٰۃ شریف: ۲/۲۶۷ (۱)۔

یعنی "ایسی عورت سے نکاح کرو جو خوب محبت کرنے والی ہو جس سے زیادہ اولاد پیدا ہوسکے، کیونکہ میں قیامت میں اپنی امت کی کثرت سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا"۔

جو کام خلافِ شرع ہو اس پر کسی کو جبر کا حق نہیں، نہ اس کا ماننا درست ہے، جب تک ہوسکے اس کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے (۲)۔ ان عالم صاحب نے یہ کام شرعاً صحیح نہیں کیا، بلکہ خلافِ شرع کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۸/۸۸ھ۔

خاندانی منصوبہ بندی

الاستفتاء [۸۸۲۱]: إن في ديارنا من ينكرون تحديد النسل، وبعضهم يجوزه أيضاً، ويستدل المنكرون بقوله تعالى: ﴿ولاتقتلوا أولادكم خشية إملاق﴾. ونحو ذلك، ويجيب المجيزون لذلك أن الولد لايصدق على النطفة ولايجري حكم الولد على النطفة، مثلاً: من قتل ولداً فعليه القصاص، ومن أفسد نطفة فلاقصاص عليه. وفوق ذلك أن العزل جائز وأباحه الشارع عليه السلام، وتحديد النسل في عصرنا مثل العزل الذي أجازه النبي صلى الله عليه

= "وكانت العرب تفعل ذلك خشية الإملاق والعار". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۱۸۹): ۶/۳۲۴، رشيدية)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني، ص: ۲۶۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في تزويج الأبكار: ۱/۲۸۷، امداديه ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم: ۲/۷۰، قديمي)

(۲) "عن النواس بن سمعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني، ص: ۳۲۱، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله: ۱/۲۱۲، (رقم الحديث: ۱۰۹۸)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وسلم۔ ما ذا قول الصواب؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحدید النسل الذی أشاعته الحکومة فی المملکة بنظام خاص واهتمام عام هو خلاف مقصود الشارع قطعاً وحتماً، لما ورد فی الحدیث:

"عن معقل بن یسار رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "تزوجوا الودود الولود، فإنی مکاثر بکم الأمم". رواه أبو داؤد(١) والنسائی (٢)۔

وفی تحدید النسل تقلیل الأمة بلا شبهة، بل قطع النسل لازم، وهذا القطع وإن لم یکن قتلاً، لکن هو قریب من الاختصاء:

"عن سعد بن أبی وقاص رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: رد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل، ولو أذن له لاختصینا". متفق علیه(٣)۔

"والعزل هو الوأد الخفی":

"عن جدامة بنت وهب رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: حضرت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی أناس وهو یقول: "لقد هممت أن أنهی عن الغیلة، فنظرت فی الروم وفارس فإذا هم یغیلون أولادهم ولا یضر أولادهم ذلک شیئاً". ثم سألوه عن العزل، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "ذلک الوأد الخفی، وهی: ﴿وإذا الموء ودة سئلت﴾ رواه مسلم(٤)۔

---

(١) (سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب فی تزویج الأبکار: ٢٢٨/٢، إمدادیه ملتان)

(٢) (سنن النسائی، کتاب النکاح، باب کراهیة تزویج العقیم: ٧٠/٢، قدیمی)

(٣) (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یکره من التبتل والخصاء: ٧٥٩/٢، قدیمی)

"قال عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: کنا نغزوا مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، ولیس لنا شیء، فقلنا: ألا نستخصی؟ فنهانا عن ذلک". (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یکره من التبتل والخصاء: ٧٥٩/٢، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه: ٤٤٩/١، قدیمی)

(٤) (الصحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة وهی وطی المرضع وکراهة العزل: ٤٦٦/١، قدیمی)

ضبطِ تولید

سوال[۸۸۲۲]: کسی ضرورت کی بناء پر مثلاً بیوی کمزور ہو، بچہ بہت چھوٹا ہو تو "برتھ کنٹرول" کے ذریعہ اور دیہ ضبطِ تولید کر سکتا ہے یا نہیں؟ اخبار "قومی آواز لکھنؤ" مورخہ ۲۱/فروری/ ۱۹۶ ء میں خبر ہے کہ علمائے پاکستان نے ضبطِ تولید کو جائز کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے یہ اخبار نہیں دیکھا، نہ علمائے پاکستان کا فتویٰ دیکھا۔ اگر بیوی اتنی کمزور ہو کہ ولادت سے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی عارضی تدابیر اختیار کرنا جن سے قوت ختم نہ ہو، استقرارِ حمل نہ ہو، درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ضبطِ تولید کے دلائل

سوال[۸۸۲۳]: ضبطِ تولید سے متعلق حکومتی ادارے کے مسلم کارکنان قرآنی آیات ضبطِ تولید کے

= أولادکم من إملاق﴾. خاندانی منصوبہ بندی کا اصل محرک یہی غلط عقیدہ ہے، اور اسی (عقیدہ) کو اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا ہے اس قول سے: ﴿نحن نرزقکم وإیاهم﴾۔ حقیقت یہ ہے کہ معاش کی بناء پر خاندانی منصوبہ بندی اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد نہ ہونے کی بناء پر ہے، معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے خلاف عمل کرنا ہے۔

(۱) "في الفتاوى: إن خاف من الولد السوء في الحرة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان، فليعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم العزل: ۱۷۶/۳، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۰۹/۶، غفاريه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۶/۵، رشيديه)

"قيل: ذلك لا يدل على حرمة العزل بل على كراهته" (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب المباشرة: ۳۴۷/۶، رشيديه)

متعلق جواز میں پیش کرتے ہیں، مثلاً: ﴿إنما أموالكم وأولادكم فتنة﴾ (۱)، ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تلهكم أموالكم ولا أولادكم عن ذكر الله﴾ (۲)، ﴿يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾ (۳) ﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ (۴)۔

ان آیات کا غلط ترجمہ وتشریح بیان کرکے بھولے بھالے گمراہ دلائل سے لوگوں کو اپنے دام میں لاتے ہیں۔

اور احادیث میں

"المؤمن القوي خير من المؤمن الضعيف" (۵)۔ في صحيح البخاري ومسلم "عن أبي سعيد رضي الله تعالى عنه قال: أصبنا سبياً فكنا نعزل، فسألنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "أو إنكم تفعلون" - قالها ثلاثاً - "ما من نسمة كائنة إلى يوم القيامة إلا هي كائنة". بخاری، ص: ۷۸۴ (۶)۔

اور پھر ذیل میں یہ آیت: ﴿إن من أزواجكم وأولادكم عدواً لكم فاحذروهم﴾ (۷)۔

---

(۱) (سورة التغابن: ۱۵)

(۲) (سورة المنافقون: ۹)

(۳) (سورة البقرة: ۱۸۵)

(۴) (سورة الحج: ۷۸)

(۵) (رواه أبو نعيم في حلية الأولياء، عمرو بن عثمان المكي، رقم الترجمة: ۵۸۱: ۱۰/۲۹۶، مكتبة الخانجي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه يبلغ به النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف، وفي كل خير، احرص على ما ينفعك ولا تعجز، فإن غلبك أمر فقل: قدر الله وما شاء فعل، وإياك واللو، فإن اللو تفتح عمل الشيطان" (سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب التوكل واليقين، ص: ۳۰۴، قديمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۹۲، مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۸۹۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۶) (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب العزل: ۲/۷۸۴، قديمي)

(۷) (سورة التغابن: ۱۴)

اور تو ترانہ جملہ تراشیدہ ہیں اور پھر احادیث و آیاتِ قرآنیہ کو غلط معنی کرکے نہایت گمراہ کن عقلی و نقلی دلائل سے بالخصوص علماء حنفیہ کی تکفیر کر رہے ہیں۔ لہٰذا جملہ قرآنی اور نصوصِ فقہیہ کے مدلل حوالوں کے ساتھ تحریر فرما کر مشکور فرمائیں کہ شریعتِ مطہرہ میں ضبطِ تولید کے متعلق کیا حکم ہے؟ وہ عزل کی احادیث اب کیا حکم رکھتی ہیں، کیا فی زمانہ بھی عزل جائز ہے؟ اگر ہے تو مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ضبطِ تولید سے متعلق رسائل شائع ہوچکے ہیں، وہ رسالے خود یہاں کے دارالافتاء سے شائع کیے جاچکے ہیں، ان میں تفصیلی دلائل موجود ہیں، ان کا مطالعہ مفید ہوگا۔

باقی آیاتِ مذکورہ سے استدلال کرنے والوں سے دریافت کیا جائے کہ جس طرح اولاد کی پیدائش پر پابندی عائد کرنا چاہتے ہیں، اس لئے کہ یہ فقر و دشمن اور خدائے پاک سے غفلت کا سبب ہیں تو اموال پر پابندی کیوں نہیں عائد کی جاتی ہیں جبکہ دونوں کو ایک ہی ساتھ بیان کیا گیا ہے، چاہئے کہ اتنا قلیل مال پر قناعت کی جائے، حالانکہ اس قناعت کی ترغیب صراحت کے ساتھ نصوصِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں موجود ہے (۱)۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی بھی کی عملی تعلیم کے لئے بہت کافی ہے، مگر وہاں قناعت

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولولا أن یکون الناس أمۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتہم سقفاً من فضۃ ومعارج علیہا یظہرون﴾ (سورۃ الزخرف: ۳۳)

قال الآلوسي رحمہ اللہ تعالیٰ: "استئناف مبین لحقارۃ متاع الدنیا ودناءۃ قدرہ عند اللہ عزوجل، والمعنی: أن حقارۃ شأنہ بحیث لولا کراہۃ أن یجتمع الناس علی الکفر ویطبقوا علیہ لأعطینا علی أتم وجہ من ھو شر الخلائق وأدناھم منزلۃ، فکراہۃ الاجتماع علی الکفر ھي المانعۃ من تمتیع کل کافر ... والکراھۃ المذکورۃ ھي وجہ الحکمۃ في ترک تمتیع کل کافر وبسط الرزق علیہ" (روح المعاني، سورۃ الزخرف: ۹۱/۲۵، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

عن أبي ھریرۃ رضي اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "یدخل الفقراء الجنۃ قبل الأغنیاء بخمس مائۃ عام نصف یوم" (مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، ص: ۴۴۷، قدیمي)

اختیار نہیں کی جاتی، بلکہ حرام وحلال کی تمیز کو ختم کرکے ہر طرح مال سمیٹنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، سود ہو، رشوت ہو، دھوکہ ہو، مردار کی بیع ہو، شراب کی تجارت، غصب وظلم وغیرہ، غرض کسی طرح ہو مال ملنا چاہئے، ﴿أفتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض﴾(۱) کا کس قدر نمایاں مظاہرہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ضبطِ تولید کے دلائلِ جواز کا جائزہ

سوال [۸۸۴۴]: زید کا قول ہے کہ ضبطِ تولید (نس بندی) جائز ہے، اس پر چند دلیلیں ہیں:

دلیلِ اول یہ ہے کہ چونکہ یہ قتلِ اولاد کی ممانعت میں داخل نہیں، اس لئے کہ قتل کا اطلاق ذی روح کو مارنے پر ہوتا ہے اور نس بندی میں استقرارِ حمل سے روکنا ہے نہ کہ قتل سے، لہٰذا نس بندی جائز ہے۔

دلیلِ ثانی: ضبطِ تولید عزل کی طرح جائز ہے۔

دلیلِ ثالث: جبکہ اعضاء بننے سے پہلے اسقاطِ حمل جائز ہے تو نس بندی بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی، چونکہ اس میں اسقاطِ حمل نہیں ہے، بلکہ استقرارِ حمل سے روکنا ہے۔

لہٰذا اگر نس بندی ناجائز وحرام ہے تو جواب بحوالۂ کتبِ معتبرہ عنایت کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

(الف) قتلِ اولاد بھی ممنوع ہے اور قتلِ اولاد جس نظریہ اور مقصد کے لئے تھی وہ مقصد اور نظریہ بھی مذموم وغیر مشروع ہے۔ نس بندی میں قتلِ اولاد نہیں، لیکن مقصد ونظریہ تو وہی ہے جس کے لئے یہ صورت اختیار کی جاری ہے، وہ مقصد ونظریہ کیا ہے؟ "املاق" یا "خشية إملاق"۔ یہ نظریہ خود اسلامی اصول ونصوص کے خلاف ہے، ﴿نحن نرزقهم وإياكم﴾(۲) ﴿ألا إن نفساً لن تموت حتى تستكمل رزقها﴾(۳) "الخ"

---

(۱) (سورة البقرة: ۸۵)

(۲) (سورة الإسراء: ۳۱)

(۳) "عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "وإن روح القدس نفث في روعي أن نفساً لن تموت حتى تستكمل رزقها، ألا فاتقوا الله وأجملوا في الطلب، الخ".

(مشكوة المصابيح، باب التوكل والصبر، الفصل الثاني، ص: ۴۵۲، قديمي)

الرزق يطلب العبد كما يطلبه أجله(۱)۔

پس یہ مقصد ونظریہ نہایت خطرناک ہے جو تکذیب نصوص کو متضمن ہے، اس کی زد ایمانیت پر پڑتی ہے۔

(ب) عزل خود کیسا کام ہے جس کو وأد خفی قرار دیا گیا ہے(۲)۔ پھر اس سے صلاحیت تولید ختم نہیں ہوتی، اس پر نس بندی کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ نیز مقصد نظریہ مذکورہ کے تحت عزل کے جواز پر کوئی نص نہیں ہے۔

(ج) اسقاط حمل کے جواز کی نص کہاں ہے، اور وہ کس مقصد ونظریہ کے تحت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۶ھ۔

کمزوری کی وجہ سے مانع حمل دوا کا استعمال

سوال[۸۸۷۵]: ایک عورت ہے جو اب اس قابل نہیں رہی کہ حمل کا بوجھ برداشت کرسکے، اس وقت وہ حاملہ ہے، ابتدائی مہینہ ہے، مختلف قسم کی ادویات دی جارہی ہیں، پھر بھی کمزوری برابر موجود ہے۔ ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ مستقل منصوبہ بندی پر عمل کیا جائے ورنہ آئندہ جان کے لئے خطرہ ہے۔ ایسی حالت میں ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثاني، ص: ۴۵۳، قديمي)

(ومجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الاقتصاد في طلب الرزق: ۴/۲۰۷، دار الفكر بيروت)

(۲) "عن جدامة بنت وهب رضي الله تعالى عنها أخت عكاشة قالت: حضرت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في أناس وهو يقول: "لقد هممت أن أنهى عن الغيلة، فنظرت في الروم وفارس فإذا هم يغيلون أولادهم فلا يضر أولادهم ذلك شيئاً". ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ذلك الوأد الخفي" وهي: ﴿وإذا الموءودة سئلت﴾". (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة وهي وطء المرضع وكراهة العزل: ۱/۴۶۶، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الأول، ص: ۲۷۵، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کمزوری کی وجہ سے اگر حمل کا تحمل نہ ہو تو بطورِ علاج ایسی تدبیر اختیار کرنا کہ قوت آنے تک استقرارِ حمل نہ ہو درست ہے(۱)۔ شوہر کو بھی ہمبستری سے احتیاط چاہیے، خواہش کا غلبہ ہو تو روزے رکھے، لیکن آپریشن وغیرہ کے ذریعہ تولید کی صلاحیت کو ختم کر دینا جائز نہیں، سخت معصیت ہے، ہرگز اس کا ارادہ نہ کریں(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۶/۱/۹۰ھ۔

مانعِ حمل دوا استعمال کرنا

سوال[۸۸۲۶]: ایک شخص کی بیوی کثرتِ اولاد کی وجہ سے اور ایامِ حمل کی طرح طرح کی بیماریوں

---

(۱) "في الفتاوى: إن خاف من الولد السوء في الحرة، يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان، فليعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم العزل: ۱۷۶/۳، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۱۶/۹، غفاريه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۶/۵، رشيديه)

"قيل: ذلك لا يدل على حرمة العزل بل على كراهته؛ إذ ليس في معنى الوأد الخفي؛ لأنه ليس فيه إزهاق الروح بل يشبهه". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب المباشرة: ۳۳۴/۶، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ (سورة الإسراء: ۳۱)

"عن جدامة بنت وهب أخت عكاشة قالت: حضرت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في أناس وهو يقول: لقد هممت أن أنهى عن الغيلة، فنظرت في الروم وفارس، فإذا هم يغيلون أولادهم فلا يضر أولادهم ذلك شيئاً". ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ذلك الوأد الخفي". وهي: ﴿وإذا الموءودة سئلت﴾. (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة الخ: ۴۶۶/۱، قديمي)

غیر مسلم کو مانع حمل دوا دینا

سوال [۸۸۲۷]: زید ایک طبیب ہے، زید سے غیر مسلم عدم استقرار حمل کے لئے دوائیں طلب کرنے آتے ہیں۔ تو زید ان کو دوا دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے، بوجوہ ظاہر لا یخفی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عورت کیلئے فرنچ لیدر کا استعمال

سوال [۸۸۲۸]: عزل تو جائز ہے، اگر عورت اپنی شرمگاہ میں فرنچ لیدر- جو چمڑے کا آلہ ہوتا ہے- رکھے (۱) اور شوہر سے بات چیت کرے تو رکھنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت ولادت کا تحمل نہ کر سکے تو مذکورہ طریقہ پر اس کی گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "فرنچ لیدر" وہ آلہ ہے جو غبارہ نما ہوتا ہے اور جماع کے وقت مرد کے عضو تناسل پر چڑھایا جاتا ہے، فیروز اللغات میں ہے: "فرنچ لیدر" یا مشنہ، غبارہ کا ایک خول جو بوقت جماع عضو تناسل پر چڑھایا جاتا ہے تاکہ نطفہ رحم میں داخل نہ ہو سکے"۔

(فیروز اللغات، ص: ۹۳۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "في الفتاوى: إن خاف من الولد السوء في الحرة، يسعه العزل بغير رضاها، لفساد الزمان، فليعتبر مثله من الأعذار مسقطاً لإذنها" (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم العزل: ۱۷۶/۳، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۶۹/۶، غفاريه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۶/۵، رشيديه)

"قال: ذلك لا يدل على حرمة العزل بل على كراهته" (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب

عزل اور غبارے کا استعمال

سوال [٨٨٢٠]: عزل نسل کشی کے لئے ہوتا ہے اور ایف ایل ربڑ کا غبارہ بھی اسی کام کے لئے ہے۔ مسئلہ کی رو سے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں منشائے شریعت کے خلاف ہیں(١)، اس عزل کو "وأد خفی" قرار دیا گیا ہے(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= المنتشرة: ٨/٢٤٣، رشیدیہ)

اردو فتاویٰ اور دیگر اردو فقہی کتب میں باوجود تتبع تام ہونے کے اس دور "فرنچ لیدر" سے متعلق کوئی صراحتاً عبارت نہیں مل سکی، لیکن چونکہ اس کی مشابہت اور مماثلت "غبارہ" کے ساتھ زیادہ ہے اور یہ غبارہ سے استعمال کے لحاظ سے زیادہ ملتا جلتا ہے، اس لئے یہ بھی غبارہ کے حکم میں ہے۔

(١) چونکہ منشائے خداوندی اور منشائے شریعت ہے اور منشائے خداوندی میں قتل اولاد کی اجازت نہیں، قال اللہ تعالیٰ:

﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ (سورة الإسراء: ٣١)

وقال الله تعالى: ﴿وما من دابة في الأرض إلا على الله رزقها﴾ (سورة هود: ٦)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تقتلوا أولادكم من إملاق﴾ (سورة الأنعام: ١٥١)

اسی طرح منشائے شریعت میں کثرت اولاد کی ترغیب بھی ہے اور عزل وغیرہ سے تقلیل اولاد لازم آتی ہے جو کہ منشائے شریعت کے خلاف ہے۔

"قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "تزوجوا الودود الولود، فإني مكاثر بكم الأمم".

(مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني، ص: ٢٦٧، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب النكاح، باب في تزويج الأبكار: ١/٢٨٠، إمدادية)

(وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم: ٢/٧١، قديمي)

(٢) "ثم سألوه عن العزل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ذلك الوأد الخفي" وهي: ﴿وإذا الموءودة سئلت﴾". (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب جواز الغيلة الخ: ١/٤٦٦، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب المباشرة، الفصل الأول، ص: ٢٧٦، قديمي)

عزل کے جواز کی صورت

سوال[۸۸۳۰]: ہندہ کو تین چار سال کی مدت میں دو مرتبہ اسقاطِ حمل ہو چکا ہے، علاج بھی جاری ہے، حالتِ حمل میں شدید تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں عزل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بیوی کی یہ حالت ہے تو صحت ہونے اور قوت آنے تک بیوی کی رضامندی سے عزل کی اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۸۸ھ۔

اسقاطِ حمل

سوال[۸۸۳۱]: میں ایک ڈاکٹر ہوں، میرے پاس ایک لڑکی تین ماہ کا حمل گروانے کیلئے آئی اور کہا ڈاکٹر صاحب نہیں گراؤ گے تو میں خودکشی کرلوں گی، میری شادی ہونے والی ہے۔ ایسی صورت میں حمل گرایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ میں اس سے قبل بہت حمل گرا چکا ہوں، لیکن اب خدا سے ڈرتا ہوں۔ کوئی صحیح صورت تحریر فرمائیں کہ میں گنہگار نہ ہوں۔

ڈاکٹر عبدالقدیر پاشا، ایم بی بی ایس، ایم ڈی، روز بکلور، ضلع چتوڑ، اے پی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لڑکی نے آکر کہا کہ مجھے ناجائز حمل ہے، میری شادی ابھی نہیں ہوئی، اس کو ساقط کر دیا جائے تو

---

(۱) "العزل ليس بمكروه برضا امرأته الحرة أو برضا مولى امرأته الأمة". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في نكاح الرقيق: ۱/۳۳۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم العزل: ۳/۱۷۵، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب نكاح الرقيق: [illegible]، مكتبة شركة علمية ملتان)

(وكذا في زاد المعاد لابن قيم الجوزية، فصل في حكمه صلى الله عليه وسلم في العزل، ص: ۶۴۰، دار الفكر بيروت)

اگر وہ عمل ایسا ہے کہ اس میں بھی جان نہیں پڑی تو اس کو ساقط کردینا درست ہے، جان پڑنے کے بعد ساقط نہیں کیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۵ھ۔

آلات کے ذریعہ اولاد حاصل کرنا

سوال [۸۸۳۲]: انگلینڈ کے سائنسدانوں نے بغیر مرد کی مقاربت ومجامعت کے جنس رجول کے نطفات (تخم) کو آلات کے ذریعہ جنس اناث کے بیضہ میں داخل کرکے وجودِ انسانی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ ان لوگوں نے ایک مصنوعی بچہ دانی ایجاد کی ہے جس میں مرد اور عورت کی منی کو انجکشن کے ذریعہ داخل کردیتے ہیں اور پھر اس کی غذا اور تربیت کا خاص لحاظ رکھتے ہیں، برابر انجکشن کے ذریعہ اس کی خوراک خون وغیرہ بہم پہونچاتے رہتے ہیں اور یہ عمل ایک وقت معینہ تک کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ اس عمل کے ذریعہ انگلینڈ میں ایک نہایت حسین وجمیل بچی پیدا ہوئی ہے، وہ لڑکی اب تک زندہ ہے، اس کی عمر چھ سات سال کی ہوگئی ہے۔ اس فعل شنیع وقبیح میں ہندوستان بھی کامیاب ہوگیا ہے۔ کیا شریعت مطہرہ کی رو سے اس طرح انسانی وجود حاصل کرنا جائز ہے؟

محمد مصطفیٰ قاسمی، فیروزآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ محررہ فطرت کے خلاف ہے اور بہت سے مفاسد کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے: ایک مرد کی منی لی گئی اور اس کی بیوی کی منی لی گئی، دونوں کو مصنوعی بچہ دانی میں رکھا، پھر مختلف مراحل طے کرکے بچہ تیار ہوا۔ اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ مرد کی منی کو اس کی بیوی کے علاوہ غیر عورت کی منی کے ساتھ مخلوط کردیا جائے، اسی طرح عورت

---

(۱) "العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز، وإن كان غير مستبين الخلق يجوز". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۶، رشيديه)

(وكذا في السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التداوي والعلاج، ص: ۷۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۷۴، رشيديه)

کی منی کو شوہر کی منی کے علاوہ غیر مرد کی منی کیساتھ مخلوط کر دیا جائے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ انسان (مرد و عورت) کی منی کو کسی جانور کی منی کے ساتھ مخلوط کر دیا جائے، اس عمل کے ذریعہ ایک اور قسم کی مخلوق تیار ہوگی، چنانچہ بعض جگہ بچے بکثرت اور بندر کی صورت لئے پیدا ہو رہے ہیں۔ اور رات دن تجربات کئے جا رہے ہیں کہ کس کس کی منی کو مخلوط کر کے کیسی کیسی صورت کے بچے بنتے ہیں۔ اس طرح حرمت مصاہرت وغیرہ کے مسائل بھی ایک کھلونا بن کر رہ جاتے ہیں، ثبوت نسب کی ذمہ داری بھی نہیں، حق ولایت اور حضانت (پرورش) و وراثت بھی مخدوش ہو جاتے ہیں۔ جس قدر غور کیا جائے اسی قدر، یہ عمل قباحتوں کا مجموعہ ہے۔

اس سے قبل "نظام" میں انجکشن کی اولاد کا مسئلہ وضاحت سے آچکا ہے جو کہ پچھلی جلد کے دوسرے یا تیسرے شمارے میں شائع ہوا تھا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) Test Tube Baby... "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" جس کی صورت یہ ہے کہ جن عورتوں کے بچے نہیں ہوتے تو ان کے شوہروں کا مادۂ منویہ لے کر ان کے رحموں میں بذریعہ انجکشن پہونچایا جاتا ہے، جس سے وہ عورتیں حاملہ ہو جاتی ہیں۔ کیا اس سلسلہ میں سائنٹیفک طریقہ اختیار کرنا درست ہوگا؟

۲... "Surregale" "قائم مقام ماں" جس کی صورت یہ ہے کہ مرد کا مادہ لے کر بجائے بیوی کے کسی اجنبی کو بطور اجیر حاصل کر کے رحم میں انجکشن سے پہونچایا جاتا ہے، وہ عورت حاملہ ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: ۱... یہ طریقہ طبع سلیم کے خلاف، مزاج شرعی ارشاد علیہ السلام کے خلاف انتہائی بے شرمی پر مشتمل ہے اور "الحیاء شعبۃ من الإیمان" کے بھی خلاف ہے، اس لئے اس کو اپنانا انتہائی بے حسی اور حدود شرع سے تجاوز اور بے شرمی ہوگی، اور شرعاً اضطرار بھی نہیں، اس لئے اجازت نہ ہوگی۔

۲... وہ اجنبیہ عورت جس کے رحم میں انجکشن سے شوہر کے علاوہ کسی مرد کا مادہ منویہ پہونچایا گیا ہو، وہ عورت عقل سلیم کے نزدیک حرب اور طوائف سے بھی زیادہ فاحشہ قرار دی جائے گی اور اس کی شناعت عقل سلیم کے نزدیک زنا و لواطت سے بھی زیادہ قبیح و مذموم ہوگی۔ اور صورت تو اضطراری بھی نہیں، اس لئے اس کی بھی اجازت ہرگز نہ ہوگی"۔ (نظام الفتاوی، کتاب الحظر والإباحۃ، مرد کا مادہ منویہ لے کر بیوی کے رحم میں بذریعہ انجکشن پہنچانا: ۱/ ۳۳۷، رحمانیہ لاہور)

(وکذا فی فتاوی رحیمیہ، کتاب الحظر والإباحۃ، بذریعہ انجکشن رحم میں مادہ منویہ پہنچانا: ۱۰/ ۱۷۹، دار الإشاعت کراچی)

انجکشن کی اولاد

مضمون ذیل بظاہر تو ایک استفتاء کا جواب ہے مگر درحقیقت تہذیب حاضر کی حیاء سوز اور بھیانک تصویر کا آئینہ ہے اور موجودہ تہذیب کے شیدائیوں کے لئے ایک دعوتِ فکر ہے، امید ہے کہ بہ نگاہِ عبرت پڑھا جائے گا۔ (ادارہ)

الاستفتاء:

سوال [۸۸۳۰]: کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علمائے دین ومفتیان شرع متین:

ملک ملایا میں ڈاکٹروں نے ایک انجکشن تیار کیا ہے، اس کا تجربہ اولاً جانوروں پر کیا گیا کہ جانوروں کو انجکشن لگایا گیا اور بغیر نر کی وطی کے صحیح وقت پر بچہ پیدا ہوا، بعد اس کے عورتوں پر تجربۃً انجکشن لگایا تو عورتوں کو بھی بغیر وطی مرد کے صحیح وقت پر بچہ پیدا ہوا، علاوہ ملایا چونکہ مسلمان ہے اس لئے علماء سے فتویٰ طلب کیا ہے کہ یہ فعل جائز ہے یا ناجائز اور یہ بچہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ (جو شق بھی جائز یا ناجائز کی ہو مع دلیل شرعی کے جواب دیں)۔

لیکن علمائے ملایا - ایک ماہ سے زائد گذر گیا صحیح جواب دینے سے قاصر ومتحیر ہیں، میرے بھی ایک عزیز - جو مولوی اور دیوبندی ہیں - ملایا میں ہیں، ان سے بھی فتویٰ طلب ہے۔ ان کا خط آیا ہے، اس لئے حضرت والا کو زحمت دے رہا ہوں کہ اس فتویٰ کا جو حکم جواز وعدم جواز کا ہو مع دلیل شرعی جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔

محمد ناظر بانی کالونی، جونپور، ۱۴/ محرم/ ۹۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحقیق وتفتیش سے انجکشن کے دو مقصد معلوم ہوئے: اول: تندرست اور خوبصورت بچے پیدا کرنا، دوم: آزادی۔ اور درحقیقت مقصد اول بھی مقصد دوم کا ایک شعبہ ہے۔

یورپ کی عورتوں کا مطالبہ ہے کہ تمام امور مردوں کے دوش بدوش کر دیا جائے، مردوں کی ایک بڑی تعداد نے اس میں ان کی حمایت بھی کی ہے، چنانچہ تعلیمی کالجوں، سرکاری دفتروں، کلبوں وغیرہ سے بیشمار محکموں میں عورتوں کا سیلاب آگیا، مردوں کی طرح داخلہ شروع ہوگیا، انجکشنوں میں امید ... کرسکتے

کیں اور بہت سے مقامات پر اپنے مقابل مردوں کو پچھاڑ دیا۔ بہت سے شعبوں میں ہار جیت کا معیار عورتوں کی تعداد کو قرار دیا گیا۔ آگے بڑھ کر مردوں کی قید سے آزادی حاصل کی گئی، حقوق متعین کر لئے گئے کہ ان کے آزاد ہوجانے کے بعد مردوں کو کسی چیز کی بازپرس کا اختیار نہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی نکاح بھی ہے، اس میں آزادی حاصل ہوئی کہ عورتوں کا دل چاہے تو نکاح کریں، نہ چاہے تو نہ کریں، خواہ نابالغہ ہی کیوں نہ ہو، جس کا حاصل یہ نکلا کہ ولی شرعی کی ولایت ختم۔ پھر نکاح کرنے میں بھی آزادی حاصل ہوئی کہ جس سے دل چاہے نکاح کرلیں خواہ مذہب اس کو جائز قرار دے یا ناجائز، جس کا حاصل یہ نکلا کہ قرآنی قانون کا "باب المحرمات والمنکحات" ختم۔ سول میرج بھی اسی آزادی کی ایک لعنت ہے۔

پھر ایک قدم اور بڑھا کہ جب تک چاہے قید نکاح میں رہیں، جب دل چاہے علیحدہ ہوجائیں، شوہر علیحدگی پر رضامند ہو یا نہ ہو، جس کا حاصل یہ نکلا: خدائی قانون نے شوہر کو جو طلاق کا اختیار دیا تھا وہ ختم۔

بعض انسان صورت خنزیروں نے اپنی بیویوں کو اپنے احباب کے سامنے کرکے خود رضامندی ظاہر کردی کہ جس سے دل چاہے اپنی خواہش پوری کرلیں، جس سے ان کی انسانیت ہی محل نظر ہوگئی۔

نکاح نہ کرنے یا شوہر سے تعلقات نہ رکھنے پر بھی بچے پیدا ہونے شروع ہوئے تو بعض غیرت مند خاندانوں میں روپوشی اور خودکشی وغیرہ کے واقعات پیش آئے۔ اس کی روک تھام کیلئے ایسی دوائیں ایجاد ہوئیں جن سے حمل ضائع ہوجائے، مگر اس میں بھی زحمت نظر آئی تو ایسے آلات ایجاد ہوئے کہ استقرار ہی نہ ہونے پائے۔

اس پر ایک شور برپا ہوا کہ اولاد تو بیدخل ہوجاتی ہے تو اس کو محفوظ کرنے کے لئے مستقل محکمہ بنا، چنانچہ مختلف عمر والوں کے مادۂ تولید کو بھی محفوظ کرکے تجربات شروع ہوئے، اولاً جانوروں پر آزمائش کی گئی، پھر جوانی کی خواہشیں پوری کرنے کے لئے آزادی طلب عورتوں کی خدمت میں یہ تحفہ پیش کیا گیا۔

اب اگر کسی عورت کی شادی نہ کرنے پر بھی اولاد پیدا ہو تو وہ بڑی جرأت کے ساتھ کہہ سکتی ہے کہ انجکشن کی اولاد ہے، سرکاری دفتر میں اس کو "ابن انجکشن" لکھا جائے، یہاں تک بھی معاملہ مردوں کے دست تصرف میں رہا۔ عورتوں کی حریت پسند بلکہ حریت پرست طبائع اس قید کو بھی نہ برداشت کرسکیں تو اب ضابطہ عمل یہ بنا کہ

"جو عورت جس کا نطفہ پسند کرے خرید لے" اگرچہ مذہب اس کو بیع باطل ہی قرار دے، اس ضابطۂ عمل کی بدولت ڈاکٹروں کی قید سے بھی چھٹکارہ ہوا، خریداری کا معاملہ طرفین کی رضامندی پر ہے۔

بعض جگہ اس کی بھی پابندی نہیں کہ ڈاکٹروں ہی کی تجویز کردہ طریق پر مادہ حاصل اور داخل کیا جائے، لہٰذا اس انجکشن کی آڑ میں عام زناکاری کا دروازہ کھل گیا اور عورتوں کے دونوں مقصد حل ہوگئے، نہ بیچ عمل آلات کی ضرورت ہے کہ بیش قیمت مادہ ضائع ہو، نہ استقرار کے بعد حمل ضائع کرنے کی ضرورت کہ خواہ مخواہ کی زحمت مول لی جائے، نہ والدین یا شوہر وغیرہ اہل خاندان کی روپوشی، وطن سے فرار، نہ خودکشی کی ضرورت، کیونکہ یہ اولاد لڑکی نے انتہائی عصمت وعفت کے ساتھ انجکشن سے حاصل کی ہے، جرم کاری کے قصد سے بھی کسی غیر مرد کی صورت بھی نہیں دیکھی۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ نکاح کی کوئی حیثیت، نہ شوہر کی متبوعیت، نہ عورت کی تابعیت، نہ اولاد کے حلال ہونے کی کوئی شناخت، نہ باپ کی اولاد پر شفقت، نہ تربیت نہ ولایت، نہ اولاد پر باپ کی تعظیم، نہ اطاعت، نہ خدمت، نہ نفقہ، نہ وراثت، نہ حرمت مصاہرت کی روک تھام، نہ خاندانی معاشرہ، نہ تدبیر المنزل کی کوئی صورت، غرض انسان اشرف المخلوقات ہوکر زمرۂ حیوانات میں داخل ہوگیا۔

یورپ کے بعض محققین اس کے قائل تھے کہ انسان پہلے جانور تھا، ترقی پاکر انسان بنا۔ شعر:

ڈارون صاحب حقیقت سے بہت دور تھے میں نہ مانوں گا کہ مورث آپ کے لنگور تھے

(اکبر)

اب پھر ایسی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں کہ جوہر انسانیت ختم کرکے اب جانور بن جائے، اور ﴿ثم رددناہ أسفل سافلین﴾(۱) کا ایک نقشہ سامنے آجائے۔

ممکن ہے کہ ان دو مقصدوں کے علاوہ کوئی اور بھی نیک مقصد ہو، لیکن جو عمل اتنے مفاسد پر مشتمل ہو اور اس سے احکامِ الٰہیہ واصولِ شرعیہ کی مخالفت ہوتی ہو، خواہ کتنی ہی نیک نیتی سے کیا جائے، وہ کسی طرح حدِ جواز میں نہیں آسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

---

(۱) (سورۃ التین: ۵)

الفصل الثاني في أعضاء الإنسان وأجزائه

(انسان کے اعضاء اور اجزاء کا بیان)

اضطراری حالت میں انسانی خون پینا

سوال[۸۸۰۵]: آج کل اسپتال میں مریض کے لئے خون کی کمی کی وجہ سے جب کہ مریض کی جان کا خطرہ ہو تو دوسرے انسان کا خون پچکاری سے حاصل کر کے مریض کے جسم میں داخل کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب انسانی جان کو خطرہ ہو تو دوسرے انسان کا خون داخل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انسان کے خون کو دوا میں بھی استعمال کرنا جائز نہیں (۱)، اگر اضطراری کیفیت ہو کہ بغیر انسانی خون کے جان بچنے کی کوئی صورت نہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں اس کی گنجائش ہے (۲)، لیکن خون کی خرید و

---

(۱) "وحرمة الانتفاع بأجزاء الآدمي لكرامته". (الهداية، كتاب الطهارة، باب الماء الذي يجوز به الوضوء: ۱/۴۰، شركت علميه ملتان)

"ولم يبح الإرضاع بعد مدته، لأنه جزء آدمي، والانتفاع به لغير ضرورة حرام". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۱، سعيد)

(۲) "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفاريه كوئته)

فروخت کا کاروبار جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

بیمار کو دوسرے شخص کا خون دینا

سوال [۸۸۳۴]: شرعاً ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں بطورِ علاج داخل کیا جاسکتا ہے یا نہیں، جب کہ ڈاکٹروں کی رائے میں مریض کی جان بچنا مشکل ہو رہی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں داخل نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ اس میں جزءِ انسانی سے انتفاع لازم آتا ہے اور جزءِ انسانی سے انتفاع حرام ہے:

"(قوله: وزن حرم استعماله): أي استعمال جلده أو استعمال الآدمي بمعنى أجزاءه، و به يظهر التفريع بعده". شامي: ۱/۱۸۸ (۲)۔

= "ويقدم الميتة على الصيد، والصيد على مال الغير ولحم الإنسان. قيل: والخنزير"

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۲۲۵، سعيد)

(وانظر أيضاً خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۴/۳۶۲، رشيديه)

(۱) "لم يجز بيع الميتة والدم؛ لانعدام المالية التي هي ركن البيع، لأنهما لا يعتدان مالاً عند أحد، وهو من قسم الباطل". (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۱۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۴/۳۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"خون چونکہ مالِ متقوم نہیں اس لئے شرعاً اس کی خرید وفروخت جائز نہیں، تاہم اگر کسی مریض کے لئے شدید ضرورت کے وقت بلا قیمت خون نہ ملتا ہو تو قیمت دے کر اس کے لئے خون خریدنا ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے مرخص ہوگا، خون دینے والے کے لئے قیمت لینا جائز نہیں، تا کہ خون متاعِ بازار نہ بن جائے"۔ (فتاویٰ حقانیہ، کتاب البیوع، باب البیع مایجوز ومالایجوز، عنوان: خون کی خرید وفروخت کے احکام: ۶/۵۱، دار العلوم حقانیہ)

(۲) (رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في أحكام الدباغة: ۱/۲۰۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۸۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، مطلب في طهارة الجلود و دباغتها: ۱/۸۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

البتہ اگر اس کے بغیر جان بچانا دشوار ہو تو بقدرِ ضرورت اس کی اجازت ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۲۵ھ۔

شوہر کا خون بیوی کے جسم میں داخل کرنا

سوال[۸۸۳۷]: عورت بالکل مریض ہو چکی ہے، ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ اس کے بدن میں خون داخل کیا جائے، کسی اور کا خون سیٹ نہیں ہوتا سوائے شوہر کے، خون کے اب شوہر کا خون عورت کے بدن میں داخل کیا جاتا ہے عورت کی صحت کے لئے۔ کیا اس طرح سے خون عورت کے بدن میں داخل کرنے سے دونوں کے درمیان نکاح باقی رہیگا؟ اگر نہیں تو دونوں کے درمیان نکاح کی کیا صورت رہے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عمل کی وجہ سے نکاح فاسد نہیں ہوگا (۲)، مگر انسانی خون کا استعمال داخلی اور خارجی ہر طرح حرام

=(وكذا في تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الطهارة: ۱/۱۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفاريه كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۴۲، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

(وانظر أيضاً خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۴/۳۲۲، رشيديه)

(۲) خون دینا ان اسباب میں سے نہیں ہے جن سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے:

"إذا وطئ الرجل امرأة بنكاح أو ملك أو فجور، حرمت عليه، وكما تثبت هذه =

ہے، چاہے وہ شوہر کا ہو یا کسی اور کا، البتہ جب تک اضطرار کا درجہ نہ ہو جائے، اس کی ہرگز اجازت نہیں(۱)۔ فقط۔

"... الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل والنظر إلى الفرج بشهوة، سواء كان بنكاح أو ملك أو فجور". (المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل الثالث عشر في بيان أسباب التحريم: ۳/ ۱۸۴، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/ ۳۲، سعيد)

"وأما الذي يوجب حرمة المصاهرة فهو أربعة أمور: أحدها: العقد الصحيح. ثانيها: الوطء سواء كان بعقد صحيح أو فاسد أو زنا. ثالثها: اللمس. رابعها: نظر الرجل إلى داخل فرج المرأة، ونظر المرأة إلى ذكر الرجل، إلخ". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، مبحث فيما تثبت به حرمة المصاهرة: ۴/ ۵۸، دار الفكر بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (فتح القدير، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/ ۲۰۸، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وانظر أيضاً الفقه النافع، كتاب النكاح، (رقم القاعدة: ۰۹۵۲): ۲/ ۲-۵، بيروت)

الجواب: "شوہر کا خون بیوی کے بدن میں، یا بیوی کا خون شوہر کے بدن میں داخل کرنے سے نکاح پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا، نکاح بدستور قائم رہتا ہے، کیونکہ شریعت اسلام نے محرمیت کو نسب، مصاہرت، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، ان سے تجاوز کرنا درست نہیں۔ اور رضاعت سے ثبوت محرمیت بھی مدت رضاعت کے ساتھ خاص ہے، مدت رضاعت یعنی ڈھائی سال عمر کے بعد دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، کما ھو مصرح بتفصیل فی عامۃ کتب الفقہ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم"۔ (انسانی اعضاء کی پیوند کاری، مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، عنوان: شوہر کا خون بیوی کے بدن میں، ص: ۴۸، دار الاشاعت کراچی)

(وكذا في فتاوى رحيميه، كتاب الحظر والإباحة، تداوى ومعالجات: ۱۰/ ۱۷۶، دار الاشاعت كراچی)

(۱) قال الله تعالى: ﴿حرمت عليكم الميتة والدم ...... فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لإثم، فإن الله غفور رحيم﴾ (سورة المائدة: ۳)

"وحرمة الانتفاع بأجزاء الآدمي لكرامته". (الهداية، كتاب الطهارة، باب الماء الذي يجوز به الوضوء: ۱/ ۴۱، شركت علميه ملتان)

کسی کے پاس کھانے کو کچھ نہیں وہ مرنے کے بالکل قریب ہے، صرف سور کی روٹی موجود ہیں جس کو کھانے تو جان بچ جائے تو وہ ایسی حالت میں مضطر ہے، اس کے لئے حالت اضطرار میں سور کی بوٹی کھانے کی اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۹۳ھ

کافر کا خون مسلمان کے جسم میں داخل کرنا

سوال[۸۸۲۸]: ایک مسلمان بیمار ہوگیا اور اسے خون کی ضرورت پڑی، اس وقت کافر کا خون دینے سے کیا بیمار کا دل کافر کا ہو جاتا ہے؟ خون ڈالنے کے بعد جو اولاد پیدا ہوئی کیا اس میں کفار کے خون کا اثر ہوگا؟ خون ڈالنے کے بعد مسلمان کے عادات واطوار اس کفار کی طرح ہو جائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انسان کا خون اس طرح استعمال کرنا جائز نہیں (۲)، تاہم اس کی وجہ سے وہ مسلمان بیمار کافر نہیں ہوا،

= "لم يبح الإرضاع بعد مدته، لأنه جزء آدمي، والانتفاع به لغير ضرورة حرام". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/ ۲۱۱، سعيد)

(۱) "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/ ۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۳۸۹، سعيد)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء، وليس له دواء آخر غيره، يجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/ ۱۱۹، غفاريه كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/ ۵۹۴، سعيد)

(وانظر أيضاً خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۴/ ۳۹۴، رشيديه)

(۲) (راجع ص: ۳۳۱، رقم حاشية: ۱)

ختان کا فکر لازم ہوگا اور پھر اس کی وجہ سے ضرر آئے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۳ھ۔

بدچلنی سے روکنے کے لئے کسی کے عضو کو معطل کردینا

سوال[۹۸۲۹]: ایک شریف خاندان کی لڑکی آزاد اور سخت بدچلن ہوگئی ہے، ہر چند روک تھام کی جاتی ہے مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں کسی دوا سے یا کسی عمل سے لڑکی مذکورہ کے جسم کے کسی حصہ کو بے حس وحرکت بنادینا جائز ہوگا یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال بہت مجمل ہے جس سے صاف طور پر مطلب حل نہیں ہوتا، اگر یہ مقصود ہے کہ کسی عضو کو معطل کردیا جائے یا قطع کردیا جائے تاکہ اس کی بدچلنی موقوف ہوجائے تو ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختصاء کی اجازت نہیں دی۔

"وأما خصاء الآدمي فحرام" اھ. درمختار: ۵/۲۷۶(۲)۔

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قلت: يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم! إني رجل شاب، وأنا أخاف على نفسي العنت، ولا أجد ما أتزوج به النساء، كأنه يستأذنه في الاختصاء، قال: فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "يا أبا هريرة! جف القلم بما أنت لاق، فاختص على ذلك أو ذر". رواه البخاري" اهـ. مشكوة شريف، ص: ۲۰(۳)۔

"قوله: "فاختص على ذلك أو ذر" ليس هذا إذناً في الاختصاء، بل توبيخ ولوم نفي

(۱) یعنی ظاہر ہے کہ کافر و فاسق اور فاجر کے لوگ بھی ہوا نیت خیز ہوتے ہیں ان کا ختنہ اطمینان و تسلی کے قرین قیاس ہونے کا قوی امکان ہے اس لئے یہاں غلط تعلق ہوا حرز لازم ہے۔

(۲) (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۸، سعيد)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، ص: ۲۰، قديمي)

الاستیذان فی قطع عضو بلا فائدۃ"۔ مرقاۃ المفاتیح حاشیۃ مشکوٰۃ، ص: ۲۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

زائد انگلی کا کٹوانا

سوال[۸۸۴۰]: اگر کسی آدمی کے ایک انگلی زائد ہو، اور وہ بدنما معلوم ہوتی ہے تو اس کو کٹوانا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو اولیٰ کیا ہے، محض رضائے الٰہی کٹوانے میں ہے یا نہ کٹوانے میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کٹوانا بھی جائز ہے، رضائے الٰہی کے خلاف نہیں، مگر تکلیف بھی ہوگی، اپنے تحمل کو دیکھ لیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۱۲ھ۔

---

(۱) (حاشیۃ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، ص: ۲۰، رقم الحاشیۃ: ۳، قدیمی)

(ومرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، باب الإیمان بالقدر، الفصل الأول: ۱/۲۷۹، رشیدیہ)

(راجع لبسط صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب مایکرہ فی التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قدیمی)

(وسنن النسائی، کتاب النکاح، باب النہی عن التبتل: ۲/۶۸، قدیمی)

(وکذا المحیط البرہانی، کتاب الاستحسان والکراہیۃ، الفصل العشرون فی الختان والخصاء، الخ: ۶/۱۲۰، غفاریہ)

(۲) "إذا أراد الرجل أن یقطع إصبعاً زائدۃ أو شیئاً آخر، قال نصیر رحمہ اللہ تعالیٰ: إن کان الغالب علی من قطع مثل ذلک الہلاک، فإنہ لا یفعل. وإن کان الغالب ہو النجاۃ، فہو فی سعۃ من ذلک". (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الحادی والعشرون فیما یسع من جراحات بنی آدم، الخ: ۵/۳۶۰، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی ہامش الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی الختان: ۳/۴۱۰، رشیدیہ)

اعضائے انسان کی پیوند کاری

سوال[۸۸۴۱]: زید کو ڈاکٹر نے یہ کہا کہ اگر تم بکر کا دل اپنے جسم میں ڈال لوگے تو تم زندہ بچ سکتے ہو ورنہ نہیں، بکر مرنے کے قریب ہے، اس کے رشتہ دار بھی بکر کا دل دینے کو تیار ہیں تاکہ زید کی جان بچ جائے۔ تو بکر کا دل زید کو دے کر زید کی جان بچا سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اسی طرح دیگر اعضائے انسانی بکر کے جسم کے دوسرے انسانوں کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بکر کے رشتہ دار نہ زندگی میں بکر کے مالک ہیں نہ مرنے کے بعد ان کو بکر کے کسی عضو کو نہ قیمۃً کسی کو دینے کا حق ہے نہ ہدیۃً، لہٰذا ان کی رضامندی کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں ہے، بلکہ بکر خود بھی اپنے اعضاء کا مالک نہیں کہ جو عضو جس کو چاہے کاٹ کر دیدے، یہ سب تصرفات غلط اور بے محل ہیں۔ بکر اور اس کے تمام اعضاء کا شریعت نے ایک احترام اور حق مقرر کر دیا ہے، وہ یہ کہ مرنے کے بعد اس کو غسل وکفن دیکر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے۔

آج اس کے دل پر زید کی زندگی کو منحصر کر دیا گیا ہے، کل کو کہا جائے گا کہ اس کے گوشت کھانے پر زندگی موقوف ہے لہٰذا اس کا گوشت ڈبے میں بند کر کے ہسپتال میں محفوظ رکھ دیا جائے، انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے اس کا حال بھی گائے بکری کی طرح ہو کر ﴿ثم رددناه أسفل سافلين﴾(۱) کا ایک نمونہ بن جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ میں اعضائے انسانی کے قطع کرنے کا اور منتقل کرنے کی بحث مذکور ہے:

"مضطر لم يجد ميتةً وخاف الهلاك، فقال له رجل: اقطع يدي وكلها، أو قال: اقطع مني قطعةً وكلها، لا يسعه أن يفعل ذلك، ولا يصح أمره به، كما لا يسع للمضطر أن يقطع قطعةً من نفسه فيأكل، كذا في فتاوى قاضي خان، الخ". عالمگیری(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۹/۳ھ۔

---

(۱) (سورة التين: ۵)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۳۶۹/۵، رشيدية)

اعضاء کی پیوند کاری کی وصیت

سوال[۸۸۴۲]: کسی قریب المرگ یا فوت شدہ انسان کا کوئی عضو مثلاً: دل، جگر، آنکھ وغیرہ دوسرے انسان کے جسم میں لگا دیا گیا ہے؟ بعض انسان ہمدردی کے جذبہ کے تحت اس قسم کی وصیت کر دیتے ہیں کہ مثلاً: میرے مرنے کے بعد میری آنکھ کسی ضرورت مند کے لئے نکال لی جائے۔ تو یہ وصیت قابلِ نفاذ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی فوت شدہ انسان کا جگر، آنکھ، دل وغیرہ دوسرے انسان کے جسم میں نہیں لگا سکتے (۱)، اگر کوئی آدمی ایسی وصیت کرتا ہے جیسا کہ سوال میں درج ہے تو یہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور وہ قابلِ نفاذ ہے:

"أحدهما أن يوصي بما هو معصية عندنا وعندهم كالوصية للمغنيات والنائحات، فهذا لا يصح إجماعاً". مجمع الأنهر: ۲/۷۱۶(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۸ھ۔

= (وكذا في قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة: ۳/۴۰۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۶/۳۶۴، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولقد كرمنا بني آدم﴾ الآية. (سورة الإسراء: ۷۰)

وقال الله تعالى: ﴿إن السمع والبصر والفؤاد كل أولئك كان عنه مسئولا﴾ (سورة الإسراء: ۳۶)

"(وشعر الإنسان والانتفاع به): أي لم يجز بيعه والانتفاع به؛ لأن الآدمي مكرم غير مبتذل، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً مبتذلاً ...... وصرح في فتح القدير بأن الآدمي مكرم وإن كان كافراً". (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۳۳، رشيديه)

"وقال محمد رحمه الله تعالى: ولا بأس بالتداوي بالعظم إذا كان عظم شاة أو بقرة أو بعير أو غيره من الدواب، إلا عظم الخنزير والآدمي، فإنه يكره التداوي بهما". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۴، رشيديه)

(۲) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي: ۴/۵۰۳، غفاريه كوئٹه) =

بدن کے کسی حصہ کو خیرات کرنے کی وصیت

سوال[۸۸۴۲]: کوئی آدمی اگر مرتے وقت یہ وصیت کر جائے کہ اس کے بدن سے پاؤں کا گوشت بعد الموت فلاں آدمی کو خیرات کردیا یا فلاں آدمی کو بیچ دیں، کیا ایسی وصیت جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آدمی کو اپنے مال میں وصیت کرنے کا حق ہے، اس کے بدن کا گوشت اس کی ملک نہیں، جس طرح زندگی میں کسی کو اپنے جسم کے گوشت کو کاٹ کر خیرات یا فروخت کرنے کا حق نہیں، اسی طرح اس کی بعد الموت وصیت بھی درست نہیں۔ نیز انسان کے کسی عضو کی بیع جائز نہیں، نہ زندہ کی نہ مردہ کی، بلکہ یہ بیع باطل ہے۔ خیرات ایسی چیز کی ہوتی ہے جو قابلِ انتفاع ہو، انسان کا گوشت نہ کھانے میں کام آسکتا ہے نہ کسی اور کام میں استعمال ہوسکتا ہے:

"والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له. أي: وهو غير جائز، وبعضه في حكمه، وصرح في فتح القدير ببطلانه اهـ". (ردالمحتار: ۵/۵۸)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۹۰ھ۔

"والثاني باطل بالاتفاق، وهو ما إذا أوصى بما ليس قربة عندنا وعندهم، كما إذا أوصى للمغنيات والنائحات". (رد المحتار، كتاب الوصايا، فصل في وصايا الذمي وغيره: ۶/۶۹۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي: ۷/۳۲۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوصايا، باب وصية الذمي: ۹/۳۰۲، رشيديه)

(۱) (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً: ۵/۵۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۴، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۶/۴۲۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

آنکھوں کی خرید وفروخت برائے علاج

سوال[۸۸۴۴]: یہاں پر ایک ڈاکٹر ہے وہ دوسروں کی آنکھیں لیکر خراب شدہ آنکھیں نکال کر اس میں لگا دیتا ہے، دوسری آنکھیں حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں: بعض غریب لوگ جب آخری وقت پر پہونچتے ہیں تو ان کی اجازت سے آنکھیں نکال کر فروخت کردی جاتی ہیں جو ہزاروں روپے میں فروخت ہوجاتی ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حالت صحت میں آنکھیں فروخت ہوجاتی ہیں۔ تو اس صورت میں زید کے لئے یہ صورت ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی خراب آنکھیں نکلوا کر دوسری صحیح آنکھیں لگوالے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے لئے اس طرح دوسروں کی آنکھیں استعمال کرنا جائز نہیں، زندہ آدمی کی آنکھوں کی بیع بھی ناجائز ہے، مردہ کی بھی ناجائز ہے:

"الآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له: أي وهو غير جائز، وبعضه في حكمه. وصرح في فتح القدير ببطلانه .... لم يجز كسر عظم ميت كافر" الخ. شامي: ۴/ ۱۱۴ (۱)۔

"الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز" الخ". فتاویٰ عالمگیری: ۵/ ۳۶۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً: ۵/ ۵۸، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/ ۳۵۴، رشيدية)

(وكذا في السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التداوي والعلاج، ص: ۷۵، سعيد)

"الآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له". (فتح القدير، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۶/ ۴۲۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر) =

ختنہ کی کھال کا استعمال وفروخت

سوال[۸۸۴۵]: ایک عجیب وغریب بینک قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے جس کو "ختنہ بینک" کہا جائے گا۔ دنیا بھر میں روزانہ لاکھوں بچے کے ختنے کاٹے جاتے ہیں اور اعلیٰ قسم کی کھال کاٹ کر ضائع کردی جاتی ہے، آئندہ اس نفیس کھال کو بھی بینک میں جمع کرکے پلاسٹک سرجری یا کھال پیوند لگانے کے کام میں لگایا جائے گا۔ سب علمائے کرام کو ایک نیا فتویٰ دینا ہوگا کہ ختنے کی کھال کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ پھر یہ کہ مسلمان بچے کی ختنہ کی کھال کافر کے جسم پر اور کافر بچے کی ختنہ کی کھال مسلمان کے جسم پر لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

کوئی عرصہ ہوا پاکستان میں ایک سرجن نے ایک بچہ کا ختنہ کرکے اس کھال کا پیوند اس کے چہرے پر لگادیا تھا، ڈاکٹر کی اس حرکت پر یا جرأت پر اس وقت وہاں کے علمائے کرام نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

انسان اشرف المخلوقات ہے، اس کا ہر جزء قابلِ احترام ہے، ختنہ کی کھال بھی اس کا جزء ہے، اس کی خرید وفروخت جائز نہیں:

"الآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له: أي وهو غير جائز، وبعضه في حكمه. وصرح في فتح القدير ببطلانه اهـ". رد المحتار (۱)۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۱۳۳/۶، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۳۲۸/۳، رشيديه)

(۱) (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً: ۵۸/۵، ۵۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۴/۵، رشيديه)

(وكذا في السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التداوي والعلاج، ص: ۷۵، سعيد)

"الآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له". (فتح القدير، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۴۲۵/۶، مصطفى البابي الحلبي بمصر) =

"کل إهاب دبغ ..... فلا یطهر جلد حیة ..... خلا خنزیر ..... وآدمي فلا یدبغ لکرامته، ولو دبغ، طهر وإن حرم استعماله: أی استعمال جلده". درمختار وردالمحتار، مختصراً (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

طبی تجربہ کے لئے لاش چیرنا

سوال[۸۸۰۹]: طبی اغراض کے لئے مردہ انسانوں کی لاشوں کا چیرنا پھاڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت نے مردہ انسانوں کا احترام اسی طرح ضروری قرار دیا ہے جس طرح زندہ کا، لہٰذا محض طبی تجربات کے لئے مردوں کا چیرنا پھاڑنا جائز نہیں، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مؤطا میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تحریر فرماتے ہیں:

"کسر عظم المسلم میتاً ککسره وهو حي". قال مالك: تعني في الإثم"(۲)۔

"قال الباجي: یرید أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حیاته. وإن کسر عظامه في حال موته یحرم کما یحرم کسرها حال حیاته، وإنهما لا یتساویان في القصاص وغیره، وإنما یتساویان في الإثم. وقال الزرقاني: الاتفاق علی حرمة فعل ذلك به في الحیوة

=(وکذا في البحر الرائق، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد: ۱۳۳/۶، رشیدیه)

(وکذا في النهر الفائق، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد: ۳۸۰/۳، رشیدیه)

(۱) (الدر المختار، کتاب الطهارة، باب المیاه، مطلب في أحکام الدباغة: ۲۰۳/۱، ۲۰۴، سعید)

(۲) (موطأ الإمام مالک، کتاب الجنائز، باب ماجاء في الاختفاء وهو النبش، ص: ۲۲۱، قدیمي)

(وابن ماجة، کتاب الجنائز، باب في النهي عن کسر عظام المیت، ص: ۱۱۶، قدیمي)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۸۶/۷، مسند سیدة عائشة رضي الله تعالیٰ عنها، رقم الحدیث: ۲۴۲۸۷، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

والصوت لا دى القصاص والدية، فمرفوعان عن كاسر عظم الميت إجماعاً. وحاصله أن عظم الميت له حرمة مثل حرمة عظم الحي، لكن لا حياة فيه، فكان كاسره في انتهاك الحرمة ككاسر عظم الحي، وعدم القصاص والأرش لانعدام المعنى الذي يوجبه من الحياة. قال الطيبي: إشارة إلى أنه لا يهان ميتاً كما لا يهان حياً اهـ". أوجز المسالك: ۲/۵۰۷(۱)۔

"الآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، والمراد تكريم صورته وخلقته، ولذا لم يجز كسر عظام ميت كافر اهـ". رد المحتار: ۴/۱۴۴(۲)۔

البتہ اگر کسی عورت کے پیٹ میں بچہ ہو اور عورت مر جائے تو پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے گا، اگر عورت زندہ ہو لیکن بچہ پیٹ میں مر جائے تو بچے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکال لیا جائے گا۔ بلا قصد اگر کوئی شخص کسی کا موتی نگل لے اور پھر مر جائے تب بھی پیٹ چاک کر کے موتی نکالنا درست نہیں، کیونکہ حرمتِ مال سے حرمتِ نفس اعظم ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اگر مردہ انسان سے زیادہ قاتل کا تحفظ بغیر لاش چیرے فوت ہوتی ہو تب تو لاش کا چیرنا درست ہے، ورنہ درست نہیں۔

---

(۱) (أوجز المسالك، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الاختفاء، (رقم الباب: ۰۳۴): ۴/۲۲۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المنتقى شرح موطأ الإمام مالك رحمه الله، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الاختفاء: ۲/۵۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح المالك، بتبويب التمهيد لابن عبد البر على موطأ الإمام مالك رحمه الله، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الاختفاء: ۴/۳۵۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً: ۵/۵۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التداوي والعلاج، ص: ۷۵، سعيد)

"رجل ابتلع درۃ رجل، فمات المبتلع فإن ترک مالاً، کانت قیمۃ الدرۃ فی ترکتہ. وإن لم یترک مالاً، لایشق بطنہ؛ لأن شق حرام، وحرمۃ النفس أعظم من حرمۃ المال، وعلیہ قیمۃ الدرۃ؛ لأنہ استہلکہا، وہی لیست من ذوات الأمثال، فکانت مضمونۃ بالقیمۃ، فإن ظہر لہ مال فی الدنیا، قضی منہ، وإلا فہو مأخوذ بہ فی الآخرۃ.

حامل ماتت فاضطرب فی بطنہا ولد، فإن کان فی أکبر الرأی أنہ حی، یشق بطنہا؛ لأنا ابتلینا ببلیتین، فنختار أہونہما، وشق بطن الأم المیتۃ أہون من إہلاک الولد الحی، اھـ".

بدائع: ۵/۱۲۹(۱).

"حامل ماتت وولدہا حي یضطرب، شق بطنہا من الأیسر ویخرج ولدہا. ولو بالعکس وخیف علی الأم، قطع وأخرج لو میتاً، وإلا لا، کما فی کراہۃ الاختیار، اھـ".

درمختار. "(قولہ: بالعکس) بأن مات الولد فی بطنہا وہی حیۃ. (قولہ: قطع) بأن تدخل القابلۃ یدہا فی الفرج وتقطعہ بآلۃ فی یدہا بعد تحقق موتہ. (قولہ: وإلا لا): أی ولو کان حیاً لایجوز تقطیعہ؛ لأن موت الأم بہ موہوم، فلا یجوز قتل آدمی حی لأمر موہوم، اھـ".

شامی ۱/۹۳۸(۲).

---

(۱) (بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان: ۶/۵۱۲، ۵۱۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع: ۸/۳۷۹، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۲/۲۳۸، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز: ۱/۱۵۷، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی ہامش الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الصلوۃ، باب فی غسل المیت وما یتعلق بہ: ۱/۱۸۹، رشیدیہ)

(وکذا فی النہر الفائق، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنائز، فصل فی الصلوۃ علی المیت: ۱/۳۹۹، إمدادیہ ملتان)

حتیٰ کہ اگر حاملہ عورت ایام حمل پورے ہونے کے بعد مرگئی اور بچہ اس کے پیٹ میں متحرک تھا، اس کو دفن کردیا گیا، پھر کسی نے خواب میں دیکھا کہ عورت سے بچہ پیدا ہوگیا تو اس خواب میں قبر کھودنا جائز نہیں، کیونکہ اگر یہ خواب صحیح ہے تب بھی بچے کے زندہ رہنے کی توقع نہیں، بلکہ ظن غالب ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی مرگیا ہوگا اور قبر کھودنے میں لاش کی توہین ہے:

"امرأة ماتت وقد أتى على حملها سبعة أشهر، وكان الولد يتحرك في بطنها، فدفنت ولم يشق بطنها، ثم رؤيت في المنام أنها تقول: ولدت، لا ينبش القبر؛ لأن الظاهر أنها لو ولدت كان المولود ميتاً" اهـ. فتاوی قاضی خان: ۱/۲۲۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/ذی الحجہ/۵۶ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

طبی تحقیق کے لئے میت کو چیرنا

سوال [۸۸۴۷]: تحقیق طلب امر یہ ہے کہ طبیہ کالجوں میں آج کل فن تشریح پڑھانے کے لئے مردہ کا ڈھانچہ سامنے رکھا جاتا ہے اور اس کی چیر پھاڑ کرکے طلباء کو سمجھایا جاتا ہے اور یہ چیز آج کل طبی تعلیم کے لئے ضروری ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شرعاً مردہ جسم کی بیع وشراء اور اس کا طبیہ کالج میں رکھنا اور چیر پھاڑ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بہشتی زیور: ۹/۱۰۳ طبی جوہر میں اس کو ممنوع لکھا ہے(۲)، لیکن موجودہ دور میں اس سے بچنا مشکل

---

(۱) (فتاوی قاضی خان علی ہامش الفتاوی العالمگیریة، کتاب الصلوة، باب فی غسل المیت: ۱/۱۹۵، رشیدیہ)

(راجع للبسط: بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان: ۶/۵۱۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع: ۸/۳۷۱، رشیدیہ)

(۲) "انسان بجمیع اجزائه" محترم ہے، خواہ کافر ہو یا مسلمان، زندہ ہو یا مردہ، جیسا اس کا چیرنا پھاڑنا یا مردہ کا ڈھانچہ بغرض تشریح مطب میں رکھنا، چیرنا پھاڑنا، جیسے مردہ ماں کے پیٹ میں سے کاٹ کر نکالنا، عورت کا دودھ سوائے بچے کے ایام رضاع میں بطور دوا استعمال کرنا، مثلاً آنکھ میں یا کان میں ڈالنا سب ناجائز ہیں"۔ (بہشتی زیور، حصہ نہم، طبی جوہر، حیوانات کا بیان، ص: ۱۵۸، دار الاشاعت کراچی)

ہے، اگر کوئی جواز کی صورت ہو تو تحریر مدلل فرما کر ممنون فرمائیں۔

محمد عبداللہ رحمت، بلاتلمذ حضرت نظام الدین ، نئی دہلی نمبر ۱۳۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردہ جسم کی بیع وشراء جائز نہیں، باطل ہے(۱)، طبی تعلیم کے لئے اس کو سامنے رکھ کر چیر پھاڑ کے تجربہ ومشق کے لئے بھی جائز نہیں(۲)، اس نوع کی تعلیم ہی واجب نہیں کہ اس کی خاطر حرام فعل کو جائز کرنے کی کوشش کی جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۲ھ۔

---

(۱) "ولا يجوز بيع شعر الإنسان ولا الانتفاع بها؛ لأن الآدمي مكرم لا مبتذل، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً" الخ . والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً، فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له". (فتح القدير، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۶/۴۲۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً: ۵/۵۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات، ۵/۳۵۴، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "كسر عظم الميت ككسره حياً". (مشكوة المصابيح، كتاب الجنائز، باب الكباء على الميت، ص: ۱۴۹، قديمي)

(وابن ماجة، كتاب الجنائز، باب في النهي عن كسر عظام الميت، ص: ۱۱۶، قديمي)

(مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۸۴/۶، مسند سيدة عائشة رضي الله تعالى عنها، (رقم الحديث: ۲۴۲۸۷)، دار إحياء التراث العربي)

(۳) جو چیز ناجائز کام کا سبب بنے وہ بھی ناجائز ہے: "كل ما يؤدي إلى ما يجوز لا يجوز". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

"واستدل بالآية على أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة، وجب تركها، فإن ما يؤدي إلى =

ڈاکٹری تعلیم کے لئے مردہ کا جسم چیرنا

سوال[۸۸۴۸]: ڈاکٹری علاج میں اور تعلیم میں مردہ کا بدن کاٹنا اس تعلیم کا جزوِ اعظم ہے۔ از روئے دین قیّم یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۳/۸۹ھ۔

ڈاکٹری سیکھنے کے لئے لاش ہسپتال میں دینے کی وصیت

سوال[۸۸۴۹]: یہاں ایک کافرہ عورت مسلمہ ہوگئی، اس نے مسلمہ ہونے سے پہلے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری لاش ہسپتال کو دے دی جائے تاکہ لوگ ڈاکٹری کرسکیں اور آنکھ وغیرہ کام آسکے۔ تو ایک مسلمان کو اس طرح اپنا جسم ہسپتال کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ لاش دو سال تک رکھی جاسکتی ہے۔

— "الشر شر". (روح المعاني: ۷/۲۵۴، تحت قوله تعالىٰ: ﴿ولا تسبوا الذين﴾ الخ، (سورة الأنعام: ۱۰۸)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(ومرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الأول: ۶/۱۱، (رقم الحديث: ۲۷۶۳)، رشيديه)

(۱) "ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها؛ لأن الآدمي مكرم لا مبتذل، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً . اهـ". (فتح القدير، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۶/۴۲۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً: ۵/۵۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۴، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ وصیت قابلِ عمل نہیں، ہرگز لاش ہسپتال میں نہ دی جائے (۱)، بلکہ انتقال کے بعد جلد از جلد غسل، کفن اور نمازِ جنازہ کے بعد قبر میں دفن کردی جائے، میت کی آنکھ وغیرہ کوئی عضو اس کے جسم سے علیحدہ کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۵ھ۔

مصنوعی دانت لگانا

سوال [۸۸۵۰]: مسئلہ: چوکڑا (مصنوعی دانت) لگانا جائز ہے یا نہیں؟ تلاوت ونماز کے وقت لگا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۹۲ھ۔

---

(۱) "أحدها: أن یوصی بما هو معصیة عندنا وعندهم کالوصیة للمغنیات والنائحات، فهذا لا یصح إجماعاً". (مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی: ۴/۱۵۳، غفاریه کوئٹه)

"والثانی باطل بالاتفاق، وهو ما إذا أوصی بما لیس قربة عندنا وعندهم، کما إذا أوصی للمغنیات والنائحات". (رد المحتار، کتاب الوصایا، فصل فی وصایا الذمی وغیره: ۶/۶۹۹، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی: ۷/۲۲۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی: ۹/۳۰۳، رشیدیه)

(۲) (راجع، ص: ۳۳۵، رقم الحاشیة: ۲)

(۳) "ولو سقط سنه، یکره أن یأخذ سن میت فیشدها مکان الأولی بالإجماع، وکذا یکره أن یعید تلک السن الساقطة إلی مکانها ..... ولکن یأخذ سن شاة ذکیة، فیشدها مکانها، الخ". (بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان: ۶/۴۲۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۶/۳۶۲، سعید)

(وأیضاً فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، باب ما یکره فی الثیاب والحلی والزینة الخ: ۳/۴۱۳، رشیدیه)

الفصل الثالث في التداوي بالمحرم وغيره

(حرام وحلال سے دوا کرنے کا بیان)

کیا دوا نہ کرنے سے ہلاک ہونے پر مواخذہ ہے؟

سوال[۸۸۵۱]: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ ”صحت دواؤں سے نہیں ملا کرتی“، ایسی صورت میں کیا دوا کرنا بے کار ہے، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ پاک چاہیں گے تو دوا نکمی ہو سکتی ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ بلا سبب کے بھی شفاء دے سکتے ہیں۔ افضل یہی معلوم ہوتا ہے کہ سبب اختیار نہ کیا جائے اور دوا ترک کر دی جائے، لیکن اگر کوئی سبب اختیار نہ کرے اور ہلاک ہو جائے اور وہ شخص تو کل کے سبب اختیار نہ کرے تو اس پر مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ سبب یقینی نہیں اور اس کو اختیار نہ کرنے سے آدمی ہلاک ہو گیا تو مواخذہ نہیں ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) ”رجل استطلق بطنه أو رمدت عيناه، فلم يعالج حتى أضعفه ومات، لا إثم عليه. رجل قال له الطبيب: قد غلب عليك الدم فأخرجه، وإلا لتهلك، فلم يخرجه حتى مات، لم يأثم“. (الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب التداوي والعلاج: ص: ۷۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة: ۴۰۳/۳، رشيدية)

حالتِ اضطرار میں شراب بطور دوا پینا

سوال [۸۸۵۰]: اگر کوئی شخص مسلمان سخت بیمار ہوا اور جانکنی کی حالت ہو اور حکیم بتلانے کہ اگر اس کو اتنی مقدار شراب پلا دو تو شاید اس کو آرام ہو جائے، تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دیندار ماہر تجربہ کار مسلمان طبیب تجویز کرے کہ شفاء صرف شراب میں منحصر ہے، دوسری طرح شفاء نہیں ہو سکتی تو بقدرِ ضرورت دوا کے طور پر شراب کا استعمال درست ہے، اور شفاء یقینی نہیں، کذا فی رد المحتار: ۲۷۴/۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

گھوڑی کی زبان علاج کے لئے استعمال کرنا

سوال [۸۸۵۱]: معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ گھوڑی جب بچہ جنتی ہے تو اس کے منہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کٹ کر گر جاتا ہے جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ زبان کا حصہ ہوتا ہے، اس

---

(۱) "وفي التهذيب: يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه، وإن قال الطبيب: يتعجل شفاؤك به، فيه وجهان، وهل يجوز شرب القليل من الخمر للتداوي؟ فيه وجهان، كذا ذكره الإمام التمرتاشي". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيدية)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۱۶/۶، غفاريه كوئٹه)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير".

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجهاد، باب الجنايات: ۵۱۲/۲، سعيد)

(وأيضاً رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

مکوڑے کو گھس کر پلانے سے متعدد امراض سے افاقہ ہو جاتا ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ دوا اس کا پلانا مریض کو جائز ہے یا نہیں؟

عبداللہ صاحب، انجان شہید، اعظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس واقعہ کی تو تحقیق نہیں ہے، البتہ اس کی زبان جو کٹ کر گر جائے، وہ مردار اور حرام ہے، اگر دیندار ماہر معالج تجویز کرے کہ فلاں مرض سے صحت حرام چیز میں منحصر ہے، کسی اور طرح شفاء نہیں ہو سکتی تو بدرجۂ مجبوری بقدرِ ضرورت ایسی دوا کا استعمال کرنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

ہومیو پیتھک کی حرام دواؤں کا استعمال

سوال[۸۸۵۴]: ایک قطرہ کتیا کا دودھ یا ایک قطرہ خون سل(۲) کے مریض کا، یا ایک قطرہ پیپ کا ان کو اگر نوے قطرہ اسپرٹ میں ملا دیا جائے تو ان دواؤں کا استعمال مسلمانوں کے لئے یا غیر مسلموں کے لئے کرنا

---

(۱) "یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتۃ للتداوی إذا أخبرہ طبیب مسلم أن شفاءہ فیہ، ولم یجد من المباح ما یقوم مقامہ". (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن عشر في التداوی والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشیدیہ)

(وکذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع: ۳۸۹/۶، سعید)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا یجوز إذا لم یعلم أن فیہ شفاءہ، أما إذا علم أن فیہ شفاءہ ولیس لہ دواء آخر غیرہ، فیجوز الاستشفاء بہ". (المحیط البرھاني، کتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوی والمعالجات: ۱۱۲/۶، غفاریہ کوئٹہ)

"ویقدم المیتۃ علی الصید، والصید علی مال الغیر ولحم الإنسان، قیل: والخنزیر".

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الجھاد، باب الجنایات: ۲۲/۲، سعید)

(وأیضاً رد المحتار، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، مطلب في التداوی بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعید)

(۲) "سل: ایک بیماری جس سے پھیپھڑوں میں زخم ہو جاتے ہیں اور منہ سے خون آنے لگتا ہے، تپ دق، مرض"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۰۵، فیروز سنز لاہور)

کیا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دوا حرام ہے، اس کا استعمال کرنا اور کرانا جائز نہیں، نہ مسلم کے لئے نہ غیر مسلم کے لئے۔ حرام چیز جانور کو بھی کھلانا منع ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ مردار چوپائے کے سامنے بھی نہ لاکر ڈالا جائے (۱)۔ اگر ایسا مرض کسی کو لاحق ہو کہ مسلم حاذق متدین معالج بتائے کہ شفاء اسی دوا میں منحصر ہے تو پھر گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "وقیل: لاتحمل الخمر إلیها، أما إذا قیدت إلی الخمر، فلا بأس به کما في الکلب والمیتة".

(الهدایة، کتاب الأشربة: ۴/۴۹۶، إمدادیه)

"قال بعض المشایخ: لو قاد الدابة إلی الخمر، لابأس به". (رد المحتار، کتاب الأشربة: ۶/۴۴۹، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الأشربة: ۵/۴۱۱، رشیدیه)

"کما في الکلب والمیتة: أي لایحمل المیتة إلی الکلب". (الکفایة مع فتح القدیر، کتاب الأشربة، فصل طبخ العصیر: ۹/۳۰، نوریه رضویه)

(۲) "یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوي إذا أخبره طبیب مسلم أن شفاءه فیه، ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع: ۶/۳۸۹، سعید)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا یجوز إذا لم یعلم أن فیه شفاء، أما إذا علم أن فیه شفاء ولیس له دواء آخر غیره، فیجوز الاستشفاء به". (المحیط البرهاني، کتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفاریه کوئٹه)

"ویقدم المیتة علی الصید، والصید علی مال الغیر ولحم الإنسان، قیل: والخنزیر".

(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات: ۲/۵۹۲، سعید)

ہومیوپیتھک دوا کا استعمال

سوال[۸۸۵۵]: ہومیوپیتھک کی دواؤں کے استعمال سے بعض لوگ منع کرتے ہیں، اس کے متعلق علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان میں کسی ناپاک حرام چیز کی آمیزش ثابت نہ ہو تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہومیوپیتھک دواؤں کا استعمال

سوال[۸۸۵۶]: عرض یہ ہے کہ ہومیوپیتھک دوائیں اپنی فروخت کے لئے خریدی، پھر اس ڈبہ والے پر نظر کی تو ایک شربت کی بوتل میں ۷۰ فیصد الکحل لکھا ہوا پایا۔ اس الکحل کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ اصل نجس ہے۔ براہ کرم رہبری فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

الکحل کے متعلق ذاتی کوئی تحقیق نہیں، مختلف لوگوں سے مختلف باتیں سنی ہیں، کسی نے بتایا کہ شراب کا جوہر ہے، کسی نے بتایا کہ یہ شراب کی ایک قسم ہے، کسی نے بتایا کہ یہ گلے سے بنایا جاتا ہے، جب تک یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ اشربہ محرمہ میں سے کوئی شراب ہے، اس وقت تک اس کی حرمت کا فتویٰ دینا مشکل ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۲/۱۳۹۶ھ۔

= (وانظر أيضاً خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۴/۳۶۲، رشيديه)

(۱) سيأتي تخريجه تحت عنوان: "ہومیوپیتھک دواؤں کا استعمال"

(۲) تکملہ فتح الملہم کی عبارت سے آج کل الکحل کی ملی ہوئی دواؤں وغیرہ اشیاء کی حالت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

"وأما غير الأشربة الأربعة، فليست نجسة عند الإمام أبي حنيفة رحمه الله تعالى. وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة (ALCOHALS) التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من =

بیمار کے لئے شراب کا استعمال

سوال[۸۸۵۷]: اگر کوئی شخص بیمار ہے اور شراب سے اس کو وقتی طور پر یا مستقل شفا ہے تو مریض کو شراب استعمال کرنی لازم ہے (یہ بات نماز جمعہ میں امام صاحب نے کہی ہے)۔ سائل معلوم کرنا چاہتا ہے کہ شراب، سور، زنا، سود، ان چاروں حرام چیزوں میں سے کیا چیز کن حالات میں جائز ہے، یا ان حرام اشیاء کے کسی ایک چیز کے استعمال کے بجائے مرجانا بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کرنا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے، ﴿ولا تقربوا الزنا﴾ الاٰیة(۱)۔ سود لینا بھی جائز نہیں، بلکہ حرام

= الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر، فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها. وإن اتخذت من غيرهما، فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ولا يحرم استعمالها لتداوي أو لأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الإسكار؛ لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى، ولا يحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله. وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب أو التمر، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره، كما ذكرنا في باب بيع الخمر من كتاب البيوع، فحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى عند عموم البلوى، والله سبحانه أعلم". (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، حكم الكحول المسكرة: ۳/۶۰۸، دار العلوم كراچی)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشةً وساء سبيلاً﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

"وعنه (أبي هريرة رضي الله تعالى عنه) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لايزني الزاني حين يزني وهو مؤمن". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر، ص: ۱۷، قديمي)

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا زنى العبد خرج منه الإيمان، فكان فوق رأسه كالظلة، فإذا خرج من ذلك العمل رجع إليه الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر، الفصل الثاني، ص: ۱۸، قديمي)

ہے: ﴿وحرم الربوا﴾ (۱)، اور کھانا بھی جائز نہیں بلکہ حرام ہے ﴿قل لا أجد فيما أوحي إلي محرماً على طاعم يطعمه، إلا أن يكون ميتة أو دماً مسفوحاً أو لحم خنزير﴾ الخ (۲)، شراب پینا بھی جائز نہیں، بلکہ حرام ہے: ﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه﴾ الآية (۳)۔

اگر اضطرار کی حالت ہو کہ جان پر بن گئی ہو تو جان بچانے کی مقدار مردار، سور، شراب کا استعمال کرنا درست ہے، نیز حاذق دیندار معالج تجویز کردے کہ بیمار کے لئے شفا فلاں حرام میں منحصر ہے تو دوا کے طور پر اجازت ہے، کذا فی رد المحتار (٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۹۶ھ۔

---

(۱) (سورة البقرة: ۲۷۵)

"عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال: "هم سواء". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربوا، ص: ۲۴۴، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "الربوا سبعون جزءاً أيسرها أن ينكح الرجل أمه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربوا، ص: ۲۴۶، قديمي)

(۲) (سورة الأنعام: ۱٤۵)

وقال الله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم الميتة والدم﴾ الآية (سورة المائدة: ۳)

(۳) (سورة المائدة: ۹۰)

قال الله تعالىٰ: ﴿يسئلونك عن الخمر والميسر، قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس، وإثمهما أكبر من نفعهما﴾. (سورة البقرة: ۲۱۹)

"عن حذيفة رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته: "الخمر جماع الإثم". (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، الفصل الثالث، ص: ۴۴۳، قديمي)

(٤) "ونصه وفي التهذيب: يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه. وإن قال الطبيب: يتعجل شفاءك به فيه وجهان. وهل يجوز =

مریض کے لئے شراب کا حکم

سوال[۸۸۵۹]: عمرو مرنے کے قریب ہے، وہاں کوئی حکیم یا ڈاکٹر نے بتلایا کہ اس کو اگر شراب پلا دو تو شاید اس کی جان بچ جائے۔ ایسے وقت میں ایسا کرنا شرعی حکم کیا ہے؟ اور عمرو کہتا ہے کہ مرجاؤں، شراب نہیں پیوں گا۔ اس کا ایسا کہنا اور مرجانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس حالت میں کہ حکیم یا ڈاکٹر کو بھی شراب پلانے کے باوجود شفاء کا یقین نہیں تو محض ان کے کہنے سے کہ شاید جان بچ جائے شراب پینا درست نہیں (۱) عمرو کا انکار صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۸ھ۔

= شرب القليل من الخمر للتداوي، الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيديه)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۱۶/۶، غفاريه كوئته)

"ويطعم الميتة على الصيد، والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير" (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الجهاد، باب الجنايات: ۲۲۲/۲، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

(وانظر أيضاً خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۳۶۲/۴، رشيديه)

(۱) "الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۱۶/۶، غفاريه كوئته)

"يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في =

دوا میں شراب کا استعمال

سوال[۸۸۵۹]: ایک طبیب مسلمان بعض امراض سے متعلق اپنے آپ کو حاذق کہتے ہیں، دوا میں شراب کا استعمال کرتا ہے جو کہ نجس ہے اور اس شراب کے حالت مقدار (۱) ہی میں بغیر دھوئے ہوئے نماز کا حکم دیتا ہے کہ ایسی ہی حالت میں نماز پڑھو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

طبیب مذکور اگر یہ کہتا ہے کہ اس مرض کے لئے کوئی دوا حلال نہیں ہے، بلکہ شفا شراب ہی میں منحصر ہے تو شراب کا تداوی درست ہے۔ اور اس کے دھونے میں اگر ضرر کثیر ہو تو بغیر دھوئے نماز درست ہے:

"واختار في النهاية وفتاوى قاضي خان الجواز (التداوي بالمحرم) يجوز إذا علم فيه الشفاء ولم يجد دواءً غيره". رد المحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۲/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۲/۵۳ھ۔

- التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشیدیه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير"

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۵۴۲/۲، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

(۱) "تقدار: ایسی دوا کو تو مزار کے جسم پر لگاتا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۱۹/۲، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيديه)

شراب کا بطورِ دوا خارجی استعمال

سوال[۸۸۹۵]: بدن پر شراب کی مالش جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ بہت سے لوگ اپنا تجربہ بتلاتے ہیں کہ اس کے استعمال سے چوٹ وغیرہ کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

شراب کی مالش ناجائز ہے، چوٹ کے درد کے لئے دوسری دوائیں بھی مجرب ہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۵/۲/۸۹ھ۔

شراب برائے علاج اور بلا عذر شراب نوشی سے معافی کی صورت

سوال[۸۸۹۶]: شراب نوشی شریعت کی رو سے حرام ہے، مگر کسی معقول وجہ سے یا صحت کی درستگی کی غرض سے کوئی ڈاکٹر شراب نوشی کا مشورہ دے، تو بھی کیا حرمت باقی رہے گی؟ اگر کوئی غلطی سے یا ساتھیوں کے چکر میں آ کر شراب پی لے، تو کیا معافی کی کوئی صورت نہیں، اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ ہم لوگ جہاں ہیں مفت شراب دی جاتی ہے اور کافی پیتے بھی ہیں، لیکن بچنے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ زیادہ مقدار میں ذائقہ برداشت نہیں ہوتا، اس لئے پیتے ہیں، کیا اس صورت میں جواز کی صورت نکل سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شراب کا پینا حرام اور موجبِ لعنت ہے، مفت ملی ہوئی شراب ہو یا ساتھیوں کی خاطر ہو، ہرگز جائز نہیں،

---

(۱) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله أنزل الداء والدواء، فجعل لكل داء دواء، فتداووا، ولا تتداووا بحرام" (سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة: ۵۴۳/۲، مكتبه امداديه ملتان)

قال الشيخ السهارنفوري رحمه الله تعالى تحت الحديث المذكور: "فما حرم الانتفاع به مطلقاً كالخمر والحرير والميتة، حرم الانتفاع به مطلقاً كيفما كان". (بذل المجهود، كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة: ۵/۴، معهد الخليل الإسلامي)

(وكذا في زاد المعاد في هدي خير العباد، فصل: لكل داء دواء، ص ۴۳۰، دار الفكر بيروت)

کبیرہ گناہ ہے(۱)، شریعت کا حکم نافذ ہو تو کوڑے لگائے جائیں(۲)۔ اگر کوئی شخص بیمار ہے اور دیندار تجربہ کار ماہر معالج تجویز کردے کہ شراب کے علاوہ کوئی علاج نہیں، تو مجبوراً بقدرِ ضرورت گنجائش ہے(۳)۔ کسی

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون﴾ (سورة المائدة: ۹۰)

"عن عبد الرحمن بن عبد الله الغافقي وأبي طعمة مولاهم أنهما سمعا ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما یقول: قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لعنت الخمر علی عشرة أوجه: بعینها، وعاصرها ومعتصرها، وبائعها، ومبتاعها، وحاملها، والمحمولة إلیه، وآکل ثمنها، وشاربها، وساقیها"".

(سنن ابن ماجه، کتاب الأشربة، باب: لعنت الخمر علی عشرة أوجه: ص: ۲۴۲، قدیمي)

"عن أبي الدرداء رضي الله تعالیٰ عنه قال: أوصاني خلیلي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "لاتشرب الخمر، فإنها مفتاح کل شر" (سنن ابن ماجه، کتاب الأشربة، باب: لعنت الخمر علی عشرة أوجه: ص: ۲۴۳، قدیمي)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ضرب في الخمر بالجرید والنعال، وجلد أبو بکر أربعین". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الحدود، باب حد الخمر، ص: ۳۱۵، قدیمي)

"عن السائب بن یزید رضي الله تعالیٰ عنه قال: کان یؤتی بالشارب علی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وإمرة أبي بکر وصدراً من خلافة عمر، فنقوم علیه بأیدینا ونعالنا وأردیتنا، حتی کان آخر إمرة عمر رضي الله تعالیٰ عنه فجلد أربعین، حتی إذا عتوا وفسقوا جلد ثمانین". (مشکوٰة المصابیح، المصدر السابق)

(وصحیح البخاري، کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید والنعال: ۲/۱۰۰۲، قدیمي)

(۳) "یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوي إذا أخبره طبیب مسلم أن شفائه فیه، ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع: ۶/۳۸۹، سعید)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا یجوز إذا لم یعلم أن فیه شفاءً، أما إذا علم أن فیه شفاءً ولیس له دواء آخر غیره، فیجوز الاستشفاء به". (المحیط البرهاني، کتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر –

شراب کیا چیز ہے؟

سوال [۸۸۶۱]: ۱ ... شراب کی کیا تعریف ہے؟

زخم کے لئے اسپرٹ کا استعمال

سوال [۸۸۶۲]: ۲ ... کیا اسپرٹ جو زخموں پر استعمال کی جاتی ہے۔شراب ہے اور اس کا استعمال زخموں پر نا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... عربی لغت میں ہر بہنے والی اور پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور اصطلاح فقہ میں ہر نشہ آور کو شراب کہتے ہیں(۱)۔چار قسم کی شراب حرام ہے خمر(طلاء)،سکر،نقیع زبیب(۲)۔

"وعبارة المازري: اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (روح المعاني: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(۱) "الشراب: ما شرب من أي نوع كان، و على أي حال كان". (لسان العرب، حرف الباء: ۴۸۸/۱، دار صادر بيروت)

(وكذا في القاموس الفقهي، حرف الشين: ص: ۱۹۲، إدارة القرآن كراچي)

"الشراب لغةً: كل مائع يشرب، واصطلاحاً ما يسكر". (الدر المختار، كتاب الأشربة: ۴۴۸/۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأشربة: ۳۹۹/۸، رشيديه)

(ومجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأشربة: ۲۲۳/۴، غفاريه كوئته)

(۲) "الشراب ما يسكر، والمحرم منها أربعة: الخمر وهي النيء من ماء العنب إذا غلا واشتد ..... والطلاء ..... والسكر ..... ونقيع الزبيب". (البحر الرائق، كتاب الأشربة: ۴۰۰/۸، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الأشربة: ۴۴۸/۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأشربة: ۲۲۳/۴، غفاريه)

۲…… شراب اور اسپرٹ کے احکام کی تفصیل بہشتی جوہر ضمیمہ ثانیہ حصہ نہم، اختری بہشتی زیور میں دیکھئے، وہاں نہایت بسط وتفصیل سے اس کو بیان کیا ہے، تاہم اگر کوئی جگہ مجمل ہو تو اس کو دریافت کر لیجئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/محرم/۶۸ھ۔

لیکن ان چیزوں کے علاوہ بھی جتنی شرابیں نشہ لانے والی ہیں سب حرام ہیں، فتویٰ اسی پر ہے، بلا شدت مجبوری دواءً بھی استعمال جائز نہیں (۲)۔ سعید احمد غفرلہ، ۱۲/محرم/۶۸ھ۔

بیمار کے لئے حرام گوشت، چربی، بال کا استعمال

سوال [۸۸۲۴]: ۱…… زید بیمار ہے، اکثر ڈاکٹر و حکماء نے بتایا ہے کہ سور کا گوشت و چربی کو استعمال کرو، کیا گوشت سور و چربی کا استعمال کرنے سے شریعت روکتی ہے یا نہیں؟ نیز لوگوں کا خیال ہے کہ انگریزی دواؤں میں شراب کا جزو ہوتا ہے، اس کو استعمال کرنا چاہیے یا نہیں؟

۲…… چربی کی مشین میں بسکٹ و تیل وغیرہ بنائے جاتے ہیں، نیز ولائتی بسکٹ میں احتمال ہے کہ سور وغیرہ کی چربی ملی ہوتی ہے۔ نیز وہ چیزیں جو ولایت سے کھانے کی تیار ہو کر آتی ہیں، نہ معلوم اس میں کیا چیزیں

---

(۱) "اسپرٹ، شراب اور بعض کی ... سے نکلتی ہے، جو کہ اس کی سپرٹ شیخین کے نزدیک استعمال جائز ہے، لیکن فتویٰ امام محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے، اگر کوئی مثل تجارت کے ذریعہ جاوے، تو چونکہ یہ فتویٰ سد باب فتنہ کے لئے ہے، اس لئے بقدر گنجائش استعمال ہوتا ہے"۔ (بہشتی زیور ملحق جوہر حصہ نہم، ص: ۲۵۷، دارالاشاعت کراچی)

نوٹ: بہشتی زیور کے محشی نے طویل حاشیہ لکھا ہے اس کو بھی ملاحظہ کیجئے۔

(۲) "عن سعيد بن أبي بردة عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه لما بعثه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومعاذ بن جبل قال لهما: "يسرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا". قال أبو موسى: يا رسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل، يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "يسروا ولا تعسروا": ۲/۹۰۳، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر حرام: ۲/۱۶۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الأشربة، باب ما جاء في المسكر: ۲/۱۶۲، سعيد)

ہوتی ہے۔ایسی چیزوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ولایتی کمبل میں بھی لوگ کہتے ہیں کہ سور یا کتے کا رواں ملا ہوتا ہے(۱)۔جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...اگر حاذق، دیندار، مسلم طبیب یا ڈاکٹر تجویز کرے کہ بغیر سور کے گوشت کے شفاء ممکن نہیں اور کوئی دوسری حلال چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی تو اس کا استعمال درست ہے۔اور تاڑی میں اگر شراب کی طرح نشہ ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے،اگر اس میں نشہ نہیں تو اس کا استعمال بلا شرط مذکور بھی درست ہے،هکذا فی الهندیة، ص: ۲۳۶؛ کتاب الکراهیة۔

انگریزی دوا میں اگر شراب ہونے کا یقین ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے(۲)۔اور اگر یقین نہیں،محض شبہ ہے تو احتیاط اولیٰ ہے(۳)،ضرورتِ شدیدہ مثلِ مذکورہ بالا میں اس کا استعمال درست ہے(۴)۔

۲.....اگر نشہ آور تاڑی-جو کہ حرام ہے-اس میں ڈالی گئی ہے،اس کا استعمال ناجائز ہے(۵)۔اور

---

(۱)"رواں۔بدن کے جسم کے باریک بال"۔(فیروز اللغات، ص: ۷۲۳، فیروز سنز لاہور)

(۲) "یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم أن شفائه فیه، ولم یجد من المباح مایقوم مقامه". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی السراجیة، کتاب الحظر والإباحة، باب فی التداوی والعلاج، ص: ۷۲، سعید)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهیة، الفصل الخامس فی الأکل: ۴/۳۶۲، رشیدیه)

(۳) "عن أبی الحوراء السعدی قال: قلت للحسن بن علی رضی الله تعالیٰ عنهما: ماحفظت من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم؟ قال: حفظت من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "دع مایریبک إلی مالا یریبک". (جامع الترمذی، أبواب صفة القیامة، باب: ۲/۷۸، سعید)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالیٰ، مسند الحسن بن علی رضی الله تعالیٰ عنهما: ۱/۳۲۹، (رقم الحدیث: ۱۷۲۵)، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۴) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

(۵) "عن سعید بن أبی بردة عن أبیه عن جده رضی الله تعالی عنه لما بعثه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه =

دوسری اشیاء میں بھی کسی ناجائز چیز یعنی وغیرہ ڈالا جانا تحقیق ہے تو اس کا استعمال ناجائز ہے(۱)۔ اگر نہ ڈالا جائے

= وسلم ومعاذ بن جبل، قال لهما: "يسرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا". قال أبو موسى: يا رسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر. فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "يسروا ولا تعسروا": ۲/۹۰۳، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر حرام: ۲/۱۶۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الأشربة، باب ماجاء في السكر: ۲/۱۶۲، إمداديه ملتان)

( ) "**سوال**: جن بنگلوں نان پاؤ بسکٹ تاڑی کا خمیر ہو، ان کا کھانا کیسا ہے؟ کلکتہ کے علماء نے اس کے حلت کا فتویٰ دیا ہے؟"

جواب: حنفی مذہب کے مطابق جو اشیاء اور اشربہ نشہ آور ہیں سب نجس ہیں اور ان کا ایک قطرہ بھی حرام ہے، اگر چہ نشہ بھی نہ پیدا کرے، کیونکہ ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ و مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "ما أسكر كثيره فقليله حرام" جس کا کثیر مسکر ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے۔ اور شیخ الاسلام بدرالدین محمود عینی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں:

قال محمد والأئمة الثلاثة رحمهم الله تعالى: كل ما أسكر كثيره فقليله حرام من أي نوع كان، لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام". رواه مسلم.

"وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أسكر كثيره فقليله حرام" رواه أحمد وابن ماجة والدار قطني وصححه، والفتوى على قول محمد رحمه الله"

اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ جس چیز کا کثیر مسکر ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے جس قسم سے ہو، حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہے: "مسکر خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "جس کا کثیر مسکر ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے"۔ اسے احمد اور ابن ماجہ اور دار قطنی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

"قال محمد رحمه الله تعالى: ما أسكر كثيره فقليله حرام، قالوا: وبقول محمد نأخذ، ومذهب محمد أنه حرام ونجس".

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جس کا بہت نشہ لائے اس کا تھوڑا بھی حرام ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ ہم امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے اخذ کرتے ہیں اور ان کا مذہب یہ ہے کہ ایسی چیز حرام اور نجس ہے۔ اور جامع صغیر میں ہے:

"جملة أنواع النجاسات خمسة وعشرون، الخمر وما عداه من الأشربة المحرمة".

نجاست کی پچیس قسمیں ہیں، اول شراب اور اس کے علاوہ پینے کی دوسری حرام چیزیں۔ اور شرح جامع صغیر حسامی میں ہے:

"قيل هي: أي الأشربة وراء الخمر مثل الخمر في النجاسة؛ عن أصحابنا فيه روايتان، في إحدى الروايتين: نجاسة غليظة تمنع إذا زاد على قدر الدرهم، وفي رواية أخرى: خفيفة معتبرة بالكثير الفاحش".

پینے کی دوسری نشہ آور چیزوں میں شراب کے مثل نجس ہونے میں ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ سے دو روایتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ نجاست غلیظہ ہیں کہ جب ایک درہم سے زائد ہوں تو مانع طہارت ہیں، اور دوسری یہ کہ نجاست خفیفہ ہیں جب بہت زائد ہوں تو مانع طہارت ہیں۔

جب ان عبارتوں سے حرمت ونجاست تاڑی کی ثابت ہو گئی تو ثابت ہو گیا کہ بسکٹ اور نان پاؤ وغیرہ جس کے خمیر میں تاڑی مخلوط ہو اس کو کھانا خمیر خمر کی طرح ناجائز ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

"بخلاف الدقيق إذا عجن بالخمر وخبز، فإنه يكون نجساً ولا تطهر"

برخلاف آٹے کے جب کہ شراب سے گوندھا جائے اور پکایا جائے کیونکہ وہ نجس ہوگا طاہر نہ ہوگا۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے "إذا عجن الدقيق بالخمر لا يؤكل"۔

جب آٹا شراب سے گوندھا جائے تو اسے کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ جب خمر اور تاڑی دونوں نجس ہیں تو ان کے خمیر سے روٹی مخلوط بھی نجس اور اس کا کھانا حرام ہوگا اور سرکہ تاڑی یا شراب پر اس کا قیاس کرنا ان کے غلط ہے کہ سرکہ میں حقیقت بدل جاتی ہے، تبدیل حقیقت اور طہارت کا حکم دیا جاتا ہے، بخلاف شراب اور تاڑی کے خمیر کے کہ اس میں حقیقت نہیں بدلتی، بلکہ مخلوط ہونے اور پکنے کی وجہ سے پورا اختلاط اور اتصال ہو جاتا ہے"۔ (مجموعة الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، حکم اس بسکٹ و نان پاؤ کا جس میں تاڑی کا خمیر ہو: ۲/۳۲۳، سعید)

تحقیق ہے تو اس کا استعمال جائز ہے اور محض شبہ کی وجہ سے ناجائز کا حکم نہیں لگایا جا سکتا(۱)، البتہ احتیاط بہتر ہے۔

"دع ما یریبک إلی ما لا یریبک"(۲)۔

کمبل اور دوسری کپڑوں میں بھی اگر ناپاکی تحقیق ہے تو بغیر باقاعدہ پاک کئے ان سے نماز درست نہیں، اگر تحقیق نہیں بلکہ شبہ ہے تو احتیاط کے خلاف ہے(۳)۔ اگر دواں سور کا یقیناً ہے تو وہ ناپاک ہے، کسی طرح پاک نہیں ہو سکتا(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

گدھی کا دودھ علاج کے لئے

سوال[۸۸۲۵]: زید عرصے سے بیمار ہے اب ایک ہندو ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر نے کہا ہے

---

(۱) "الیقین لا یزول بالشک .... ومعنی هذه القاعدة أن ما کان ثابتاً ومتیقناً فی الأصل لا یزول بالشک؛ لأن ما ثبت بیقین لا یزول إلا بیقین". (شرح المجلة (رقم المادة: ۴)، ۲۰، مکتبه حنفیه کوئٹه)

"ففی مسئلة أن الإباحة أصل فی الأشیاء: ﴿هو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً﴾ (التفسیرات الأحمدیة، سورة البقرة، ص: ۱۰، حقانیه پشاور)

"الأصل فی الأشیاء الإباحة". (قواعد الفقه، ص: ۵۹، الصدف پبلشرز کراچی)

(۲) (جامع الترمذی، أبواب صفة القیامة، باب: ۲/۷۸، سعید)

(۳) "ثیاب الفسقة وأهل الذمة طاهرة، ودیباج أهل فارس نجس". (الدر المختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "تکره الصلاة فی ثیاب الفسقة؛ لأنهم لا یتقون الخمور. قال صاحب الهدایة: الأصح أنه لا یکره؛ لأنه لم یکره من ثیاب أهل الذمة إلا السراویل مع استحلالهم الخمر، فهذا أولیٰ. (قوله لجعلهم فیه البول) إن کان کذلک، لا شک أنه نجس". (رد المحتار، کتاب الطهارة، فصل فی الاستنجاء: ۱/۳۵۰، سعید)

"والصلاة فی سراویلهم نظیر الأکل والشرب من أوانیهم، إن علم أن سراویلهم نجسة، لا تجوز الصلاة فیها. وإن لم یعلم، تکره الصلاة فیها. ولو صلی، یجوز". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع عشر فی أهل الذمة: ۵/۳۴۶، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهیة، ۴/۳۶۹، رشیدیه)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر﴾ (سورة المائدة: ۳)

کہ جب تک دوا کے ساتھ گدھی کا دودھ نہ پیوے گا قطعی آرام نہ ہوگا، اب اس بیمار کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دیندار تجربہ کار معالج تجویز کرے کہ یہی علاج ہے اور کوئی علاج نافع نہیں تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

بطور علاج عورت کا دودھ استعمال کرنا

سوال[۸۸۶۶]: کسی تکلیف کے باعث شوہر کو اپنی بیوی کا دودھ خالص یا کسی اور شئے کے ساتھ حلق ودآنکھ وغیرہ میں استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز نہیں، اپنی عورت کا ہو یا کسی اور عورت کا ہو، سب کا ناجائز ہے(۲)، لیکن اس سے حرمت

---

(۱) "يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به" (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفاريه كوئته)

"ويقدم الميتة على الصيد، والصيد على مال الغير ولحم الإنسان، قيل: والخنزير" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲/۵۹۲، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

(۲) "ولم يبح الإرضاع بعد مدته؛ لأنه جزء آدمي والانتفاع به بغير ضرورة حرام على الصحيح" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الرضاع: ۳/۲۲۵، سعيد)

رضاعت ثابت نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱/۹۵ھ۔

دوا کے لئے بچھو کو جلانا:

سوال[۸۹۱۷]: زندہ بچھو کو سپرٹ میں ڈال کر دوا بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اسپرٹ میں ڈالنے سے بچھوؤں کو زیادہ تکلیف ہوگی جان دیر سے نکلے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچھو کو بھی بلاوجہ بیدردی تکلیف نہ دی جائے، مار کر اسپرٹ میں ڈال دیا جائے، پھر دوا بنائی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۹۰ھ۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الرضاع: ۲/۹۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، باب الرضاع: ۱/۴۲۱، رشيديه)

(۱) "وأما الذي يوجب حرمة المصاهرة، فهو أربعة أمور: أحدها: العقد الصحيح. ثانيها: الوطء سواء كان بعقد صحيح أو فاسد أو زنا. ثالثها: اللمس. رابعها: نظر الرجل إلى داخل فرج المرأة، ونظر المرأة إلى ذكر الرجل، الخ". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، مبحث فيما تثبت به حرمة المصاهرة: ۴/۵۸، دار الفكر بيروت)

(وانظر أيضاً الفقه النافع، كتاب النكاح. (رقم القاعدة: ۲۰۹): ۲/۴۰۵، بيروت)

"مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

الجواب: "شوہر کا خون بیوی کے بدن میں، یا بیوی کا خون شوہر کے بدن داخل کرنے سے نکاح پر شرعاً کوئی اثر نہیں پڑتا، نکاح بدستور قائم رہتا ہے، کیونکہ شریعتِ اسلام نے محرمیت کو نسب، مصاہرت، رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اس سے تجاوز کرنا درست نہیں اور رضاعت سے ثبوتِ محرمیت بھی مدتِ رضاعت کے ساتھ خاص ہے، مدتِ رضاعت یعنی ڈھائی سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، کما هو مصرح ومفصل في عامة كتب الفقه"۔ (انسانی اعضاء کی پیوندکاری، شوہر کا خون بیوی کے بدن میں، ص: ۴۸، دارالاشاعت کراچی)

(۲) "عن محمد بن حمزة الأسلمي عن أبيه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أمره على سرية =

کیکڑا اور کچھوا دوا کے طور پر کھانا

سوال[۸۸۱۸]: کیکڑے کو جلا کر شہد میں ملا کر استعمال کرنا پرانی کھانسی اور دمہ میں بہت مفید بتلاتے ہیں، نیز ایسے ہی کچھوے کو پکا کر اسی مرض میں کھانے کو بہت مفید بتلاتے ہیں۔ تو کیا کیکڑا اور کچھوا حلال ہیں، یا حلال نہ ہوں تو ان کا استعمال اس طرح پر جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی کے جانوروں میں احناف کے نزدیک مچھلی کے علاوہ کوئی اور جانور درست نہیں، کیکڑا اور کچھوا بھی درست نہیں، لیکن کیکڑا کو مار کر اگر جلا دیا جائے تو قلبِ ماہیت ہو کر اس کا حکم بدل جائے گا، اس کا کھانا ممنوع نہیں ہوگا۔ کچھوا کھانا بھی درست نہیں، لیکن اگر دیندار تجربہ کار ماہر معالج تجویز کردے کہ شفا اسی میں منحصر ہے تو اس کا کھانا درست ہوگا:

"لایحل التداوي به: (أي بلبن المرأة) في العين فرمدا، وفيه قولان: قیل بالمنع، وقیل بالجواز إذا علم فیه الشفاء، کما في المفتح هنا"۔

وقال بعضها: إن أهل الطب یثبتون نفعاً للبن البنت للعین، وهي من أفراد مسئلة الانتفاع بالمحرم للتداوي کالخمر، واختار في النهایة والخانیة الجواز إذا علم فیه الشفاء، ولم یجد دواءً غیره، بحر". شامي: ۴/۱۱۳(۱)۔

= قال: فخرجت فیها، وقال: "إن وجدتم فلاناً فأحرقوه بالنار". فولیت فناداني فرجعت إلیه، فقال: "إن وجدتم فلاناً، فاقتلوه ولا تحرقوه، فإنه لایعذب بالنار إلا رب النار". (سنن أبي داود، کتاب الجهاد، باب کراهیة حرق العدو بالنار: ۲/۲، سعید)

"وفي المبتغی: یکره إحراق جراد وقمل وعقرب". (الدرالمختار مع ردالمحتار، مسائل شتی: ۶/۷۵۲، سعید)

(وابن ماجة، کتاب الجهاد، باب التحریق بأرض العدو، ص: ۲۰۳، قدیمي)

(۱) (ردالمحتار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب في التداوي بلبن البنت للرمد قولان: ۵/۷۱، سعید)

"وهل يجوز شرب العليل من الخمر للتداوي؟ فيه وجهان، كذا ذكره الإمام التمرتاشي، وكذا في الذخيرة، وما قيل: إن الاستشفاء بالحرام حرام غير مجرى على إطلاقه، وأن الاستشفاء بالحرام إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إن علم وليس له دواء غيره يجوز. اهـ". شامي ۲۲۸/۵ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۲۵ھ۔

ناپاک شہد کا خارجی استعمال

سوال [۸۸۲۴]: کیا ناپاک شہد کو لیپ وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے(۲) اور اس کا طریقہ استعمال کیا ہو، یا اس کو پھینک دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپاک شدہ شہد بغیر پاک کئے کسی لیپ وغیرہ میں استعمال کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، مگر نماز کے لئے اس لیپ کی جگہ کو پاک کرلیا جائے۔ داخلی استعمال ناپاک شہد کا بغیر پاک کئے درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (رد المحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۲۸/۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۵/۵، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۱۱۹/۶، غفارية)

(۲) "لیپ: ضماد، پتلی لپائی" (فیروز اللغات، ص: ۱۱۶۳، فیروز سنز لاہور)

(۳) "(قوله: ويطهر لبن وعسل الخ) لو تنجس العسل فتطهيره أن يصب فيه ماء بقدره، فيغلى حتى يعود إلى مكانه، ... هكذا ثلاث مرات، الخ" (رد المحتار: ۳۳۴/۱، كتاب الطهارة، مطلب في تطهير الدهن والعسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۲/۱، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة، رشيدية)

معجون چند بید ستر یا ماہی روبیاں وبیر بہوٹی وغیرہ کا حکم

سوال[۸۸۷۰] : وہ معجون جس میں چند بید ستر، یا ماہی روبیاں، یا خراطین، یا بیر بہوٹی پڑی ہو، اس کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مع عبارت کتب حوالہ تحریر فرمائیں، تا کہ ان کی طرف رجوع میں آسانی ہو۔ بہشتی زیور حصہ دہم ص: ۱۳۰ مطبوعہ فیروز پرنٹنگ ورکس میں ایک نسخہ لکھا ہوا ہے جس میں چند بید ستر وماہی روبیاں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے(۱)، مگر شبہ یہ ہے کہ چند بید ستر، خراطین اکلاً حرام ہیں اور جیسے معجون وغیرہ میں ملایا جائے تو وہ بھی حرام ہوگا۔ لہذا مفصل بحوالہ کتب بعبارت کتب کو واضح فرما کر ناجور ہوں۔ فقط۔

راقم: محمد ابراہیم غفرلہ بڑی مسجد پانچ پٹی کالوپور احمد آباد، گجرات، ۱۲/ ذیقعدہ/ ۱۳۹۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہشتی زیور حصہ یازدہم معروف بہشتی گوہر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص: ۱۳۹، میں یہ نسخہ لکھا ہے(۲)، مگر اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ: "جند بید ستر کا کھانا جائز نہیں، بجائے اس کے کچلہ مدبر اور کشتہ فولاد چار رتی ڈالیں"۔

اور جند بید ستر کی تحقیق دیکھنی ہو تو مخزن الادویہ ص: ۳۱۳ میں دیکھئے، لکھا ہے:

"عیب آن خصیہ حیوانست، آبی مزدوج یعنی دو عدد متصل بہیئۃ کیس یعنی، الخ"(۳)۔

ایسی حالت میں اس کا کھانا جائز نہیں، البتہ اگر استحالہ ہو جائے جیسا کہ تحفہ حکیم محمد مومن سے نقل کیا ہے(۴) تو پھر اس کی ماہیت بدل جانے کی وجہ سے کھانا درست ہے۔

۔۔۔ وکذا فی الحلبی الکبیر، ص: ۱۷۳، کتاب الطہارۃ، فصل فی الآسار، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۱) (بہشتی زیور، حصہ یازدہم (اصلی بہشتی گوہر) بعنوان: "قبض ہاضمہ کیلئے چند دواؤں یا نسخوں کا بیان"، ص: ۸۲۸، دار الإشاعت کراچی)

(۲) (بہشتی زیور، المصدر السابق)

(۳) لم أظفر علی ہذا الکتاب

(۴) لم أظفر علی ہذا الکتاب

حیاۃ الحیوان الکبریٰ مصری ۱/۲۱۵ میں لکھا ہے:

"الجند بادستر حیوان کہیئۃ الکلب لیس کالکلب کلب الماء، یسمی القندز، ویاتی في سائر الطباق، ولایوجد إلا ببلاد القفجاق ومایلیھا، ویسمی السمور أیضاً، وھو علی ھیئۃ الثعلب أحمر اللون، لیس لہ یدان، ولہ رجلان وذنب طویل ورأس کرأس الإنسان ووجہ مدور، وھو یمشي منکباً علی صدرہ کأنہ یمشي علی أربع، ولہ أربع خصیات: اثنتان ظاھرتان، واثنتان باطنتان.

ومن شأنہ أنہ إذا رأی الصیادین لأجل الجند بادستر -وھو الموجود في خصیتیہ البارزتین- ھرب، فإذا جدوا في طلبہ قطعھما بفیہ ورمی بھما إلیھم؛ إذ لا حاجۃ لھم إلا بھما، فإذا لم یبصرھما الصیادون ودامو في طلبہ، استلقی علی ظھرہ حتی یریھم الدم، فیظنون أنہ قطعھما فینصرفون عنہ. وھو إذا قطع الظاھرتین أبرز الباطنتین عوضاً عنھما، وفي باطن الخصیۃ شبہ الدم أو العسل کریھۃ الرائحۃ سریع التفرك إذا عتق، الخ"(۱)۔

وقال في باب القاف: "(القندز) قال القزویني: ھو حیوان برّی بحری یکون في الأنھار العظام یتعدی في البر إلی جانب البحر بخلاف بابان، ویأکل لحم السمك وخصیہ، تسمی الجند بادستر، الخ". حیاۃ الحیوان: ۲/۲۹۴(۲)۔

ماہی روبیان کو مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاویٰ کے تتمہ ثالثہ ص: ۵۰، مطبوعہ مطبع قیومی کانپور میں لکھا ہے کہ: "درمختار وغیرہ میں تمام انواع السمک کو حلال کہا ہے اور سمک ہونا یہ عدول بصریین کے اخبار پر ہے"(۳)۔ اور جھینگا مچھلی کو حیاۃ الحیوان میں "سمک" لکھا ہے، حیاۃ الحیوان کی عبارت یہ ہے:

"الروبیان ھو سمك صغیر جداً أحمر". حیاۃ الحیوان: ۲/۳۷۱(۴)۔

---

(۱) (حیاۃ الحیوان الکبریٰ، باب الجیم، الجند بادستر: ۱/۳۰۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) (حیاۃ الحیوان الکبریٰ، باب القاف، القندز: ۲/۳۵۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) (امداد الفتاویٰ، کھانے پینے کی حلال وحرام، مکروہ وغیرہ چیزوں کا بیان، ماہی روبیان کا حکم: ۴/۱۰۳، دار العلوم کراچی)

(۴) (حیاۃ الحیوان الکبریٰ، باب الراء المھملۃ، الروبیان: ۱/۵۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

"رُوبیان بضم الراء وسکون با موحدۃ وفتح یاء مثناۃ تحتانیہ والف ونون، واربیان نیز آمدہ، وبفارسی "ماهی روبیان وماهی ریگ"، وبهندی "جهینگا مچهلی" نامند. ماهیت آن حیوانیست آبی وحلال بادست وپاہ بلند وغلاف جثہ آن، اھ". مخزن ادویہ، ص: ۵۶۰(۱)۔

پس اگر وہ مچھلی ہے تو حلال ہے، ویسے کھانا بھی اور دوا میں ڈال کر کھانا بھی، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ مچھلی نہیں، بلکہ مچھلی کے علاوہ کوئی دوسرا دریائی جانور ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک دریائی جانور سوائے مچھلی کے کوئی جائز نہیں، کما فی رد المحتار: ۵/۸۰۴(۲)۔

"خراطین" ایک کیڑا ہے جس کو اردو میں "کیچوا" کہتے ہیں، اس کی تحقیق غیاث اللغات، ص: ۱۸۴(۳)، مخزن الأدویہ، ص: ۳۸۱، میں ہے(۴)۔ عربی میں اس کو "شحمۃ الأرض" کہتے ہیں، کذا فی حیاۃ الحیوان: ۲/۵۶، جلد اول، ص: ۲۹(۵)۔

"بیربہوٹی" حشرات الارض میں سے ہے، اس کا کھانا بھی جائز نہیں:

---

(۱) لم أظفر علی هذا الکتاب

(۲) "هو أن لا یکون من بنات الماء إلا السمک". (رد المحتار، کتاب الصید: ۶/۴۶۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الذبائح، فصل فیما یحل وما لا یحل: ۸/۳۱۳، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المنتقی مع مجمع الأنهر، کتاب الذبائح: ۴/۱۶۲، غفاریہ)

(۳) "خراطین: معرب خراتین، دراز کہ در زمین نمناک میباشد، مرکب از خر بمعنی گل است، و اتین بمعنی پیداشدہ". (غیاث اللغات، باب خائے معجمہ، ص: ۱۸۹، سعید)

(۴) لم أظفر علیہ

(۵) "شحمۃ الأرض دویبۃ إذا مسہ الإنسان، تحجمت وصارت مثل الخرزۃ. وقال القزوینی فی الأشکال: إن شحمۃ الأرض تسمی بالعراطی وهی دودۃ طویلۃ حمراء توجد فی المواضع الندیۃ. وقال الزمخشری فی ربیع الأبرار: إنها دویبۃ منقطۃ بحمرۃ کأنها سمکۃ بیضاء یشبہ بها کف المرأۃ. وقال غیرہ: إنها دابۃ صغیرۃ طیبۃ الریح لا تحرقها النار، وتدخل فی النار من جانب، وتخرج من جانب".

(حیاۃ الحیوان الکبری، باب الشین المعجمۃ، شحمۃ الأرض: ۲/۵۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

"هو (الصيد) مباح بخمسة عشر شرطاً". درمختار. قال الشامي: "وخمسة في الصيد: أن لا يكون من الحشرات، وأن لا يكون من بنات الماء إلا السمك". ردالمحتار: ۵/۴۰۸ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۱/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم۔

بکری کے پتہ میں سرمہ لگانا

سوال[۸۸۷۱]: بکری کے پتے (۲) میں دوائیں ملا کر بطور عرق کے آنکھ میں ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جو صورت ہو لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بکری کا پتہ کھانا تو ناجائز ہے (۳)، لیکن سرمہ وغیرہ میں ملا کر آنکھ میں لگانے کی گنجائش ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۱ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصید: ۶/۴۶۲، سعید)

(۲) "پتہ: جگر کے پیچھے ایک چھوٹی تھیلی جس میں پت جمع رہتی ہے"۔ (فیروز اللغات ص: ۲۷۳، فیروز سنز لاہور)

(۳) "ويكره من الشاة الحياء والخصية والمثانة والذكر والغدة والمرارة والدم المسفوح". (ملتقى الأبحر، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۴/۲۸۹، غفاريه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷/۲۶۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۴۹، سعيد)

(۴) "لا يكون نجساً رماد قذر ...... ولا ملح كان حماراً أو خنزيراً، ولا قذر وقع في بئر فصار حمأة، لانقلاب العين، به يفتى". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۲۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۹۱، قديمي)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۹۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

علاج کیلئے استمناء بالید

سوال[۸۸۷۲]: زید کی اولاد نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اس کو اپنی منی ٹیسٹ کروانا ہے اور اس کی جانچ استمنا بالید کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ تو کیا ایسی صورت میں استمنا بالید جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جانچ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ اولاد نہیں ہوگی تو کیا اس کی اطلاع بیوی کو دینا واجب ہے یا نہیں، جبکہ اطلاع کی صورت میں طلاق کے مطالبہ کا ڈر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علاج کے دوسرے طریقے بھی ہیں، تاہم اگر بغیر اس طریقے علاج نہ ہو سکے تو گنجائش ہے(۱)، مگر بیوی کو مطلع کرنا ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۹۱ھ۔

طاعون وچیچک سے حفاظت کے انجکشن

سوال[۸۸۷۳]: کسی علاقہ میں اگر طاعون پھیلا ہوا ہو یا چیچک کا مرض پھیلا ہوا ہو تو اس حالت میں انجکشن لگانا کیسا ہے؟

---

(۱) "الاستمناء، وهو استفعال من المني. وأحمد بن حنبل على ورعه يجوّزه، ويحتج بأنه إخراج فضلة من البدن، فجاز عند الحاجة، أصله الفصد والحجامة، وعامة العلماء على تحريمه". (الجامع لأحكام القرآن، (سورة المؤمنون ۷)، ۱۲/۱۰۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إن علم وليس له دواء غيره، يجوز". (رد المحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب في التداوي بالمحرم: ۵/۲۲۸، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/۱۱۶، غفارية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيدية)

نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۹۳ھ۔

غیر مسلم سے جڑی بوٹی کی تحقیق

سوال [۸۸۷۵]: ایک جگہ ایک مسلم کے بچے کو کسی ایک اجنبی آدمی نے جڑی بوٹی بتائی کہ تم یہ بوٹی ہر مرض والے کو دو گے تو شفاء ہوگی۔ اس صورت میں ایک صوفی صاحب اس بچے کی خدمت میں پہونچ کر تحقیق کرکے واپس آتے ہیں، جڑی اس بچے سے نہیں لیا طبیعت کے خلاف پایا۔ اس صورت میں کوئی گناہ صادر ہوگا یا ایمان سلب ہونے کا خطرہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر مسلم سے جڑی بوٹی دریافت کرنے سے ایمان میں خلل نہیں آتا، بلکہ علاج کرانے سے بھی خلل نہیں آتا، اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو معلومات وتجربات کی چیز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حاملہ سے صحبت کب نقصان دہ ہے؟

سوال [۸۸۷۶]: حاملہ عورت کے ساتھ کتنی مدت تک صحبت کر سکتے ہیں؟ اور صحبت سے رکنا آیا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین﴾ (سورۃ المنافقون: ۸)

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: "أی وللہ تعالیٰ الغلبة والقوۃ ولمن أعزہ اللہ تعالیٰ من رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم والمؤمنین لا لغیرہم". (روح المعانی: ۲۸/۱۱۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تفسیر ابن کثیر، سورۃ المنافقون: ۴/۳۷۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "مشرک ڈاکٹر سے علاج کرانا")

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحبت سے بعد رکنے کا حکم حمل کی حفاظت کی خاطر ہے، جب اس کو نقصان دے تو ترک جائز ہے، اور یہ بات طبیب سے دریافت کرنے کی ہے کہ کب نقصان دے اور کب نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۴ھ۔

طبیب کا عضو تناسل دیکھنا

سوال [۸۸۷۷]: ایک شخص ضعف باہ کے لئے جب مریض کو دیکھتا ہے تو عضو تناسل کو بھی دیکھتا ہے، کیونکہ اس سے تشخیص میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کو ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بغیر دیکھے علاج نہیں ہو سکتا تو مجبوراً گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۱۴۰۱ھ۔

چند نسخے یاد کر کے علاج کرنا

سوال [۸۸۷۸]: ایک شخص نے صرف چند مہینے کسی حکیم سے حکمت کا کام سیکھا اور کچھ نسخے بھی یاد کرلئے، حکیم صاحب نے اس کو سبق بھی پڑھایا اور کچھ مفید نسخے بھی بتلائے اور علاج کرنے کی اجازت بھی دیدی۔ تو کیا اس کو علاج کرنا جائز ہوگا؟ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ ایسے شخص کا مطب کرنا جائز نہیں (۳)۔

---

(۱) حکیم الامت مجدد الملت اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''(حاملہ عورت) میاں کے پاس نہ جائے خاص کر پہلے مہینے سے پہلے اور ساتویں کے بعد زیادہ نقصان ہے''۔ (بہشتی زیور، حصہ نہم، حمل کی تدبیروں اور احتیاطوں کا بیان، ص: ۶۸۰، دارالاشاعت کراچی)

(۲) "ویحرم النظر إلی العورة إلا عند الضرورة کالطبیب". (ملتقی الأبحر مع مجمع الأنہر، کتاب الکراهية، فصل في النظر: ۴/۱۹۹، غفاریه)

(وکذا في تبیین الحقائق، کتاب الکراهية، فصل في النظر واللمس: ۷/۳۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في الفتاوی السراجیة، کتاب الکراهية، باب النظر واللمس، ص: ۷۳، سعید)

(۳) لم أجد في بهشتي زیور إلا قوله: "ان علاجوں کے لکھنے سے یہ مطلب نہیں کہ ہر آدمی حکیم بن جاوے ..... =

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے شخص کا طبیب اور ڈاکٹر بن کر مریض کا علاج کرنا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۱۴۰۱ھ۔

بیماری کا جعلی سرٹیفکیٹ

سوال [۸۷۷۱]: میں دہلی سے تین سو میل دور ہوں، چار ماہ سے گھر نہیں گیا ہوں، چاہتا ہوں کہ چار روز کے لئے گھر چلا جاؤں۔ اب مشکل یہ ہے کہ میری چھٹی ختم ہوچکی ہے جو کہ سال میں بارہ روز کی ہے۔ صرف سات روز کی چھٹی رہتی ہے، اس کے استعمال کے لئے یا تو ایک مہینہ کی پیشگی اطلاع دینی ہوتی ہے، یا ڈاکٹر کا بیمار ہونے کا سرٹیفکیٹ چاہئے جو عام طور پر رشوت دے کر جھوٹا سرٹیفکیٹ بنتا ہے۔ اگر میں عرضی میں صاف صاف یہ لکھوں کہ میں بہت دنوں سے گھر نہیں گیا ہوں اور گھر جانا چاہتا ہوں تو افسران میری عرضی نامنظور کردیں گے۔ گو کہ میری سات روز کی چھٹی بچی رہتی ہے، پھر بھی مجھے جھوٹا سرٹیفکیٹ دے کر اسے استعمال کرنے کی نوبت آتی ہے۔ یہ مسئلہ ہر کسی کو بار بار پیش آتا ہے، اس کا کیسے حل ہوجائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آدمی کو کچھ نہ کچھ بیماری تو ہوتی ہی ہے، اگر واقعۃً ضرورت بیماری کا سرٹیفکیٹ لے لیا جائے تو یہ جھوٹ نہیں ہے، اس کی گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

=نہیں، اگر کوئی بات کچھ سمجھ میں آتی ہے اور مرض بھی ٹھیک طرح سے سمجھ میں آجائے، مرض معمولی ہو تو علاج کرکے دوا فروخت کرے۔ (بہشتی زیور، حصہ نہم، ص: ۱۵۹، دارالاشاعت کراچی)

(۱) "حدثنا عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز، حدثني بعض الوفد الذین قدموا علی أبي قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "أیما طبیب تطبب علی قوم لا یعرف له تطبب قبل ذلک فأعنت، فهو ضامن" (سنن أبي داود، کتاب الدیات، باب فیمن تطبب ولا یعلم منه طب: ۲/۲۸۵، إمدادیہ ملتان)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فقال إني سقيم﴾ الآیة (الصّٰفّٰت: ۸۹)

قال العلامة الآلوسي رحمه اللہ تعالیٰ تحت هذه الآیة: "أراد أنه سقیم، ولقد صدق علیه السلام، فإن کل إنسان لا یخلو عن سقم، وکفی باختلال المزاج أول حدوث الموت في البدن سقماً".

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

☆...☆...☆...☆...☆

(روح المعاني: ۲۳/۱۰۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"أفادت الآية جواز التورية عند الضرورة بالفعل والقول، فإن نظره عليه الصلوة والسلام كانت تورية الفعل بإيهام أنه استدل بحركات الأفلاك والنجوم على حلول مرض عليه، وقوله عليه الصلوة والسلام "إني سقيم" تورية القول، فإنه أراد به مرضاً يعتريه في قابل من الزمان، ولا أقل من الموت فإن الموت لا يخلو عن مرض عادةً، وأوهمهم أنه سيمرض الآن، وذلك جائز عند الضرورة إجماعاً. قال شيخنا أشرف المشايخ قدس سره في مسائل السلوك: قوله: ﴿فنظر نظرة في النجوم، فقال إني سقيم﴾ فيه جواز الحيلة لدفع الشر دينياً كان أو دنيوياً. وهذه التورية هي التي سميت في حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه كذبات، فإنها كذبات عند السامع، وليست كذلك في الحقيقة". (أحكام القرآن للتهانوي: ۴/۵، إدارة القرآن كراچي)

تمباکو کے اقسام وخواص اور اختلاف اقوال

سوال [۸۸۸۱]: تمباکو میں کتنے اقوال ہیں، جمہور کا کیا قول ہے، محققین کا کیا مسلک ہے؟ اگر تمباکو بصورتِ حقہ ہو تو کیا حکم ہے اور غیر حقہ کا کیا حکم ہے؟ تمباکو کے متعلق کیا کوئی حدیث بھی ہے، اگر ہے تو کیسی - موضوع یا ضعیف یا کیا؟ مفصل مع حوالہ تحریر فرمایا جاوے۔ "شجرۃ خبیثۃ" (۱) لفظ قرآن سے تمباکو مراد لینا کیسا قول ہے، راجح یا مرجوح؟ مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تمباکو کے اقسام واغراض وخواص مختلف ہیں، اس لئے اس میں اقوال بھی مختلف ہیں، جو قسم کہ اس میں سکر نہیں اور اس میں بدبو بھی نہیں وہ بلا کراہت درست ہے (۲) اور جس میں بدبو ہے وہ مکروہ تنزیہی ہے (۳)، جس میں سکر ہے وہ ناجائز ہے (۴)۔ البتہ دوا جائز ہے جب کوئی دوسری جائز دوا نہ ہو اور طبیب حاذق عادل اسی میں شفاء کو متعین کردے (۵)۔

= ونظیره، وإعراؤه". (رد المحتار، كتاب الأشربة، قبيل كتاب الصيد: ۶/۴۶۰، سعید)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومثل كلمة خبيثة كشجرة خبيثة اجتثت من فوق الأرض ما لها من قرار﴾. (سورة إبراهيم: ۲۶)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۲)

(۴) "عن سعيد بن أبي بردة عن أبيه عن جده رضي الله تعالیٰ عنه قال: لما بعثه رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم ومعاذ بن جبل، قال لهما: "يسرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفرا، وتطاوعا" قال أبو موسى: يارسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "يسروا ولا تعسروا": ۲/۹۰۳، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان كل مسكر حرام: ۲/۱۶۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الأشربة، باب ما جاء في السكر: ۲/۱۶۲، امدادیه ملتان)

(۵) "الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاءً، أما إذا علم أن فيه شفاءً، وليس له دواء =

بدبو دار ہے بیکر مسجد میں آنا ہر صورت میں ناجائز ہے (۱)، حقہ میں بھی تفصیل ہے، مولوی امیر زنان صاحب نے حقہ کو بالکل حرام لکھا ہے "الإعلان في إنكار الثقلين" میں بہت سے علماء کے اقوال اس میں درج کئے ہیں (۲)۔ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ میں متعدد جگہ مباح لکھا ہے، بعض جگہ بدبو کی وجہ سے مکروہ تنزیہی لکھا ہے (۳)۔

= آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي: ۱۱۲/۶، غفاريه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۳۴۲/۴، رشيديه)

(۱) "ومن أكل ما يتأذى به: أي برائحته كثوم وبصل، ويؤخذ منه أنه لو تأذى من رائحة الدخان المشهور له منعهما من شربه". (رد المحتار، كتاب النكاح، قبيل باب الرضاع: ۲۰۸/۳، سعيد)

"هذا تصريح بإباحة الثوم وهو مجمع عليه، لكن يكره لمن أراد حضور المسجد وحضور جمع في غير المسجد .... ويلحق بالثوم كل ماله رائحة كريهة من البصل والكراث ونحوهما". (إنجاح الحاجة على هامش ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهي من أكل ثوماً أو بصلاً ... عن حضور المسجد: ۲۰۹/۱، قديمي)

"أنس رضي الله تعالى عنه: ما سمعت النبي صلى الله عليه وسلم في الثوم؟ فقال: "من أكل فلا يقربن مسجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم والبقول: ۸۱۹/۲، قديمي)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمي)

(وبمعناه في سنن ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

(۲) لم أطلع عليه

(۳) سوال: "حقہ پینا مکروہ ہے یا مکروہ تحریمی؟" ....

مولانا تھانوی کی امداد الفتاویٰ کے فتویٰ میں تفصیل ہے کہ جس میں نشہ اور اختلال حواس ہو یا سخت بدبودار ہو، بلا ضرورت اس کا پینا حرام ہے۔ صاف تازہ بضرورت علاج مباح ہے، بلا ضرورت مکروہ تنزیہی ہے (۱)۔

---

* جواب: ''حقہ پینا مباح ہے مگر اس کی بدبو سے مسجد میں آنا نادرست ہے''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: ''حقہ پینا تمباکو کا کھانا یا سونگھنا کیسا ہے؟ حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہے؟ اور تمباکو فروش اور حقہ بند کے گھر کا کھانا کیسا ہے؟''

جواب: ''حقہ پینا تمباکو کھانا مکروہ تنزیہی ہے اگر بو آوے ورنہ کچھ حرج نہیں، اور حقہ تمباکو فروش کا مال حلال ہے، ضیافت بھی اس کے گھر کھانا درست ہے''۔ (تالیفات رشیدیہ، جواز و حرمت کے مسائل، عنوان: حقہ پینا اور تمباکو کھانا جو شخص حقہ پیتا ہے، ص: ۴۸۸، ادارہ اسلامیات لاہور)

(۱) ''اصل میں یہ ایک دوا ہے، بعض امراض کو نافع بھی ہے، اور کثرت اس کی مضر ہے، کما یعلم من کتب الطب۔ اب پینے والوں کی مختلف غرضیں ہیں، کوئی مرض کے لئے پیتا ہے، کوئی شوقیہ پیتا ہے، کسی کو کچھ نفع ہے کسی کو مضر ہے ... پھر تمباکو میں بھی بعض اقسام بہت تیز اور مضر ہیں، بعضے کم اور بے ضرر ہیں۔ کسی میں بو زیادہ ہے کسی میں کم ہے، کسی میں نوبت نشہ یا فتور کی ہے، کسی میں نہیں، کوئی ایسی چیز کے ساتھ مرکب ہے جس سے اس کی خباثت کم ہوجاتی ہے، کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح حقہ اور نیچے میں بھی بعضے نیچے کے کپڑے سڑے ہوئے ہیں، کسی کے نہیں، کسی کے حقے کوئی چوان ہے اس میں اثر قبیلہ آتا ہے، کسی میں زیادہ آتا ہے، کوئی جلد جلد تازہ کیا جاتا ہے، کوئی کئی کئی دن تک سڑتا رہتا ہے۔ غرض نہ سب پینے والے برابر، نہ سب تمباکو ایک طرح کے، نہ سب حقے نیچے ایک قسم کے، سب متفاوت اور مختلف، ہر ایک کا حکم جدا۔

پس اگر کسی نے ضرورت شدیدہ میں کسی مرض دشوار کے علاج کے لئے احتیاط سے بطور دوا کے بھی ایک آدھ دم پی لیا، چنداں جرم نہیں، اور جو بدون اس کے بغیر ضرورت شوقیہ پیوے، جیسا آج کل شائع ہے، کہ مجلس کی زیب و زینت ہوگئی ... اس طور اس کا عادی ہوجانا بسبب اجتماع ان امور کے بے شک برا اور سخت مکروہ ہے۔ پھر اس مذکورہ سابق کے تفاوت سے کراہت میں بھی تفاوت ہوگا۔

اور بعضے پینے والے جو صرف احتیاط نہیں اور سڑے ہوئے حقے ناپاک پیتے ہیں، تیز تمباکو کہ پیتے پیتے نشہ ہو جاتا ہے اور شراب کی سی مدہوشی ہوجاتی ہے، اس کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں۔

حاصل یہ کہ کوئی حقہ زیادہ مکروہ، کوئی کم مکروہ، کوئی حرام، کوئی ضرورت شدیدہ میں بطور دوا کے ایک آدھ بار روا، اور اس تقریر پر ممکن ہے تطبیق درمیان اقوال علماء و فقہاء کے جو مختلف ہیں اس کے اباحت و کراہت و حرمت میں، وہی جیسا کسی نے موقع دیکھا ہوگا ویسا کہہ دیا ہوگا، بہرحال پینے والا اس کا گناہ سے خالی نہیں اور اصرار گناہ پر سخت گناہ ہے۔ اور اکثر اس کا تلف =

اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ: اس سے مراد "حنظل" ہے۔ تفسیر ابن جریر طبری: ۱۳/۱۳۵، میں لکھا ہے کہ اس سے مراد "شریان" ہے، یعنی حنظل (۱)۔

معالم التنزیل، ص: ۳۳ (۲) و خازن میں ہے: "وهی الحنظل، وقیل: هی الثوم، وقیل: الكشوث، وهی العشقة" (۳)۔

بحر محیط میں ہے:

"هی شجرة الحنظل، قاله الأكثرون: ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما ومجاهد وأنس بن مالك رضي الله تعالیٰ عنهم، ورواه عن النبي صلى الله عليه وسلم. وقال الزجاج: ورقة شجرة الثوم، وقيل: شجرة الكشوث، وهي شجرة لا ورق لها ولا أصل. قال: وهي كشوث فلا أصل ولا ثمر. وقال ابن عطية: ويرد على هذه الأقوال أن هذا كلها من النجم وليست من الشجر، والله تعالى إنما مثّل بالشجرة فلا تسمى هذه شجرة إلا تجوزاً. وقيل: الطحلبة، وقيل:

= یہ ہے کہ کلمۂ طیبہ ایک شجرۂ طیبہ کے مشابہ ہے کہ اوصافِ مذکورہ کا جامع ہو خواہ وہ کھجور کا درخت ہو یا کوئی اور پاکیزہ درخت ہو، اور شجرۂ خبیثہ سے بھی کوئی معین درخت مراد نہیں، جو خبیث اور کڑوا اور بدبودار، بدمزہ ہو وہ سب شجرۂ خبیثہ کے عموم میں داخل ہے، اس لئے زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ کفر و ضلالت کا کوئی فرد ایسی کسی درخت کے مشابہ ہے اور کوئی کانٹوں کے جھاڑ کے مشابہ ہے"۔ (معارف القرآن، (سورۂ ابراهیم: ۲۶)، مؤلف: مولانا مفتی محمد شفیع، جلد پنجم: ۲۵۹/۲، ۲۶۰، مکتبة المعارف)

(۱) "حدثنا محمد بن المثنى قال: حدثنا محمد بن جعفر قال: حدثنا شعبة عن معاوية بن قرة قال: سمعت أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال في هذا الحرف. ﴿ومثل كلمة خبيثة كشجرة خبيثة﴾ قال: الشريان. فقلت: ما الشريان؟ قال: رجل عنده الحنظل. فأقرّ به معوية". (جامع البيان في تفسير القرآن لابن جرير الطبري: ۱۳/۱۴۰، دار المعرفة بيروت)

(۲) "﴿وشجرة خبيثة﴾ كالحنظل والكشوث، وهي نبت يتعلق بأغصان الشجر من غير أن يضرب بعرق في الأرض". (التفسير المنير لمعالم التنزيل (سورة إبراهيم: ۲۶)، ۱/۴۳۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) (تفسير الخازن: ۳/۸۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (تفسير المدارك، (سورة إبراهيم: ۲۶): ۱/۶۵۰، قديمي)

پان، تمباکو، حقہ

سوال[۸۸۸۴]: بندہ کو حقہ کی بہت زیادہ عادت تھی جس کو مکروہ سمجھتے ہوئے چھوڑنے کی کوشش کی سالہا سال تک رہی، اس وقت خدا کے فضل سے حقہ بالکل چھوٹ گیا، مگر پان کی عادت اس وجہ ہوگئی کہ رات دن میں تقریباً پچاس ٹکڑے بھی کھالیتا ہوں۔ اور حقہ جس وقت سے چھوٹا ہے، مجھ صحت پر بھی اثر آیا اور پان کی کثرت سے بہت خرابیاں معلوم ہوئیں۔ مثال کے طور پر جتنے پان کھائے جاتے ہیں ان میں تمباکو کی مجموعی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے جو صحت کو مضر ہے۔ اس وقت یہ خیال تھا کہ پان کا انجام سامنے آیا تو پان ہر اعتبار سے چھوڑنا چاہتا ہوں اور حقہ کا معاملہ تو بندہ پوچھتا ہے کہ سب کے سب تھوڑا پی لیا کروں اور پان سے قطعی پرہیز کروں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز میں ضرر کم ہو اور تجربہ سے اس کا فائدہ محسوس ہوتا ہو (پان یا حقہ) اس کو استعمال کرلیں۔ ضرورت سے زائد استعمال نہ کریں(۱)۔ مسجد میں جانے سے پہلے مسواک وغیرہ سے بدبو زائل

= يقربن مسجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم والبقول: ۸۲۰/۲، قديمي)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمي)

(وبمعناه في سنن ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

(۱) "يباح أكل الورة مع الورق المأكول في ديار الهند؛ لأنه قليل نافع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها". (نفع المفتي والسائل، كتاب الحظر والإباحة، قبيل ذكر ما يحل لبسه وما لا يحل، من مجموعة رسائل اللكنوي: ۳۸/۴، إدارة القرآن كراتشي)

"وسئل بعض الفقهاء عن أكل طين البخاري ونحوه، قال: لا بأس بذلك ما لم يضر".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۳۴۰/۵، رشيدية)

کر دیا گیا ہے (۱)۔ خدائے پاک ہر ضرر سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۲ھ۔

تمباکو، پان، سگریٹ اور نسوار کا حکم

سوال[۸۸۸۴]: بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب پان میں تمباکو کھانا جائز ہے تو سگریٹ اور حقہ وغیرہ میں تمباکو پیتے ہیں اور نشہ چونکہ پان کے تمباکو میں ہوتا ہے اور سگریٹ اور حقہ وغیرہ میں بھی ہوتا ہے تو دونوں میں فرق کیوں ہوا اور نسوار کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس تمباکو سے نشہ ہوتا ہے اس کا کھانا (پان میں ہو یا اور طرح سے) پینا (حقہ، بیڑی، سگریٹ کی طرح ہو) نیز نسوار سے اگر نشہ ہوتا ہو تو وہ بھی ناجائز ہے (۲)، ورنہ مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

سگریٹ پینا

سوال[۸۸۸۵]: سگریٹ پینا کیسا ہے؟

---

(۱) (راجع للتخریج المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) "عن سعید بن أبي بردة عن أبیه عن جده رضي الله تعالیٰ عنه قال: لما بعثه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومعاذ بن جبل قال لهما: "یسرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفرا، وتطاوعا". قال أبو موسیٰ: یا رسول الله! إنا بأرض یصنع فیها شراب من العسل یقال له: البتع، وشراب من الشعیر یقال له: المزر، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "کل مسکر حرام". (صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب قول النبي صلی الله علیه وسلم "یسروا ولا تعسروا": ۹۰۳/۲، قدیمي)

(و الصحیح لمسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن کل مسکر حرام: ۱۶۷/۲، قدیمي)

(وسنن أبي داود، کتاب الأشربة، باب ما جاء في السکر: ۱۶۳/۲، امدادیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاضرورت (شوقیہ) پینا مکروہ ہے، بغیر منہ صاف کئے ہوئے مسجد میں جانا جس کی بدبو سے دوسروں کو اذیت پہنچے منع ہے:

"وأكل نحو الثوم: أي كبصل و نحوه مماله رائحة كريهة للحديث الصحيح في النهي عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد. قلت: علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين".

شامي، ۱/ ٤٤٤ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

حقہ کا حکم

سوال [۸۸۸۱]: حقہ پینا کیسا ہے، کسی خاص وقت میں حرام ہے، یا مطلقاً حرام ہے، یا مطلقاً مباح ہے، یا مکروہ تحریمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقہ کی تحقیق کے متعلق مختلف رسائل عربی، فارسی، اردو میں لکھے گئے ہیں اور ہندو بیرون ہند میں طبع ہوکر شائع ہو چکے ہیں۔ تمباکو مختلف ہوتے ہیں، اسکار اور تفتیر نہ ہو تو اس کا پینا درست ہے (۲)۔ بدبو کی وجہ سے کراہت ہوگی، حرمت نہ ہوگی (۳)۔ مگر بدبو دار منہ لے کر مسجد میں جانا درست نہیں، بلکہ مسواک وغیرہ سے منہ

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد: ۱/ ٦٦١، سعيد)

(وكذا في إنجاح الحاجة على هامش ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

(وشرح النووي على صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهي من أكل ثوماً أو بصلاً عن حضور المسجد: ۱/ ۲۰۹، قديمي)

(۲) "فيفهم حكم النبت وهو الإباحة على المختار والتوقف، وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره وتفتيره وإضراره" (رد المحتار، كتاب الأشربة، قبيل كتاب الصيد: ۶/ ۴۶۰، سعيد)

(۳) "ومن أكل ما يتأذى به: أي برائحته كثوم وبصل، ويلحق به ما يتأذى من رائحة الدخان المشهور الآن =

صاف کرکے مسجد میں جانا چاہیے، حدیث شریف میں ہے کہ: ''ایسے شخص کا جو بدبودار چیز کھا کر بغیر منہ صاف کیے مسجد میں آتا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکلوا دیتے تھے، کیونکہ جس چیز سے (بدبو) اذیت آدمیوں کو ہوتی ہے، اس سے ملائکہ کو بھی اذیت ہوتی ہے''(۱)۔

اور جس تمباکو میں اسکار اور تفتیر ہو اس کا استعمال مکروہ تحریمی یا حرام ہے(۲)۔ اگر دوا کا استعمال کیا جا

= منهما من شربه". (رد المحتار، كتاب النكاح، قبيل باب الرضاع: ۲۰۸/۳، سعيد)

"هذا تصريح بإباحة الثوم، وهو مجمع عليه، لكن يكره لمن أراد حضور المسجد وحضور جمع في غير المسجد ... ويلحق بالثوم كل ما له رائحة كريهة من البصل والكراث ونحوهما".

(إنجاح الحاجة على هامش ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهي من أكل ثوماً أو بصلاً ... عن حضور المسجد: ۲۰۹/۱، قديمي)

(۱) "قيل لأنس رضي الله تعالى عنه: ما سمعت النبي صلى الله عليه وسلم في الثوم؟ فقال: "من أكل فلا يقربن مسجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم والبقول: ۸۱۹/۲، قديمي)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۹، قديمي)

(وبمعناه في سنن ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

(۲) "عن سعيد بن أبي بردة عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه قال: لما بعثه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومعاذ بن جبل قال لهما: "يسرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفرا، وتطاوعا". قال أبو موسى: يا رسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل يقال له البتع، وشراب من الشعير يقال له المزر، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "يسروا ولا تعسروا": ۹۰۴/۲، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان كل مسكر حرام: ۱۶۸/۲، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الأشربة، باب ما جاء في السكر: ۱۶۲/۲، إمدادية ملتان)

ہے کہ بامضرت نیز ہونی تکلیف رہتی ہے، وہ کوئی دوسری دوا مباحات اس کا بدل نہیں اور دین دار تجربہ کار معالج تجویز کر

تا ہے کہ شفا اسی میں ہے تو اس کا استعمال بطور دوا ایک درجہ درست ہے(۱)، بعض فقہاء کے قول پر اس سے

زائد جائز ہے(۲)۔

اسی طرح شوقیہ بغیر دوا کے استعمال ناجائز ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری دوا جو کارآمد ہوسکتی ہو تب

بھی ناجائز ہے(۳)۔ علامہ شامی نے رد المحتار جلد اول(۴)، دوم(۵)، سوم(۶)، چہارم(۷)، پنجم(۸) میں

---

(۱) "الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاء، وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي: ۱۱۹/۶، غفاريه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۳۶۲/۴، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه إن الله غفور رحيم﴾. (سورة الأنعام: ۱۴۶)

"وسلماً - والله أعلم - أنه لا يزاد على ثلاث لقم" (تفسير ابن كثير، سورة البقرة: ۲۰۹/۱، سهيل اكيدمي لاهور)

"لا يأكل المضطر من الميتة إلا قدر ما يمسك رمقه؛ لأن الإباحة للاضطرار وقد اندفع به". (روح المعاني، (سورة البقرة: ۱۷۳): ۴۲/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (راجع، ص: ۳۹۲، رقم الحاشية: ۱)

(۴) "اختلف في التداوي بالمحرم" (الدر المختار) وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "ففي النهاية عن الذخيرة: يجوز إن علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر ... وعلله لأن الحرمة ساقطة عند الاستشفاء كحل الخمر والميتة للعطشان والجائع". (رد المحتار، كتاب الطهارة، قبيل فصل في البئر، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

(۵) (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۲۱۰/۱، سعيد)

(۶) (رد المحتار، باب البيع الفاسد، قبيل مطلب: التداوي بلبن البنت للرمد قولان: ۶۸/۵، سعيد)

(۷) (رد المحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: في التداوي بالمحرم: ۲۲۸/۵، سعيد)

(۸) (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۹/۶، سعيد)

ناجائز ہے(۱)۔ بدبودار منہ لے کر مسجد میں جانا بہرصورت ناجائز ہے، مسواک وغیرہ سے منہ صاف کر کے جانا چاہئے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/صفر/۱۳۵۹ھ۔

= "وللعلامة الشيخ علي الأجهوري المالكي رسالة في حله نقل فيها أنه أفتى بحله من يعتمد عليه من أئمة المذاهب الأربعة. قلت: وألف في حله أيضاً سيدنا العارف عبد الغني النابلسي رسالة سماها "الصلح بين الإخوان في إباحة شرب الدخان" وتعرض له في كثير من تآليفه الحسان، وأقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة أو بالكراهة، فإنهما حكمان شرعيان لابد لهما من دليل، ولا دليل على ذلك فإنه لم يثبت إسكاره ولا تفتيره ولا إضراره، بل ثبت له منافع، فهو داخل تحت قاعدة: الأصل في الأشياء الإباحة". (رد المحتار، كتاب الأشربة: ۶/۴۵۹، سعید)

"علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے حقہ کی اباحت ثابت کی ہے، اور کراہت کے قول کو رد کیا ہے، شامیہ کے چند جملے نقل کئے جاتے ہیں، مزید تفصیل، اباحت پر دلائل اور فریق مخالف پر تردید شامیہ کتاب الاشربہ میں دیکھی جا سکتی ہے ..... مگر چونکہ تمباکو اور دوسرا اس قسم کے لوگوں کا شیوہ ہے، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے، اور اس طرح استعمال کرنا کہ منہ میں بدبو پیدا ہو جائے حرام ہے"۔ (احسن الفتاویٰ، کتاب الأشربة، حقہ پینے کا حکم: ۸/۴۸۱، سعید)

(وكذا في كفاية المفتي، كتاب الحظر والإباحة، آٹھواں باب: تمباکو کا استعمال، عنوان: حقہ اور بیڑی کا حکم: ۹/۱۳۵، دار الاشاعت کراچی)

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام". (الصحيح لمسلم: ۲/۱۶۷، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر وكل خمر حرام، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الحدود، باب بيان الخمر، ص: ۳۱۷، قديمي)

(۲) "قيل لأنس رضي الله تعالىٰ عنه: ما سمعت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الثوم؟ فقال: "من أكل فلا يقربن مساجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم والبقول: ۲/۸۱۹، قديمي)

"وقال الإمام العيني في شرحه على صحيح البخاري: علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين ... ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة، مأكولاً أو غيره ...... وإنما خص الثوم هنا بالذكر وفي غيره كالبصل والكراث، لكثرة أكلهم لها". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۶۱، مطلب في الغرس في المسجد، سعيد)

پان، سگریٹ وغیرہ کا استعمال راستہ میں

سوال [۸۸۸۸]: اکثر لوگ بازاروں یا سڑکوں پر راستہ چلتے ہوئے مختلف اشیاء مثلاً: پان، بیڑی، سگریٹ وغیرہ کھاتے پیتے جاتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کو اسلام نے مردود الشہادت قرار دیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن چیزوں کا سڑک یا راستہ پر چلتے ہوئے کھانا عرفاً خلاف مروت نہیں سمجھا جاتا ان کے اس طرح کھانے سے آدمی مردود الشہادت نہیں ہوگا:

"وأما إذا شرب ... أو يأكل ... على الطريق، (فلا يقدح في عدالته) لأن الناس لايستقبح ذلك اليوم". شامی: ۳۸۳/۵، کتاب الشہادات (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

حقہ پینے والے سے منہ پھیر لینا

سوال [۸۸۸۹]: حقہ، بیڑی، سگریٹ پینے والے کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منہ پھیر لیتے تھے؟ کیا تمباکو کھانے والے سے بھی یہی معاملہ ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو سے سخت نفرت تھی، اذیت بھی ہوتی تھی، خواہ پیاز لہسن کی بدبو ہو، خواہ حقہ بیڑی پان تمباکو کی بدبو ہو (۲)۔ ایسے لوگوں کو منہ صاف کر کے مجلس میں جانا چاہیے (۳)۔

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۵/۴۸۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل: ۷/۱۵۳، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل: ۲۷۸/۳، غفارية)

(۲) "جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما زعم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من أكل ثوماً أو بصلاً، أو ليعتزل مسجده". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب مايكره من الثوم: ۸۲۰/۲، قديمي)

"قد ألحق بها الفقهاء ما في معناها من البقول الكريهة الرائحة". (حاشية صحيح البخاري. ...

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقہ، بیڑی، سگریٹ پینے والے سے منہ پھیر لینا، میں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۱ھ۔

بیڑی پینے والے کو دکان کا راستہ بتانا

سوال [۸۸۹۰]: گناہ میں مدد دینا بھی گناہ ہے، اگر کوئی شخص بیڑی پیتا ہے اور اس کو دکان نہیں معلوم۔ نیا آدمی ہے۔ کوئی شخص بتادے تو بتانے والا گنہگار ہوگا یا اس کی مدد کا ثواب ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیڑی بلاضرورت پینا مکروہ ہے(۱)، بضرورت درست ہے(۲)۔ اور کراہت بھی بدبو کی وجہ سے ہے، درجۂ حرام تک نہیں ہے۔ بیڑی کی دکان ناواقف کو بتانے میں معصیت نہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

– المصدر السابق، رقم الحاشیۃ (۲)

"وإن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أتی بقدر فیہ خضرات من بقول فوجد لھا ریحاً، فسأل، فأخبر بما فیھا من البقول، فقال: "قربوھا إلی بعض أصحابہ کان معہ، فلما رآہ کرہ أکلھا، فقال: "کل، فإنی أناجی من لا تناجی". (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب ماجاء فی الثوم النیئ والبصل: ۱/۱۱۸، قدیمی)

(۳) "قیل لأنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ما سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الثوم؟ فقال: "من أکل فلا یقربن مسجدنا". (صحیح البخاری، کتاب الأطعمۃ، باب ما یکرہ من الثوم والبقول: ۲/۸۱۹، قدیمی)

"عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من أکل من ھذہ الشجرۃ المنتنۃ، فلا یقربن مسجدنا، فإن الملائکۃ تتأذی مما یتأذی منہ الإنس". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب المساجد ومواضع الصلاۃ، الفصل الأول، ص: ۶۸، قدیمی)

(وکذا فی سنن ابن ماجۃ، کتاب الأطعمۃ، باب أکل الثوم، ص: ۲۳۱، قدیمی)

(۱) "قال الشرنبلالی: وعلی ھذا البدعۃ التی ظھرت الآن وھو الدخان، اھ". "(قال: وھو الدخان)، فی الأشباہ فی قاعدۃ: "الأصل الإباحۃ أو التوقف": ویظھر أثرہ فیما أشکل حالہ کالحیوان المشکل أمرہ—

کے طریقے سے دیتے ہیں، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے (اگر) غیر اللہ کی قربت حاصل کرنا، یا غیر شرعی چیز کی تعظیم مقصود نہیں، جیسے غیر مذہب کے مخصوص تہوار وغیرہ پر ہوتا ہے، بلکہ محض آپس میں خوش طبعی کے طور پر کھاتے کھلاتے ہیں تو جائز ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۶ھ۔

تمباکو کی کاشت، تجارت اور استعمال

سوال [۸۸۹۲]: ہمارے یہاں تمباکو کی کاشت ہوتی ہے، پھر اس کی تجارت ہوتی ہے، اس میں سب مبتلا ہیں یعنی مسلم اور غیر مسلم کاشت کرکے ایک دوسرے کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ اور استعمال کے بارے میں کچھ لوگ حرام بتاتے ہیں، کچھ لوگ مکروہ کہتے ہیں۔ تو شرعاً کیا حکم ہے؟ کاشت اور تجارت، اسی طرح استعمال کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تمباکو کی کاشت بھی جائز ہے، تجارت بھی جائز ہے (۲)، استعمال بھی جائز ہے (۳)، ہاں یہ کہ وہ نشہ

---

(۱) "ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة الخ: ۵/۳۴۶، رشيديه)

(۲) "والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع". (رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۶۹، سعيد)

(وكذا في الدر المنتقى في شرح الملتقى مع مجمع الأنهر، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۳/۸۳، غفاريه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب البيوع، بيع الغرر: ۵/۳۴۳۱، رشيديه)

(۳) "فيفهم منه حكم النبات وهو إباحة على المختار أو التوقف، وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره وتفتيره وإضراره". (رد المحتار، كتاب الأشربة، قبيل كتاب الصيد: ۶/۴۶۰، سعيد)

اور جو تب منع کیا جائے گا(۱)۔ مسجد میں جانے کے لئے منہ صاف کر کے اس کی بدبو کو زائل کرنے کا اہتمام کیا جائے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چونا کا حکم

سوال[۸۸۸۳]: چونے کا کیا حکم ہے جو کہ پان کے ساتھ کھایا جاتا ہے، اس میں دو قسمیں ہیں: ایک پتھر کا ہے جو معروف ہے، دوسری قسم صدف جلا کر بنایا جاتا ہے۔ کیا دونوں کے حکم میں کچھ فرق ہوگا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونا پان میں بقدر ضرورت کھانا جائز ہے۔ پتھر اور صدف دونوں چیزوں کا ایک ہی حکم ہے:

"یباح أکل النورة مع الورق المأکول فی دیار الهند؛ لأنه قلیل نافع، فإن العرض

---

(۱) "عن سعید بن أبی بردة عن أبیه عن جده رضی الله تعالیٰ عنه قال: لما بعثه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومعاذ بن جبل قال لهما: "یسّرا ولا تعسّرا، وبشّرا ولا تنفّرا، وتطاوعا". قال أبو موسی: یارسول الله! إنا بأرض یصنع فیها شراب من العسل یقال له: البتع، وشراب من الشعیر یقال له: المزر. فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "کل مسکر حرام". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم: "یسروا ولا تعسروا": ۲/۹۰۴، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب الأشربة، باب بیان کل مسکر حرام: ۲/۱۶۷، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی السکر: ۲/۱۶۳، امدادیه ملتان)

(۲) "قیل لأنس رضی الله تعالیٰ عنه: ما سمعت النبی صلی الله علیه وسلم فی الثوم؟ فقال: "من أکل فلا یقربن مسجدنا". (صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب ما یکره من الثوم والبقول: ۲/۸۱۹، قدیمی)

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من أکل من هذه الشجرة المنتنة، فلا یقربن مسجدنا، فإن الملائکة تتأذی مما یتأذی منه الإنس". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۹، قدیمی)

(وبمعناه فی سنن ابن ماجة، کتاب الأطعمة، باب أکل الثوم، ص: ۲۴۰، قدیمی)

"المطلوب من الورق المذکور لا یحصل بدونها". نفع المفتی، ص: ۱۱۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۸/ ذیقعدہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

چونا وتمباکو کی تحقیق

استفتاء [۸۸۹۴]: مکرمی مفتی صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں نے پہلے چونے کے متعلق فتویٰ منگایا تھا، اس کے جواب میں چند شکوک ہیں، اس سے پہلے ان شکوک کے جوابات عنایت فرمائیں، اس کے بعد ایک اور فتویٰ کے جواب سے ممنون فرمائیں۔ شکوک یہ ہیں:

۱... جب کہ چونا کا حکمی ہے اور اس کا حکم "قلیل مقدار ہو۔۔۔ بشرطیکہ اجیرنا ہو، جائز ہے، ورنہ نہیں"۔ "مفہوم التصنیف حجة" مقدمہ عمدۃ الرعایہ، ص: ۱۵، سطر: ۲۶-۱۳(۲)۔ تو پھر دوا یا پان کے ساتھ کھانا کیونکر جائز ہوگا۔

۲... مولانا عبدالحیٔ صاحب کا ارشاد کہ "قلیل نافع دون الغرض المطلوب من الورق المذکور

---

(۱) (نفع المفتی والسائل من مجموعة رسائل اللکنوی، کتاب الحظر والإباحة، قبیل ذکر ما یحل لبسه وما لا یحل: ۴/۲۳۸، إدارة القرآن کراچی)

"وسئل بعض الفقهاء عن أكل طين البخاري ونحوه، قال: لا بأس بذلك ما لم يضر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل، ٥/٣٤١، رشيدية)

(۲) "الفائدة: قال في كتاب القضاء من الأشباه: لا يجوز الاحتجاج بالمفهوم في كلام الناس في ظاهر المذهب كالأدلة، وما ذكره محمد رحمه الله تعالى في السير الكبير من جواز الاحتجاج به، فهو خلاف ظاهر المذهب، كما في الدعوى من الظهيرية. وأما مفهوم الرواية فحجة، كما في غاية البيان من الحج، انتهى. وفي حواشيه للحموي: إنما كان المفهوم حجة عندنا في الرواية دون النصوص؛ لأن المفهوم فيها ليس بمقصود بخلاف كلام الأصحاب، فإنه مقصود، فيكون حجة فيها، وهذا هو الفرق بينهما".

(مقدمة عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية، ص: ۱۳، سعيد)

(بمحصل بدونہا"(۱) قواعد ناموافق: کوئی مجتہد مطلق صاحب شرع نہیں، اور تمباکو نافع کہنا بھی تجربہ بالکل غلط ہے، اور بضرورۃ احیانا کے علاوہ ہے اور بطریق پان کھانا خود نقصان کی چیز ہے۔

۴ .... تمباکو کے اقسام وخواص مختلف نہیں، کتب طب شاہد عدل ہیں۔ رہا اختلاف علماء، سو اختلاف اقسام وخواص پر مبنی نہیں ہے، بلکہ خاصیت کی پوری تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے ہے، جس کو جیسی خاصیت معلوم ہوئی ویسا ہی حکم لگا دیا۔ اب جب کہ طب میں کثیر مقدار کو سم قاتل اور تمباکو کو تھوڑا قلیل کیوں نہ ہو مفتر عقل لکھتے ہیں۔ نیز تجربہ بھی شاہد ہے اور عادت اور تجربہ ہے تو بحکم مضمون حدیث: "کل ما أسکر کثیرہ فقلیلہ حرام"(۲)، اور بحکم حدیث ترمذی (غالبا): "کل مفتر حرام"(۳) تمباکو کو حرام کیوں نہیں، کم از کم مکروہ تحریمی تو کہا جائے۔ باقی اقوال علماء تو ان اصول ومشاہدات کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتے۔ اگر مولانا عبدالحی صاحب کا رسالہ "البیان فی حکم شرب الدخان"(۴) سامنے ہو تو مسئلہ جلد حل ہو سکتا ہے۔

العبد عبدالرزاق پورنوی۔

---

(۱) (نفع المفتی والسائل، کتاب الحظر والإباحة، قبیل ذکر ما یحل لبسه وما لا یحل، من مجموعة رسائل اللکنوی: ۱۳۸/۴، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "ما أسکر کثیره، فقلیله حرام" (سنن أبی داؤد، کتاب الأشربة، باب ما جاء فی السکر: ۱۶۳/۲، امدادیه ملتان)

(وجامع الترمذی، کتاب الأشربة، باب ما أسکر کثیره، فقلیله حرام: ۸/۲، سعید)

(۳) جامع ترمذی میں یہ حدیث نہیں ملی البتہ ابوداؤد اور مسند احمد بن حنبل میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

"عن أم سلمة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل مسکر ومفتر". (سنن أبی داؤد، کتاب الأشربة، باب ما جاء فی السکر: ۱۶۳/۲، امدادیه ملتان)

(ومسند أحمد بن حنبل، حدیث أم سلمة رضی الله عنها زوج النبی صلی الله علیه وسلم: ۴۳۲/۷، رقم الحدیث: ۲۶۰۹۴، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۴) (ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان من مجموعة رسائل اللکنوی: ۲۵۴/۲، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... "الطین الذی یحمل من مکة، ویسمی طین حمزة، هل الکراهیة فیه کالکراهیة فی أکل الطین علی ما جاء فی الحدیث؟ قال: الکراهیة فی الجمیع متحدة، کما فی جواهر الفتاوی. وسئل بعض الفقهاء عن أکل طین البخاری ونحوه، قال: لابأس بذلك مالم یضر، وکراهیة أکله لا للحرمة بل لتهییج الداء ۱ ھ". فتاوی عالمگیری، ص: ۳۲۰(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ وجہ ممانعت اندیشۂ مرض ہے، لہٰذا جس جگہ یہ اندیشہ جس قدر قوی ہوگا، اسی قدر ممانعت سخت ہوگی۔ اور جس قدر یہ اندیشہ ضعیف ہوگا، ممانعت بھی کم درجہ کی ہوگی۔ اور جہاں یہ اندیشہ بالکل معدوم ہوگا، وہاں ممانعت نہ ہوگی۔

مولانا عبدالحی صاحب کا مجتہد مطلق اور صاحب شرع نہ ہونا مسلم ہے، یہاں سے ان کے مجتہد مطلق یا صاحب شرع ہونے کا دعویٰ نہیں کیا گیا، مگر کیا کسی کی عبارت نقل کرنے کیلئے منقول عنہ کا مجتہد مطلق اور صاحب شرع ہونا ضروری ہے، تو سائل نے عمدۃ الرعایہ کی عبارت کیوں نقل کی اور تمباکو کے متعلق مولانا عبدالحی صاحب کے رسالہ کی دیکھنے کی کیوں تاکید کی؟ اگر ضروری نہیں تو یہاں کی نقل کردہ عبارت پر اعتراض کیوں کیا، حالانکہ وہ عبارت مولانا عبدالحی صاحب نے اپنی طرف سے تحریر فرمائی بھی نہیں بلکہ نصاب الاحتساب (۲) مجمع البرکات، خزانۃ الروایات سے نقل کی ہے، ملاحظہ فرمائیں نفع المفتی والسائل، ص: ۱۱۰(۳)۔

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الأکل: ۵/ ۳۴۱، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی السراجیة، کتاب الحظر والإباحة، باب الأکل، ص: ۷۳، سعید)

(۲) "أکل الطین مکروه، وذکر الحلوانی: إن کان یضر یکره، وإن کان یتناوله قلیلاً أو یفعله أحیاناً، فلابأس به. قال العبد -أصلحه الله تعالیٰ-: وعلی هذا یقاس أنه یباح أکل النورة مع الورق المأکول فی دیار الهند؛ لأنه قلیل نافع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذکور لایحصل بدونها". (نصاب الاحتساب، الباب العاشر فی الاحتساب علی الأکل والشرب والتداوی، ص: ۵۰، دار العلوم دیوبند)

(۳) "الاستفسار: هل یجوز أکل النورة فی الورق المأکول فی أمصار الهند، وهو التنبول".

"الاستبشار. نعم، فی نصاب الاحتساب: وذکر الحلوانی: أن أکل الطین إن کان یضر یکره، =

لہٰذا ثانیاً وثالثاً ورابعاً کے اعتراضات مذکورہ بالا کتب اور ان کے مصنفین پر ہوئے، سائل کو اپنے تجربہ پر ان حضرات کے تجربہ سے زیادہ اعتماد ہے کہ جس کی بناء پر نافع ہونے کو بالکل غلط قرار دیا ہے۔ غالباً سائل کو اپنے متعلق مجتہد مطلق، صاحب شرع ہونے کا حسن ظن حاصل ہے کہ بلا نقل پیش کئے محض اپنی رائے سے اکابر کی تردید پر کمر باندھی ہے۔

اور جس کے حق میں نافع نہ ہو بلکہ مضر ہو، اس کے لئے ممانعت کا حکم صراحۃً موجود ہے۔ احیاناً کے خلاف ہونے کا اعتراض عالمگیری کی عبارت مذکورہ پر غور کرنے کے بعد خودبخود دفع ہو جائے گا۔ جس شخص کے حق میں پان کھانا فضول خرچی ہے، اس کو اس فضول خرچی سے بھی اجتناب چاہیے جیسے کہ ہر قسم کی فضول خرچی سے اجتناب ضروری ہے(۱)۔ جس کو پان کھانے کی عادت ہے کہ بلا پان کھائے سکون نہیں ہوتا، طبیعت پریشان رہتی ہے اور کام کرنا دشوار ہوتا ہے، اس کے حق میں فضول خرچی نہیں ہے، ایسی صورت میں مباح شئی پر مداومت کرنے پر کوئی مضر نقد نہیں۔

۲... تمباکو کے متعلق سائل کا شبہ از سرتاپا خوش فہمی کی دلیل ہے، اقوالِ علماء نصوص پر مبنی ہیں نصوص کے خلاف نہیں ہیں، علماء کی تحقیقات آپ کی تحقیقات سے کچھ زیادہ ہی ہیں کم نہیں۔ یہ کہنا کہ "علماء کا اختلاف اقسام وخواص کے اختلاف پر مبنی نہیں ہے، بلکہ اس کی خاصیت کی پوری تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے ہے" خیال

= وإلا فلا، وإن كان يعتاده قليلاً، أو يفعله أحياناً، لا يكره. قال العبد -أصلحه الله شانه-: ويقاس على هذا أنه يباح أكل الصورة مع الورق المأكول في ديار الهند؛ لأنه قليل نافع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها، وهو الحمرة -انتهى- وقد نقل عنه في خزانة الروايات ومجمع البركات أيضاً". (نفع المفتي والسائل، من مجموعة رسائل اللكنوي، كتاب الحظر والإباحة، قبيل ذكر مايحل لبسه ومالا يحل: ۱۳۸/۴، إدارة القرآن كراچي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تبذر تبذيراً. إن المبذرين كانوا إخوان الشيطين﴾ (سورة الإسراء: ۲۶، ۲۷)

"نهي عن صرف المال إلى من لا يستحقه، فإن التبذير إنفاق في غير موضعه، مأخوذ من تفريق البذر وإلقائه في الأرض كيفما كان من غير تعهد لمواقعه ... أصله إلقاء البذر وطرحه، ثم استعير لتضييع المال". (روح المعاني: ۱۵/۶۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"كما أمر بالإنفاق نهى عن الإسراف". (تفسير ابن كثير: ۳۶/۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

باطل ہے، عوام اور خواص سب کا تجربہ اور مشاہدہ ہے، معمولی سے معمولی کاشتکار اور حقہ نوش بھی جانتا ہے کہ تمبا کو کی مختلف قسمیں ہیں، ان سب کے مقابلہ میں آپ کا تجربہ و بحث سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، جن اطباء نے اختلاف اقسام کا انکار کیا ہے (اگرچہ اس کے لئے کوئی نقل پیش نہیں کی) کیا وہ صاحب شرع ہیں کہ ان سے غلطی ناممکن ہے؟

نیز آپ کی تحریر عقل و تجربہ، خوص و عوام اور مشاہدات روزمرہ کے خلاف ہرگز ہرگز قابلِ قبول نہیں، نصوص شرعیہ مستقل ہیں، بعض سائل نے ان کے لئے تفاصیل تجویز کیا۔

مطلق تمباکو (اختلاف اقسام وخواص کی وجہ سے) ان کا محل نہیں، بلکہ وہ تمباکو محل بن سکتا ہے کہ کثیر مسکر ہو اور قلیل مفتر ہو۔ پہلے جو یہاں سے عبارت نقل کی گئی تھی وہ مولانا عبدالحی صاحب کے رسالہ سے نقل کی گئی تھی (۱)، بعض مرتبہ نے (نہ ان کے مجتہد مطلق اور صاحب شرع نہ ہونے کی وجہ سے) اس پر التفات نہیں کیا، مگر تعجب ہے کہ اس کی ترغیب دی ہے، مخزن الادویہ میں بھی اس عبارت کے موافق عبارت موجود ہے (۲)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۲/۵۵ھ۔

چونا تمباکو کھانا

سوال [۸۸۹۵]: چونا تمباکو پان میں کھانا کیسا ہے اور تمباکو مسکرات میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت کے موافق پان میں چونا کھانا درست ہے۔

"یباح أکل النورۃ مع الورق المأکول في دیار الهند" تنقیح المفتي، ص: ۱۱۰ (۳)۔

---

(۱) دیکھئے رسالہ ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان ۲/۲۵۱، ادارۃ القرآن کراچی)

(۲) لم أظفر علیه

(۳) (تنقیح المفتي والسائل، من مجموعة رسائل اللکنوي، کتاب الحظر والإباحة، فیما ذکر مایحل به وما لایحل ۲/۱۴۹، إدارۃ القرآن کراچی)

خوشبودار تمباکو جس میں نشہ نہ ہو درست ہے(۱)، نشہ آور دوا جائز ہے(۲)، اور بلا تصور دوا ناجائز ہے(۳)۔ بدبودار مکروہ ہے(۴)، اور بلا منہ صاف کئے مسجد میں جانا منع ہے(۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "فيفهم حكم النبات وهو إباحة على المختار أو التوقف، وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره وتفتيره وإضراره". (رد المحتار، كتاب الأشربة، قبيل كتاب الصيد: ۶/۴۶۰، سعيد)

(۲) "الاستشفاء بالمحرم إنما لايجوز إذا لم يعلم أن فيه شفاء، أما إذا علم أن فيه شفاءً، وليس له دواء آخر غيره، فيجوز الاستشفاء به". (المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي: ۶/۱۱۹، غفاريه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في التداوي بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۴/۳۴۲، رشيديه)

(۳) "عن سعيد بن أبي بردة عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه قال: لما بعثه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ومعاذ بن جبل، قال لهما: "يسرا ولا تعسرا، وبشرا ولا تنفرا، وتطاوعا". قال أبو موسى: يا رسول الله! إنا بأرض يصنع فيها شراب من العسل يقال له: البتع، وشراب من الشعير يقال له: المزر. فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل مسكر حرام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "يسروا ولا تعسروا": ۲/۹۰۴، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر: ۲/۱۶۸، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الأشربة، باب ما جاء في السكر: ۲/۱۶۳، امداديه ملتان)

(۴) "ومن أكل ما يتأذى به: أي برائحته كثوم وبصل، وينبغي أنه لو تأذى من رائحة الدخان المشهور له منعه من شربه". (رد المحتار، كتاب النكاح، قبيل باب الرضاع: ۳/۲۰۸، سعيد)

"هذا تصريح بإباحة الثوم وهو مجمع عليه، لكن يكره لمن أراد حضور المسجد وحضور جمع في غير المسجد ..... ويلحق بالثوم كل ما له رائحة كريهة من البصل والكراث ونحوهما". (إنجاح الحاجة على هامش ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب نهي من أكل ثوماً أو بصلاً عن حضور المسجد: ۱/۲۰۹، قديمي)

(۵) "قيل لأنس رضي الله تعالى عنه: ما سمعت النبي صلى الله عليه وسلم في الثوم؟ فقال: "من أكل فلا —

پان کی گرانی کی وجہ سے تمباکو کو چونے میں ملا کر کھانا

سوال [۸۸۹۶]: آج کل گرانی کے باعث لوگوں نے پان کھانا بند کر کے تمباکو چونا ملا کر ہتھیلی میں مل کر پیٹ پاٹ کر کھاتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھی ایک طریقہ ہے، بعض علاقوں میں تو یہی معمول پہلے سے ہے، جب سے کہ اتنی گرانی نہیں تھی، گرانی کی وجہ سے تمباکو ہی چھوڑ دیتے، یا کم کر دیتے تو زیادہ بچت ہوتی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۲/۹۳ھ۔

= يقربن مسجدنا". (صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم والبقول: ۲/۸۱۹، قديمي)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة، فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ٦٨، قديمي)

(وبمعناه في سنن ابن ماجة، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم، ص: ۲۴۱، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والذين إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين ذلك قواماً﴾ (سورة الفرقان: ٦٧)

"﴿إذا أنفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا﴾ المستلزم لكون إنفاقهم كذلك للتنصيص على أن فعلهم من خير الأمور، فقد شاع: "خير الأمور أوساطها". والظاهر أن المراد بالإنفاق ما يعم إنفاقهم على أنفسهم وإنفاقهم على غيرهم، والقوام في كل ذلك خير. وقد أخرج أحمد والطبراني عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من فقه الرجل رفقه في معيشته" وأخرج ابن ماجة في سننه عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن من السرف أن تأكل كل ما اشتهيت". وحكي عن عبد الملك بن مروان أنه قال لعمر بن عبد العزيز عليه الرحمة حين زوجه ابنته فاطمة: ما نفقتك؟ فقال له عمر: الحسنة بين السيئتين، ثم تلا الآية". (روح المعاني: ۱۹/۴۷، (سورة الفرقان: ٦٧)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

پان میں چونا کھانا:

سوال [۸۸۹۹]: چونا پتھر ہی سے ہوتا ہے، اس کے کھانے کے لئے کیا حکم ہے؟ نیز کتھا بھی مٹی سے تیار کیا جاتا ہے (۱)، اس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مٹی کا کھانا ممنوع ہے، اور اس کی ممانعت نجاست کی وجہ سے نہیں، بلکہ مضر صحت ہونے کی وجہ سے ہے، لہذا قلیل مقدار غیر مضر درست ہے، کذا فی العالمگیریہ: ۵/۳۴۰ (۲)، پان میں چونا کھانے کی اجازت ہے، نصاب الاحتساب اور نفع المفتی والسائل میں بصراحت مذکور ہے (۳) اور کتھا کا حکم بھی چونا کی طرح ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

- "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، قبيل باب الرفق والحياء وحسن الخلق، ص: ۴۳۰، قديمي)

"وعن عبد الله بن سرجس رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "السمت الحسن، والتؤدة والاقتصاد جزء من أربع وعشرين جزءاً من النبوة" رواه الترمذي"

"الاقتصاد": أي التوسط في الأحوال والتحرز عن طرفي الإفراط والتفريط. قال التوربشتي: الاقتصاد على ضربين: أحدهما: ما كان متوسطاً بين محمود ومذموم والثاني: محمود على الإطلاق، وذلك فيما له طرفان: إفراط وتفريط كالجود، فإنه بين الإسراف والبخل ومنه حديث: "الاقتصاد في النفقة نصف المعيشة" وحديث: "ما عال من اقتصد". وكذا حكم الاقتصاد في سائر الأفعال". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الحذر والتأني في الأمور، الفصل الثاني: ۸/۷۸۸، ۷۸۹، (رقم الحديث: ۵۰۵۸)، رشيدية)

(۱) "کتھا پان کے ساتھ کھانے والی ایک سیاہی مائل چیز"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۹۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) "وسئل بعض الفقهاء عن أكل طين البخاري ونحوه، قال: لا بأس بذلك ما لم يضر" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۵/۳۴۰، رشيدية)

(۳) "يباح أكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند، لأنه قليل نافع، فإن الغرض المطلوب من -

مٹی کھانا

سوال [۸۸۹۸]: مٹی کھانا حرام ہے، اس کو کہاں سے ثبوت ہے اور رہا جائز ہونے کی پاکی ہے، جیسا کہ مٹی طاہر ہے اور پانی نہ ملنے کے وقت مطہر بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مضر صحت ہے اس سبب سے اس کا کھانا منع ہے(۱) جیسے کہ زیادہ کھانا بھی بعض صورتوں میں منع ہے: "الأکل فوق الشبع حرام" حالانکہ وہ طاہر ہے اور بعض صورتوں میں اس کا کھانا واجب بھی ہے، بعض صورتوں میں سنت ہے، لیکن جب مضر ہو تو منع ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

= الورق، لسعد كون لا يحصى بدونه" (نفع المفتي والسائل، من مجموعة رسائل اللكنوي، كتاب الحظر والإباحة، قبيل ذكر ما يحل لبسه وما لا يحل: ۴/۳۸، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "وسئل بعض الفقهاء عن أكل الطين البخاري ونحوه، قال: لا بأس بذلك ما لم يضر، وكراهية أكله لا للحرمة، بل لتهييج الداء" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل: ۵/۳۴۰، رشيدية)

"أكل الطين مكروه" (الفتاوى السراجية، كتاب الحظر والإباحة، باب الأكل: ۷۲، سعيد)

"أكل الطين مكروه، لأنه يشبه بفرعون: لأن فرعون لم يكن إلا أكل الطين" (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۴/۳۶۰، رشيدية)

(۲) "ثم الأكل على مراتب: فرض وهو ما يندفع به الهلاك، فإن ترك الأكل والشرب حتى هلك، فقد عصى. ومأجور عليه وهو ما زاد عليه ليتمكن من الصلاة قائماً، ويسهل عليه الصوم ... وحرام وهو الأكل فوق الشبع" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الأكل: ۵/۳۳۶، رشيدية)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار، كتاب الكراهية، باب في الكسب: ۴/۲۳۵، حقانية پشاور)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الكراهية، فصل في الأكل: ۴/۱۷۸، غفارية)

باب المال الحرام ومصرفه

(مالِ حرام اور اس کے مصرف کا بیان)

مالِ حرام سے تجارت

سوال[۸۸۹۹]: اگر کسی شخص نے حرام مال کمایا، اس سے اس کی اولاد پرورش پائی، اس میں سے بعض عالم ہوئے۔ انہوں نے ماں کی یا اسی طرح دوسرے بھائیوں نے تجارت کیا، تو کیا ان کا کمانا بھی مالِ حرام کہلائے گا، اور نسلاً بعد نسلٍ اس کا شیوع ہوتا رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس قدر مال بطریقِ حرام کمایا، اس کی واپسی لازم ہے، اگر وہ شخص موجود نہ ہو جس سے مثلاً مالِ حرام (مثلاً رشوت یا غصب) لیا ہو، مرگیا ہو تو اس کے ورثہ کو دیا جائے۔ ورثاء بھی موجود نہ ہوں یا کوشش کے باوجود ان کا علم نہ ہوسکے تو غریبوں محتاجوں کو صدقہ کردیا جائے(۱)، لیکن اس مال کے ذریعہ دوسرا حلال مال کمایا گیا تو

(۱) "إذا علم أن كسب مورثه حرام، يحل له، لكن إذا علم المالك بعينه، فلا شك في حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية الخ. وفي منية المفتي: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لا يعلم الطالب بعينه ليرد عليه، حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه اهـ".

"وكذا لا يحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكه، لما في البزازية: أخذ مورثه رشوة أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً، أما في الديانة، فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء اهـ". (رد المحتار: ۵/۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۱۸۹، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۳۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

اس کو حرام نہ کہا جائے گا، کذا فی رد المحتار (۱)۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۷/ ۱۴۰۲ھ۔

مال مخلوط کو کار خیر میں صرف کرنا

سوال [۸۱۰۰]: ۱..... ایسی تجارت کی آمدنی کہ جس میں غلبہ مال حلال کا ہو اور مال حرام بھی مغلوب اور مخلوط ہو، یعنی کسی جائز کاروبار میں جو روپے لگائے گئے ہیں ان میں سے زیادہ کسب حلال کے روپے تھے اور کچھ روپے کسب حرام کے بھی مخلوط ہو گئے۔ ایسے کاروبار کی آمدنی سے کسی کار خیر میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

حرام مال کے ذریعہ تجارت

سوال [۸۱۰۱]: ۲..... مال حرام سے اگر کوئی حلال کاروبار شروع کیا جائے تو اس کی آمدنی حرام ہوگی یا حلال اور اس کو کسی کار خیر میں لگانا جائز ہوگا یا نہیں؟

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۲/ ۴۵۸، كتاب الغصب، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۲/ ۴۵۸، كتاب الغصب، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۶/ ۲۲۱، ۲۲۲، كتاب الغصب، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/ ۲۰۲، كتاب الغصب، رشيديه)

(۱) "(قوله: اكتسب حراماً) توضيح المسألة ما في التاتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم أخر ودفع تلك الدراهم. قال الكرخي في الوجه الأول والثاني: لايطيب، والثلاث الأخيرة يطيب. وقال أبوبكر: لايطيب في الكل. لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس اهـ". (رد المحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراماً، ثم اشترى، فهو على خمسة أوجه: ۵/ ۲۳۵، سعيد)

مالِ مخلوط سے تجارت

سوال[۹۹۰۲]: ۳..... ایسی جائز تجارت جس میں مالِ حرام غالب لگا ہو اور مالِ حلال مغلوب کا کیا حکم ہے؟

مالِ حرام سے خریدے ہوئے مکان سے انتفاع

سوال[۹۹۰۳]: ۴..... ایسی زمین جو مالِ حرام سے خریدی گئی ہے، کوئی شخص اس کو اپنی پاک کمائی کے روپیہ سے خرید سکتا ہے یا نہیں؟ ایسا مکان جو حرام سے بنایا گیا یا خریدا گیا ہے اس کو مالِ حلال کے عوض خرید کر اپنے مصرف میں لایا جا سکتا ہے یا نہیں، یا ایسی زمین اور ایسے مکان کو کرایہ پر لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... کیا جا سکتا ہے(۱)۔

۲..... اگر مالِ حرام کو متعین کر کے اس کے بدلہ میں حلال مال خریدا ہے اور پھر وہی حرام مالِ متعینہ قیمت میں ادا کر دیا ہے تب تو اس کی آمدنی ناجائز ہے، اس کو غرباء ومساکین پر صرف کر دیا جائے، کسی اور کارِ خیر میں لگانا، یا اپنے کام میں خرچ کرنا شرعاً درست نہیں۔ اگر بغیر تعیین مالِ حرام کوئی مال حلال خریدا اور پھر وہ مال حلال قیمت میں ادا کر دیا، یا متعین تو کیا مالِ حرام کو مگر ادا کیا مالِ حلال، یا متعین تو کیا مالِ حلال مگر ادا کیا مالِ حرام، تو ان تینوں صورتوں میں کرخی کے نزدیک آمدنی اس کی حلال ہوگی (صرف اصلی مالِ حرام کو ضمان لازم ہوگا)، ذخیرۃ الوسائل، غرر، مختصر وقایہ، اصلاح وغیرہ میں اس پر فتویٰ بھی نقل کیا گیا ہے(۲)۔ ہدایہ، مبسوط وغیرہ میں یہی

---

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيديه)

"وإن كان غالب مال المهدي من الحلال، لا بأس بأن يقبل الهدية، ويأكل". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، ما يكره أكله وما لا يكره، وما يتعلق بالضيافة: ۴۰۰/۳، رشيديه)

"غالب مال المهدي إن حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الرابع في الهدية والميراث: ۳۶۰/۶، رشيديه)

(۲) "(قوله: اكتسب حراماً) توضيح المسئلة ما في التاتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، –

صورت میں آمدنی کو ناجائز قرار دیا ہے(۱)۔

۳… خلط کی وجہ سے ملک متحقق ہو کر تجارت درست ہوگی اور اس کی آمدنی حلال ہوگی، جس کو کارِ خیر میں لگانا بھی درست ہوگا، اصل مالِ حرام کا ضمان لازم ہوگا(۲)۔

ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم أخر ودفع تلك الدراهم. قال الكرخي: في الوجه الأول والثاني لا يطيب، وفي الثلاث الأخيرة يطيب. وقال أبوبكر: لا يطيب في الكل، لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس. اهـ" (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراماً ثم اشترى، فهو على خمسة أوجه: ۲۳۵/۵، سعيد)

(۱) "أما فيما لا يتعين كالثمين فقوله في الكتاب: "اشترى بها" إشارة إلى أن التصدق إنما يجب إذا اشترى بها ونقد منها الثمن، أما إذا أشار إليها ونقد من غيرها، أو نقد منها وأشار إلى غيرها، أو أطلق إطلاقاً ونقد منها، يطيب له، وهكذا قال الكرخي رحمه الله تعالى؛ لأن الإشارة إذا كانت لا تفيد التعيين لابد أن يتأكد بالنقد ليتحقق الخبث. وقال مشايخنا رحمهم الله تعالى: لا يطيب له قبل أن يضمن، وكذا بعد الضمان بكل حال، وهو المختار؛ لإطلاق الجواب في الجامعين والمبسوط". (الهداية، كتاب الغصب: ۳۷۴/۳، شركة علمية ملتان)

"قال: ومن اشترى جارية بيعاً فاسداً وتقابضها، فباعها وربح فيها، تصدق بالربح، ويطيب للبائع (الأول) ما ربح في الثمن. والفرق أن الجارية مما يتعين، فيتعلق العقد بها، فيتمكن الخبث في الربح، والدراهم والدنانير لا تتعينان في العقود، فلم يتعلق العقد الثاني بعينها، فلم يتمكن الخبث، فلا يجب التصدق". (الهداية، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل في أحكامه: ۶۶/۳، شركة علمية ملتان)

(۲) "ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله، ملكه ...... فلأنه استهلاك". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الزكاة، باب زكوة الغنم: ۲۹۰/۲، سعيد)

"وإذا هلك النقلي في يد الغاصب بفعله أو بغير فعله، ضمنه". (الهداية، كتاب الغصب: ۳۷۴/۳، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الغصب: ۳/۷۰۹، مكتبة غفارية كوئٹہ)

۴۔۔۔ زمین یا مکان کے حرام مال سے خریدنے کی چار صورتیں ہیں جیسا کہ نمبر ۳ میں مذکور ہوئیں، اگر مشتری نے اول صورت سے خریدا ہے تب تو اس سے کسی مشتری آخر کو حلال مال سے خریدنا درست نہیں۔ اگر بقیہ تین صورتوں سے خریدا ہے تو مشتری آخر کو خریدنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/صفر/ ۶۸ھ۔

مالِ حرام سے نفقۂ زوجہ

سوال [۸۹۰۲]: اگر کوئی آدمی مالِ حرام کما کر اپنی عورت کو کھلاوے تو عورت کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ رشوت اور غصب نہ ہو تو گنجائش ہے، یعنی بعینہ حرام مال کا لینا ناجائز ہے، البتہ اس کے عوض کی چیزوں میں وسعت ہے اور گناہ شوہر پر ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "(قوله: اكتسب حراماً) توضيح المسألة ما في التاتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم أخر ودفع تلك الدراهم. قال الكرخي في الوجه الأول والثاني: لا يطيب، وفي الثلاث الأخيرة: يطيب. وقال أبو بكر: لا يطيب في الكل. لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس، اهـ". (رد المحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراماً ثم اشترى، فهو على خمسة أوجه: ۵/۲۳۵، سعيد)

(۲) "وفي الذخيرة: سئل أبو جعفر عمن اكتسب ماله من أمر السلطان والغرامات المحرمة، وغير ذلك، هل يحل لمن عرف ذلك أن يأكل من طعامه؟ قال: أحب إليّ في دينه أن لا يأكل، ويسعه حكماً إن لم يكن غصباً أو رشوة، اهـ".

"وفي الخانية: امرأة زوجها في أرض الجور إذا أكلت من طعامه، ولم يكن عينه غصباً، أو =

حرام آمدنی سے تنخواہ لینا

سوال [۵۰۹۸]: میں اپنے بھائی صاحب کی دوکان میں ملازم کی حیثیت سے دوسو روپیہ ماہانہ تنخواہ پر کام کررہا ہوں، ابتداء ہی سے بھائی صاحب کے مکان میں رہائش وخورد ونوش ہے اور وہیں مقیم رہے ہیں۔ بھائی صاحب کی آمدنی تمام تر حرام ہے اور دوکان سامان تقریب کی ہے جو کہ کرایہ پر دیئے جاتے ہیں، نیز یہ سامان بھی اسی مال حرام سے خریدا گیا ہے۔ یہ عاجز اپنے لئے حلال کی فکر میں ہے، اس لئے باوجود کوشش اور پیش کش کے بجائے شریک بننے کے ملازمت سے رہنا گوارا کرلیا۔

اگر میں ملازمت چھوڑ دوں تو فی زمانہ دوسری ملازمت ملنا بہت دشوار ہے۔ بچپن سے بھائی صاحب ہی کے مکان میں زندگی گذری ہے اور میں ابھی تک غیر شادی شدہ ہوں، اس لئے علیحدہ رہنا بھی بلا بر دشوار ہے۔ ان حالات میں ان کے گھر کا پکا کھانا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

دوسرے اگر میں ماہانہ کچھ رقم بطور خوراک دیدوں تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ حال ہی میں بھائی صاحب نے ماہانہ تنخواہ میں پچاس روپیہ اضافہ کی پیش کش کی تھی اس وقت قبول نہیں کیا تھا، اگر میں ان سے یہ کہدوں کہ میری ماہانہ تنخواہ میں بجائے پچاس روپیہ کے اضافہ کے میری خوراک کے معاوضہ میں داخل کرلی جائے تو آیا اس صورت میں اس گھر کا کھانا میرے لئے جائز ہوگا؟ موجودہ صورت میں جناب عالی شریعت مطہرہ کے حکم سے مطلع فرماکر اس عاجز کو آخرت کے بگاڑ سے بچائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کی تحریر میں "سامان تقریب" مجمل ومبہم لفظ ہے، میں اس کا مطلب سمجھتا ہوں "شامیانہ، میز، کرسی، گیس، فرش" وغیرہ، ان اشیاء کو کرایہ پر دینا اور کرایہ وصول کرنا حرام نہیں ہے اگر چہ کرایہ پر لینے والے اپنی محفل میں کچھ غلط قسم کے کام بھی کرتے ہوں، مگر اس کی وجہ سے وہ کرایہ کی آمدنی حرام نہیں (۱)، ایسی آمدنی سے

= اشتری طعاماً أو کسوۃً من مال أصلہ لیس بطیب، فہي في سعۃ من ذلک، والإثم علی الزوج".

(ردالمحتار: ۳۸۶/۶، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، سعید)

(وکذا في ردالمحتار: ۲۹۱/۶، کتاب الغصب، سعید)

(۱) "(قولہ: اکتسب حراماً) توضیح المسئلۃ ما في التاتارخانیۃ حیث قال: رجل اکتسب مالاً من حرام، =

کھانا اور تنخواہ لینے میں مضائقہ نہیں ہے، دونوں طرح درست ہے۔ اگر آمدنی حرام ہونے کی کوئی اور صورت ہے تو صاف لکھئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۹/۹۰ھ۔

کاسبِ حرام کے ہاتھ مال فروخت کرنا

سوال [۸۹۰۲]: رنڈی، وردوساز اور بھانڈ(۱) کے ہاتھ سودا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کے پاس حرام کا پیسہ ہو اس کے ہاتھ کوئی شی فروخت کر کے مالِ حرام سے روپیہ لینا ناجائز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۹۱ھ۔

= ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم. قال الكرخي في الوجه الأول والثاني: لا يطيب، والثلاث الأخيرة: يطيب. وقال أبو بكر: لا يطيب في الكل. لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس اهـ". (رد المحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراماً ثم اشترى، فهو على خمسة أوجه: ۵/۲۳۵، سعید)

(۱) "بھانڈ: نقال، بہروپیا، مسخرہ، نقلیں اتارنے والا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۳۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) حرام کمانے والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا تو جائز ہے، مگر مالِ حرام سے قیمت وصول کرنا جائز نہیں، بلکہ خریدار سے حلال رقم کا مطالبہ کیا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ بائع کو پہلے سے معلوم ہو کہ خریدار کی کل یا اکثر آمدنی حرام ہے۔ اور اگر لاعلمی میں اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی تو اس کی قیمت لینا جائز ہے۔

"الحرام ينتقل، فلو دخل بأمان وأخذ مال حربي بلا رضاه وأخرجه إلينا، ملكه وصح بيعه، لكن لا يطيب له ولا للمشتري منه ..... وفي حظر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم". (الدر المختار)،

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى ذمتين سألت عنه الشهاب ابن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلاً =

شادی کے بعد حرام کمائی والا سامان استعمال کرنا

سوال [۸۱۰۱]: اگر طوائف کے پاس کچھ سامان وغیرہ ہو جو اس کی ناجائز کمائی کا ہے، جیسے کپڑا وغیرہ تو زید کے نکاح میں آنے کے بعد بیوی اس کو اپنے استعمال میں لا سکتی ہے؟ اگر نہ استعمال کے قابل ہو تو اس سامان کو کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام آمدنی کا سامان کپڑا وغیرہ اس وقت استعمال کرتی تھی جب حلال آمدنی نہیں تھی، نکاح کے بعد جب کھانا کپڑا شوہر کے ذمہ ہو جائے گا (۱) تو پھر حرام آمدنی کا سامان کیوں استعمال کرے، بلکہ وہ سامان غریبوں محتاجوں کو دے دے (۲)، اور خود حرام سے بچی تو پکا کر کے عمر بھر توبہ استغفار میں گذارے، واللہ الموفق۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۹/۹/۱۲ھ۔

ناجائز آمدنی سے خریدے ہوئے مال کا حکم

سوال [۸۱۰۲]: زید کے بہنوئی کی شراب کی تجارت ہوتی ہے، تو یہ ذریعہ آمدنی گو کہ ناجائز ہے، لیکن زید کے قریبی رشتہ دار اس تجارت میں لگے ہیں، لیکن انہوں نے اس تجارت کے پیسے سے ناجائز آمدنی کو دور کرنے کے لئے توبہ کر کے دوسری تجارت شروع کردی ہے، مثلاً کپڑا وغیرہ، تو کیا ان کی یہ تجارت اور زید کا ان رشتہ داروں کے یہاں آمد ورفت، خورد ونوش جائز ہوگا؟

= بأن يأخذ من أحد شيئاً من الملك، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر، فهو حرام".

(رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الحرمة تتعدد: ۵/۹۹، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۲۰۳، كتاب الكراهية، فصل في البيع، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) کیونکہ بیوی کا نان نفقہ اب شوہر کے ذمہ لازمی ہے:

قال الله تعالى: ﴿على الموسع قدره وعلى المقتر قدره متاعاً بالمعروف﴾ (سورة البقرة: ۲۳۶)

(۲) (راجع، ص: ۴۱۸، رقم الحاشية: [illegible])

۲ . ان لوگوں کے بچے زید کے یہاں زیر تعلیم ہیں تو کیا زید کا تعلیم کے لئے یہ پیسہ لینا جائز ہوگا جو کہ اس مال میں سے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ . محض توبہ کر لینے سے مال پاک نہیں ہوا، بلکہ وہ کل مال یا اس کی مقدار صدقہ کرنا واجب ہے(۱)۔ البتہ اگر اسی مال سے زمین خریدی گئی ہے، یا اس سے کوئی جائز تجارت کی جارہی ہے تو اس زمین و تجارت کی آمدنی حلال ہوگی(۲) اور ان کے یہاں خورد و نوش، آمد و رفت بھی جائز ہوگی، لیکن اس پر ضروری ہوگا کہ جتنے ناجائز روپے اس نے زمین یا تجارت میں لگائے ہیں، اتنی مقدار کو صدقہ کر دے، اگرچہ ان کی آمدنی سے ہی ہو۔

"في القنية: لو كان الخبيث نصاباً، لا يلزمه الزكوة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه".

شامی: ۲/۳۴(۳)۔

۲ . اگر بعینہٖ چندہ جائز کی آمدنی ہو تو زید کے لئے اس سے اخراجات لینا درست نہیں ہے(۴)۔

---

(۱) "وعلى هذا قالوا: لو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۵، سعيد)

(۲) "(قوله: اكتسب حراماً) توضيح المسئلة ما في التاتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم. قال الكرخي في الوجه الأول والثاني: لا يطيب، والثلاث الأخيرة يطيب. وقال أبوبكر: لا يطيب في الكل. لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس". (رد المحتار: كتاب البيوع، باب المتفرقات في آخر البيع: ۵/۲۳۵، سعيد)

(۳) (رد المحتار: ۲/۲۹۰، كتاب الزكوة، سعيد)

(۴) "غالب مال المهدي إن حلالاً، لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتعين أنه من حرام، وإن غالب ماله الحرام، لا يقبلها ولا يأكل، إلا إذا قال: إنه حلال ورثه أو استقرضه". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية والميراث: ۶/۳۶۰، رشيدية)

لیکن اگر پیشہ ناجائز کی آمدنی سے زمین خریدی گئی، یا اس کو کسی جائز تجارت میں لگا دیا گیا تو اس میں سے لینا درست ہے:

"وجاز أخذ دين على كافر من ثمن خمر لصحة بيعه، بخلاف دين على مسلم لبطلانه، الخ" درمختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناجائز پیسوں سے خریدشدہ سامان کا حکم

سوال [۹۰۰۹]: زید نوکری پیشہ تھا، تنخواہ کے مقابلے میں بالائی آمدنی اس کی زیادہ تھی، دونوں بیویوں کو ساتھ رکھتا تھا۔ ان ایام میں زید نے گرم اور ٹھنڈے مثلاً کوٹ اور گرم کرتے اور چادر وغیرہ، اور دیگر سامانِ آرائش خریدے، طعام اور دوسرے لغویات پر ان بیویوں پر صرف کرتا تھا، لیکن تنخواہ کے پیسے ان اخراجات کے لئے کافی نہیں تھے۔ تقریباً تین سال سے اس نے نوکری چھوڑ دی ہے، خدا نے توفیق دی، اس وقت عبادت اور ریاضت میں مشغول ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کے پاس وہی کپڑے اور سامان ہیں جن کو اس نے ان دنوں میں خریدا تھا، اور انہیں کپڑوں کے ساتھ نماز اور دیگر ارکان ادا کرتا ہے۔ نوکری چھوڑنے کے بعد سے بیکار ہے، ذریعہ معاش بھی انہیں پیسوں کے ذریعہ اختیار کئے ہوئے ہے، ان پیسوں کو اپنے بھائیوں کو دے رکھا ہے جس کے ذریعہ وہ تجارت کرتے ہیں اور انہیں کے ساتھ شامل رہتا ہے۔ بیکاری کی وجہ سے اس سے دوسرے کپڑے اور سامان ہونا مشکل ہے، اور اگر رہتا ہی ہے تو وہی مذکورہ پیسے استعمال ہوں گے۔ اس صورت میں کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنے پیسے اس نے ناجائز طریقے پر حاصل کئے آہستہ آہستہ مالک کو واپس کرے، اگر مالک کا علم نہ ہو تو

---

(۱) ردالمحتار، کتاب البیوع، باب المتفرقات: ۵/۲۲۵، رشیدیہ

غرباء کو اس کی نیت سے صدقہ کرتا رہے (۱)، اور جب تک حلال پیسہ میسر آئے ان کپڑوں کو استعمال کرتا رہے اور استغفار بھی کرتا رہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناجائز مال جہیز میں دینا

سوال [۸۶۱۰]: کوئی شخص جو کہ زمانہ میں ڈاکٹر تھا اس نے ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد کچھ جائیداد خرید لی جس میں کچھ زمین کاشت کے لئے اور ایک باغ ہے اور اپنا زائد روپیہ کچھ بینک میں جمع ہے اور باقی روپیہ سے عام لوگوں سے سود لیتا ہے۔ اور اس کی لڑکی سے ایک شخص کا نکاح ہوا ہے، وہ شخص جو کہ اب نیک پرہیزگار اور متقی ہے تو اس نے لئے اپنی زوجہ کے جہیز میں کچھ ایسی چیزیں ہیں جو ہر شخص استعمال کرسکتا ہے۔ تو اب آپ تحریر کریں کہ اس لڑکی کا گھر میں رکھنا اور اس کے مال وجہیز کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی امر مانع شرعی موجود نہ ہو تو صورتِ مسئولہ میں اس لڑکی کو نکاح میں رکھنا جائز ہے۔ مال میں تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر معلوم ہوجائے کہ یہ مال ڈاکٹر نے جائز طریق ملازمت وغیرہ سے حاصل کرکے لڑکی کو دیا ہے تب تو لڑکی کی اجازت کے بعد شوہر کو اس کا استعمال جائز ہے۔

اگر یقیناً معلوم ہو کہ یہ مال ناجائز طریق مثلاً مسلمانوں سے سود لیکر حاصل کیا ہے تو اس کے استعمال ناجائز ہے لڑکی کو بھی اور شوہر کو بھی۔

---

(۱) "لو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً، وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۸/۳۵۱، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾ (سورة التحريم: ۸)

"التوبة: أن يندم على ذنبه بالقلب، ويستغفر باللسان، ويضمر أن لا يرجع إليه أبداً". (تنبيه الغافلين، باب التوبة، باب آخر من التوبة، ص: ۵۹، المكتبة الرشيدية)

"وإن علم أنه مغصوب بعينه، لا يحل أن يأكل؛ لأنه علم بالحرمة"(۱)۔

اگر سب مال ملا ہوا ہے اور معلوم نہیں کونسا حلال ہے اور کونسا حرام ہے تو پھر غلبہ کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر زیادہ مال حلال ہے تو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں، اور اگر زیادہ مال حرام ہے تو اس کو استعمال نہیں کرنا چاہئے:

"إذا أهدى لرجل إلى إنسان أو أضافه، إن كان غالب مال المهدي من الحرام، ينبغي له أن لا يقبل الهدية و لا يأكل منه طعامه ما لم يخبر أنه حلال ورثه أو استقرض من غيره. وإن كان غالب مال المهدي من الحلال، لا بأس بأن يقبل الهدية و يأكل ما لم يتبين عنده أنه حرام". قاضي خان: ۴/۳۷۶(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمن غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۱/۱/۵۳ھ۔

ملازم کو بسکٹ فیکٹری میں بلا اجازت مالک بسکٹ کھانا

سوال[۸۹۱۱]: میں ایک بسکٹ کمپنی میں کام کرتا ہوں اس میں کام کرنے والے کئی ملازم بغیر اجازت مالک ومنیجر بسکٹ کھاتے ہیں اور مالک ومنیجر کو بھی اس کا علم ہے۔ مالک غیر مسلم ہے۔ کیا کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کام کرنے والوں کی سرکشی کی وجہ سے مالک معلوم ہونے کے باوجود کوئی روک ٹوک نہیں کرتا بلکہ دہ

---

(۱) (ردالمحتار: ۵/۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في ردالمحتار: ۶/۳۹۶، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، ومايكره أكله ومالا يكره، ومايتعلق بالضيافة: ۳/۴۰۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية ۵/۳۴۲، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۵۲۹، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دار إحياء التراث العربي بيروت)

رضامند ہے، نہ اس نے اجازت دی ہے تو اس طرح کھانا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/ ۸۷ھ۔

مخدوم کے مال میں خادم کا تصرف

سوال[۸۹۱۲]: ۱.....زید اور عمر میں زید مرید اور عمر پیر ہے، اور زید طالب علم ہے اور عمر فالج کا مریض ہے، اور زید کا معاشی اخراجات کا کوئی وسیلہ اور ذریعہ نہیں ہے اور عمر بزرگ شخص ہے اس وجہ سے اس کا ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ عمر تعویذ کے پیسے لیتا ہے اور اس کے مریدین بھیجتے ہیں اور ملنے والے نذرانہ دیتے ہیں اور وہ ضرورت کے وقت مانگ بھی لیتا ہے۔ باوجود ان سب وجوہات کے عمر کے خرچے میں اتنی گنجائش ہے کہ وہ خود کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلاتا ہے۔ اور زید جو کہ طالب علم ہے وہ عمر کی خدمت بھی کرتا ہے۔

تو اگر زید اس کا پیسا اور کھانا بغیر اس کی اجازت کے لے کر کھائے اور اس کو معلوم ہوجائے تو طعن وملامت نہ کرے اور ایسا کرنے میں عمر کو پتہ نہ چلے تو کیا حکم ہے، یا اگر معلوم ہوگیا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

۲..... عمر نے زید کو پیسہ دے کر کوئی سودا منگایا، سودا لے کر جو بقیہ پیسے بچے وہ زید نے لے لئے اور سودا عمر کو دے دیا اور بقیہ پیسے نہیں دیئے اور نہ عمر نے مانگے۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۳..... عمر نے زید سے سودا منگایا اور اس میں سے جو پیسے بچے وہ زید نے لے لئے، پھر اس کے بعد ایسا موقع آیا کہ عمر کے پاس پیسے نہیں تھے اور پھر کوئی سودا منگایا تو زید نے اپنے پیسے سے لا دیا، خواہ وہ پیسے بچے ہوئے سودے کے ہوں یا زید کے ذاتی پیسے ہوں۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۴..... عمر کا کھانا زید کسی ہوٹل سے لاتا ہے، عمر کی پہچان کی وجہ سے صاحب ہوٹل پیسے کم لیتا ہے، اور وہ

---

(۱) "وعن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"والأظهر أن معناه: لا تظلموا أنفسكم، وهو يشمل الظلم القاصر والمتعدي". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۲۹۴۲): ۶/ ۱۳۹، رشيديه)

کھانا اتنا ہوتا ہے کہ اس کے آدھے کھانے میں عمر کا پیٹ بھر جاتا ہے اور آدھا بچتا ہے۔ تو اگر زید آدھے کھانے کو پہلے ہی نکال لے اور آدھا عمر کو دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۵... عمر کے نام سے زید کسی دوکان سے سودا مفت لاتا ہے اور عمر بھی کبھی منگواتا ہے اور زید اس دوکان سے روزانہ لے جاتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

۶... کسی دوکان سے عمر کا کھانا مفت میں زید لاتا ہے، اتفاق سے کسی وقت کھانا تیار نہیں تھا تو دوسری دوکان سے عمر سے پیسے لے کر لایا، پھر اسی دوکان سے جہاں کھانا مفت ملتا ہے زید کھانا لے آیا تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اپنے پیر صاحب کی خدمت کرنا عین سعادت ہے اور وہ بھی جب کہ وہ مریض ہوں تو بہت ضروری اور ثواب کی بات ہے لیکن ان کی چیز، پیسہ اور کھانا وغیرہ کو بغیر ان کی رضامندی کے ہرگز استعمال نہ کرے، خاموش رہنا بھی کافی نہ سمجھے بلکہ حسبِ ضرورت ان سے مانگ لے، جب وہ خوشی کے ساتھ اجازت دے دیں تب استعمال کرے:

"لا یحل مال امرء مسلم إلا بطیب نفس منه". الحدیث، رواه الطحاوی(۱)۔

۲... زید کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے، بلکہ خیانت ہے، جو پیسے بچے ہیں ان کو واپس کرنا

(۱) "عن عمرو بن یثربی رضی الله تعالیٰ عنه قال: خطبنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال: "لا یحل لامرئ من مال أخیه شئ إلا بطیب نفس منه". (شرح معانی الآثار للطحاوی رحمه الله تعالیٰ، کتاب الکراهیة، باب الرجل یمر بالحائط أله أن یأکل منه أم لا: ۲/۳۲۵، سعید)

(وکذا فی السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الغصب، باب من غصب لوحاً فأدخله فی سفینة أو بنی علیه جداراً: ۶/۱۰۰، تالیفات اشرفیه لاهور)

(وکذا فی کنز العمال، الفرع الثانی فی أحکام الإیمان المتفرقة: ۱/۹۲، (رقم الحدیث: ۳۹۷)، التراث الإسلامی حلب)

(ومجمع الزوائد، کتاب البیوع، باب الغصب: ۴/۱۷۲، دار الفکر)

لازم ہے(۱)۔

۴... زید کے لئے یہ بھی درست نہیں اگرچہ اس کے ذریعہ سے اتنے پیسوں کا بار اس کے سر سے اتر جائے۔

۳... ہوٹل والا یہ کھانا عمر کے لئے دیتا ہے، زید کے لئے نہیں۔ زید امین ہے، اس کے ذمہ لازم ہے کہ پہلے کھانا عمر کے پاس پہونچادے، پھر اگر زید کو ضرورت ہو تو عمر سے اجازت لے لے(۲)۔

۵... یہ بھی جائز نہیں، یہ دھوکا اور جھوٹ ہے(۳)۔

---

(۱) "آیة المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق: ۱/۵۶، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، ص: ۱۷، قديمي)

قال القاري رحمه الله تعالى: "(وإذا ائتمن): أي جعل أميناً ..... وحق الأمانة أن تؤدى إلى أهلها، فالخيانة مخالفة لها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان: ۱/۲۲۶، رشيديه)

(۲) "عن عمرو بن يثربي رضي الله تعالى عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "لايحل لامرئ من مال أخيه شيء إلا بطيب نفس منه". (شرح معاني الآثار للطحاوي رحمه الله تعالى، كتاب الكراهية، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل منه أم لا: ۲/۲۷۵، سعيد)

"لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته". (الدرالمختار، كتاب الغصب، قبيل فصل: ۶/۲۰۰، سعيد)

"لايجوز لأحد أن يتصرف في مال غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه". (شرح المجلة (رقم المادة: ۹۶): ۱/۶۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وماهم بمؤمنين يخادعون الله والذين آمنوا ومايخدعون إلا أنفسهم ومايشعرون﴾ (سورة البقرة: ۹،۸)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غشنا فليس منا". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: من غشنا فليس منا: ۱/۷۰، قديمي)

"عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "عليكم –

۶...اس کی بھی عمر کو اطلاع کر کے اجازت لے لے، یا اجازت ورضا مندی ان تمام صورتوں میں نہ خود استعمال کرے، نہ دوسروں کو شریک کرے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۹ھ۔

میونسپلٹی کی چیز کا استعمال

سوال[۱۳۱۸۱]: کسی شخص کو کوئی شی - جو کہ ملکیت میونسپلٹی کی ہے - استعمال کیلئے ملی ہوئی ہے، وہ کچھ بیکار سمجھ کر دوسرے کو دے دیتا ہے اور وہ اپنی منشاء کے مطابق درستگی کرا کے اپنے استعمال میں لے آتا ہے۔ اور دینے والا یہ کہتا ہے کہ تم مالک ہو گئے، تو وہ اس صورت میں اپنے کو مالک سمجھے یا نہیں، یا کیا صورت کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر میونسپلٹی (۲) کی طرف سے محض استعمال کے لئے وہ چیز ملی، اس شخص کو مالک نہیں بنایا گیا ہے تو اس کو حق نہیں کہ کسی کو دے اور کسی کو مالک بنا دے، نہ دوسرے کو اس کا لینا درست ہے (۳)۔ اگر عاریۃً نہیں ملی

= بالصدق فإن الصدق یهدی إلی البر، وإن البر یهدی إلی الجنة، وما زال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند الله صدیقاً، وإیاکم والکذب فإن الکذب یهدی إلی الفجور، وإن الفجور یهدی إلی النار، وما یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند الله کذاباً". (تنبیه الغافلین، باب الزجر عن الکذب، ص: ۸۲، المکتبة الرشیدیة)

(۱) (راجع، ص: ۴۲۲، رقم الحاشیة: ۲)

(۲) "میونسپلٹی۔ شہری لوگوں کی جماعت جو شہر کی صفائی، پانی، روشنی وغیرہ کا انتظام کرتی ہے، بلدیہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۳۴، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "العاریة هی تملیک المنافع مجاناً، وحکمها کونها أمانة" (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب العاریة، ۵/۶۷۶، ۶۷۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب العاریة، ۷/۴۷۶، رشیدیة)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب العاریة، ۶/۳۲۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

"ومنها أن یکون مملوکاً للواهب، فلا یجوز هبة مال الغیر بغیر إذنه لاستحالة تملیک ما لیس بمملوک للواهب". (الفتاوی العالمکیریة، الباب الأول فی تفسیر الهبة ورکنها الخ: ۴/۳۷۴، رشیدیة)

بلکہ ہبہ تحقیقی نے اس کو ملک بنا دیا ہے تو اس کا یہ حق ہے کہ جس کو چاہے دے اور دوسرے شخص کو اس کا لینا اور مالک بننا بھی جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۴/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

ڈاکٹر و طوائف سے فیس لینا

سوال [۸۹۱۳]: جن کی کمائی ناجائز ہے جیسے طوائف، ان سے خرید و فروخت کرنا یا ڈاکٹر کو طوائف سے فیس لینا کیسا ہے؟ دریں صورت وہ کسی سے قرض لے کر ادا کرے تو کیسا ہے؟ اسی طرح ان کی دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ حرام کی کمائی کا روپیہ دے تو ڈاکٹر یا دوکاندار کو فیس یا قیمت لینا درست نہیں، ایسے روپیہ سے دعوت قبول کرنا بھی درست نہیں۔ ہاں! وہ قرض لے کر حلال روپیہ دے تو لینا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۰ھ۔

---

(۱) "اعلم أن أسباب الملك ثلاثة: ناقل كبيع وهبة" (الدر المختار). "(قوله: ناقل، الخ): أي من مالك إلى مالك". (رد المحتار، كتاب الصيد: ۶/۴۶۳، سعيد)

"وأما حكمها (أي الهبة) فثبوت الملك للموهوب له غير لازم". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول في تفسير الهبة الخ: ۴/۳۷۴، رشيدية)

(۲) "وإن علم أنه مغصوب بعينه، لا يحل أن يأكل؛ لأنه عين المحرمة". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، وما يكره أكله: ۳/۴۰۰، رشيدية)

"أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، —

دوست سے روپیہ چوری کیا اس کی واپسی کا طریقہ

سوال[۸۹۱۵]: میں نے اپنے ایک دوست کی جیب سے کچھ روپے نکال لئے تھے، اب مجھے خدا کا خوف دامن گیر ہوا۔ اس کو کس طرح واپس کروں؟ میں بہت شرمندہ ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کی رقم جیب سے نکالی ہے اس کو کسی صورت میں پہونچادیں خواہ اس طرح سے کہ یہ رقم میری طرف سے آپ کو ہدیہ یا تحفہ ہے، یہ بتانا ضروری نہیں کہ میں نے آپ کی جیب سے رقم نکالی تھی (۱)، لیکن اگر بتادیں اور اپنی غلطی کا اعتراف کرلیں تو یہ اچھی بات ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۹ھ۔

چوری کا کوئلہ واپس کرنا چاہیے

سوال[۸۹۱۶]: زید ریلوے میں ملازم ہے اور بکر کا دوست ہے۔ زید ریلوے سے کوئلہ چرا کر لاتا ہے اور بیچتا ہے، بکر کو اس کا علم ہے کہ زید ریل کا کوئلہ چرا کر لاتا ہے، اس کے علم کے باوجود بکر نے زید سے کوئلہ منگوایا

= فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل، كذا في الينابيع". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۴۲/۵، رشيديه)

(۱) "الأصل أن المستحق بجهة إذا وصل إلى المستحق بجهة أخرى، اعتبر واصلاً بجهة مستحقة إن وصل إليه من المستحق عليه، وإلا فلا". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد ۹۲/۵، سعيد)

(وكذا في جامع الفصولين، الفصل الثلاثون في التصرفات الفاسدة: ۲/۰، اسلامي كتب خانه)

(۲) "عن وابصة بن معبد رضي الله تعالى عنه قال: قال عليه الصلوة والسلام: "الإثم ما حاك في صدرك وإن أفتاك عنه الناس". (مسند أحمد بن حنبل رحمه الله ۲۲۸/۴، رقم الحديث: ۱۷۵۳۸)، المكتب الإسلامي بيروت)

"الإثم ما حاك في صدرك وكرهت أن يطلع الناس عليه" (مسند أحمد حنبل ۱۹۲/۴، (رقم الحديث. ۱۷۱۷۹)، المكتب الإسلامي بيروت)

تو زید نے کسی آدمی کے ہاتھ کوئلہ اگر بھجوادیا۔ کوئلہ بنانے کے بعد عمرو کو خیال ہوا کہ کوئلہ واپس کردیں، لیکن کوئلہ واپس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ زید دور شہر میں ملازم ہے اور بکر ایک دیہات میں رہتا ہے، اس لئے کوئلہ کی واپسی ناممکن ہے۔ ایسی صورت میں کوئلہ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوری کا کوئلہ استعمال نہ کیا جائے، اگر اس کو واپس کرنا ممکن نہ ہو تو کسی غریب کو اس نیت سے دے دیا جائے کہ اللہ پاک اس کے وبال سے نجات دے (۱)۔ جو شخص وہاں ملازم ہو، اس سے واپسی کی ترکیب دریافت کرلی جائے، ممکن ہے کہ کوئی ترکیب نکل آئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۸۸ھ۔

چوری کا مال واپس کرنے کا طریقہ

سوال [۱۰۹۸۱]: ایک شخص نے بہت سی چوریاں کیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دے دی۔ اب اس نے چاہا کہ مال مسروقہ ادا کردوں، لیکن چوریوں کی کثرت کی وجہ سے حق والوں کو بھول گیا اور بعض وہ سامان بھی نہیں ہے۔ اب وہ کس طرح کیسے ادا کرے؟

منصور احمد فیروز پوری، جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مال مسروقہ کی مقدار تخمینہ سے متعین کرکے، مالک یا اس کے ورثاء معلوم ہوں تو ان کو پہنچادیں، اگر مالک یا اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو اتنی مقدار مالک کی نیت سے غریبوں کو صدقہ کردیں (۲)، اور خدائے پاک سے توبہ و استغفار

---

(۱) "اخذ مورثہ رشوۃ أو ظلماً، إن علم ذلک بعینہ، لایحل لہ أخذہ، وإلا فلہ أخذہ حکماً. أما في الدیانۃ فیتصدق بہ بنیۃ إرضاء الخصماء. اھ". (رد المحتار، کتاب البیوع، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً: ۹۹/۵، سعید)

(وکذا في مجمع الأنہر، کتاب الغصب: ۴/۵۸/۲، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في تبیین الحقائق، کتاب الغصب: ۲۳۲/۶، ۲۳۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) "لومات الرجل وکسبہ من بیع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوۃ یتورع الورثۃ ولا یأخذون منہ شیئاً =

کرتے رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۲/۹۲ھ۔

کسی عالم کا داماد کو باپ کی دوکان سے چوری کی تلقین کرنا

سوال [۸۹۱۸]: ایک اہل علم حدیث کے پڑھانے والے اپنے داماد سے کہا کرتے ہیں کہ تم اپنے والد، چچا وغیرہ کی دوکان سے روزانہ چوری سے نکال کر علیحدہ جمع کیا کرو، جو کہ تمہارے کام آوے۔ کیونکہ والد چچا وغیرہ کا مال بڑا ہوتا ہے، تم بھی ان کی دوکان پر رہتے ہو، کمائی کرتے ہو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسے ہی یہ فرمایا کہ اگر بیوی خاوند کی کوئی چیز چوری سے نکالے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

۱... باوجود اہل علم حدیث پڑھانے کے چوری کی ترغیب وتلقین دینا کیسا ہے، ایسے شخص کو ظالم فاسق فاجر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲... ایسے شخص کا کسی مدرسہ میں حدیث وغیرہ پڑھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سوال اس سے پہلے بھی آیا تھا، اس کا جواب تحریر کردیا گیا، مگر اس میں صورتِ واقعہ لکھ کر سوال صرف لڑکے کے روکنے کا تھا۔ چنانچہ اس کے جواب پر اکتفا کیا گیا تھا۔ اب دو باتیں اور دریافت کی ہیں: ایک یہ کہ باوجود اہل علم، حدیث پڑھانے کے چوری کی تلقین وترغیب دینا کیسا ہے، ایسے شخص کو ظالم وفاسق وفاجر کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ دوسری بات یہ کہ ایسے شخص کا کسی مدرسہ میں حدیث وغیرہ پڑھانا کیسا ہے۔

ایسی حالت میں بہتر یہ تھا کہ سائل خود ان اہل علم حدیث پڑھانے والے سے دریافت کرلیتا کہ یہ چیز جس کا آپ مجھے بار بار حکم کررہے ہیں اور میرے نہ ماننے پر میری بیوی کو روک لیا ہے، شرعاً کیسا ہے۔ چونکہ وہ اہل علم ہیں خود جواب دیتے۔ اگر ان سے دریافت نہیں کیا تو کم از کم ان کا بیان بھی سائل اپنے سوال کے ساتھ لکھتا، تاکہ اصل واقعہ کی پوری حقیقت معلوم ہوتی اور فریقین کے متفقہ بیان پر جواب تحریر کیا جاتا۔

= وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۵/۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۳۵۹/۸، رشيديه)

چوری جیسی خلاف شرع حرکت جس کی ممانعت اور حرمت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اور اس کی ترغیب دینا اور شہ دینے پر چوری کو روک لینا ایک معمولی مسلمان سے بھی بعید ہے، چہ جائیکہ کوئی اہل علم اس کا ارتکاب کرے۔

سائل سے زبانی معلوم ہوا کہ واقعات کی دو طرفیں ہیں جو صیغۂ راز میں ہیں، اس لئے تاوقتیکہ وہ واقعات پورے طور پر معلوم نہ ہوں اصل تعزیری کا معلوم ہونا دشوار ہے۔ سائل نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی تمام تر ذمہ داری اسی پر ہے کہ اس میں کہاں تک اصلیت ہے۔ سائل کو اصرار ہے کہ میری تحریر کا جواب دے دیا جائے، اس لئے جواباً تحریر ہے:

۱... چوری کی تلقین و ترغیب دینا ہر شخص کو ناجائز ہے، اہل علم کے حق میں اس کی قباحت اور حرمت اور بھی زیادہ ہے۔

"الدال علی الخیر کفاعلہ، والدال علی الشر کفاعلہ". کنوز الحقائق، ص: ۱۷۲(۱)۔

ہاں اگر کسی کے ذمہ کوئی شرعی واقعی مطالبہ ہو اور اس کے وصول ہونے کی کوئی صورت نہ ہو تو وہ اس میں داخل نہیں، یا اسی طرح کہ کسی کی طرف سے اس کا ظن غالب ہو کہ وہ فلاں شے لینے سے مدعی ہوگا یا اسی نوع کی کوئی اور صورت ہو تو وہ مستثنیٰ ہے کہ وہ چوری نہیں۔ جو شخص چوری کرتا ہے یا چوری کی ترغیب دیتا ہے وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے(۲) ایسے شخص کو شریعت میں فاسق کہتے ہیں۔ اگر وہ توبہ کرے تو اللہ معاف فرمائیں گے(۳)۔

---

(۱) لم اظفر علی ھذا الکتاب

(۲) "وعن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لایزنی الزانی وھو مؤمن، ولایسرق السارق وھو مؤمن ... متفق علیہ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الکبائر، الفصل الأول، ص: ۱۷، قدیمی)

"تنبیہ: عد السرقۃ ھو ما اتفقوا علیہ وھو صریح ھذہ الأحادیث، والظاھر أنہ لافرق فی کونھا کبیرۃ بین الموجبۃ للقطع وعدم الموجبۃ لہ". (الزواجر عن اقتراف الکبائر، کتاب الحدود، الکبیرۃ التاسعۃ والستون بعد الثلاثمائۃ، السرقۃ: ۲/۲۳۰، دار الفکر بیروت)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقبلوا لھم شھادۃ أبداً وأولئک ھم الفاسقون. إلا الذین تابوا من بعد ذلک ...

۴۔ کسی مدرسہ میں حدیث وغیرہ پڑھانا چھوڑ دینا اس بات کی وجہ سے نہ لازم ہے نہ جائز ہے کہ ایک غلطی کی دوسری غلطی پیدا کرے، بلکہ اس شخص کو چاہیے کہ توبہ کرے اور حدیث کے درس کو جاری رکھے یہ عبادت ہے، گناہ سے توبہ کرنا اور عبادت کو قائم رکھنا انسان کا فریضہ ہے اور گناہ کرنے پر عبادت کو چھوڑ دینا نقصان در نقصان ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۶/۴/۱۳۹۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

بڑے بھائی کی دوکان سے پیسہ بچانا

سوال [۸۵۱۹]: زید اپنے بڑے بھائی کے ساتھ رہتا ہے، بڑے بھائی کی دوکان سے زید بھی دوکان کا کافی کام کرتا ہے۔ زید کو بڑے بھائی نے کھانے پینے کی اجازت دے رکھی ہے، مگر زید کھانے پینے میں بہت کم خرچ کرتا ہے اور کچھ پیسہ بچا لیتا ہے۔ تو یہ پیسہ اس کو خود خرچ کرنا یا مسجد میں صرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑے بھائی کو اس کی خبر کردے، وہ اس سے اجازت لے لے، پھر مسجد وغیرہ میں جہاں چاہے صرف کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱/۱۴۰۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۱/۱۴۰۸ھ۔

= وأصلحوا فإن الله غفور رحيم﴾ (سورة النور: ۵)

"فالتوبة أن يندم على ذنبه بالقلب، ويستغفر باللسان، ويضمر أن لا يرجع إليه أبداً" (تنبيه الغافلين، باب آخر من التوبة، ص: ۵۹، رشيدية)

(وكذا في رياض الصالحين، باب التوبة، ص: ۶۵، قديمي)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۷، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، (سورة التحريم: ۸)، ۲۸/۱۵۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وعن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه =

جھٹکے کے گوشت کی قیمت

سوال[۹۹۲۰]: ہمارے یہاں ایک دنبہ آتا ہے سرکاری طور سے، جس کو جھٹکے کے ذریعہ کاٹ دیا جاتا ہے اور اس کا کچھ حصہ گوشت فروخت کردیا جاتا ہے، پھر اس سے ایک فنڈ بنایا جس سے جوان کی دوسری چیزیں خریدی جاتی ہیں اور وہ تمام جوان میں استعمال ہوتی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ جو گوشت جھٹکے کا تھا اور اس پیسے سے جو چیزیں خریدیں اس حصہ میں کھانا کیسا ہے؟ کیونکہ فنڈ حصے میں میرا خود کا حصہ آتا ہے۔ میں جھٹکے کا گوشت تو کھاتا نہیں، البتہ بیچ کر جو پیسے آتے ہیں، اس کے متعلق مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جھٹکے کا گوشت غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کرکے آپ کو پیسے دیئے ہیں تو یہ آپ کے لئے درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وسلم: "ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"والأظهر أن معناه: لا تظلموا أنفسكم، وهو يشمل الظلم القاصر والمتعدي" (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني: ۶/۱۲۹، رشيدية)

(وكذا في تنبيه الغافلين، باب ما جاء في الظلم، ص: ۲۰۲، حقانيه پشاور)

(ومسند أحمد بن حنبل: ۵/۹۱، رقم الحديث: ۲۰۱۰۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "والحيلة في هذه المسائل أن يشتري نسيئةً، ثم ينقد ثمنه من أي مال شاء. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن الحيلة في مثل هذا، فأجابني بما ذكرنا، كذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۲، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الرابع في المال من الإهداء والميراث: ۴/۳۴۹، رشيدية)

جلدی میں ٹکٹ نہ لے سکا اور پیسے گارڈ کو دے دیئے تو وہ کافی ہے یا نہیں؟

سوال[۸۹۲۱]: مجھے ایک مرتبہ دیوبند سے سہارنپور جانا تھا، اسٹیشن پر پہونچا تو گاڑی چل دی اور میں چلتی گاڑی میں چڑھ گیا اور جلدی کی وجہ سے ٹکٹ نہ خرید سکا۔ ٹپری اسٹیشن پر گارڈ سے ملا اور اس نے کچھ پیسے لے کر کہا کہ میں سہارنپور میں گیٹ سے پاس کرادوں گا۔ چنانچہ اس نے مجھے گیٹ سے پاس کرادیا، نہ اس نے مجھے ٹکٹ دیا اور نہ ہی رسید دی، غالباً وہ پیسہ محکمہ ریلوے کو نہیں پہونچا۔ اب شریعت کی رو سے بندہ سبکدوش ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ آپ نے سہارنپور تک سفر کیا اور عجلت کی وجہ سے ٹکٹ نہیں خرید سکے اور ٹپری اسٹیشن پر گارڈ سے مل کر ٹپری سے سہارنپور تک کا پیسہ بھی اس کو دے دیئے مگر اس نے نہ ٹکٹ دیا، نہ رسید دی تو ظاہر ہے کہ وہ پیسے ریلوے کے ایک ملازم (گارڈ) نے خود رکھے اور سہارنپور پہونچ کر اپنے اثر سے اس نے آپ کو پاس کرادیا۔ بس سہارنپور سے دیوبند تک کا ٹکٹ لے کر آپ پھاڑ دیں تا کہ آپ کے ذمہ ریلوے کا مطالبہ باقی نہ رہے اور بالیقین آپ بری الذمہ ہو جائیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۳/۱۴۹۱ھ۔

جہاز میں خنزیر کا گوشت پیش کرنے والے کی ملازمت

سوال[۸۹۲۲]: میں نمازی مسلمان ہوں، حسب عقیدۂ اسلام لحم خنزیر اور شراب اور دیگر لغویات کا ارتکاب نہیں کرتا، مگر صاحب عیال اور غریب آدمی ہوں اور پانی کے جہاز میں خانساماں کا کام کرتا ہوں۔ شراب اور سور کا گوشت اور دیگر اشیاء مسافروں کے لئے کمپنی کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں، میں بحیثیت ملازم پیش کرتا ہوں۔ میری یہ کمائی میرے لئے شرعاً حلال ہے یا نہیں؟

---

(۱) "كل حيلة يحتال بها الرجل لتخلص بها عن حرام، أو لتوصل بها إلى حلال، فهي حسنة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحيل، الفصل الأول في بيان جواز الحيل وعدم جوازها: ۶/۳۹۰، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کا حرام اشیاء کو لاکر، یا پکا کر پیش کرنا معصیت وحرام ہے(۱)، مگر ملازمت کی تنخواہ حرام نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۲ھ۔

بازار سے پھل خریدتے وقت حرام وحلال ہونے کی تحقیق

سوال[۸۱۴۳]: آج کل جو آم بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں ان کے متعلق معلوم نہیں کہ خریدار نے جو باغ خریدا ہے کس وقت خریدا ہے، آیا زمانۂ بور میں خریدا ہے(۳)۔ ایسی حالت میں بازار سے آم خرید کر کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ تحقیق اور ظن غالب ہو کہ اس بائع نے بیع باطل سے خریدا ہے تو اس کا خریدنا ناجائز ہے، اگر اس کی تحقیق یا ظن غالب نہ ہو تو اس کے خریدنے میں گنجائش ہے:

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورۃ المائدۃ: ۲)

"فیعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ... وعن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما وأبي العالية: أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم". (روح المعاني: ۲/۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وإذا استأجر الذمي مسلماً ليحمل له ميتة أو دماً، يجوز عندهم". (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الإجارة، الباب السادس عشر في مسائل الشيوع في الإجارة: ۴/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۱، سعيد)

"وإن استأجره ليكتب له غناء بالفارسية أو بالعربية قيل: لايحل الأجر، والمختار أنه يحل، لأن المعصية في القراءة". (الفتاوی البزازية، كتاب الإجارات، نوع في المتفرقات: ۵/۴۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۳/۵۳۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "... ابتدائی زمانہ"۔ (حق نواز)

"لو استعمل فحمل المعاملة على الصحة والحل واجب ما أمكن، إلا أن تقوم البينة بخلافه".
مبسوط سرخسی: ۱۷/۱۷۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرام مال سے کوئی چیز خریدنا

سوال[۸۸۴۴]: ایک شخص کے پاس مال حرام ہے جو اس کو کسی حلال شے کے فروخت کرنے پر مشتری سے ملا ہے، اب اگر یہ شخص ایک گھوڑا خرید کرے اور ایک ہفتہ کا ادھار کرکے گھوڑے کو اپنے گھر لے آئے وہ مال حرام ایک ہفتہ بعد دے تو گھوڑا جائز ہے یا نہیں؟

سعید احمد مجید افغان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حلال شی کو مال حرام کے عوض میں فروخت کرنا جائز نہیں، لقولہ تعالیٰ: ﴿ولا تتبدلوا الخبيث بالطيب﴾(۲)، لیکن اگر کسی کے پاس اس طرح مال حرام آتا ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے یا اس کے مثل کسی اور طرح آتا ہے تو اس کو ادھار یا قرض میں کسی غیر مسلم کو دینا درست ہے، لہذا اس گھوڑے کو حرام نہیں کہا جائے گا، کذا فی العالمگیریۃ: ۶/۳۹۲(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۱۹/رجب/۵۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/رجب/۵۳ھ۔

مال حرام سے خرید وفروخت

سوال[۸۸۴۵]: سود کا مال اگر کوئی شخص خریدے تو وہ حلال ہو جاتا ہے یا باوجود خرید لینے کے بھی وہ حرام ہی رہتا ہے؟ مفصل لکھئے۔

---

(۱) (کتاب المبسوط للسرخسی، کتاب الدعوی، باب اختلاف الأوقات فی الدعوی وغیر ذلک: ۱۷/۱۷۳، غفاریہ کوئٹہ)

(۲) (سورۃ النساء: ۲)

(۳) "كل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام، أو ليتوصل بها إلى حلال، فهي حسنة" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحيل، الفصل الأول في بيان جواز الحيل وعدم جوازها: ۶/۳۹۰، رشيدية)

کرنا درست نہیں۔ جبکہ علم نہ ہو وہاں گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ذیقعدہ/۶۷ھ۔

خریدنے کے بعد حرام ہونا معلوم ہوا تو اب کیا کیا جائے؟

سوال[۸۸۲۷]: جو حرام چیز مول لی جائے، بعد میں معلوم ہو جائے، کیونکہ جس شخص کے پاس سے مول لیا ہے وہ نہ لے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ شراب وغیرہ ہے تو کسی کافر کے ذریعہ سے فروخت کرادے۔ اگر وہ چیز حلوا وغیرہ ہے تو اصل مالک کو دے دے، یا اس سے کہہ دے کہ یہ شئے تمہاری ملک ہے، جو تم نے فلاں قبر پر چڑھائی ہے اور یہ تمہاری ملک سے خارج نہیں ہوئی، میں نے غلطی سے خرید لی ہے، میرے لئے اس کا استعمال ناجائز ہے، میرے دام ضائع ہوگئے، اب تم یہ اپنی چیز لے لو اور چڑھانے کی نیت جو کی تھی اس سے توبہ کرو۔ پھر اگر وہ خدا کے لئے ثواب سمجھ کر دے دے، یا فروخت کردے تو پھر لینا اور استعمال کرنا درست ہوگا۔ اگر مالک کا علم نہ ہو تو کسی غریب کو وہ شئے صدقہ کردے، اس نیت سے کہ اللہ پاک اس حرام شئے کے وبال سے مجھے چھٹکارا دے(۲)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ ہذا۔

---

(۱) "الحرمة تنتقل". (الدر المختار). "وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى إلى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۵، سعيد)

(وكذا فيه، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۹۸، سعيد)

(۲) "وعلى هذا قالوا: لو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۵، رشيدية)

ناجائز زمین کی پیداوار کا حکم

سوال[۸۹۲۸]: ایک شخص کا باپ چوری کرتا ہے اور اس کے وہاں کھیتی بھی ہوتی ہے مگر کھیتی میں اور کھیتی کے بیلوں میں روپیہ چوری کا لگا ہوا ہے اور دنیاوی کاروبار بہت اچھا چلا رکھا ہے۔ اور اس کے دادا بھی چوری کا کام کرتے تھے اور زمین دبا لیتے تھے۔ اب جو سرمایہ باپ دادا نے زمین روپیہ جمع کرکے رکھا ہے اس میں چوری اور زمین کا بھی اور گھر کا بھی۔ اب اس زمین میں کونسی حرام کونسی حلال؟

اس گھر میں ایک لڑکا ہے، وہ عاقل وبالغ ہوگیا ہے۔ اب اس نے حرام وحلال میں فرق دیکھا، اس نے اس کے کھانے میں کراہت بھی اور وہ اپنے والدین کے اکیلا ہے، گھر کا سب کاروبار کھیتی وغیرہ سب وہی کرتا ہے، اگر وہ کاروبار چھوڑ دے تو تمام خراب ہوجائے۔ باپ مانتا نہیں۔ اب لڑکا اس زمین کی پیداوار میں کھانا پینا چھوڑ دے، یا کیا کرے؟ دوسرا کام بھی اس کو دشوار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز، زمین کے متعلق معلوم ہو کہ یہ چوری کی ہے، اس کا استعمال کرنا کھانا پینا سب ناجائز ہے(۱)، اس کا اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر مالک مرگیا ہو تو اس کے ورثہ کو واپس کردے۔ اگر مالک

---

(۱) "إذا علم أن كسب مورثه حرام يحل له، لكن إذا علم المالك بعينه، فلا شك في حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية الخ. وفي منية المفتي: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لا يعلم الطالب بعينه ليرد عليه، حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه اهـ. وكذا لا يحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكه، لما في البزازية: أخذ مورثه رشوة أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً، أما في الديانة فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء اهـ". (رد المحتار: ۵/ ۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في من ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/ ۱۸۹، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/ ۳۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/ ۵۸، كتاب الغصب، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في ملتقى الأبحر شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۳/ ۵۸، كتاب الغصب، ●

معلوم ہوتو اس کو صدقہ کردے (۱)، تاکہ عذاب قیامت سے چھٹکارا ہو۔ اور جس چیز کے متعلق معلوم نہ ہو کہ یہ چوری کی ہے یا حلال کی کمائی کی ہے تو پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر حلال غالب نہیں ہے تب تو اس کا استعمال درست نہیں ہے، اگر حلال غالب ہے تو اس میں گنجائش ہے (۲)۔

زمین جس کی زبردستی دبارکھی ہے اس کا واپس کرنا بھی ضروری ہے اور اس کی پیداوار میں سے صرف بیج کی مقدار رکھنا درست ہے، اس سے زائد رکھنا درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۹/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ رمضان المبارک/ ۵۶ھ۔

= دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۶/ ۲۲۲، ۲۲۳، كتاب الغصب، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/ ۲۰۴، كتاب الغصب، رشيدية)

(۱) "وعلى هذا قالوا: لو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۳۸۵، رشيدية)

(۲) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/ ۳۴۲، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، ما يكره أكله وما لا يكره، وما يتعلق بالضيافة: ۳/ ۴۰۰، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الرابع في الهداية والميراث: ۶/ ۳۶۰، رشيدية)

(۳) "رجل زرع أرض نفسه، فجاء رجل وألقى بذره في تلك الأرض ..... جميع ما نبت لصاحب =

دوسرے کے درخت فروخت کرکے قیمت خود رکھنا

سوال[۸۹۲۹]: زید وعمر دو اشخاص کا ایک مشترک باغ تھا جس کے سرکاری وذاتی کاغذات تھے، باہم رضامندی سے بٹوارہ ہوگیا اور تقسیم کے بعد دونوں کے حصے کاغذات میں درج ہوگئے، مگر ۳۵/ درختوں کی ایک قطار کے سلسلہ میں زید کا یہ دعویٰ رہا کہ ہر فصل پر یہ کہہ کر فروخت کرلیتے ہیں کہ یہ میرا حصہ ہے، اور زید کو ایسا کرتے ہوئے دس سال ہوگئے۔ اس درمیان ان درختوں کی آمدنی تقریباً بائیس ہزار روپیہ تھا۔ عمر چاہتا ہے کہ زید سے اپنی یہ تمام رقم وصول کرلے۔

لہٰذا از روئے شرع اس رقم کو دعویٰ کیا جاسکتا ہے یا نہیں، جب کہ زید اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ یہ درخت عمر کے ہی ہیں؟ تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ زید کو اس بات کا اقرار ہے کہ یہ درخت عمر کے ہیں اور عمر نے اس کو اجازت نہیں دی کہ وہ ان کے درختوں کو فروخت کرکے اس کی قیمت خود رکھے تو زید کے ذمہ لازم ہے کہ وہ قیمت عمر کو دیدے(۱)۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۷/۱۴۰۲ھ۔

— الأرض، وعليه للغاصب مثل بذره، ولكن مبذوراً في أرض غيره". (البحر الرائق: ۸/۲۰۳، كتاب الغصب، رشيدية)

(وكذا في شرح المجلة (رقم المادة: ۹۰۷): ص: ۵۰۳، ۵۰۵، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) "ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها" (رد المحتار: ۹/۳۸۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

"ويجب رد عينه في مكان غصبه، أو مثله إن هلك وهو مثلي، وإن انصرم المثلي فقيمته يوم الخصومة، وإلا مثلي له، فقيمته يوم غصبه". (البحر الرائق: ۸/۱۹۸، ۱۹۹، كتاب الغصب، رشيدية)

"لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً". (شرح المجلة لسليم رستم باز، ص: ۶۱، رقم المادة: ۹۵، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في رد المحتار: ۶/۲۰۰، كتاب الغصب، سعيد)

ٹھیکہ میں بچا ہوا سامان استعمال کرنا

سوال[۸۹۳۰]: کسی شخص نے سڑک کی مرمت کی ٹھیکے داری لی، گورنمنٹ نے اس سلسلہ میں کافی بجری سڑک کی مرمت کے لئے دی۔ ٹھیکے دار نے سڑک مرمت کرادی اور مرمت کے بعد بجری بچ گئی۔ اب اس بجری کو گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر عوام کا استعمال کرنا اپنے ذاتی کام میں کیسا ہے؟

نـــــوٹ: بجری ٹھیکیدار کی ہے اور سڑک ڈسٹرکٹ بورڈ کی ہے، عوام بغیر اجازت کے استعمال کرنا چاہتے ہیں اور بہت سے لوگ استعمال کرچکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی کو مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کرنے کا حق نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۲۵ھ۔

مہر لگے بغیر استعمال شدہ ٹکٹ دوبارہ کام میں لانا

سـؤال[۸۹۳۱]: زید کلرک ڈاکخانہ میں ملازم ہے جہاں باہر سے بکثرت ڈاک آتی ہے اور بعض دوقات ڈاک ٹکٹ جو خطوط پر چسپاں ہوتے ہیں مہر کی زد سے بچ جاتے ہیں۔ کیا زید ان ٹکٹوں کو اپنے یا وقف کے مفاد میں دوبارہ استعمال کرسکتا ہے؟ اور شرع کی رو سے ایسے استعمال شدہ ٹکٹوں کا استعمال جائز ہے یا کہ ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دوبارہ استعمال کی اجازت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۶/۲۷ھ۔

= (وکذا فی الأشباہ والنظائر: ۲/۳۳۳، إدارۃ القرآن کراچی)

(۱) "وعن أبی حرۃ الرقاشی عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منہ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

"لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی". (البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۵/۶۸، رشیدیہ)

(۲) واضح رہے کہ استعمال شدہ اشیاء کا دوبارہ استعمال قانوناً جرم ہے، کیونکہ اس پر حکومت کی طرف سے پابندی عائد ہے۔ اور کسی

اگر شربت میں حقِ غیر مخلوط ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال[۸۴۲۲]: اگر کسی شی حلال میں کوئی شی حرام باعتبار امرِ خارجی آپس میں بالکل مخلوط ہوجائے تو اتنی مقدار کے نکال دینے کے بعد باقی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر حلال ہو تو بکراہت یا بلا کراہت؟ مثلاً دو گلاس شربت میں ایک گلاس شربت چوری کا یا غصب کا شامل کیا تو ایک گلاس شربت نکال دینے کے بعد باقی دو گلاس شربت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقِ غیر اگر اپنے حق کے ساتھ مخلوط ہوجائے تو بقدرِ حقِ غیر اس سے الگ کرکے مالک کو دے دیا جائے، پھر باقی حلال ہے۔ درمختار وردالمحتار وفتاویٰ عالمگیری میں یہ مسئلہ موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حرام حلال مخلوط روپے کا حکم

سوال[۸۴۲۳]: زید کا باپ تجارت کرتا ہے، وہ تجارت شرعِ شریف کے بالکل خلاف ہے، مثلاً: جھوٹ بولتا ہے، کم دیتا ہے، زیادہ لیتا ہے اور بہت سی دھوکہ بازیاں کرتے ہیں، جیسے کہ آج کل تجارت چل رہی ہے کہ کوئی مسئلہ کا لحاظ نہیں کرتا، جس طرح ذہن میں آتا ہے کر دیتا ہے۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کا باپ وہ روپیہ جتنا مناسب سمجھتے ہیں زید کو دیتے ہیں اور باقی سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ تو یہ روپیہ زید کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر دینا جائز ہے اور زید لاعلمی میں لے لیتا ہے تو اب اس کو مسکینوں میں خیرات کردے، یا قطعی ان سے

= جس قانون کی پابندی میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ ہو اس کی پابندی شرعاً وقانوناً رعایا پر ضروری ہے، لہٰذا مہر لگے بغیر ٹکٹ کا دوبارہ استعمال اس قانون کو توڑنے کی وجہ سے جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (فضل مولیٰ)

(۱) "لو خلطها المودع بجنسها أو بغيره بماله أو مال آخر بغير إذن المالك بحيث لا تتميز إلا بكلفة كحنطة بشعير ودراهم جياد بزيوف، ضمنها لاستهلاكه بالخلط، لكن لا يباح تناولها قبل أداء الضمان".

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الإيداع: ۵/۶۶۸، ۶۶۹، سعيد)

"لو اختلط بحيث لا يتميز يملكه ملكاً خبيثاً، لكن لا يحل له التصرف فيه ما لم يؤد بدله".

(رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالا حراماً: ۵/۹۹، سعيد)

دے لے اور صاف منع کردے؟ اور اگر کوئی صورت دینے کی ہو تو وہ بھی تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کا باپ خالص حرام وناجائز روپیہ مثلاً: رشوت، سود، غصب وغیرہ کا دے رہا ہے یا ایسا مخلوط روپیہ دیتا ہے جس میں زیادہ حرام ہے اور کم حلال تو زید کو اس کا لینا جائز نہیں، صاف انکار کردے(۱)۔ اگر کسی وجہ سے لے لیا ہے تو واپس کردے، اگر واپس نہیں کرسکتا تو خود اپنے صرف میں نہ لائے، بلکہ جن سے باپ نے لیا ہے ان کو واپس کردے، وہ موجود نہ ہوں تو ان کے ورثہ کو دیدے۔ اگر اصل مالک اور اس کے ورثہ کا علم نہ ہو تو خیرات کردے، اور مسکینوں کو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کردے(۲)۔

---

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام ... آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام، لا يقبل ولا يأكل". (الفتاوى العالمكيرية: ۵/ ۳۴۲، ۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

(وكذا في فتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/ ۳۶۰، كتاب الكراهية، الرابع في الهداية، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/ ۲۰۹، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "إذا علم أن كسب مورثه حرام يحل له، لكن إذا علم المالك بعينه، فلا شك في حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية، الخ. وفي منية المفتي: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لا يعلم الطالب بعينه ليرد عليه، حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه. اهـ. وكذا لا يحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكه، لما في البزازية: أخذ مورثه رشوة أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً، أما في الديانة فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء اهـ". (رد المحتار: ۵/ ۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/ ۱۸۹، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/ ۳۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

اگر وہ خالص حلال روپیہ یا ایسا روپیہ جس میں زیادہ حلال ہے دیتا ہے تو اس کو لینا اور اپنے صرف میں لانا شرعاً درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

حرام وحلال مخلوط آمدنی مدرسہ میں دینا

سوال [۸۹۳۰]: ایک کمپنی ہے جس میں بیڑی بھی ہو اور عورتیں بھی تماشہ کرتی ہوں اور جانور بھی ہوں، اس کی آمدنی کا کچھ حصہ مدرسہ اسلامیہ میں صرف کر سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آمدنی حلال بھی ہے اور غالب ہے تو اس کا خود استعمال کرنا اور مدارس وغیرہ میں دینا درست ہے۔ اگر آمدنی حرام غالب ہو تو اس کو خود استعمال نہ کیا جائے، بلکہ غریب، مسکین پر صدقہ کر دیا جائے خواہ وہ غریب مدارس اسلامیہ سے متعلق ہوں یا غیر متعلق ہوں۔ اور اس کمپنی کی آمدنی جو طریقہ مذکورہ سے حاصل ہوتی

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۴۵۸/۲، كتاب الغصب، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۴۵۸/۲، كتاب الغصب، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲۴۳/۶، ۲۴۴، كتاب الغصب، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۰۲/۸، كتاب الغصب، رشيديه)

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام ... آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام، لا يقبل ولا يأكل". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۲/۵، ۳۴۳، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳۶۰/۶، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۵۲۹/۲، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ہے وہ ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ ہذا، ۱۱/ شعبان/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

حرام اور مخلوط آمدنی سے امام کو تنخواہ اور کھانا دینا

سوال [۹۹۳۵]: بکر ایک مسجد میں امامت کرتا ہے اور اس کی تنخواہ مقرر ہے، جو تنخواہ مسجد کے متولی بکر کو دیتے ہیں وہ چندہ وغیرہ جمع کرکے دی جاتی ہے اور اس چندہ میں سود خور اور رشوت خور سے بھی چندہ لیا جاتا ہے۔ کیا ایسا چندہ لینا اور پھر امامت کی تنخواہ میں دینا کیسا ہے، جب کہ امامت کرنے میں تقویٰ کا زیادہ خیال رکھنا ضروری ہے؟ پھر کیا امام کو بھی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس زمانہ میں اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے اور اسی طرح مدرسہ کے مدرس کا بھی مسئلہ ہے، وہ بھی تحریر فرمائیں۔

لیکن بعض اماموں کا مستقل کھانے کا انتظام ہوتا ہے اور جن گھروں سے کھانا آتا ہے ان میں سے بعض گھر والے سود لینے میں بھی ملوث ہیں اور بعض سرکاری ملازم رشوت لیتے ہیں، ایسے گھر سے بھی کھانا آتا ہے۔ اب امام کو ایسا کھانا جائز ہے یا نہیں، جب کہ یہ امام اور یہ مدرس محنت سے کام کرتے ہیں؟ اور اگر کھانا بند کرکے تنخواہ بڑھا دینے کی بات کی جاتی ہے تو تنخواہ بہت ہی کم بڑھائی جاتی ہے جو کھانے کی نسبت بہت ہی کم ہوتی ہے اور جو تنخواہ بڑھائی ہے تو وہ بھی اسی آمدنی سے جو کہ سود اور رشوت خور سے چندہ لے کر جمع کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں

---

(۱) "آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام، لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه. وإن كان غالب ماله حلالاً، لا بأس بقبول هديته والأكل منها، كذا في الملتقط". (الفتاوى العالمكيرية: ٥/٣٤٣، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، رشيدية)

"كسب المغنية كالمغصوب لم يحل أخذه، وعلى هذا قالوا: لو مات الرجل وكسبه من بيع الباذق أو الظلم أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً، وهو أولى بهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه".
(رد المحتار: ٦/٣٨٥، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ٨/٣٥٩، كتاب الكراهية، فصل في البيع، رشيدية)

امام یا مدرس کیا کرے؟ ان دونوں صورتوں میں بہتر صورت کونسی ہے؟ آیا صرف پوری تنخواہ ہی لی جائے یا کھانے کو بھی جاری رکھا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

متعین طور پر جو شخص رشوت یا سود کی آمدنی امام یا مدرس کو دے، خواہ روپیہ کی صورت میں ہو یا کھانے کی صورت میں ہو، اس کو لینا جائز نہیں (۱)۔ اگر کسی کی آمدنی حلال وحرام دونوں قسم کی ہو، مگر حلال آمدنی زیادہ ہو حرام کم ہو، ایسی مخلوط آمدنی سے امام یا مدرس کو کھانا یا نقد دے تو اس کا لینا درست ہے۔ اگر حرام زیادہ ہو حلال کم تو لینا درست نہیں، ایسا آدمی اگر حلال سے دے مثلاً قرض لے کر دے یا اس کو وراثت میں حلال چیز ملی ہو اور اس میں سے دے تو لینا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۹۳ھ۔

جس کا مال مشتبہ ہو اس کے یہاں خوراکی دے کر کھانا

سوال [۸۹۳۶]: مجھے اپنی خوراک کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں بہت تشویش ہے۔ میرا کھانا پینا ایک ایسے شخص کے پاس ہے جس کا مال حرام اور مشتبہ ہے، ایسے شخص کے پاس خوراکی دے کر کھانا کھانا میرے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کا مال بالکل حرام ہے یا غالب مال حرام ہے تو اس کا کھانا آپ کے لئے جائز نہیں، اپنا انتظام

---

(۱) "وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى إلى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما من رأى المكاس يأخذ من أحد شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذه من ذلك الآخر، فهو حرام" (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۳۸۵، سعيد)

(۲) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام. فإن كان الغالب هو الحرام، ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام، إلا أن يخبره بأنه حلال ورثه أو استقرضه من رجل" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/ ۳۴۲، رشيدية)

تحقیق اور کریں۔ اور اگر اس کا اکثر مال حلال ہے اور کم مقدار میں حرام ہے اور وہ سب مخلوط ہے تو آپ کو اس کے کھانے کی گنجائش ہے (۱)۔ اگر محض مشتبہ ہے تو پھر پریشان ہو کر تشویش میں نہ پڑیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۲ھ۔

مالِ حرام کا مصرف

سوال [۸۹۳۷]: زید نے تمام عمر گناہ کئے اور نماز نہیں پڑھی اور سود پر روپیہ دے کر سود کا روپیہ اپنے خورد ونوش میں خرچ کیا اور کھایا بھی گیا، مگر اپنی آخری عمر میں زید توبہ کر کے، استغفار کر کے روزہ نماز کا بالکل پابند ہوگیا ہے، مگر وہ اپنے اس روپیہ کو مسجد میں استعمال کرنا چاہتا ہے۔ آیا اس کے اس روپیہ کو مسجد کے استعمال میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس صورت میں خرچ کیا جاوے؟

---

(۱) "آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام، لايقبل ولا يأكل مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه. وإن كان غالب ماله حلالاً، لابأس بقبول هديته والأكل منها، كذا في الملتقط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۶/۳۶۰، الرابع في الهدية، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية: ۴/۲۰۵، بيروت)

(۲) "اليقين لايزول بالشك". (الأشباه والنظائر، الفن الأول، النوع الأول، القاعدة الثالثة، ص: ۶۰، قديمي)

(وكذا في شرح المجلة، المقالة الثانية، (رقم المادة: ۴): ۱/۲۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في القواعد الفقهية (مجموعة الإحسان) رقم القاعدة: ۴۲۱، ص: ۱۴۳، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في رسالة الكرخي في الأصول، (رقم القاعدة: ۱)، ص: ۱، المطبوعة مع قواعد الفقه، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في القواعد الفقهية، لعلي أحمد الندوي، القسم الثاني، الفصل الثالث، المبحث الأول، ص: ۳۵۴، دارالقلم دمشق)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مال روپیہ حرام طریقہ سے کمایا گیا ہے، اس کو مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں (۱)۔ وہ روپیہ اصل مالک کو واپس کرنا چاہئے، وہ نہ ہو تو اس کے ورثہ کو دے دیں، وہ بھی نہ ہوں یا ان کا علم نہ ہو تو اصل مالک کی طرف سے غرباء کو صدقہ کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

(۱) "أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله، اهـ شرنبلالي". (رد المحتار: ۱/۶۵۸، كتاب الصلوة، مطلب في بيان السنة والمستحب، سعيد)

(۲) "إذا علم أن كسب مورثه حرام يحل له، لكن إذا علم المالك بعينه، فلا شك في حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية، الخ. وفي منية المفتي: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لا يعلم الطالب بعينه ليرد عليه، حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه، اهـ".

"وكذا لا يحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكه، لما في البزازية: أخذ مورثه رشوة أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً. أما في الديانة، فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء، اهـ". (رد المحتار: ۵/۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۱۸۹، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۳۸۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/۵۸، كتاب الغصب، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في ملتقى الأبحر شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۳/۵۸، كتاب الغصب، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۶/۲۳۲-۲۳۳، كتاب الغصب، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۲۰۲، كتاب الغصب، رشيدية)

اپنی کمائی کو دین کے کاموں میں خرچ کرنا بھی درست ہے(۱)، لیکن حرام کمائی کا گناہ مستقل ہے اور جس قدر مال حرام کمائی سے کمایا ہے اس کا اصل مالک کو واپس کرنا لازم ہے، وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو دے دیا جائے، اور وہ بھی نہ ہوں تو غرباء پر اس نیت سے صدقہ کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے وبال سے بچائے(۲)۔ اور جو

---

(۱) "(قوله: اكتسب حراماً) توضيح المسألة ما في التاترخانية حيث قال: رجل اكتسب مالاً من حرام، ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أولاً ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم أخر ودفع تلك الدراهم. قال الكرخي: في الوجه الأول والثاني: لا يطيب، والثلاث الأخيرة يطيب. وقال أبو بكر: لا يطيب في الكل، لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعاً للحرج عن الناس اهـ". (رد المحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراماً ثم اشترى فهو على خمسة أوجه: ۵/۲۳۵، سعيد)

(۲) "إذا علم أن كسب مورثه حرام يحل له، لكن إذا علم المالك بعينه، فلا شك في حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية الخ. وفي منية المفتي: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل، ولكن لا يعلم الطالب بعينه ليرد عليه، حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية خصماء أبيه اهـ".

وكذا لا يحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكه، لما في البزازية: أخذ مورثه رشوة أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكماً، أما في الديانة فيتصدق به بنية إرضاء الخصماء اهـ". (رد المحتار: ۵/۹۹، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۱۸۹، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۳۸۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/۵۸، كتاب الغصب، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۴/۵۸، كتاب الغصب، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۶/۲۴۲، ۲۴۳، كتاب الغصب، دار الكتب العلمية بيروت) =

خالص حرام کمائی کا روپیہ ہو، اس کو اپنے ذاتی یا دینی کاموں میں خرچ کرنا درست ہی نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في البحر الرائق: ۸/۲۰۲، كتاب الغصب، رشيديه)
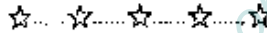
(۱) مال حرام کسی بھی دینی کام میں صرف کرنا جائز نہیں، کیونکہ ایسے تصرف کے لئے ملک ہونا ضروری ہے اور مال حرام پر کسی کی ملک نہیں آتی:

"لو كان الخبيث نصاباً، لا يلزمه الزكاة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه". (رد المحتار: ۲/۲۹۱، كتاب الزكوة، سعيد)

فصلٌ فی أداء القرض من الحرام

(حرام مال سے قرض ادا کرنے کا بیان)

مالِ حرام سے قرض کی ادائیگی

سوال [۱۰۰۰۸]: زید نے عمرو کے پاس مالِ حرام کے سو روپے بطورِ امانت رکھدیے، پھر زید نے عمرو سے سو روپے قرض لئے، قرض لے لینے کے بعد زید نے عمرو سے کہا کہ ہماری رقم جو بطورِ امانت ہے وہ اپنے قرض میں وضع کرلو۔ ایسی صورت میں یہ رقم جو زید کو عمرو نے بطورِ قرض دی ہے، اس کی حلت میں تو فرق نہیں آئے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو رقم زید کو عمرو نے بطورِ قرض دی ہے وہ تو حلال ہے، لیکن اس قرض کی ادائیگی کے لئے اس رقم کا وضع کرنا، ادر لینا درست نہیں جو زید نے عمرو کے پاس مالِ حرام سے بطورِ امانت رکھی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

---

(۱) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ عمرو کو پہلے سے معلوم ہو کہ میرے پاس زید کی جو امانت رقم ہے اس کا کل یا اکثر حصہ حرام ہے۔

قال ابن تيمية رحمه الله تعالى: "ما في الوجود من الأموال المغصوبة والمقبوضة بعقود لا تباح بالقبض، إن عرفه المسلم اجتنبه، فمن علمت أنه سرق مالاً أو خانه في أمانته أو غصبه، فأخذ من المغصوب قهراً بغير حق، لم يجز لي أن آخذه منه لا بطريق الهبة ولا بطريق المعاوضة ولا وفاء عن أجرة ولا ثمن مبيع ولا وفاء عن قرض، فإن هذا عين ذلك المظلوم". (مجموعة الفتاوى لابن تيمية، قواعد جامعة في عقود المعاملات والنكاح، انتهى بزعة من الشرع لولم يعلم، أصول في التحريم والتحليل: ۲۹/۱۷۸، مكتبة العبيكان، السعودية)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: الحرام ينتقل) أي تنتقل حرمته وإن تداولته ←

مال حرام سے قرض ادا کرنا

سوال[۱۹۹۴]: ۱۱... زید شراب کی تجارت اور اس کا کاروبار کرتا ہے، جو کچھ روپیہ پیسہ ساز وسامان اس کے پاس ہے سب کچھ اسی تجارت کی آمدنی سے ہے۔ اب بتوفیق الٰہی اپنے اس فعل سے تائب ہو کر اس سے الگ ہونا چاہتا ہے، لیکن اشکال یہ ہے کہ گذران کی صورت کیا ہوگی؟ لہٰذا معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اگر کسی سے بلاسودی قرض لے کر کوئی دوسرا کاروبار کرے جس سے اس کے بال بچوں کا گذران ہو اور قرض کو اس شراب کی تجارت کے روپیہ سے ادا کرے تو کیا یہ صحیح ہوگا، جیسا کہ فتاویٰ عبدالحی میں اس مسئلہ میں استقراض کی شکل کو جائز لکھا ہے(۱)؟

= الأيدي وتبدلت الأملاك ...... (قوله: ولا للمشتري منه) فيكون بشرائه منه مسيئاً؛ لأنه ملكه بكسب خبيث". (رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعريف الحرام في العقد الفاسد: ۵/۹۸، سعيد)

"وجاز أخذ دين على كافر من ثمن خمر لصحة بيعه، بخلاف دين على المسلم لبطلانه". (الدر المختار). قال ابن عابدين: "(قوله: من ثمن خمر) بأن باع الكافر خمراً وأخذ ثمنها وقضى به الدين. (قوله: لصحة بيعه): أي بيع الكافر الخمر؛ لأنها مال متقوم في حقه، فملك الثمن، فيحل الأخذ منه، بخلاف المسلم لعدم تقومها في حقه، فبقي الثمن على ملك المشتري ...... قال الشيخ عبد الوهاب الشعراني في كتاب المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى إلى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما من رأى المكاس يأخذ من أحد شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذه من ذلك الآخر، فهو حرام". (رد المحتار: ۶/۳۸۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/۶۰، كتاب الكراهية، فصل في البيع، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/۳۶۹، كتاب الكراهية، فصل في البيع، رشيدية)

(۱) "حرام مال سے امور خیر کرنا اور کھانا پینا اور اس مال کو صرف میں لانا سب حرام ہے، واسطے بچنے کے کسی سے اتنا روپیہ قرض لے جتنا اس کے پاس ہے اور اس قرض لیے ہوئے روپیہ سے امور خیر کرے اور قرض اسی اپنے روپیہ سے ادا کرے"۔ (مجموعة الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، عنوان: ایک شخص نے توبہ کی، قرض لے کر امور خیر میں صرف کرے اور اپنے حرام مال سے قرض ادا کرے: ۲/۲۴۷، سعید)

لیکن اس صورت میں یہ اشکال ہے کہ قرض اس مال سے ادا بھی ہوگا یا نہیں، کیوں کہ وہ مال تو مالِ غصب کے حکم میں ہے جیسا کہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ "اصحابِ مال معلوم ہوں تو ان کو لوٹا دیا جائے، ورنہ خیرات کر دیا جائے، لیکن نیت ثواب کی نہ کی جاوے۔ اور اصحابِ مال کی طرف سے خیرات کی نیت کی جائے، کیونکہ اس مال کا مالک یہ نہیں ہے"(۱) ایسی صورت میں استقراض کی صورت کیونکر ممکن ہوگی، مالِ غیر سے قرض کیونکر ادا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کوئی شخص مختلف آدمیوں کا مال غصب کر کے خلط کرے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس خلط کی وجہ سے وہ مالک ہو جاتا ہے اور ضمان لازم ہوگا(۲) لہٰذا اس مال سے قرض ادا کرنے کی بھی گنجائش ہے، البتہ اتنی مقدار کا ضمان حسبِ تحریر امداد الفتاویٰ ادا کرنا لازم ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/صفر/ ۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/صفر/ ۶۸ھ۔

---

(۱) "وہ مال حرام ہے، جو لوگ ضرورت سے بہت پریشان ہوں، ایسوں کو دو بہ نیت رفع حرج، نہ بہ نیت حصولِ ثواب۔ اور اگر وہ شخص جس سے وہ مال ان لوگوں کا حاصل ہوا ہے وہ بالتعیین یا بالتخصیص معلوم ہو تو اس کو واپس کر دینا چاہیے اور حرام کو حلال کرنے کے لئے کوئی حیلہ مفید نہیں، اگر دوسرے روپے میں ملا لیا تو حصہ رسد اس کی نسبت سے اس میں بھی حرمت وخباثت پیدا ہو جاوے گی"۔ (امداد الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة، مال حرام ومشتبہ کے احکام، عنوان حکم مال حرام بعد توبہ: ۳/۳۰۰، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۲) "الغاصب إذا خلط المغصوب بمال نفسه أو بمال غيره، فهو على ضربين . . . فالخلط خلط، ولا حق لمالكه في المخلوط بالإجماع . . . . كخلط الجنس بالجنس مثل الحنطة بالحنطة واللبن باللبن، فكذلك عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الغصب، الباب الخامس في خلط مال رجلين أو مال الخ: ۵/۱۲۲، رشيدية)

(۳) ماخذ حدیث ذیل قولہ: "اگر بلا اجازت خلط کر دیا ہے تو شخص خلط سے مالک ہو جاوے گا، مگر چونکہ خلط ہوا شئی کا ہوگا، اس کی امانت کی قیمت ادا کرنا واجب ہوگا"۔ (امداد الفتاویٰ، کتاب الضمان، تلف ودیعت مع مال مودع یا بغیر آں: ۳/۴۲۲، دار العلوم کراچی)

ناجائز مال سے قرض وصول کرنا

سوال[۸۶۲۲]: کسی مسلمان قرض خواہ کو کسی قرضدار سے اپنا قرضہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں، خواہ وہ قرض دار مسلمان ہو یا غریب، جب کہ اس کو معلوم ہو کہ یہ مال ناجائز طریقہ سے کمایا ہے یا نا معلوم ہو، ان دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟ فقط۔

عبدالرزاق جالندھری، مقیم جمرہ تال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نامعلوم ہونے کی صورت میں اپنا قرض وصول کرنا درست ہے، اگر اس کا حرام ہونا معلوم ہو تو اس کا لینا غیر مسلم سے درست ہے اور مسلم سے مکروہ ہے:

"ولو كان لمسلم على نصراني دين، فباع النصراني خمراً وأخذ ثمنها وقضاه المسلم من دينه، جاز له أخذه؛ لأن بيعه له مباح. ولو كان الدين لمسلم على مسلم، فباع المسلم خمراً وأخذ ثمنها وقضاه صاحب الدين، كره له أن يقبض ذلك من دينه، كذا في السراج الوهاج".

فتاوی عالمگیری: ۴/ ۲۶۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۱۹/ ۱۲/ ۵۳ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ۲۲/ ذی قعدہ/ ۵۳ھ۔

مال حرام قرض دینا

سوال[۸۶۲۳]: زید نے عمرو کو مال حرام سے قرض دیا اور اس کے بعد عمرو نے اپنے ذاتی حلال سے

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۵/ ۳۶۷، كتاب الكراهية، الباب السابع والعشرون في القرض والدين، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۶/ ۳۸۵، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/ ۲۰، كتاب الكراهية، فصل في البيع، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/ ۳۶۹، كتاب الكراهية، فصل في البيع، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴/ ۵۲۸، كتاب الكراهية، فصل في البيع، دار إحياء التراث العربي بيروت)

زید کا قرضہ ادا کیا۔ تو یہ رقم جو عمرو نے زید کو دی ہے یہ حلال رہی یا حرام رہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عمرو نے اپنے مال حلال سے جو رقم زید کا قرضہ ادا کرنے کی صورت میں دی وہ حلال ہے۔ اور زید نے جو رقم عمرو کو بطور قرض دی ہے وہ حلال نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ گنگوہی۔

---

(۱) یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ عمرو کو پہلے سے معلوم ہو کہ میرے پاس زید کی جو امانت رقم ہے اس کا کل یا اکثر حصہ حرام ہے۔

قال ابن تيمية رحمه الله تعالى: "ما في الوجود من الأموال المغصوبة والمقبوضة بعقود لا تباح بالقبض، إن عرفه المسلم اجتنبه، فمن علمت أنه سرق مالاً أو خانه في أمانته أو غصبه، فأخذه من المغصوب قهراً بغير حق، لم يجز لي أن آخذه منه لا بطريق الهبة ولا بطريق المعاوضة ولا وفاء عن أجرة ولا ثمن مبيع ولا وفاء عن قرض، فإن هذا عين مال ذلك المظلوم" (مجموعة الفتاوى لابن تيمية، قواعد جامعة في عقود المعاملات والنكاح، النهي يؤخذ من الشرع لو لم يعلل، أصول في التحريم والتحليل: ۲۹/ ۱۷۶، مكتبة العبيكان، السعودية)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: الحرام ينتقل) أي تنتقل حرمته وإن تداولته الأيدي وتبدلت الأملاك ... (قوله: ولا للمشتري منه) فيكون بشرائه منه مسيئاً؛ لأنه ملكه بكسب خبيث" (رد المحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعيين الحرام في العقد الفاسد: ۵/ ۹۸، سعيد)

"وجاز أخذ دين على كافر من ثمن خمر لصحة بيعه، بخلاف دين على المسلم لبطلانه" (الدر المختار). قال ابن عابدين: "(قوله: من ثمن خمر) بأن باع الكافر خمراً وأخذ ثمنها وقضى به الدين. (قوله: لصحة بيعه): أي بيع الكافر الخمر؛ لأنها مال متقوم في حقه، فملك الثمن، فيحل الأخذ منه، بخلاف المسلم لعدم تقومها في حقه، فبقي الثمن على ملك المشتري ... قال الشيخ عبد الوهاب الشعراني في كتاب المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لا يتعدى إلى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما من رأى المكاس يأخذ من أحد شيئاً من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذه من ذلك الآخر، فهو حرام" (رد المحتار: ۶/ ۳۸۵، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۷/ ۶۰، كتاب الكراهية، فصل في البيع، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۸/ ۳۶۹، كتاب الكراهية، فصل في البيع، رشيدية)

باب الرشوۃ

(رشوت کا بیان)

رشوت لینے اور دینے کا حکم

سوال [۸۹۴۴]: شہر بمبئی میں چاہے کیسا ہی مکان ہو یا دوکان ہو مگر بغیر پگڑی کے نہیں ملتا اور کوئی سرکاری کام چاہے کتنا ہی مجبوراً ہو مثلاً: کسی چیز کا لائسنس نکالنا ہو، یا میونسپلٹی سے مکان بنانے کا پلان منظور کرانا ہو، بغیر افسروں کے رشوت دیئے کام نہیں ہوتا۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ پگڑی لینا، دینا اور رشوت دینا لینا حرام ہے، اس وقت سے مجھے بہت فکر ہے، کیونکہ مجھے ایک کارخانہ کا پلان منظور کرانا ہے۔

عبدالقدیر ملاڈ، بمبئی نمبر: ۶۴۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رشوت کا دینا لینا حرام ہے (۱)، البتہ دفعِ ظلم اور اپنا حق وصول کرنے کے لئے بحالتِ مجبوری رشوت

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل، وتدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا فريقاً من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الراشي والمرتشي في النار" (التلخيص الحبير لابن حجر، كتاب القضاء، باب أدب القضاء، (رقم الحديث: ۲۰۹۳): ۴/۲۰۹۳، مصطفى الباز)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشي والمرتشي في الحكم". (جامع الترمذي: ۱/۲۴۸، أبواب الأحكام، باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم، سعيد)

"ثم الرشوة أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطي" (رد المحتار: ۵/۳۶۲، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، رشيدية)

دینے کی گنجائش ہے، اس صورت میں فقط رشوت لینے والا گنہگار ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

رشوت دینا

سوال [۸۱۳۵]: اس دور میں عام طور پر بد دیانتی، غفلت اور بے روزگاری پھیلی ہوئی ہے، لیکن مسلمانوں کے طبقہ کی حد سے زیادہ بری ہے، کسی آفس میں بھی بغیر رشوت کے کوئی کام نہیں ہوتا ہے، چاہے وہ نوکری سے متعلق ہو یا دوسرا جائز ہو۔ اب اگر رشوت سے بچتے ہیں تو پھر دوسری صورت بے روزگاری سامنے ہے اور اتنی پونجی بھی نہیں کہ کوئی تجارت کرسکیں اور مزدوری کرنی بھی کافی نہیں ہوتی کہ بچوں کی پرورش کرسکیں۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے حق (ملازمت وغیرہ) وصول کرنے کے لئے اگر مجبوراً رشوت دی جائے تو امید ہے کہ رشوت دینے والا عنداللہ ماخوذ نہ ہوگا(۲)، رشوت لینے والے پر اس کا وبال رہے گا(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۱/۲/۹۳ھ۔

---

(۱) "الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع، وهو حرام على الآخذ فقط. الرابع: ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله، حلال للدافع، حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب". (رد المحتار: ۵/۳۶۲، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، سعيد)

(وكذا في الحلال والحرام في الإسلام، ص: ۳۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۶/۴۴۱، كتاب القضاء، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴/۴۰۳، رشيدية)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان "الرشوة لمن يدفعها ظلماً"، رقم الحاشية: ۱)

(۳) (راجع رقم: ۱)

رشوت کی چند صورتیں اور اس سے توبہ

سوال [۱۰۰۲۶]: زید ملازم کمپنی نے عمرو درخواست دہندہ کمپنی کا کچھ جائز کام دیر لگانے کے بجائے جلدی کردیا اور زید کے کمپنی کے دیگر کام انجام دینے میں وقت کی کوئی تاخیر نہیں، بلکہ عمرو کا کام کمپنی کے مقررہ وقت کے علاوہ چھٹی کے وقت میں زید نے انجام دیا۔ اور عمرو کا کام کرنے میں زید نے کمپنی کی آمدنی اور وقت کا کوئی نقصان نہیں کیا، بلکہ زید نے اس جائز کام کو صرف جلدی کرنے کے بدلے میں عمرو سے مقررہ اجرت کے علاوہ کچھ زائد روپیہ بطور انعام و ہدیہ لے لیا جو عمرو کو بموجب قواعد دینا واجب نہ تھا، کیا زید کو عمرو سے ایسے زائد روپیہ لینا بطور رشوت حرام ہوا یا بطور ہدیہ حلال ہوا؟

۱۔ (الف) زید ملازم کمپنی نے عمرو درخواست دہندہ کمپنی کو قاعدہ کا کچھ جائز کام کمپنی کے مقررہ وقت کے اندر انجام دیا، اگرچہ بموجب قواعد کمپنی زید کو یہ کام بطور فرائض کمپنی انجام دینا لازم تھا اور عمرو کو اس کام کی کوئی اجرت دینا واجب نہ تھی، لیکن زید نے عمرو سے اس کام کے عوض بطور انعام یا ہدیہ کچھ روپیہ لے لیا، کیا زید کو عمرو سے ایسا روپیہ لینا بطور رشوت حرام ہوا یا بطور ہدیہ حلال ہوا؟

(ب) زید ملازم کمپنی نے دوسرے ملازم کمپنی کی عمرو سے کسی کام کی بابت اس کے حق کے متعلق درخواست دلوائی اور پھر زید نے قانونی جدوجہد کوشش کرکے عمرو کو کمپنی سے قانونی جائز حق دلوایا اور اس کام کے بدلے میں زید نے عمرو سے کچھ روپیہ بطور انعام و ہدیہ لے لیا جو عمرو کو دینا واجب نہ تھا، کیا زید کو عمرو سے ایسا روپیہ لینا بطور رشوت حلال ہوا یا حرام؟

۲۔ ۔۔۔اگر مذکورہ بالا سوالات نمبر ۱ (الف، ب) کے مطابق درخواست دہندہ عمرو اور ملازم کمپنی عمرو سے زید کو ایسا روپیہ لینا بطور رشوت حرام تھا، اور اب زید تائب ہوگیا تو کیا اب زید کے ذمہ لیا ہوا روپیہ عمرو کو واپس کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر شرعی قانون کے مطابق زید کے ذمہ ایسا روپیہ عمرو کو واپس کرنا واجب ہے اور زید یہ روپیہ عمرو کو واپس ادا کردے تو پھر زید عمرو کے حق سے بری الذمہ اور رشوت کے گناہ سے دنیا میں پاک ہوجاوے گا اور قیامت کے دن زید آخرت کے عذاب سے نجات پاسکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر مذکورہ بالا سوالات نمبر ۱ اور الف کے مطابق زید کو بالکل یاد نہ آوے کہ درخواست دہندہ اشخاص کون کون آدمی تھے اور ان میں سے بعض کا نام اور پتہ بھی زید کو بالکل معلوم نہیں ہے، یا ان میں سے کسی

کو زید تلاش کرے، پھر بھی اس کا پتہ نہ چلے یا ان میں سے کسی کا انتقال ہوجاوے۔

غرض زید اپنی جانب سے حتی الامکان کوشش کرے اور کوشش کے بعد زید کو عمر کا پتہ معلوم نہ ہو سکے تو پھر اس صورت میں اگر زید عمر کے حق کا روپیہ کسی دیگر مستحق اولی کو اس کے نام سے کر خیرات کردے اور اس کا ثواب عمر کو بخش دے تو کیا شرعی قانون کے مطابق زید کی توبہ مکمل ہوجاوے گی اور زید قیامت کے دن عمر کے حق کے مواخذہ سے بری الذمہ ہو کر رشوت کے گناہ کے عذاب سے نجات پا سکے گا یا نہیں؟

۴ مذکورہ بالا سوالات نمبر:۱ اور الف اور ب کے مطابق زید نے کمیٹی کی آمدنی یا روپے کا کچھ نقصان نہیں کیا اور کمیٹی کے مقررہ وقت کا بھی کچھ نقصان نہیں کیا اور کمیٹی کے دیگر کاموں کا بھی نقصان نہیں کیا، زید نے درخواست دہندہ عمر کے کام بموجب قواعد کمیٹی جائز کام انجام دیئے اور ملازم کمیٹی عمر کو بھی قانوناً جائز حق دلوایا۔ ایسی صورت میں عمر سے مذکورہ بالا رشوت لینے کی وجہ سے کیا زید کے ذمہ شرعی قانون کے مطابق قیامت کے دن کمیٹی کی جانب سے کوئی مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ اگر کمیٹی کا بھی زید سے مواخذہ ہوگا تو زید کو دنیا میں اپنی توبہ کی تکمیل کے لئے کمیٹی کے ساتھ کیا عمل چاہئے؟

۵ زید ملازم کمیٹی اگر اپنے افسر کو خوش کرنے اور راضی کرنے کی نیت سے مٹھائی یا ترکاری وغیرہ کی کوئی چیز بطور نذرانہ پیش کرے یا تو تمتع کی غرض سے صرف پان کھلائے، یا افسر کسی چیز کی فرمائش کرے اور زید اس کی فرمائش پوری کردے تاکہ افسر نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔ تو کیا ایسے سب کام رشوت کے گناہ میں شمار ہوں گے اور زید بھی ایسی چیزیں دینے کی وجہ سے رشوت کا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(الف) مذکورہ بالا سوال نمبر:۵ کے مطابق اگر زید بھی رشوت کے گناہ کا مجرم ہوگیا تو زید کو ایسے فعل کی بابت معافی کیلئے کیا عمل کرنا چاہئے تاکہ زید دنیا میں اپنی توبہ کی تکمیل کر سکے اور آخرت میں زید اس گناہ کے عذاب سے نجات پا سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر زید کمیٹی کے مقررہ وقت میں یہ کام کرسکتا تھا مگر اس نے عمر سے روپیہ لینے کی وجہ سے اس

وقت نہیں کیا، بلکہ ذاتی وقت میں کیا ہے اور کیمپ کا وقت فضول ضائع کیا تو یہ کیمپ کے ساتھ خیانت ہے اور رشوت لینے کا مصداق ہے(۱)۔ اگر کیمپ کا وقت پورا اس کے کام میں صرف کیا اور جو کام باقی رہ گیا تھا جس کو قانوناً دوسرے روز کرنا چاہیے تھا اپنے ذاتی وقت میں مریض کی رعایت سے وہ کام کر دیا ہے اور قانوناً اس کی ممانعت بھی نہیں تو یہ روپیہ درست ہے(۲)۔

(الف) یہ روپیہ لینا جائز نہیں(۳)۔

(ب) اگر یہ محض سفارش کا عوض لیا ہے تو ناجائز ہے(۴)، اگر ملازم کرانے میں کوئی دوڑ بھی ایسا عمل کیا

---

(۱) "والحاصل أن حد الرشوة هو ما يؤخذ عما وجب على الشخص، سواء كان واجباً على العين أو على الكفاية، وسواء كان واجباً حقاً للشرع كما في القاضي وأمثاله" (إعلاء السنن، كتاب القضاء، باب الرشوة، تحقيق معنى الرشوة لغة وشرعاً: ۱۵/۶۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تفسير البحر المحيط، (سورة النحل: ۹۰): ۵/۳۳۲، دار الفكر بيروت)

(۲) اپنے ذاتی وقت میں ذاتی توانائی کو صرف کرنے پر الگ اجرت مقرر کر کے معاملہ طے کیا جائے تو اس صورت میں اجرت لینا جائز ہے، یہ رشوت نہیں کہلائے گا۔ ([illegible] غفرلہ)

(۳) اس صورت میں چونکہ دفتری اوقات میں یہ کام کر رہا ہے اور دفتر کے اوقات میں دفتر کے کاموں کی اجرت دفتر کی طرف سے مل رہی ہے، لہٰذا کسی سے ان اوقات میں کام کرنے پر مستقل اجرت نہ ہوگی اور عرف کالمشروط کے تحت یہ ہدیہ بھی نہ ہوگا، بلکہ رشوت ہی ہے، كما تقدم في الحاشية الأولى.

(۴) "عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من شفع لأخيه شفاعة، فأهدى له هدية عليها فقبلها، فقد أتى باباً عظيماً من أبواب الربا". وفي حاشيته: "وذلك لأن الشفاعة الحسنة مندوب إليها، وقد تكون واجبة، فأخذ الهدية عليها يضيع أجرها، كما أن الربا يضيع الحلال" (بذل المجهود على سنن أبي داود، كتاب البيوع، باب في الهدية لقضاء الحاجة: ۴/۲۹۹، معهد الخليل الإسلامي كراچی)

(وكذا في تفسير الكشاف: ۱/۵۲۳)

(وكذا في رفع الأوزار القدسية، ص: ۱۹۱)

ہے جس پر اجرت دی جاتی ہو تو جائز ہے (۱)۔

۲..... جو روپیہ بطور رشوت وغیرہ ناجائز طریق پر کسی سے لیا جائے اس کی واپسی واجب ہوتی ہے، واپسی کے بعد حق العبد سے آدمی بری الذمہ ہوجاتا ہے (۲)۔ صاحبِ حق سے معذرت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا بھی لازم ہے، پھر دنیا و آخرت میں اس پر ان شاء اللہ کوئی مواخذہ نہیں (۳)۔

۳..... اور اگر وہ روپیہ اصل مالک کو دیا جائے وہ مر چکا ہو تو اس کے ورثاء کو دیا جائے۔ اگر اصل مالک یا اس کے ورثاء کا علم نہ ہو تو اس کی طرف سے غرباء و مساکین پر صدقہ کر دیا جائے اور خداوند تعالیٰ سے توبہ کی

---

(۱) "السمسار والمنادي والحمامي والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا مقدار العمل لما كان للناس به حاجة، جاز، ويطيب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الإجارة، نوع في المتفرقات، وفيه الإجارة على المعاصي: ۵/۴۰، رشيديه)

(۲) "وتصدق بما بقي من الغلة والأجرة، خلافاً لأبي يوسف رحمه الله تعالى، كذا في الملتقى. لكن نقل المصنف عن البزازية أن الغني يتصدق بكل الغلة في الصحيح". (الدر المختار) وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "وتصدق بما بقي: أي فإنه مقيد بالفقير، لما في البزازية: الغاصب إذا آجر المغصوب فالأجرة". (رد المحتار: ۶/۱۸۹، كتاب الغصب، سعيد)

"وفي الأشباه: الحرمة تنتقل مع العلم إلا للوارث، إلا إذا علم ربه". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(إلا إذا علم ربه): أي رب المال، فيجب على الوارث رده على صاحبه. (وهو حرام مطلقاً على الورثة): أي سواء علموا أربابه أولا، فإن علموا أربابه ردوه عليهم، وإلا تصدقوا به، كما قدمناه آنفاً". (رد المحتار: ۶/۳۸۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ الآية. (سورة التحريم: ۸)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: "وقال الإمام النووي: التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع عن المعصية، وأن يندم على فعلها، وأن يعزم عزماً جازماً على أن لا يعود إلى مثلها أبداً، فإن كانت تتعلق بآدمي، لزم رد الظلامة إلى صاحبها أو وارثه أو تحصيل البراءة منه. وركنها الأعظم الندم ... عبارة المازري: اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (تفسير روح المعاني، (سورة التحريم: ۸) : ۲۸/۱۵۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

کے سے تحت مجبوری کے وقت رشوت دینا جائز ہے مگر رشوت لینا جائز نہیں (۱)۔

(الف) گذشتہ فعل پر ندامت اور آئندہ کے لئے پختہ عہد کرے، اللہ پاک معاف فرمادیں گے (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/ شعبان/ ۶۲ھ۔

کسٹم پر قلی کو رشوت دینا

سوال [۸۹۲۷]: ایک شخص حج کرنے کے لئے جاتا ہے اور واپسی میں کچھ سامان لے کر آتا ہے جس پر کسٹم ڈیوٹی لگتی ہے، وہ شخص اس سامان کو چھپا کر لاتا ہے قلی کی مدد سے اور اس کو کچھ رقم دیتا ہے جو اس کی

= أمه حتى تأتيه هديته إن كان صادقاً، فوالله لا يأخذ أحدكم منها شيئاً". (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب محاسبة الإمام عماله: ٢/ ١٠٦٨، قديمي)

(١) "الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع، وهو حرام على الآخذ فقط. الرابع: ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب". (رد المحتار: ٥/ ٣٦٢، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، سعيد)

(وكذا في الحلال والحرام في الإسلام، ص: ٢٠٢، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ٦/ ٤٤١، كتاب القضاء، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ٤/ ٤٠٣، رشيديه)

(٢) قال الشيخ السمرقندي: "وينبغي أن تكون التوبة على قدر الذنب، وروي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في قوله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ الآية. قال: التوبة النصوح الندم بالقلب، والاستغفار باللسان، والإضمار أن لا يعود إليه أبداً". (تنبيه الغافلين، ص: ٥٥، باب التوبة، قديمي)

وفيه: "قال معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه: بأبي وأمي أنت يا رسول الله! وما التوبة النصوح؟ قال: "أن يندم المذنب على الذنب الذي أصاب، فيعتذر إلى الله تعالى، ثم لا يعود فيه". (تنبيه الغافلين، المصدر السابق، ص: ٥٤، قديمي)

اجرت سے زیادہ ہے جس کو بقول قلی کے افسران تک میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیا اس رقم کو - جو اجرت سے زیادہ دی گئی ہے قلی کو - رشوت کہیں گے یا نہیں؟

اگر رشوت ہے تو "الراشی والمرتشی کلاهما فی النار" (۱) والی حدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔ کیا گورنمنٹ کی کسٹم ڈیوٹی کو جبریہ ٹیکس کہیں گے، وہ اس کو بچا سکتے ہیں؟ اور اس سامان کو بچانے کے لئے جو رقم دی گئی اس کو دینے والے کو ناجائز کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے رشوت ہونے میں کیا تامل ہے (۲)، رشوت کی وعید بھی برحق ہے (۳)۔ اپنا حق وصول کرنے کے لئے یا ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینے والے کے لئے یہ وعید نہیں (۴)۔ یہ شخص تو سراسر غلطی پر ہے،

---

(۱) (تلخیص الحبیر لابن حجر، کتاب القضاء، باب أدب القضاء، رقم الحدیث: ۲۰۹۳): ۴/۱۵۹۵، مصطفیٰ الباز ریاض)

(۲) "والإسلام يحرم الرشوة في أي صورة كانت و بأي اسم سُمّيت، فتسميتها باسم الهدية لا يخرجها عن دائرة الحرام إلى الحلال". (الحلال والحرام في الإسلام، ص: ۲۷۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"هدايا العمال حرام كلها، و هدايا السلطان سحت و غلول". (كنز العمال، كتاب الإمارة و القضاء، الباب الثاني في القضاء، الفصل الثالث في الهدية والرشوة، رقم الحديث: ۱۵۰۶۷): ۶/۱۱۳، ۱۱۵، مكتبة التراث الإسلامي)

"أخذ الأمير الهدية سحت، وقبول القاضي الرشوة كفر". (كنز العمال، كتاب الإمارة والقضاء، الباب الثاني في القضاء، الفصل الثالث في الهدية والرشوة، رقم الحديث: ۱۵۰۴۹): ۶/۱۱۲، مكتبة التراث الإسلامي)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا فريقاً من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

"وقيل: لا تلقوا بعضها إلى حكام السوء على وجه الرشوة". (روح المعاني: ۲/۷۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير الكشاف: ۱/۲۳۴، دار الكتاب العربي بيروت)

(۴) "ومن كان له حق منع منه ولم يجد طريقةً للوصول إليه إلا بالرشوة، أو وقع عليه ظلمٌ، فلم يستطع دفعه -

بلا ضرورت ایسا سامان لانا ہی کیا ضروری ہے جس سے بچنے کے لئے رشوت دینی پڑے، مزدوری تو محنت ہے مزدوری، سامان بچالیا تو چوری، یہ کوئی دانشمندی کی بات نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

رشوت دے کر ٹھیکیدار کا سامان بچا کر خود رکھنا

سوال[۹۱۴۸]: زید گورنمنٹ کا پل بنوانے کا ٹھیکیدار ہے، مثلاً ایک پل کے لئے سو بیس بوریاں ملتی ہیں، اوورسیر کہتا ہے کہ دس بوریاں مجھ کو دیدو، وہ دیدیتا ہے۔ اوورسیر کہتا ہے کہ اب میں تمہارا بل پاس کردوں گا اور باقی بوری خود بھی رکھ لیتا ہے، کیونکہ زید مطمئن ہے کہ اوورسیر خود دس بوری لے چکا ہے، اگر اوورسیر کو نہیں دیتا تو بل پاس نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیانت ہے، رشوت ہے، معصیت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= عنه إلا بالرشوة، فالأفضل له أن يصبر حتى ييسر الله له أفضل السبل لرفع الظلم ونيل الحق، فإن سلك سبيل الرشوة من أجل ذلك، فالإثم على الآخذ المرتشي، ويرجى عنه إثم الراشي في هذه الحالة ما دام قد جرب كل الوسائل الأخرى، فلم تأت بجدوى، وما دام يرفع عن نفسه ظلماً أو يأخذ حقاً له دون عدوان على حقوق الآخرين". (الحلال والحرام في الإسلام، في العلاقات الاجتماعية، الرشوة لرفع الظلم، ص: ۲۶۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲۳۸/۷، رشيدية)

(وكذا في أحكام القرآن، (سورة البقرة: ۱۸۸): ۳۳۳/۲، دار الكتب العربي بيروت)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب القضاء، باب الرشوة، تحقيق معنى الرشوة لغة وشرعاً: ۶۱/۱۵، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "الرشوة بالكسر ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره، ليحكم له أو يحمله على ما يريد، مصباح،

ثم الرشوة أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطي، وهو الرشوة على تقليد القضاء والإمارة". (رد المحتار: ۳۶۲/۵، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة، سعيد)

رشوت و اغلام

سوال [۸۸۰۹]: ۱..... رشوت کی کیا تعریف ہے، رشوت کے خلاف قرآن شریف میں کونسی صریح آیت ہے اور کہاں ہے؟

۲..... اغلام کے خلاف قرآن شریف میں کونسی صریح آیت ہے اور کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جو کام کسی کے ذمہ واجب ہو پھر اس کا معاوضہ لیں وہ رشوت ہے، جیسے عدالت اور پولیس کے ملازمین، یا ڈاکخانے کے ملازمین کے ذمہ جو کام متعین ہے، اگر وہ پبلک سے اس پر معاوضہ لیں بغیر معاوضہ نہ کریں تو رشوت ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی چیز کا مستحق نہیں، بلکہ وہ چیز اس کے لئے ممنوع ہے اور وہ شخص کوئی معاوضہ حکام کو دے کر اس کو حاصل کرے، یہ رشوت ہے، مثلاً: بلا ٹکٹ سفر کرنے کی اجازت نہیں، یا مقدار معینہ سے زائد سامان ریل میں لے جانے کی اجازت نہیں، لیکن کوئی شخص یہ دونوں کام ملازمین ریلوے کو ذاتی طور پر کچھ پیش کش کر کے لیتا ہے تو یہ رشوت ہے(۱)، اور بھی بہت صورتیں ہیں۔ رشوت کی ممانعت کے لئے آیت:

= (وكذا في البحر الرائق: ٤٤٢/٦، كتاب القضاء، رشيديه)

"والهدايا للأمراء غلول، وهدايا العمال غلول". (كنز العمال، الباب الثاني في القضاء، الفصل الثالث في الهدية، (رقم الحديث: ١٥٠٦٧)؛ ١١٢/٦، ١٥٠)

"عن أبي حميد الساعدي أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم استعمل ابن اللتبية على صدقات بني سليم، فلما جاء إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وحاسبه، قال: هذا الذي لكم وهذه هدية أهديت لي. فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "فهلا جلست في بيت أبيك وبيت أمك حتى تأتيك هديتك إن كنت صادقاً". ثم قام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فخطب الناس، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: "أما بعد فإني استعمل رجالاً منكم على أمور مما ولاني الله، فيأتي أحدهم فيقول: هذا الذي لكم وهذه هدية أهديت لي، فهلا جلس في بيت أبيه وبيت أمه حتى تأتيه هديته إن كان صادقاً، فوالله لا يأخذ أحدكم منها شيئاً". (صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب محاسبة الإمام عماله: ١٠٦٨/٢، قديمي)

(۱) "عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: =

پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ روپیہ لے کر نااہل اور غیر مستحق طلباء کو پاس کرا دیتا ہے کہ روپیہ دیں تو پاس ہو جائیں ورنہ فیل، یہ صورت تو رشوت اور حرام ہے(۱)۔ ایسا شخص مستحق امامت نہیں(۲)۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی محنت اور قابلیت سے امتحان دے کر طلبہ پاس ہو جائیں اور وہ بطور شکرانہ اور اظہارِ مسرت مدرس کو روپیہ دیں تو یہ رشوت اور حرام نہیں، بلکہ جائز ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۹۱ھ۔

بحالتِ مجبوری رشوت دے کر سند وصول کر کے ملازمت حاصل کرنا

سوال[۸۱۱۵]: زید ایک مولوی صاحب ہیں، بہت ہی مفلس آدمی ہیں، ان کے ساتھ والدین،

---

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿سمّٰعون للكذب أكّٰلون للسحت﴾ (سورة المائدة: ۴۲)

قال أبو بكر: "اتفق جميع المتأولين لهذه الآية على أن قبول الرشا محرم، واتفقوا على أنه من السحت" (أحكام القرآن للجصاص: ۴۳۳/۲، دار الكتب العربي بيروت)

"عن ثوبان رضي الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشي والمرتشي والرائش" يعني: الذي يمشي بينهما". (مسند الإمام أحمد: ۳۷۶/۶، رقم الحديث: ۲۲۸۴۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى، ونحوا الأعشى". (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۵۶۰/۱، كتاب الصلاة، باب الإمامة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۸۵/۱، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱۴۵/۱، كتاب الصلوة، الفصل الخامس عشر في الإمامة والاقتداء، امجد اكيدمي لاهور)

(۳) "ولو قضى حاجته بلا شرط ولا طمع، فأهدى إليه بعد ذلك، فهو حلال، لا بأس به". (رد المحتار: ۳۶۲/۵، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۴۱/۶، كتاب القضاء، رشيدية)

بیوی۔ بچے ہیں، کوئی ذریعۂ معاش نہیں، نوبت بفاقہ ہے، بہت مجبوری ہے، لہٰذا سودی روپیہ اور سودی غلہ کے مقروض بھی ہوگئے۔ ایسے نازک حالات میں بکر نے مولانا صاحب سے کہا کہ مولانا! یہ پانچ روپیہ لیجئے اور اس سے فلاں کی سند (سارٹیفکیٹ) عالم یا فاضل کو کر کے فلاں حاکم کو پانچ روپیہ رشوت دے کر بحال کیجئے، آپ کو گورنمنٹ کی نوکری مل جائے گی۔ لہٰذا مولانا نے مجبور ہوکر ایسا ہی کیا ہے۔

دریافت یہ ہے کہ ایسی مجبوری میں جبکہ فاقہ کی نوبت آجائے سودی قرض لینا اور رشوت دینا اور دوسرے سے سند لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سود لینا(۱) رشوت دینا(۲) دوسرے کی سند خرید کر اپنی سند بنا کر دھوکہ دینا یہ سب باتیں ناجائز ہیں اور حرام ہیں(۳) حرام طریقہ اختیار کرنے سے عمدہ حلال آمدنی حاصل نہیں ہوتی، گو آمدنی کا راستہ کھل

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾ (البقرة: ۲۷۵)

"عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه، وقال: "هم سواء". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۴۴، كتاب البيوع، باب الربوا، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿سمّاعون للكذب أكّالون للسحت﴾ (سورة المائدة: ۴۲)

قال أبو بكر: "اتفق جميع المتأولين لهذه الآية على أن قبول الرشا محرم، واتفقوا على أنه من السحت". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۴۳۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على الراشي والمرتشي". (جامع الترمذي، أبواب البيوع، باب ما جاء في أكل الربا: ۱/۲۴۹، سعيد)

(۳) "لقوله عليه الصلوة والسلام "من غش فليس منا". (فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۸۷۹): ۱۱/۴۴۲۹، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

قوله عليه السلام: "من غشنا فليس منا، والمكر والخداع في النار". (فيض القدير، ۱۱/۴۴۲۹، (رقم الحديث: ۸۸۸۱)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

جاوے مگر اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی ہے (۱)۔ اپنے مصارف میں احتیاط اور کفایت لازم ہے (۲) تنگی ترشی برداشت کر کے مصارف کو مختصر کیا جاوے۔ جو کچھ ہوگیا اس پر ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار لازم ہے (۳)۔ اللہ تعالیٰ فاقہ اور تنگی سے بچائے اور حرام آمدنی سے بھی بچائے اور دَر دَر بھیک مانگنے سے بھی بچائے، اب اس ملازمت کو از خود ترک نہ کریں اور در بدر بھیک مانگنے کا بھی ارادہ نہ کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۳/۹۰ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "إن الربوا وإن كثر، فإن عاقبته تصير إلى قل". (مشكوة المصابيح، ص: ۲۴۶، كتاب البيوع، باب الربوا، الفصل الثالث، قديمي)

(۲) "من اقتصد أغناه الله، ومن بذر أفقره الله، ومن تواضع رفعه الله، ومن تجبر قصمه الله". (فيض القدير: ۱۱/۵۶۸۹، رقم الحديث: ۸۵۰۱، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۳) قال الله تعالى: ﴿إنما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة، ثم يتوبون من قريب، فأولئك يتوب الله عليهم، وكان الله عليماً حكيماً﴾ (سورة النساء: ۱۷)

باب المعاشرة والأخلاق

الفصل الأول في الكذب والنميمة والبهتان

(جھوٹ، چغلی اور بہتان کا بیان)

جھوٹ کا حکم

سوال [۸۸۵۴]: لالچ کی وجہ سے حق بات چھپا کر جھوٹ بولنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گناہ ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا

سوال [۸۸۵۵]: زید کے اثباتِ حق کے لئے شہادتِ زور کافی ہے، عمر کہتا ہے کہ اگر شریعت اجازت دیتی ہو تو میں اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لہٰذا حضور والا سے معروض ہے کہ آیا اس مرحلہ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿لعنة اللہ علی الکٰذبین﴾ (سورة آل عمران: ۶۱)

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه: "آية المنافق ثلاث". زاد مسلم: "وإن صام وصلی وزعم أنه مسلم" ثم اتفقا: "إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان". متفق عليه" (مشكوٰة المصابيح: ۱/۱۷، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، قديمي)

"وعن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "وإياكم والكذب، فإن الكذب يهدي إلی الفجور، وإن الفجور يهدي إلی النار، وما يزال الرجل يكذب ويتحرى الكذب حتی يكتب عند الله كذاباً". متفق عليه" (مشكوٰة المصابيح: ۲/۴۱۲، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الأول، قديمي)

کتبِ فقہ ودیگر حوالۂ کتب ونقلِ عبارت تحریر فرمائیں۔ نیز کن جگہ شریعت جھوٹ بولنے کی اجازت دیتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر احیائے حق شہادتِ زور پر منحصر ہو تو تعریضاً کذب مشروع ہے اور تعیینِ کذب پھر بھی حرام ہے۔

جن مواقع میں شریعت نے کذب کی اجازت دی ہے وہ یہ ہیں:

"والكذب حرام إلا في الحرب للخدعة، وفي الصلح بين اثنين، وإرضاء الأهل، وفي دفع الظالم عن الظلم. والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام. قال في المجتبى: وهو الحق، قال تعالى: ﴿قتل الخراصون﴾". مجمع الأنهر: ۲/۵۵۲(۱)۔

کسی کا حق ضبط کرکے نہ دینا بھی ظلم ہے، یہ بھی مواقعِ مذکورہ میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۲/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۷/۱۲/۶۰ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/۱۲/۶۰ھ۔

دفعِ ظلم کے لئے جھوٹ بولنا

سوال [۶۰۱۵]: جناب عالی! عرض یہ ہے کہ یہ تحریر ملاحظہ فرما کر آپ بھی تحریر فرمائیں، اگر چہ جواب میں تاخیر ہو تو حرج نہیں، پوری تحقیق سے باسند وحوالہ تحریر فرمائیں اور دعاءِ خاتمہ بالایمان کی فرمائیں۔۔۔

بیان القرآن پارہ "ربما" کے آخری صفحہ پر آیت: ﴿وإن عاقبتم﴾ الخ(۲) اور پارہ "اقترب" کے تیسرے رکوع سے چوتھائی آیت: ﴿ومن عاقب بمثل ما عوقبتم به﴾ الخ(۳) اور پارہ "إليه يرد" کے ربعِ اول سے چوتھائی آیت: ﴿ولمن انتصر﴾ الخ(۴)۔

---

(۱) (مجمع الأنهر، فصل في المتفرقات، كتاب الكراهية: ۲/۵۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۲۷، سعيد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وإن عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به، ولئن صبرتم لهو خير للصابرين﴾ (سورة النحل: ۱۲۶)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ومن عاقب بمثل ما عوقب به، ثم بغي عليه لينصرنه الله، إن الله لعفو غفور﴾ (سورة الحج: ۶۰)

(۴) قال الله تعالى: ﴿ولمن انتصر بعد ظلمه فأولئك ما عليهم من سبيل﴾ (سورة الشورى: ۴۱)

جب یہ فی نفسہ معصیت ہے تو اتفاقاً بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۱۲ھ۔

جھوٹے کو جھوٹا کہنا

سوال[۹۵۰۸]: کسی شخص نے ایسی جگہ جیسے عیدگاہ کے نام سے بغیر رجسٹری کے وقف کیا ہے اور چند مرتبہ نماز عید اس میں ادا کی گئی، کچھ دنوں پہلے اسی عیدگاہ کو فروخت کرنا چاہا محلہ والوں نے فروخت کرنے سے روکا، اس نے نہیں مانا تو محلہ والوں نے عدالت میں اطلاع دی کہ یہ جگہ عیدگاہ ہے تو عدالت روک لگائے۔ اس کے بعد رجسٹری کے بغیر وقف کرنے والے زمین کے مالک نے عدالت میں جا کر یہ کہا کہ یہ عیدگاہ نہیں ہے، اس میں نماز عید نہیں پڑھی گئی، اسی گواہ پر عدالت نے زمین فروخت کرنے کی اجازت دیدی۔ اب اس پر غیر مسلم قابض ہے۔ اب اس جیسے جھوٹے گواہ رو کے مذہب حق کیا کہا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹے کو جھوٹا ہی کہا جاتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۶ھ۔

جھوٹا حلف

سوال[۹۵۰۹]: ایک شخص عدالت میں ثبوت کی حیثیت سے گواہی دیتا ہے اور خدا کو حاضر ناظر جان کر جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ دوسرا شخص رمضان کے روزے بھی رکھتا ہے اور جھوٹی گواہی دیتا ہے اور مدعی بھری عدالت میں قرآن شریف اٹھا کر جھوٹا حلف کھاتا ہے۔ اس کے برعکس مدعا علیہ قرآن پاک اٹھانے پر اپنی جائیداد کا حصہ چھوڑ دیتا ہے۔ ان جھوٹ بولنے والے گواہوں اور مدعی کے لئے شرعی کیا حکم ہے؟ کیا جھوٹ بول کر کسی کی جائیداد سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟ اس کے برعکس قسم کھانے پر جائیداد چھوڑ دینے والے کو کیا ثواب ملے گا؟

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۴۲۷/۶، سعيد)

حرام ہے(۱)۔ جو شخص حق پر ہونے کے باوجود اللہ پاک کے نام کی عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے حلف سے بچتا ہے اور اپنا حق چھوڑ دیتا ہے، اس نے بہت بڑا ثواب کمایا (۲)، اس کے لئے جنت میں مخصوص نعمت کا وعدہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

جھوٹا دعویٰ

سوال[۹۰۹۵]: مسمی ارشاد حسین نے متصل مسجد قائم گنج یوپی ایک مکان وقف کی ہوئی اراضی ملحقہ مسجد سے، مسجد کے حجرہ کے اوپر دکان بنائی ہوئی تھی مگر ارشاد نے تعمیر جدید کرکے زمین پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کردیا ہے اور تعمیر بھی کرادی ہے۔ ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹا دعویٰ تو بہر حال جھوٹ ہے، اگر کسی جھوٹے دعوے کی بنا پر کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ کرالے گا تو وہ جہنم کی

---

(۱) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

(۲) "وعنه (الأشعث بن قيس) رضي الله تعالى عنه أن رجلاً من كندة ورجلاً من حضرموت اختصما إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في أرض من اليمن، فقال الحضرمي: يا رسول الله! إن أرضي اغتصبنيها أبو هذا، وهي في يده، قال: "هل لك بينة"؟ قال: لا، ولكن أحلفه والله ما يعلم أنها أرضي اغتصبنيها أبوه، فتهيأ الكندي لليمين، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يقتطع أحد مالاً بيمين إلا لقي الله وهو أجذم"، فقال الكندي: هي أرضه". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثاني، ص: ۳۲۸، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب القضاء، باب الرجل يحلف على علمه فيما غاب عنه: ۲/۱۵۴، مكتبه امداديه ملتان)

آگ کا ٹکڑا ہوگا، ہو سکتا ہے دنیا میں بھی بھڑک اٹھے اور آخرت میں تو اس کا بھڑکنا یقینی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جھوٹے مقدمہ سے بچنے کے لئے جھوٹا مقدمہ کرنا

سوال[۸۹۵۸]: جب دفع ظلم وحفاظت حق وغیرہ کے لئے دعویٰ وشہادت قسم کا بموجب فتویٰ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جھوٹ جائز ہے تو اپنی جان جھوٹے مقدمہ سے چھڑا لینا ظالم پر جھوٹا مقدمہ کرکے کیوں جائز نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جان چھڑانا جائز ہے مگر قصداً ایسا کرنے میں ایک تو صراحۃً جھوٹ ہوگا جو کہ مستقل معصیت ہے(۲)۔ دوسرے اس میں مصیبۃً دوسرے شخص کو پھنسانا اور خود اپنی جان چھڑانا ہوگا اور پھر دوسرا بھی بچ نہیں سکتا، یہ احتمال ہے، نیز اس میں تعدی غالب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۲/۶۹ھ۔

---

(۱) "وعن أم سلمة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إنما أنا بشر، وإنكم تختصمون إلي، ولعل بعضكم أن يكون ألحن بحجته من بعض، فأقضي له على نحو ما أسمع منه، فمن قضيت له بشيء من حق أخيه فلا يأخذنه، فإنما أقطع له قطعة من النار". متفق عليه".

"عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من اقتطع حق امرئ مسلم بيمينه، فقد أوجب الله له النار، وحرم عليه الجنة". فقال له رجل: وإن كان شيئاً يسيراً يا رسول الله؟ قال: "وإن كان قضيباً من أراك". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۲۴، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الأول، قديمي)

(۲) "والكذب حرام إلا في الحرب للخدعة، وفي الصلح بين اثنين، وفي إرضاء الأهل، وفي دفع الظالم عن الظلم، والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام. قال في المجتبى: وهو الحق، والمراد به التعريض؛ لأن عين الكذب حرام". (مجمع الأنهر: ۴/۲۲۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

ادارہ میں ملازمت کیلئے جھوٹی سند دینا

سوال [۸۹۵۰]: میں جس ادارہ میں ہوں، وہاں کچھ حضرات ایسے آتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے یہاں کے ادارہ میں ناظر رکھا لو اور تصدیقی سند لکھ دو تاکہ ہم پرائیویٹ طور پر امتحان دے سکیں، حالانکہ یہ تحریر بالکل جھوٹی ہوگی، جبکہ جھوٹ حرام ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص آپ کے ادارہ میں ملازم نہیں اس کو ملازم رکھانا اور سند دینا جھوٹ ہے، مکر ہے، شرعاً اس کی اجازت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) سند ایک گواہی ہے اور قرآن کریم میں سچی گواہی کی ترغیب ہے اور جھوٹی گواہی سے منع کیا گیا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ولا تكتموا الشهادة، ومن يكتمها فإنه آثم قلبه، والله بما تعملون عليم﴾ (سورة البقرة: ۲۸۳)

"﴿ولا تكتموا الشهادة﴾: أي لا تخفوها بالامتناع عن أدائها إذا دعيتم إليها، وهو خطاب للشهود المؤمنين، كما روي عن سعيد بن جبير وغيره، وجعله خطاباً للمديونين على معنى: لا تكتموا شهادتكم على أنفسكم بأن تقروا بالحق عند المعاملة، أو لا تتحايلوا بإبطال شهادة الشهود عليكم بالجرح ونحوه عند المرافعة خلاف الظاهر المأثور عن السلف الصالح". (روح المعاني، (سورة البقرة: ۲۸۳): ۳/۶۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى: "أي يعلمونه، والجملة في موضع الحال، وقيد بها لأن الشهادة عن غير علم بالمشهود به لا يعول عليها". (روح المعاني: ۲۵/۱۰۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وقال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى: "هذا استثناء منقطع، أي لكن من شهد بالحق على بصيرة وعلم". (تفسير ابن كثير، (سورة الزخرف: ۸۶): ۴/۱۷۳، مكتبة دار الفيحاء دمشق)

"عن خريم بن فاتك رضي الله تعالى عنه قال: صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلاة الصبح، فلما انصرف قام قائماً فقال: "عدلت شهادة الزور بالإشراك بالله". ثلاث مرات، ثم قرأ –

تحفظِ جائیداد کیلئے جھوٹ بولنا

سوال [۹۱۹۰]: زید ایک صاحب جائیداد شخص تھا، اس نے اپنی زوجہ ہندہ کے افعالِ قبیحہ اور حرکات ناشائستہ سے تنگ آکر- اس لئے کہ ہندہ اس کی جائیداد سے متمتع نہ ہو- اپنی جائیداد اپنے عزیزوں کے نام از روئے بیعنامہ جات منتقل کردی۔ بعد ازاں چھ سال بعد ہندہ کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج کردیا اور ہندہ نے ابرائے مہر کردیا۔ بوقت طلاق ایک دختر شیرخوار صلبی زید موجود تھی جو اپنی والدہ ہندہ کے ساتھ رہی اور زید کا انتقال ہوگیا، ہندہ نے دوسرا شوہر کرلیا۔

شوہر موجودہ نے بجانب سعیدہ نابالغہ (دختر حقیقی زید) ان عزیزوں پر واپسی جائیداد کا دعویٰ کیا۔ عزیزان زید جو قابض و مالک جائیداد ہیں اگر حسب جائیداد اقرار فرضیت بیع کرتے ہیں تو جائیداد اس پدر غیر حقیقی کے قبضہ میں جاتی ہے جو خورد برد کرے گا اور سعیدہ بوجہ نابالغہ ہونے کے اس سے مستفیض نہ ہوسکے گی۔ نسب پدر غیر حقیقی سعیدہ کے یہ تصور کرتے ہوئے کہ اعزہ زید عدالت میں جھوٹی شہادت ادا نہیں کریں گے، عدالت میں درخواست دے کر اعزہ زید کا وارنٹ جاری کروایا ہے، اور جبریہ طور پر حاضری عدالت اور ادائے شہادت کے لئے مجبور کررہے ہیں۔

ایسی حالت میں اگر اعزۂ زید محض اس وجہ سے کہ جائیداد سعیدہ کو نہیں پہنچے گی، عدالت میں اقرار فرضیت نہ کریں اور یہ نیت کرتے ہوئے کہ بعد بلوغ کے سعیدہ کو اس جائیداد کا مالک بنادیں گے تو انکارِ فرضیت کی بناء پر گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صراحۃً جھوٹ بولنا شرعاً حرام ہے، لہٰذا زید کے اعزہ کو صراحۃً جھوٹ بولنے کی گنجائش نہیں (۱)، البتہ

= ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور، حنفاء لله غير مشركين به﴾". (مشكوة المصابيح: ۳۲۸/۲، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثاني، قديمي)

(۱) "عن خريم بن فاتك رضي الله تعالى عنه قال: صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلاة الصبح، فلما انصرف قام قائماً فقال: "عدلت شهادة الزور بالإشراك بالله". ثلاث مرات، ثم قرأ: ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور، حنفاء لله غير مشركين به﴾". (مشكوة المصابيح: =

زید کے اعزہ کی نیت اگر جائیداد خورد برد کرنے کی نہیں، بلکہ خالص نیت لوجہ اللہ ہے کہ سعیدہ کی جائیداد محفوظ رہے اور بڑی ہو جائے گی تو اس کو سب جائیداد دیں گے تو ان کے لئے کوئی شرعی حیلہ کرنا سعیدہ کی جائیداد بچانے کیلئے مناسب ہے، جب کہ اس کی جائیداد خطرہ میں ہو اور فرضیت کا ثبوت کافی ہو(۱)۔ اگر فرضیت پر کافی ثبوت نہیں تو اعزہ زید مالک ہیں، سعیدہ کو دینے کا بھی ان کو اختیار ہے اور نہ دینے کا بھی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، ۲۶/۱۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمن عفی عنہ، عبداللطیف عفی عنہ، ۱۳/محرم الحرام/۹۱ھ۔

سور کا گوشت بکرے کا بتا کر فروخت کرنے والے کا حکم

سوال[۸۰۱۱]: یہاں پر ایک دردناک واقعہ رونما ہوا ہے، ایک مسلم قصائی نے سور کا گوشت عرصہ تک بکرے کا گوشت کہہ کر فروخت کیا، اچانک یہ راز فاش ہو گیا اور اس کو پولیس کے حوالہ کر دیا گیا۔ اب آپ سے گذارش ہے کہ آپ شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رو سے اس کے لئے سزا بیان فرمائیں، اور جن

۲/۳۲۸: كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثاني، قديمي)

"والكذب حرام إلا في الحرب للخدعة، وفي الصلح بين اثنين، وفي إرضاء الأهل، وفي دفع الظالم عن الظلم، والمراد التعريض، لأن عين الكذب حرام. قال في المجتبى: وهو الحق. قال تعالى: ﴿قتل الخراصون﴾ وفي الوهبانية: وللصلح جاز الكذب، أو دفع ظالم، وأهل الترضي، والقتال ليظفروا. ويكره التعريض به إلا لحاجة". (مجمع الأنهر: ۴/۵۵۲، فصل في المتفرقات، كتاب الكراهية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وإن أمكن التوصل إليه بالكذب وحده، فمباح إن أبيح تحصيل ذلك المقصود، وواجب إن وجب تحصيله. كما لو رأى معصوماً اختفى من ظالم يريد قتله أو إيذاءه، فالكذب هنا واجب. وكذا لو سأله عن وديعة يريد أخذها يجب إنكارها". (رد المحتار: ۶/۴۲۷، فصل في البيع، كتاب الحظر والإباحة، سعيد)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما مرفوعاً قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لكن البينة على المدعي، واليمين على من أنكر". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۲۶، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الأول، قديمي)

لوگوں نے دھوکہ سے وہ گوشت کھایا ہے ان کے لئے کفارہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مسلمان نے جھوٹ بول کر سور کے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر مسلمانوں میں فروخت کیا اور یہ بات واقعۃً صحیح ثابت ہے تو یہ شخص خدا کا بھی مجرم ہے اور مسلمانوں کا بھی مجرم ہے(۱)، اگر شرعی حکومت ہوتو اس کو ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ آئندہ کسی کو بھی ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو۔ جن لوگوں نے بے خبری میں ایسے گوشت کو کھایا ہے وہ استغفار کریں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۸/ ۹۳ھ۔

کسی کو جھوٹے کیس میں پھنسانے کا حکم

سوال[۸۸۲۲]: زید اور منصور پڑوسی ہیں، ان دونوں کے مکانات کے پورب(۳) کی طرف ایک پتلی سی گلی ہے، اتر(۴) دکھن(۵) بھی ہے، جس میں ادھر ادھر کے مکانات کا پانی اتر، دکھن ہر جانب بہہ جاتا ہے۔ زید نے ایسا کیا کہ پورا پانی منصور کی جانب کرنے لگا گلی میں، یعنی اپنی غیر کھلی جگہ میں بیت الخلاء کا انتظام کیا، جس کی وجہ سے اس کے بیت الخلاء کا پانی بھی بلکہ پاخانہ منصور کے دروازہ پر بہہ کر آنے لگا۔ گاؤں

---

(۱) راجع ص: ۴۷۹، رقم الحاشية: ۱

(۲) قال الله عزوجل: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾. (سورة البقرة: ۱۷۳)

(۳) "پورب: مشرق، سورج نکلنے کی سمت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۸، فیروز سنز لاہور)

"پورب: مشرق"۔ (نور اللغات: ۲/ ۹۲۴، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

(۴) "اتر: شمال، جانب"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۳، فیروز سنز لاہور)

"اتر: جب کوئی مشرق کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو تو اس کے بائیں طرف جو سمت ہے وہ اتر ہے، شمال"۔ (نور اللغات: ۱/ ۲۲۰، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

(۵) "دکھن: جنوب کی سمت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۴۳، فیروز سنز لاہور)

"دکھن بالفتح و کاف مفتوح: جنوب"۔ (نور اللغات: ۳/ ۵۰۲، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

والوں کو اکٹھا کیا گیا، انہوں نے فیصلہ میں بیت الخلا ہٹائے جانے کا فیصلہ کیا اور گاؤں کے آدمی فیصلہ کرنے میں فیصلے کے موافق تھے۔

زید اور منصور کے دستخط اس فیصلہ پر ہوگئے، لیکن بعد میں زید نے منصور اور اس کے کچھ احباب پر ڈاکہ زنی اور دیگر جرائم میں پھنسانے کی کوشش کی۔ آخر میں منصور کے ساتھ ساتھ چند اشخاص کی باضابطہ وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے، پولیس والے تفتیش کے لیے گرفتار کرنے آتے تو وہ بھاگ جاتے تھے، منصور پر تو اس کا بھی گھر آنا دشوار ہوگیا۔ جب بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو منصور نے زید پر غلط کیس چالو کردیا، جب زید گرفت میں آگیا تو منصور کو چھٹکارا حاصل ہوگیا۔ ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جھوٹا کیس کرکے غلط طریقے پر کسی کو پھنسا دینا بہت بڑا ظلم ہے، خواہ زید ایسا کرے یا منصور کرے(۱)۔ البتہ ظلم سے بچنے کے لئے ایسی تدبیر کرنا درست ہے جس سے ظالم کا داؤ نہ چل سکے، بلکہ وہ ناکام ہو جائے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۵/۹۰ھ۔

پانچ کلو شکر کے لئے پچیس کلو کی درخواست دینا

سوال[۸۹۰۳]: چینی کی اگر ۵ کلو کی ضرورت ہو تو درخواست ۲۵ کلو کی دینی پڑتی ہے تب کہیں

---

(۱) "والكذب حرام إلا في الحرب للخدعة، وفي الصلح بين اثنين، وفي إرضاء الأهل، وفي دفع الظالم عن الظلم، والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام. قال في المجتبى: وهو الحق. قال تعالى: ﴿قتل الخراصون﴾. وفي الوهبانية: وللصلح جاز الكذب، أو دفع ظالم، وأهل للترضي، والقتال ليظفروا، ويكره التعريض به إلا لحاجة". (مجمع الأنهر: ۲/۵۵۲، فصل في المتفرقات، كتاب الكراهية، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "الكذب مباح لإحياء حقه ودفع الظلم عن نفسه ..... الخ". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "واعلم أن الكذب قد يباح وقد يجب، والضابط فيه - كما في تبيين المحارم وغيره عن الإحياء - أن كل مقصود محمود يمكن التوصل إليه بالصدق والكذب جميعاً، فالكذب فيه حرام ..... الخ". (رد المحتار: ۶/۴۲۷، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

پانچ کلو مل جاتی ہے، اگر پانچ کلو کی درخواست دی جائے تو بمشکل ایک کلو ہی مل پائے گی جس سے ضرورت پوری نہیں ہوگی۔ تو مذکورہ بالا صورت کذب میں تو داخل نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں ڈالڈا کا عنوان ۲۵/کلو ہے اور حکومت کی نظر میں بھی اس کا معنون پانچ کلو ہی ہے، تو عنوان اور معنون کا یہ فرق گویا حکومت کی طرف سے تجویز کردہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ملازم کو سفر خرچ کی جعلی رسید بتانا

سوال [۸۹۹۲]: میں ایک سرکاری ملازم ہوں، میرے اور متعلقین کے لئے ایک قاعدہ مقرر ہے، اس کے مطابق سفر خرچ ملتا ہے۔ سامان کی منتقلی کے لئے بھی ایک قاعدہ مقرر ہے، اس کے موافق خرچ ملتا ہے، لیکن اس کی توثیق کے لئے ہمیں رسید دینی پڑتی ہے۔ عموماً سامان بستی سے تھوڑا تھوڑا لایا جاتا ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا ہے، لیکن سفر خرچ کی بر آوری اس ماہ کے ختم سے پہلے داخل کرنا ضروری ہے، ورنہ تنخواہ میں سے جو رقم بضمن سفر خرچ پیشگی لی گئی تھی منہا کرلی جاتی ہے، لہٰذا اب بر آوری کے ساتھ جعلی رسید منتقل سامان کی رکھنی پڑ رہی ہے اور مزید ایک سامان فہرست کی دینی پڑتی ہے جس میں بناوٹی سامان رہتا ہے، یہ عام رواج سرکاری ملازمین کا ہے۔ اب سرکار سے مقررہ قاعدہ کے اعتبار سے جعلی رسید دے کر خرچ برائے منتقلی سامان لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنا روپیہ خرچ ہوگا وہ خرچ کرکے پیشگی رکھ کر اس کی رسید حاصل کرلی جائے اور وہ داخل کردی جائے تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۵ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ..... "من غش فليس منا"

قال القاري في شرح الحديث المذكور: "من غش": أي خان، و الغش ستر حال الشيء "فليس منا": أي من متابعينا. قال الطيبي: لم يرد به نفيه عن الإسلام، بل نفي خلقه عن أخلاق المسلمين: أي ليس هو =

ٹیکس سے بچنے کے لئے اپنے کو شادی شدہ بتانا

سوال [۹۱۲۵]: میری سادہ تنخواہ چار ہزار روپیہ ہے جس پر شادی شدہ کو ۵۷ روپے انکم ٹیکس لگتا ہے۔ میں غیر شادی شدہ ہوں، اگر گورنمنٹ کو شادی شدہ بتلا کر ۱۲۵ روپے انکم ٹیکس نہ دوں تو وہ میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو روپیہ تو آپ کے ہیں، کسی غیر سے آپ نے نہیں لئے، اپنے روپے غیر کو دینے سے آپ نے بچائے، بے جا لینے والے کو نہیں دیئے، تو آپ کے لئے درست ہیں (۱)، لیکن غلط بیانی کر کے اپنے کو قانونی خطرہ

= عمن سنّ أو طريقنا في مناصحة الإخوان". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۱۱/۵۹۲۲، (رقم الحديث ۸۸۶۵)، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) واضح رہے کہ بغیر کسی واقعی ضرورت کے اسلام میں ٹیکس کا کوئی تصور نہیں، لہذا ایک مسلمان زکوۃ ادا کرنے کے بعد ٹیکس وغیرہ سے بری ہو جائے گا، چنانچہ مسند احمد کی ہے:

"عن سفيان عن عطاء -يعني ابن السائب- عن رجل من بكر بن وائل عن خاله -رضي الله تعالى عنه- قال: قلت: يا رسول الله أعشر قومي؟ فقال: "إنما العشور على اليهود والنصارى، وليس على الإسلام عشور". (مسند الإمام أحمد: ۵/۲۲۴، (رقم الحديث ۱۸۳۳۵)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وأيضاً مسند الإمام أحمد: ۴/۵، ۳۲۴/۳، (رقم الحديث: ۱۵۳۶۵)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وقال الشوكاني رحمه الله تعالى: "ليس عليهم غير الزكاة من الضرائب والمكس ونحوهما". (نيل الأوطار، كتاب الجهاد، باب أخذ الجزية ... وبيان سبب إخراج أهل الكتاب من جزيرة العرب: ۸/۲۲۴، دار الجيل بيروت)

لہذا اگر اپنا حق بچانے کے لئے کوئی تعریضاً بھی بولے تو اس کی گنجائش ہے، کما تقدم تخریجہ تحت عنوان: کسی کو جھوٹے کیس میں پھنسانے کا حکم، المراجع ص ۱۸۰، رقم الحاشیة: ۴)

تھا تو لنا کوئی دانشمندی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۹۰ھ۔

کسی دوسرے کو اپنے پاس کے ذریعہ ریل میں بھیجنا

سوال[۸۹۱۶]: جو لوگ ریلوے میں ملازم ہوتے ہیں ریلوے کا قانون ہے کہ ان کو ایک سال میں کئی مرتبہ مفت پاس ملتا ہے کہ جہاں چاہیں بلا ٹکٹ کے (پاس دکھا کر) جاسکتے ہیں۔ اب بہت سے لوگ دوسرے کی عورتوں کو اپنی عورت اور دوسروں کے بچوں کو اپنے بچے بتا کر بغیر ٹکٹ کے سفر کرتے ہیں اور ان سے روپے لے کر اپنی جیب میں رکھتے ہیں، اس طرح کرنے سے ریلوے کا نقصان ہوتا ہے۔ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ دھوکہ اور خیانت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۹۵ھ۔

قرآن پاک کا حلف اٹھانے کے باوجود الزام لگانا

سوال[۸۹۱۷]: زید نے بکر کے اوپر ایک فحش کام کا الزام لگایا اور اسی بات پر چند آدمیوں میں بکر کی موجودگی میں چرچ کیا۔ بکر نے اپنے اوپر بیا الزام ہونے سے انکار کردیا، جس پر زید نے قرآن پاک کا حلف دلایا۔ بکر نے صدق دل سے قرآن پاک اٹھایا کہ میں الزام بالا سے پاک ہوں۔ بعد حلف کے زید پھر بھی بکر کو اسی الزام بالا میں بدنام کرتا ہے اور نئے الزام اور بھی لگاتا ہے، گویا کہ زید نے بکر کے حلف کا اعتبار نہیں کیا۔ ایسے حلف اٹھوانے کے بعد اس پر یقین نہ کرنے والوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: قلما خطب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إلا قال: "لا إیمان لمن لا أمانة له، ولا دین لمن لا عهد له". رواه البیهقي في شعب الإیمان" (مشکوٰة المصابیح: ۱/۱۵، کتاب الإیمان، الفصل الثاني، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی پر الزام لگانا بہت بڑا جرم ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ''الزام لگانے والے کو پل صراط پر روک دیا جائے گا کہ اس الزام کا ثبوت پیش کر، جب تک ثبوت پیش نہیں کرے گا آگے نہیں جا سکے گا''(۱)۔ یہ تو آخرت کا حکم ہے، دنیا میں بھی یہ ہے کہ جس کے پاس الزام کا ثبوت نہ ہو تو ملزم قسم کھانے کے بعد بری قرار دیا جائے گا، اگر شرعی حکومت میں الزام کا مقدمہ پیش ہو اور ثبوت موجود نہ ہو تو الزام کی نوعیت کے لحاظ سے الزام

---

(۱) "عن سهل بن معاذ بن أنس الجهني عن أبيه رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من حمى مؤمناً من منافق يغيبه بعث الله تبارك وتعالى ملكاً يحمي لحمه يوم القيامة من نار جهنم، ومن يرمي مؤمناً يريد به شينه، حبسه الله تعالى على جسر جهنم حتى يخرج مما قال". (مسند الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى، حديث معاذ بن أنس الجهني، (رقم الحديث: ۱۵۲۲۳): ۴۷/۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب الرجل يذب عن عرض أخيه: ۳۲۱/۲، مكتبه امداديه ملتان)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثاني، ص: ۴۲۳، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من حمى" أي حرس ﴿مؤمناً﴾: أي عرضه ﴿من منافق﴾: أي مغتاب، وإنما سمي منافقاً؛ لأنه يظهر النصيحة ويبطن الفضيحة "بعث الله ملكاً يحمي لحمه": أي لحم حامي المؤمن "يوم القيامة من نار جهنم. ومن رمى": أي قذف مسلماً –فيه تفنن وإشعار بصحة إطلاق كل موضع الآخر– "بشيء": أي من العيوب "يريد به شينه". أي عيبه .... "حبسه الله": أي وقفه "على جسر جهنم" وهو صراط ممدود بين ظهرانيها أدق من الشعر، وأحد من السيف "حتى يخرج مما قال": أي من عهدته، والمعنى: حتى ينقى من ذنبه ذلك بإرضاء خصمه، أو بشفاعة، أو يعذبه بقدر ذنبه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۹۸۶): ۴۲۱/۸، ۴۲۲، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود في حل أبي داؤد، كتاب الأدب، باب الرجل يذب عن عرض أخيه: ۳۵۵/۵، معهد الخليل الإسلامي كراچي)

لگانے والے کو سزادی جائے گی۔ بعض الزام ایسا بھی ہے کہ ثبوت نہ ہونے کی صورت میں الزام لگانے والے کو ۸۰/ کوڑے لگائے جائیں گے، اور اعلان کردیا جائے گا کہ اس کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے (۱)۔ جو شخص واقعۃً جرم کا مرتکب ہو وہ اپنے جرم کی حیثیت سے سزا کا مستحق ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۹۰ھ۔

کسی پر الزام لگا کر انکار کرنا

سوال [۸۹۹۸]: ایک شخص - جو سرکاری مدرس بھی ہیں - چند آدمیوں کی موجودگی میں شہر کے ذمہ دار حضرات پر پانچ ہزار لے کرانے کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگا کر قوم میں نفاق پیدا کرتا ہے، لیکن بوقت مصالحت ایک آدمیوں کی موجودگی میں جس سے اس نے یہ بات کہی تھی حلف کی رو سے انکار کردیتا ہے۔ دوسری طرف وہ چار پانچ مسلمان بھی حلف اٹھا کر بیان کرتے ہیں کہ مدرس صاحب نے الگ الگ اوقات میں اور الگ الگ نشستوں میں یہ بات ایسی کہی ہے۔ اس صورت میں شرعی نقطۂ نظر سے کس کی بات بھروسہ کے قابل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی غلط خبر یا غلط فہمی کی وجہ سے بلا تحقیق الزام لگا دینا فتنہ کا باعث ہوتا ہے، اس لئے اس کی صفائی اور

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمٰنین جلدةً ولا تقبلوا لهم شهادةً أبداً وأولٰئك هم الفٰسقون﴾ (سورة النور: ۴)

"(قوله: والمحدود في قذف وإن تاب) لاتقبل شهادته؛ لقوله تعالى: ﴿ولا تقبلوا لهم شهادةً أبداً﴾ [النور] ولأنه من تمام الحد؛ لكونه مانعاً، فيبقى بعد التوبة كأصله، بخلاف المحدود في غيره؛ لأن الرد للفسق وقد ارتفع بالتوبة. وفي البدائع: كل فاسق تاب عن فسقه، قبلت توبته وشهادته، إلا اثنين: المحدود في القذف، والمعروف بالكذب؛ لأن من صار معروفاً بالكذب واشتهر به لايعرف صدقه من توبته، بخلاف الفاسق إذا تاب عن سائر أنواع الفسق فإن شهادته تقبل". (البحر الرائق، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل: ۷/۱۳۳، ۱۳۴، رشيدية)

تحقیق لازم ہے۔ جس کے متعلق غلط بات کہی ہو اس سے معافی کرلی جائے کہ فلاں وجہ سے اس کی نوبت آئی ہے، اب معلوم ہوا کہ وہ بات غلط تھی، اس لئے معذرت خواہ ہوں (۱)۔ جھوٹ بولنا، جھوٹا حلف اٹھانا اشد ترین گناہ ہے کہ اس کو شرک کے قریب ذکر کیا گیا ہے، اس سے پرہیز لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۹۱ھ۔

بہتان سے توبہ کا طریقہ

سوال [۸۹۹۰]: زید کے اپنے استاد جیسے شخص نے ایک عرصہ تک اس کو پڑھایا لکھایا اور اس کے بھی خواہ رہے۔ زید نے دوسرے مربی یا بڑے آدمی کے بہکانے میں آکر ان استاد کے خلاف قلم بلند کیا اور انہیں اذیت پہنچائی، ان کی پگڑی اچھالی، عوام میں ان کی بدنامی کی اور رسوا کیا۔ زمانہ دراز کے بعد زید کی آنکھ کھلی، اسے اپنی غلطی و نادانی کا احساس ہوا تو اس نے اپنے شفیق استاد سے بارہا معافی چاہی، لیکن زید کے استاد نے اپنی خوشنودی و رضامندی کا انحصار چند شرائط پر رکھا۔

وہ شرائط ایسے ہیں کہ جن کو قبول کرنے سے استاذ تو بے شک راضی ہوجائیں گے مگر اس کا محسن جس نے زید کا فائدہ سمجھ کر زید کو اس کے استاد کے خلاف بھڑکایا تھا اور رشتہ دار سب کے سب بدنام ہوجائیں گے اور

---

(۱) "أما إذا قال بهتاناً بأن لم يكن ذلك فيه، فإنه يحتاج إلى التوبة في ثلاثة مواضع: أحدها: أن يرجع إلى القوم الذين تكلم بالبهتان عندهم، فيقول: إني قد ذكرته عند كم بكذا وكذا، فاعلموا أني كنت كاذباً في ذلك. والثاني: أن يذهب إلى الذي قال عليه البهتان و يطلب الرضى منه حتى يجعل في حل منه. والثالث: أن يتوب كما سبق في حقوق الله تعالى، فليس شيء من العصيان أعظم من البهتان".

(شرح الفقه الأكبر، مسألة في التوبة وشرائطها، وفيها أبحاث جليلة، ص: ۱۵۹، ۱۶۰، قديمي)

(وكذا في تنبيه الغافلين، ص: ۸۹، باب الغيبة، مكتبه حقانيه)

(۲) "عن خريم بن فاتك رضي الله تعالى عنه قال: صلّى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلوة الصبح، فلما انصرف قام قائماً فقال: "عدلت شهادة الزور بالإشراك بالله". ثلاث مرات، ثم قرأ: ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان، واجتنبوا قول الزور، حنفاء لله غير مشركين به﴾". (مشكوة المصابيح: ۳۲۸/۲، كتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الثاني، قديمي)

زید کے جھوٹ کی وجہ سے خود زید کو بھی خطر ہونے کا اندیشہ ہے اور ایک شہر برباد ہو جانے کا اندیشہ ہے اور زید کے لئے دونوں بزرگوں کو خوش رکھنا ضروری ہے۔ ایسی حالت میں زید اپنے استاد سے کہاں تک معافی مانگے، اگر استاد معاف نہ کریں تو آخرت میں تو گرفت نہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ وہ استاد کو خوش رکھے، جن باتوں سے جدا ہو گیا ہے وہ اگر واقعۃً غلط ہیں تو زید کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے زید نے اپنے استاد کو رسوا کیا ہے اور ان کی پگڑی اچھالی ہے ان کے سامنے اس کا اعتراف کرے کہ یہ امور غلط ہیں، میں نے جھوٹ بولا اور اپنے استاد پر بہتان لگایا، اس سے اگر اس کے دوسرے مربی اور محسن ناراض ہوتے ہیں یا خود بے اعتبار ہوتا ہے تو اس کی پرواہ نہ کرے، اس کا انجام آخرت میں یقیناً اچھا ہے۔

اور جب خوف خداوندی اور احکام شرعی اور حقوق استادی بنا پر خلوص کے ساتھ کرے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کا انجام خراب نہ ہوگا، جیسا گناہ ہوتا ہے ایسی ہی اس کی توبہ ہوتی ہے۔ بہتان بہت بڑا گناہ ہے اس کی توبہ بھی زیادہ قابل اہتمام ہے۔

"ثم إذا قال بهتاناً بأن لم يكن ذلك فيه، فإنه يحتاج إلى التوبة في ثلاثة مواضع: أحدها: أن يرجع إلى قومه الذين تكلم بالبهتان عندهم، فيقول: إني قد ذكرته عندكم بكذا وكذا، فاعلموا أني كنت كاذباً في ذلك. والثاني: أن يذهب إلى الذي قال عليه البهتان ويطلب الرضى عنه، حتى يجعله في حل منه. والثالث: أن يتوب كما سبق في حقوق الله تعالى، فليس شيء من العصيان أعظم من البهتان". شرح فقه أكبر (۱)۔

اس کے بعد استاذ کے شرائط کا حکم ان شرائط کے معلوم ہونے پر ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱/۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۹/۱/۵۷ھ۔

---

(۱) (شرح الفقه الأكبر، مسألة في التوبة وشرائطها، وفيها أبحاث جليلة، ص: ۱۵۹، ۱۶۰، قديمي)

(وكذا في تنبيه الغافلين، ص: ۹۰، باب الغيبة، مكتبة حقانية)

بہتان کی آخرت میں سزا

سوال [۱۰۲۸۹]: اگر کوئی آدمی زبردستی کسی پر الزام لگائے تو آخرت میں اس پر کیا سزا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص کسی پر بہتان لگائے تو قیامت میں پل صراط پر اس کو روک کر کہا جائے گا کہ بہتان کا ثبوت پیش کرو تب آگے جانے کی اجازت ہوگی، بہت سخت چیز ہے (۱)۔ جس پر بہتان لگایا جائے وہ اگر قسم کھا کر اس کا انکار کردے تو وہ شرعاً بری سمجھا جائے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۰ھ۔

---

(۱) "عن معاذ بن أنس رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من حمی مؤمناً من منافق، بعث الله ملكاً يحمي لحمه يوم القيامة من نار جهنم. ومن رمی مسلماً بشيء يريد به شينه، حبسه الله علی جسر جهنم حتی يخرج مما قال". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثاني، ص: ۴۲۳، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالیٰ: "(قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من حمی": أي حرس "مؤمناً": أي عرضه "من منافق": أي مغتاب، وإنما سمي منافقاً لأنه يظهر النصيحة ويبطن الفضيحة "بعث الله ملكاً يحمي لحمه": أي لحم حامي المؤمن "يوم القيامة من نار جهنم. ومن رمی": أي قذف مسلماً -فيه تفنن وإشعار بصحة إطلاق كل موضع الآخر- "بشيء": أي من العيوب "يريد به شينه": أي عيبه. "حبسه الله": أي وقفه "علی جسر جهنم" وهو صراط ممدود بين ظهرانيها أدق من الشعر، وأحد من السيف "حتی يخرج مما قال": أي من عهدته، والمعنی: حتی ينقي من ذنبه ذلك بإرضاء خصمه، أو بشفاعة، أو بتعذيب بقدر ذنبه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۹۸۶): ۸/۷۲۱، ۷۲۲، رشيديه)

(وكذا في بذل المجهود في حل أبي داؤد، كتاب الأدب، باب الرجل يذب عن عرض أخيه: ۵/۵۵۴، معهد الخليل الإسلامي كراچی)

(۲) "أو نكل فرض المدعي، فقضی عليه بلا طلب المدعي. وإلا يبرهن، حلفه الحاكم بعد طلبه: أي لابد من ■

چغل خوری سے توبہ کرنا

سوال[۸۹۷۱]: چغل خور اگر چغل خوری سے توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی یا نہیں، یا ان لوگوں سے معاف کرانا ہوگا جن کی چغلی کر چکا ہے؟ اگر وہ لوگ انتقال کر گئے ہوں جن کی چغلی کی ہے تو نجات کی کیا صورت ہے؟

المستفتی: محمد حشمت علی عفی عنہ، شریف نگر، ڈاکخانہ خاص، تحصیل ٹھاکردوارہ، ضلع مرادآباد، محمد شریف صاحب کا تکیہ، ساہی، ۲۲/ذی الحجہ/۶۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدا سے توبہ کرے اور ان لوگوں سے معافی مانگے، اگر کچھ غلط باتیں ان کے متعلق کسی سے کہی ہیں تو اس سے یہ بھی کہے کہ میں نے فلاں شخص کے متعلق فلاں فلاں بات کہی تھی وہ غلط اور جھوٹ تھی، میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ اگر وہ لوگ انتقال کر چکے ہیں تو ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کرے اور ان کی اولاد واقرباء کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ ان اہلِ حقوق کو راضی فرما کر اس کی بخشش

- طلبه اليمين في جميع الدعاوى ... لو اصطلحا على أن يحلف عند غير قاض ويكون بريئاً فهو باطل؛ لأن اليمين حق القاضي مع طلب الخصم، ولا عبرة باليمين ولا النكول عند غير القاضي، فلو برهن عليه: أي على حقه، يقبل، و"لا يستحلفه ثانياً عند قاض، إلا إذا كان حلفه الأول عنده فيكفي"، درر". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: إلا إذا كان) استثناء منقطع؛ لأن فرض المسئلة في أن التحليف الأول عند غير قاض. (قوله: حلفه الأول عنده): أي عند قاض، فيكفي: أي لا يحتاج إلى تحليفه ثانياً". (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الدعوى: ۵/۵۳۸، ۵۳۹، سعيد)

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: "(قوله: وقضى له إن نكل مرة بلا أحلف أو سكت) لأن السكوت دال على كونه باذلاً أو مقراً، إذ لولا ذلك، لأقدم على اليمين إقامة للواجب دفعاً للضرر عن نفسه، فترجح هذا الجانب، ولا وجه لرد اليمين لما قدمناه ... وذكر الشارح من باب التحالف أن النكول لا يوجب شيئاً إلا إذا اتصل بالقضاء به، وبدونه لا يوجب شيئاً". (البحر الرائق، كتاب الدعوى: ۷/۳۲۴، رشيديه)

الفصل الثانی فی الغیبۃ والحسد

(غیبت اور حسد کا بیان)

فاسق کی غیبت گناہ ہے یا نہیں؟

سوال[۸۸۰۳]: فاسق کی غیبت میں ویسا ہی گناہ ہے جیسا غیر فاسق کی یا کچھ فرق ہے۔ یا بالکل گناہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فاسق کی غیبت اگر دوسروں کو اس کے شر سے بچانے کیلئے، یا اس کی اصلاح کیلئے کسی بڑے کے سامنے کی جائے اور بقدرِ ضرورت کی جائے تو گناہ نہیں ورنہ گناہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۱/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "وإذا كان الرجل يصوم ويصلي ويضرّ الناس بيده ولسانه فذكره بما فيه ليس بغيبة، حتى لو أخبر السلطان بذلك ليزجره، لاإثم عليه". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: فذكره بما فيه ليس بغيبة): أي ليحذره الناس ولا يغترّ بصومه وصلاته، فقد أخرج الطبراني والبيهقي والترمذي: "أترعوون عن ذكر الفاجر، اذكروه بما فيه يحذره الناس". (رد المحتار: ۶/۴۰۸، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۶۲، كتاب الكراهية، الباب الثالث والعشرون في الغيبة والحسد، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۳/۴۰۲، كتاب الكراهية، الباب التاسع في المتفرقات، رشيديه)

قال العلامة الإمام الغزالي رحمه الله تعالى: "اعلم أن المرخص في ذكر مساوي الغير هو —

- غرض صحيح في الشرع لا يمكن الوصول إليه إلا به، فيدفع ذلك إثم الغيبة، وهي ستة أمور: الأول: التظلم فإن من ذكر قاضياً بالظلم والخيانة وأخذ الرشوة، كان مغتاباً عاصياً إن لم يكن مظلوماً. أما المظلوم من جهة القاضي، فله أن يتظلم إلى السلطان وينسبه إلى الظلم إذ لا يمكنه استيفاء حقه إلا به. قال صلى الله تعالى عليه وسلم "إن لصاحب الحق مقالاً". وقال عليه السلام: "مطل الغني ظلم" وقال عليه السلام: "لَيُّ الواجد يحل عقوبته وعرضه".

الثاني: الاستعانة على تغيير المنكر ورد العاصي إلى منهج الصلاح، كما روي أن عمر رضي الله تعالى عنه مر على عثمان، وقيل: على طلحة رضي الله تعالى عنه، فسلم عليه، فلم يرد السلام، فذهب إلى أبي بكر رضي الله تعالى عنه، فذكر له ذلك، فجاء أبو بكر رضي الله تعالى عنه إليه ليصلح ذلك، ولم يكن ذلك غيبة عندهم ... الخ.

الثالث: الاستفتاء كما يقول للمفتي: ظلمني أبي أو زوجتي أو أخي، فكيف طريقي في الخلاص؟ والأسلم التعريض بأن يقول: ما قولك في رجل ظلمه أبوه أو أخوه أو زوجته؟ ولكن التعيين مباح بهذا القدر، لما روي عن هند بنت عتبة أنها قالت للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم: إن أبا سفيان رجل شحيح لا يعطيني ما يكفيني أنا وولدي، أفآخذ من غير علمه؟ فقال: "خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف". فذكرت الشح والظلم لها ولولدها، ولم يزجرها صلى الله تعالى عليه وسلم إذ كان قصدها الاستفتاء.

الرابع: تحذير المسلم من الشر، فإذا رأيت فقيهاً يتردد إلى مبتدع أو فاسق وخفت أن تتعدى إليه بدعته وفسقه، فلك أن تكشف له بدعته وفسقه مهما كان الباعث لك الخوف عليه من سراية البدعة والفسق لا غيره. إذ قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "أترعوون عن ذكر الفاجر اذكروه بما فيه حتى يحذره الناس" وكانوا يقولون ثلاثة لا غيبة لهم: الإمام الجائر، والمبتدع، والمجاهر بفسقه.

الخامس: أن يكون الإنسان معروفاً بلقب يعرب عن عيبه كالأعرج والأعمش، فلا إثم على من -

پیر صاحب کا مریدین کی غیبت کرنا

سوال[۸۹۷۶]: ایک پیر صاحب اپنے مرید کی لوگوں کے سامنے بُرائی کیا کرتے ہیں۔ یہ غیبت ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بھی مسلمان کی غیبت کرنا جبکہ مصلحتِ دین اس سے متعلق نہ ہو ممنوع ہے: ﴿ولا یغتب بعضکم بعضاً﴾ الآیۃ(۱)۔

اگر پیر صاحب کا مقصد غیبت سے مرید کی اصلاح کرنا ہے اور مرید کے سامنے ظاہر کرنا خلافِ مصلحت ہو اور لوگوں کے سامنے مرید کی بُرائی اس واسطے کرتے ہیں تا کہ ان کے ذریعے سے مرید کو اپنی بُرائی کا علم ہو جائے

= یقول: روی أبو الزناد عن الأعرج، وسلمان عن الأعمش وما یجری مجراہ، فقد فعل العلماء ذلک لضرورۃ التعریف، ولأن ذلک قد صار بحیث لا یکرھہ صاحبہ لو علمہ بعد أن قد صار مشہوراً بہ .... الخ.

السادس: أن یکون مجاھراً بالفسق کالمخنث وصاحب الماخور والمجاھر بشرب الخمر ومصادرۃ الناس، وکان ممن یتظاھر بہ بحیث لا یستنکف من أن یذکر لہ ولا یکرہ أن یذکر بہ، فإذا ذکرت فیہ ما یتظاھر بہ، فلا إثم علیک. قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من ألقی جلباب الحیاء عن وجہہ فلا غیبۃ لہ". وقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: لیس لفاجر حرمۃ. وأراد بہ المجاھر بفسقہ دون المستتر إذ لا بد من مراعاۃ حرمتہ". (إحیاء علوم الدین، کتاب آفات اللسان، الآفۃ الخامسۃ عشرۃ الغیبۃ، بیان الأعذار المرخصۃ فی الغیبۃ: ۱۸۲/۳-۱۸۳، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، المقدمۃ، إیقاظ فیما لیس بغیبۃ، ص: ۵۳-۵۶، مکتبۃ المطبوعات الإسلامیۃ)

(۱) (سورۃ الحجرات: ۱۲)

"وروی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: هاجت ریح منتنۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إن ناساً من المنافقین قد اغتابوا ناساً من المسلمین، فلذلک هاجت ھذہ الریح المنتنۃ". (تنبیہ الغافلین، ص: ۸۶، باب الغیبۃ، مکتبہ حقانیہ پشاور)

تو ایک یا دو آدمی کے ذریعہ اس سے مرید کو اطلاع کرادیں کہ جس سے مرید کی اصلاح ہوجائے (۱)، مجمع میں لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۸ھ۔

مردہ کی غیبت اور برائی

سوال [۸۹۰۵]: کسی متبع شریعت مسلمان مردہ کو ابوجہل، چور اور قسم قسم کے ناساز الفاظ سے ملقب کرنا اور تہمت لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی مردہ واقعۃً بھی چوری وغیرہ کبائر میں مبتلا تھا تب بھی اس کے ان افعال کا ذکر کرکے اس کی برائی کرنا غیبت اور حرام ہے اور مردہ کی غیبت کا گناہ زندہ کی غیبت سے زیادہ سخت ہے (۲)۔ اور اگر واقعۃً ان میں مبتلا نہ تھا تو یہ بہتان ہے (۳)، اس کا گناہ غیبت سے بھی زیادہ ہے،

---

(۱) "وقد تجب الغيبة لغرض صحيح شرعي لايتوصل إليه إلا بها، وتنحصر في ستة أسباب ... ... وإن احتاج إلى ذكر عيب، ذكره، أو عيبين فكذلك، وهكذا، لايجوز زيادة على مايكفي". (تفسير روح المعاني، (سورة الحجرات: ۱۲): ۲۶/۱۶۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في معارف القرآن، سورة الحجرات: ۸/۱۲۳، إدارة المعارف كراچی)

"ولايستثنى من ذلك إلا ما رجحت مصلحة". (تفسير ابن كثير، سورة الحجرات: ۴/۲۴۳، دار الفيحاء بيروت)

(۲) "سب الأموات يجري مجرى الغيبة، فإن كان أغلب أحوال المرء الخير، وقد تكون منه الفلتة، فالاغتياب له ممنوع. وإن كان فاسقاً معلناً فلا غيبة له، فكذلك الميت. ويحتمل أن يكون النهي ... ... فلما ماتت، تركت ذلك، ونهيت عن لعنه". (فتح الباري، كتاب الجنائز، باب ماينهى من سب الأموات (رقم الحديث: ۱۳۹۳): ۳/۳۳۱، قديمي)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أتدرون ما الغيبة؟" قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: "ذكرك أخاك بما يكره، فقد اغتبته". قيل: أرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: "إن كان فيه ما تقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه ما تقول فقد بهته". يعني قلت فيه بهتاناً" =

"فليس شيء من الذنوب أعظم من البهتان". تنبيه الغافلين(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

غیبت کی معافی کا طریقہ

سوال[۸۹۷۹]: ایک آدمی کی غیبت کی، وہ معافی مانگنے پر معاف نہ کرے تو تلافی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس سے وہ باتیں جو اس سے متعلق ہیں کی ہیں تفصیل کے ساتھ بیان کرکے خلوص کے ساتھ معافی مانگنا ضروری ہے، بلا اس کے کوئی چارہ نہیں۔ البتہ اگر تفصیلی بیان میں ضرر کا کوئی اندیشہ ہو تو مجملاً ہی (مثلاً یوں کہے کہ مجھ سے جو کچھ غلطی ہوئی ہے، معاف کردیجئے) معافی مانگ لے، لیکن اگر معافی مانگنے اور احسان ومودت کرنے کے باوجود معاف نہ کرے تو توبہ واستغفار کرلے، یہی غیبت کی تلافی کردے گا، کما فی رد المحتار: ۵/۴۰۹(۲)۔

توضیح: جس کی غیبت کی ہے اس کی تعریف بھی کی جائے، اس کے لئے دعائے خیر کی جائے، ایصال ثواب کیا جائے، اس کے ساتھ اس کے متعلقین کے ساتھ احسان کیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مکافات

= رواہ مسلم". (تنبيه الغافلين، ص: ۸۵، مكتبه حقانيه)

(۱) (تنبيه الغافلين، ص: ۸۹، باب الغيبة، مكتبه حقانيه پشاور)

(۲) "والمراد أن يبين له ذلك و يعتذر إليه، ليسمح عنه، بأن يبالغ في الثناء عليه و التودد إليه و يلازم ذلك حتى يطيب قلبه. وإن لم يطب قلبه، كان اعتذاره و تودده حسنة يقابل بها سيئة الغيبة في الآخرة. وعليه أن يخلص في الاعتذار، وإلا فهو ذنب آخر، ويحتمل أن يبقى لخصمه عليه مطالبة في الآخرة بل يستغفر الله له إن علم أن إعلامه يثير فتنة" اهـ. (رد المحتار: ۶/۴۱۱، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، سعيد)

ہوجائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۸۸ھ۔

مسلمان سے کینہ رکھنا

سوال [۸۹۷۱]: ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کسی بناء پر اپنے دل میں کینہ رکھتا ہے اور ظاہر میں وہ اس سے ملتا جلتا ہے تو وہ شخص شرع کے لحاظ سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاوجہ شرعی کے مسلمان کی طرف سے کینہ رکھنا گناہ ہے، خواہ کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو(۱)، البتہ کسی کو کسی کے فسق سے خوش ہونا بھی جائز نہیں (۲)، بلکہ اس کے فسق کو برا سمجھنا چاہیے اور خود اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور یہ سمجھے کہ میں خداوند تعالیٰ کا نافرمان بندہ ہوں، اگر خداوند تعالیٰ اپنی ناراضی مجھ پر اس وجہ

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يفتح أبواب الجنة يوم الإثنين ويوم الخميس، فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله شيئاً إلا رجل كانت بينه وبين أخيه شحناء، فيقال: انظروا هذين حتى يصطلحا". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۸، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، قديمي)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا مدح الفاسق غضب الرب تعالى واهتز له العرش". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۱۴، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثالث، قديمي)

"قلت: وإذا كان هذا حكم من مدح الفاسق، فكيف بمن مدح الظالم وركن إليه وركن له، وقد قال تعالى: ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾.

في الكشاف: النهي متناول للانحطاط في هواهم والانقطاع إليهم ومصاحبتهم ومجالستهم وزيارتهم ومداهنتهم والرضا بأعمالهم .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، الفصل الثالث: ۸/۵۹۹، رقم الحديث: ۴۸۵۹، رشيديه)

سے کریں تو پھر میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا، جب میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے قصور کو معاف کردے تو مجھے بھی چاہئے کہ میں اس ستانے والے کے قصور کو معاف کردوں۔

اس کے باوجود بھی اگر وہ دل سے برائی نہ نکالے تب بھی اس برائی کے تقاضہ پر عمل کرنا جائز نہیں اور ایسی حالت میں یہ شخص معذور ہے(۱)، ہم اس کے نکالنے کی کوشش جاری رکھے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۹/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ ہٰذا۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/رمضان/۵۶ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

(۱) "عن طارق بن شهاب قال: أول من قدم الخطبة قبل الصلوة مروان، فقام رجل، فقال لمروان: خالفت السنة، فقال: يا فلان ترك ما هناك. فقال أبو سعيد رضي الله تعالى عنه: أما هذا، فقد قضى ما عليه، سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، و ذلك أضعف الإيمان". (جامع الترمذي، أبواب الفتن، باب ماجاء في تغيير المنكر باليد أو باللسان أو بالقلب: ۲/۴۰، سعيد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ (سورة البقرة: ۲۸۶)

الفصل الثالث في نقض الوعد

(وعدہ خلافی کا بیان)

وعدہ خلافی

سوال[۸۰۹۸]: ایک شخص نے مجمع کثیر میں حتمی وعدہ کرتا ہے کہ جب بھی میں حج بیت اللہ شریف کو جاؤں گا، اپنے استاذ محترم کو لے جاؤں گا، لیکن اب اس کی نیت بدل گئی، اب جاتے وقت اکیلا جارہا ہے، استاد کو اپنے ہمراہ نہیں لے جارہا ہے، حالانکہ خرچ بھی برداشت کرنے کو تیار ہے۔ تو اب اس شخص کو کیا کہا جائے، دروغ گو یا وعدہ خلاف؟ شرعی رو سے اس کا تاوان دینی میں کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وعدہ کرتے وقت یہ نیت ہو کہ اس کو پورا نہیں کروں گا، بلکہ محض دھوکہ دینے کے لئے وعدہ کیا ہے تو یہ منافق کی علامت ہے، سخت معصیت ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ اگر وعدہ کرتے وقت پورا کرنے کا ارادہ تھا، لیکن بعد میں کسی عذر کی وجہ سے پورا نہیں کرسکا تو یہ گناہ ہی نہیں(۱)، اگر بلا عذر پورا نہیں کیا تو یہ گناہ ہے۔

---

(۱) "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا اؤتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱/۱۰، قديمي)

"وعن زيد بن أرقم رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له فلم يف ولم يجيء للميعاد، فلا إثم عليه". رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثاني، ص: ۴۱۶، قديمي)

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي، فعليه الإثم، سواء وفى به أو لم يف، فإنه من أخلاق المنافقين. ولا تعرض فيه لمن وعد ونيته أن يفي ولم يف بغير =

الاشباہ والنظائر میں ہے: "الخلف فی الوعد حرام". اس کے ذیل میں علامہ حموی نے تفصیل بیان کی ہے(۱)۔ پس زید کا خیال جیسا ہوگا، اسی پر دیانۃً حکم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۳/۱۰/۹۰ھ۔

وعدہ خلافی

سوال[۸۹۷۱]: وعدہ خلافی گناہ ہے یا نہیں؟ وہ وعدہ جو خلافِ شرع نہ ہو، مثلاً: دعوت منظور کرکے پھر دعوت میں نہ جاوے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وعدہ کرتے وقت خلاف کرنے کی نیت ہو تو گناہ ہے، لیکن خلاف کرنے کی نیت نہیں تھی مگر کسی

= عليه، فلا دليل له فيل من أنه دل على أن الوفاء بالوعد ليس بواجب؛ إذ هو أمر مسكوت عنه على ما حررته". (مرقاة المفاتيح: ۸/۵۹۲، رقم الحديث: ۴۸۸۱، كتاب الآداب، باب الوعد، رشيديه)

"قال النووي: أجمعوا على أن من وعد إنساناً شيئاً ليس بمنهي عنه، فينبغي أن يفي بوعده ..... فإن كان عند الوعد عازماً على أن لا يفي به، فهذا هو النفاق. اهـ". (مرقاة المفاتيح: ۸/۶۲۸، كتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۴۸۹۲، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ۱/۴۹۹، رقم الحديث: ۸۹۳، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۱) "قوله: الخلف في الوعد حرام. قال السبكي: ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب الوفاء، وقال صاحب المفيد في القنية: إنما يوصف بما ذكر: أي بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزم على الخلف، كما في قوم المذكورين في آية: ﴿لئن أخرجتم لنخرجن معكم﴾ فوصفوا بالنفاق لإبطانهم خلاف ما أظهروا. وأما من عزم على الوفاء ثم بدا له فلم يف بهذا، لم يوجد منه صورة نفاق، كما في الإحياء من حديث طويل عند أبي داود والترمذي مختصراً بلفظ: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف، فلا إثم عليه" انتهى. وقيل عليه فيه بحث؛ لأن أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق فيحمل عليه الإثم في الحديث على ما إذا منعه مانع من الوفاء". (الأشباه والنظائر مع شرحه للحموي: ۳/۲۳۶، كتاب الحظر والإباحة، رقم المادة: ۴۳، إدارة القرآن كراتشي)

مانع شرعی یا طبعی کی وجہ سے پورا نہیں کر سکا تو گناہ نہیں، کذا فی الحموی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

وعدہ خلافی کرنا

سوال [۸۹۸۰]: اگر کوئی شخص وعدہ خلافی کرے تو شرعاً کیا حکم ہے، جبکہ اس وعدہ کی کوئی حد مقرر نہ کی گئی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعدہ خلافی کرتے وقت یہ نیت کرنا کہ اس کو پورا نہیں کرنا، یہ منافق کی نشانی ہے، لیکن اگر نیت تو پورا کرنے کی تھی پھر کسی عذر کی وجہ سے پورا نہیں کر سکا تو اس پر گناہ نہیں (۲)۔ بلا عذر پورا نہ کرنا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "قوله: الخلف في الوعد حرام. قال السبكي: ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب الوفاء، وقال صاحب المغني في التقليد: إنما يوصف بما ذكر: أي بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزم على الخلف، كما في قول المنافقين في آية: ﴿لئن أخرجتم لنخرجن معكم﴾ فوصفوا بالنفاق لإبطانهم خلاف ما أظهروا. وأما من عزم على الوفاء ثم بدا له فلم يف بهذا، لم يوجد منه صورة نفاق، كما في الإحياء من حديث طويل عند أبي داؤد والترمذي مختصراً بلفظ: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف، فلا إثم عليه". انتهى. وقيل عليه فيه بحث، فإن أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء". (الأشباه والنظائر مع شرحه للحموي: ۳/۲۳۹، كتاب الحظر والإباحة، (رقم المادة: ۴۴) إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وعن زيد بن أرقم رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له، فلم يف ولم يجيء للميعاد، فلا إثم عليه". رواه أبو داؤد". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثاني، ص: ۴۱۶، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي، فعليه الإثم، سواء وفى به أو لم يف، فإنه من أخلاق المنافقين. ولا تعرض فيه لمن وعد ونيته أن يفي ولم =

وعدہ خلافی کا حکم

سوال [۹۹۸۱]: وعدہ شکن کو منافق کہتے ہیں یا نہیں؟ اور نماز پڑھنا منافق کے پیچھے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص وعدہ کرتے وقت یہ نیت رکھے کہ وعدہ کو نہیں پورا کروں گا محض دھوکہ دینے کے لئے وعدہ کرتا ہے، اس کو حدیث شریف میں منافق فرمایا گیا ہے، یعنی اس میں ایک علامت منافق کی ہے، اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیے، یہ مطلب نہیں کہ وہ مومن نہیں رہا(۱) اور جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں آئے گا(۲)۔ اور اگر وعدہ کرتے وقت پورا کرنے کی نیت تھی مگر کسی عارض کی وجہ سے پورا نہیں ہوسکا تو یہ منافق کی علامت نہیں، بلکہ اس میں گناہ بھی نہیں(۳)۔ فقط۔

= يف بغير عذر، فلا دليل لما قيل من أنه دل على أن الوفاء بالوعد ليس بواجب؛ إذ هو أمر مسكوت عنه على ما حررناه". (مرقاة المفاتيح: ۶۱۵/۸، (رقم الحديث: ۴۸۸۱)، كتاب الأدب، باب الوعد، الفصل الثاني، رشيديه)

"قال النووي: أجمعوا على أن من وعد إنساناً شيئاً ليس بمنهي عنه، فينبغي أن يفي بوعده ... فإن كان عند الوعد عازماً على أن لا يفي به، فهذا هو النفاق، اهـ". (مرقاة المفاتيح: ۶۲۸/۸، كتاب الأدب، آخر باب المزاح، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۸۹۲)، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ۹۹۱/۲، (رقم الحديث: ۸۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۱) "عن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أربع من كن فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا اؤتمن خان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إن المنافقين في الدرك الأسفل من النار، ولن تجد لهم نصيراً﴾ (سورة النساء: ۱۴۶)

"أي يوم القيامة جزاء على كفرهم الغليظ" (ابن كثير: ۷۵۸/۱، دار الفيحاء دمشق)

(۳) "عن زيد بن أرقم رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه =

ضمانت میں وعدہ خلافی

سوال[۸۹۸۴]: ولی محمد نے ایک وقت میں حاجت مندی اور پریشانی کی حالت میں محمد اسماعیل سے کہا کہ میرے یہاں بیاہ شادی پڑی ہوئی ہے، مقدر روپیہ میرے پاس نہیں، جس بزاز سے آپ کپڑا خریدتے ہیں اس کی آپ سے جان پہچان اور لین دین ہے، لہذا شادی کے موقع پر ادھار کپڑا مجھے دلوا دیجئے۔ محمد اسماعیل نے اس کی مجبوری کو محسوس کر کے حسب ضرورت مبلغ دو سو روپے کا کپڑا اپنی ضمانت پر اس کو دلوا دیا۔ بعد شادی وعدہ کے مطابق چند بار تقاضا بھی کیا گیا، مگر وہ بلا مجبوری استطاعت ہوتے ہوئے بھی آج کل کرتا رہا، یہاں تک کہ کئی سال گزر گئے۔ اب اس کی نیت ہی بدل گئی کہ نہیں دیں گے تو کیا کر سکتے ہو۔

کوئی رقعہ اور دستاویز تو روپیہ کی بابت لکھا نہیں ہے کہ بذریعہ نالش عدالت وصول کر لیتے، لہذا حیلہ بہانہ کر کے روپیہ مذکور بزاز اور ضامن محمد اسماعیل کو ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کیا ولی محمد کیلئے ایسی وعدہ خلافی کرنا اور اپنے بار کو ضامن پر ڈال دینا جائز ہوگا، اور آخرت میں اس کا مواخذہ بھی ہوگا اور اگر اس طرح کی وعدہ خلافی کرنا اور اپنا بار ضامن پر ڈالنا ناجائز ہو اور آخرت میں اس کا مواخذہ بھی ہو تو اس سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ وعدہ خلافی اور دوسرے کا روپیہ استطاعت کے باوجود نہ دینا ظلم ہے(۱)، گناہ ہے(۲)۔ یہ حق

= ومن نيته أن يفي له، فلم يف ولم يجيء للميعاد، فلا إثم عليه". أبو داود والترمذي". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الوعد: ۲/۴۱۶، قديمي)

(۱) "عن همام ابن منبه أخي وهب بن منبه أنه سمع أبا هريرة رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "مطل الغني ظلم". (صحيح البخاري: ۱/۳۲۳، كتاب في الاستقراض وأداء الديون، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "مطل الغني": أي تأخيره أداء الدين من وقت إلى وقت "ظلم" فإن المطل منع أداء ما استحق أداؤه، وهو حرام من المتمكن. ولو كان غنياً، ولكنه ليس متمكناً، جاز له التأخير إلى الإمكان، ذكره النووي. وقال الطيبي رحمه الله تعالى: قيل: يفسق بمرة وترد شهادته، وقيل: إذا تكرر، وهو الأولى". (مرقاة المفاتيح=

العبد ہے جس پر آخرت میں سخت پکڑ ہوگی اور دنیا میں بھی وبال آئے گا خدا سے ڈرنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۳۰/۱۱/۹۲ھ۔

وعدہ خلافی منافق کی نشانی کب ہے؟

سوال[۹۰۹۳]: ایک صاحب عالم کہلاتے ہیں، صوفی اور خلیفہ کا لقب بھی، نماز روزہ کے احکام سے تھوڑا بہت واقف ہیں، پیری مریدی بھی کرتے ہیں، اکثر قرآن کریم کی یہ آیت پڑھتے ہیں:

﴿وأما الذين آمنوا وعملوا الصالحات فيوفيهم أجورهم﴾(۲)۔

ان مولانا صاحب نے ایک مکان کرایہ پر لیا اور تحریری وعدہ کیا کہ جب مالک مکان کو ضرورت ہوگی مکان خالی کردوں گا۔ مالک مکان چار سال سے خوشامد کر رہا ہے، مگر مولانا مکان خالی نہیں کرتے اور وعدہ سے منہ موڑ لیا ہے، مالک مکان سے چار سال سے بول چال بند ہے۔ کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کو کسی فیصلہ میں شامل کرنا، ان سے نکاح پڑھوانا، ان سے بیعت ہونا کیسا ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

= كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار: ۲/۹۱۱، (رقم الحديث: ۲۹۰۷)، رشيدية)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "آية المنافق ثلاث". زاد مسلم: "وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم". ثم اتفقا: "إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان"۔ (مشكوة المصابيح، ص: ۱۷، كتاب الإيمان، باب علامات النفاق، الفصل الأول، قديمي)

(۱) "الخطاب بهذه الآية يتضمن جميع أمة محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، والمعنى: لا يأكل بعضكم مال بعض بغير حق، فيدخل في هذا: القمار والخداع والغصوب وجحد الحقوق وما لا تطيب به نفس مالكه". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، (سورة البقرة: ۱۸۸): ۱/۲۲۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (سورة آل عمران: ۵۷)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وعدہ کرتے وقت ہی یہ نیت ہو کہ وعدہ پورا نہیں کرنا ہے بلکہ دھوکہ دینے کے لئے جھوٹا وعدہ کیا ہے تو یہ نیت گناہ اور منافق کی علامت ہے (۱)، ایسی حالت میں اپنے آدمی سے بیعت ہونا یا اس کو اپنے لئے منتخب تجویز کرنا غلط ہے۔ ذاتی غصہ اور رنج کی وجہ سے بول چال بند کرنا تین دن سے زائد درست نہیں، اس پر وعید آئی ہے (۲)۔

اگر وعدہ پورا کرنے کی نیت سے کیا ہے مگر کسی عارض ومجبوری کی وجہ سے پورا نہیں کیا جاسکا تو اس کا یہ حکم نہیں (۳)، مجبوری کی تفصیل معلوم ہونے پر اس کا حکم لکھا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (راجع، ص: ۳۰۵، رقم الحاشیۃ: ۲، الأولی)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۷، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، قديمي)

"وقال أكمل الدين من أئمتنا: في الحديث دلالة على حرمة هجران الأخ المسلم فوق ثلاثة أيام، وأما جواز هجرانه في ثلاثة أيام، فمفهوم منه لا منطوق، فمن قال بحجية المفهوم كالشافعية جاز له أن يقول بإباحته، ومن لا فلا. اهـ. وفيه أن الأصل في الأشياء الإباحة، والشرع إنما حرم الهجرة المقيدة لا المطلقة مع أن في إطلاقها حرجاً عظيماً حيث يلزم منه أن مطلق الغضب المؤدي إلى مطلق الهجران يكون حراماً". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۰۲۷، ۸/۵۵۸، رشيديه)

(۳) "وعن زيد بن أرقم رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي له، فلم يف ولم يجيء للميعاد، فلا إثم عليه". رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثاني، ص: ۴۱۶، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي، فعليه الإثم سواء وفى به أو لم يف، فإنه من أخلاق المنافقين، ولا تعرض فيه لمن وعد ونيته أن يفي ولم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= يفي بغير عذر، فلا دليل لمن قيل من أنه دل على أن الوفاء بالوعد ليس بواجب، إذ هو أمر مسكوت عنه على ما حررته". (مرقاة المفاتيح: ٨/١١٥، (رقم الحديث: ٤٨٨١)، كتاب الأدب، باب الوعد، رشيديه)

"قال النووي: أجمعوا على أن من وعد إنساناً شيئاً ليس بمنهي عنه، فينبغي أن يفي بوعده ... فإن كان عند الوعد عازماً على أن لا يفي به، فهذا هو النفاق. اهـ". (مرقاة المفاتيح: ٨/٦٢٨، كتاب الأدب، آخر باب المزاح، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ٤٨٩٣)، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ٢/٦٩١، (رقم الحديث ٨٩٣)، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

الفصل الرابع فی ترک الموالات

(قطع تعلق کا بیان)

کسی کو پنچایت سے خارج کرنا

سوال [۸۸۸۴]: ایک شخص کی پنچایت نے زید کو قصوروار قرار دے کر اپنے سے الگ کردیا ہو، مگر عمر بدعہدی کرکے زید کے ساتھ رہتا ہے اور پنچایت کے دائرہ میں بھی رہنا چاہتا ہے، ایسے شخص کی عمر کو پنچایت نماز باجماعت سے شرکت کرنے سے روک سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز باجماعت کی شرکت سے روکنے کا کسی کو حق نہیں (۱)۔ تین حضرات سے ترکِ تعلق کا حکم کیا گیا تھا، ان کو بھی جماعت نماز سے نہیں روکا گیا، جیسا کہ بخاری شریف میں موجود ہے، ان میں سے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں جاتا اور نماز میں شرکت کیا کرتا تھا (۲)۔ پنچایت کو یہ حق ہے کہ کسی کو اپنے مشورہ میں شریک کرنا مفید نہ سمجھے اس کو شریک نہ کرے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ پنچایت کے سارے نظام شریعت کے تحت

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها﴾ (سورة البقرة: ۱۱۴)

(۲) فی روایة طویلة: "وأما أنا فکنت أشب القوم وأجلدهم، فکنت أخرج فأشهد الصلوة مع المسلمین وأطوف فی الأسواق ولا یکلمنی أحد، وآتی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فأسلم علیه وهو فی مجلسه بعد الصلوة، فأقول فی نفسی: هل حرک شفتیه برد السلام علی أم لا؟ ثم أصلی قریباً منه فأسارقه النظر، فإذا أقبلت علی صلاتی أقبل إلی، وإذا التفت نحوه أعرض عنی" الخ. (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک: ۲/۶۳۴، قدیمی)

انجام دیئے جائیں، جائز وموثر نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قصور کے بغیر پنچایت کا کسی کو برادری سے نکالنا

سوال[۸۹۹۵]: ہم مسلم لوہار جماعت کے فرد ہیں، ہم نے اپنے ایک لڑکے کی شادی منصوری میں جماعت ہی کی لڑکی سے کی ہے، صرف اس بات کو لے کر منصوروں کی مسلم جماعت لوہار نے ہم کو اور ہمارے بھائی بندوں کو جماعت سے بند کر رکھا ہے۔ برادری کے نائی کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ موت اور شادی بیاہ میں ہمارے خاندان کو بلاوا نہ دیا جائے۔ ایک میت کے موقعہ پر برادری کے کھانے پر بھی ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو الگ دیا گیا ہے جب کہ ہم برادری کے تمام حق وحقوق پوری طرح ادا کرتے رہے ہیں۔

اس طرح ہم کو بلاوجہ برادری سے بند کر کے ہماری توہین وتذلیل کی گئی ہے، اور ہمارے خاندان کو شادی بیاہ، موت اور میت کے معاملات میں پریشانی اور مشکلات میں مبتلا کیا گیا ہے۔

برائے مہربانی ازروئے شریعت فتویٰ صادر فرمایا جاوے کہ پنچوں اور سرپنچ صاحبوں کا یہ ہتک آمیز سلوک ہمارے خاندانوں کے ساتھ جائز ہے یا ناجائز؟ اور پنچ سرپنچ صاحبان اس سلوک کی وجہ سے ازروئے شریعت کس قسم کے گناہ کے مرتکب ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کا قصور کیا تھا جس پر آپ کو یہ سزا دی گئی، بلا قصور کسی کو سزا دینا سخت گناہ ہے، اس کا وبال دنیا میں بھی سخت ہے اور آخرت میں بھی۔ پنچ و سرپنچ صاحبان کو لازم ہے کہ بلا قصور سزا نہ دیں اور جو غلطی ہوگئی اس کا تدارک کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۱/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۱/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) "أمر السلطان إنما ينفذ إذا وافق الشرع، وإلا فلا". (الدر المختار: ۵/۴۲۲، سعید)

(۲) بلاوجہ کسی سے منقطع ہونا، قطع تعلق کرنا جائز نہیں، قطع تعلق کے لئے ضروری ہے کہ جس سے قطع تعلق کیا جائے اس سے کوئی

بے نمازی کا بائیکاٹ کرنا

سوال[۸۹۸۶]: ہمارے یہاں کی مسجد کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ:

''ہر مسلمان بھائی پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے، ہمارے گاؤں میں تین مسجدیں ہیں، وہ کسی بھی مسجد میں نماز ادا کریں، جو بھی وقت ملے۔ اگر کسی بھائی کو پانچ وقت کی نمازیں نہیں ملتی ہیں تو جو بھی وقت ملے وہ نماز میں شریک ہوں، ایک بھی وقت نہیں ملتا ہے تو آٹھ روز میں جمعہ کی نماز میں ضرور شریک ہوں۔ بغیر شرعی عذر کے جمعہ میں بھی نہیں آتا تو اس شخص کے گھر غمی یا خوشی کے کام میں جماعت شریک نہیں ہوگی''۔

یہ اطلاعات صرف صوم وصلوۃ کے پابند ہونے کیلئے کیا گیا ہے، ویسے ایسے کام جیسے شادی ومیت وغیرہ اس شخص پر ہوتی ہے جو بغیر شرعی عذر کے نماز کو نہیں آتا، وہ خود جب تک جماعت کے سامنے اپنی غلطی کا اقرار اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور نماز کا وعدہ نہیں کرتا، اس وقت تک جماعت شریک نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ اعلان کچھ حضرات کو ناگوار ہوا اور کچھ حضرات کو اچھا بھی۔ اب کمیٹی آپ سے دریافت کرتی ہے کہ یہ اعلان جائز

= گناہ اور خلاف شرع کام سرزد ہوا ہو، اگر اس طرح نہ ہو تو قطع تعلق کی ناجائز ہے۔

"عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التهاجر والتقاطع، الخ، ص: ۲/ ۴۲۷، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ تحته: "قال الخطابي رحمه الله تعالىٰ: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك. وفي حاشية السيوطي على الموطأ: قال ابن عبد البر رحمه الله تعالىٰ: ... وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه، أو يدخل مضرة في دنياه، يجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم جميل خيرٌ من مخالطة تؤذيه ...... وإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع ...... الخ، الفصل الأول: ۸/ ۷۵۸، ۷۵۹، رشيديه)

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مقصود اصلاحِ حال اور فرائض خداوندی کی پابندی ہے، ترک تعلق اور خوشی میں عدم شرکت بھی اس کا ایک طریقہ ہے: ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ الآية (۱)۔

اگر یہ مفید ہو تو اس کو اختیار کر لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بے نمازی سے ترکِ تعلق

سوال [۸۱۸۷]: کیا بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا، جھوٹا کھانا یا پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (سورة الأنعام: ۶۸)

"المعنى: إن أنساك الشيطان ببعض الشغل، فقعدت معهم وأنت ناسٍ للنهي، فلا شيء عليك في تلك الحال، ثم قال تعالى: ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ يعني بعد ما تذكر نهي الله تعالى: "لا تقعد مع الظالمين". وذلك عموم في النهي عن مجالسة سائر الظالمين من أهل الشرك وأهل الملة، لوقوع الاسم عليهم جميعاً، وذلك إذا كان في تقية من تغييره بيده أو بلسانه بعد قيام الحجة　　ونظيره قوله تعالى: ﴿لعن الذين كفروا من بني إسرائيل﴾ الآية، وقد تقدم ذكر ما روي فيه، وقوله تعالى ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾". (أحكام القرآن للجصاص، سورة الأنعام، باب النهي عن مجالسة الظالمين: ۳/۳۰۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قديمي)

"قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك.　　قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة في دنياه، يجوز له مجانبته وبعده الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۸/۷۵۹، رقم الحديث: ۵۰۲۷، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے وہ سخت گنہگار ہے(۱)، لیکن اس کے ہاتھ کا کھانا اور اس کا جھوٹا ناپاک نہیں، ہاں! اگر کوئی نجاست اس میں ہو تو وہ ناپاک ہے(۲)۔ اگر اس لئے اس کے کھانے پینے سے بچتا ہے کہ وہ نماز پڑھنے لگے تو یہ مستحسن ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۶/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۱/۶/۵۹ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

کسی نافرمان سے قطع تعلق

سوال[۸۸۵۸]: مسکی بجو دین عرصہ پندرہ سال سے اسلام سے منحرف ہے، اس نے گویا کہ اسلام کو

---

(۱) "وعن بريدة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "العهد الذي بيننا وبينهم الصلوة، فمن تركها فقد كفر . . . الخ". رواه أحمد والترمذي والنسائي وابن ماجة".
(مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، الفصل الثاني، ص: ۵۸، قديمي)

"عن أم أيمن رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا تترك الصلوة متعمداً، فإنه من ترك الصلوة متعمداً فقد برئت منه ذمة الله ورسوله". (مسند الإمام أحمد: ۴۲۱/۷، رقم الحديث: ۲۶۸۱۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"هي فرض عين على كل مكلف . . . ويكفر جاحدها بدليل قطعي وتاركها عمداً مجانة: أي تكاسلاً فاسق". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/ ۳۵۲، ۳۵۲، سعيد)

(۲) "فسؤر آدمي مطلقاً ولو جنباً أو كافراً أو امرأة . . . . . . طاهر". (الدر المختار، كتاب الطهارة، فصل في البئر: ۲۲۲/۱، سعيد)

(۳) "ورجح الكمال قول الثاني بما في مسلم أنه عليه السلام أتي برجل قتل نفسه، فلم يصل عليه".
(الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "أقول: قد يقال: لا دلالة في الحديث على ذلك: لأنه ليس فيه سوى أنه عليه الصلوة والسلام لم يصل عليه، فالظاهر أنه امتنع زجراً لغيره عن مثل هذا الفعل كما امتنع عن الصلوة على المديون، ولا يلزم من ذلك عدم صلوة أحد عليه من الصحابة".
(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الجنائز: ۲۱۱/۲، سعيد)

دائرہ سے نکال دیا ہے، اس کے لڑکے نے گذشتہ سال چوری کی تھی جو قرآن کے مطابق ثابت ہے، مگر یہ شخص قرآن کریم کو ناجائز الفاظ سے پکارتا ہے جس کو کوئی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا۔ مہر دین کی زوجہ گالیاں بکتی ہے جس سے تمام پڑوسی تنگ ہیں۔ ایسی صورت میں اگر اس کا بائیکاٹ کردیا جائے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر دین وغیرہ کے حالات پڑھ کر بہت افسوس ہوا، تمام برادری اور بڑے لوگوں کو لازم ہے کہ اپنے علاقہ میں تعلیم وتبلیغ کا انتظام کریں تاکہ لوگ قرآن پاک اور حدیث شریف کو سمجھیں، اپنے ایمان کو ٹھیک کریں، اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانیں۔

کسی کو بد دینی اور بد عقیدگی کی وجہ سے سب لوگ جب اپنے دائرہ سے خارج کردیں گے تو عموماً اس سے اصلاح نہیں ہوتی، بلکہ طبیعت میں ضد پیدا ہوجاتی ہے اور ضد وجہالت کی وجہ سے آدمی آخر وقت تنگ ہوکر غیر مذہب والوں میں جاکر شامل ہوجاتا ہے اور اس کے بیوی بچے بھی اس کے ساتھ چلے جاتے ہیں، اور ان کی یہ حالت دیکھ کر دوسروں کو بھی جرأت ہوتی ہے (۱)۔

البتہ اگر کسی کے متعلق یہ اطمینان ہو کہ وہ قطع تعلق کرنے کی بناء پر غیر مذہب میں جاکر شامل نہ ہوگا، بلکہ نادم ہوکر اپنی غلط حرکتوں سے توبہ کرے گا تو عارضی طور پر اس سے قطع تعلق کرلینے کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۸/۸۸ھ۔

---

(۱) گمراہی اور منکرات کے ترک اور تبلیغ کو مضبوط کرنا ضروری ہے، لیکن اگر اس طرح کے بائیکاٹ کرنے سے اور خطرہ بھی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز لازم ہے۔

كما قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى: ﴿ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله﴾ الآية (الأنعام: ۱۰۸): "إنه مؤدي إلى الشر شر". (روح المعاني: ۷/۲۵۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال" الحديث. (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، ص: ۴۲۷، قديمي) =

ناحق آبروریزی کرنے والے سے قطع تعلق

سوال [۹۱۹۹]: اگر کسی کے والدین کی کوئی شخص ناحق آبروریزی کرتا ہو یا کسی کی ناحق آبروریزی کرتا ہو تو کیا اولاد کو یا دیگر مسلمان مومن کو ایسے شخص سے قطع تعلق، سلام وکلام جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بلاوجہ شرعی کوئی شخص نالائق حرکت کرتا ہے اور قطع تعلق سے اس کی اصلاح کی توقع ہے، یا اس کے فتنہ سے تحفظ ہے تو قطع تعلق کر دیا جائے، لقوله تعالى: ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا﴾ الآية (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۹۶ھ۔

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى تحته: "قال الخطابي رحمه الله تعالى: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك. وفي حاشية السيوطي على الموطأ: قال ابن عبد البر رحمه الله تعالى: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه، أو يدخل مضرة في دنياه، يجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه ... وإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع ... الخ، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشيدية)

(۱) (سورة الأنعام: ۶۸)

"المراد: إن نساك الشيطان بعض الشغل فقعدت معهم وأنت ناس للنهي، فلا شيء عليك في تلك الحال، ثم قال تعالى: ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ يعني بعد ما تذكر نهي الله تعالى: "لا تقعد مع الظالمين". وذلك عموم في النهي عن مجالسة سائر الظالمين، من أهل الشرك وأهل الملة، لوقوع الاسم عليهم جميعاً، وذلك إذا كان في تقية من تغييره بيده أو بلسانه بعد قيام الحجة ... ونظيره قوله تعالى: ﴿لعن الذين كفروا من بني إسرائيل﴾ الآية، وقد تقدم ذكر ما روي فيه، وقوله تعالى: ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾". (أحكام القرآن للجصاص، سورة الأنعام، باب النهي عن مجالسة الظالمين: ۳/۳،۳، دار الكتب العلمية بيروت)

آپس میں اندیشۂ تہمت کی بنا پر ترکِ تعلق

سوال[۸۹۹۰]: دنیا کے مدیر قاعدہ رائج ہے کہ انسان اپنے کسبِ مقصد کے لئے غیر ملک کا سفر کرتا ہے، مثلاً: تحصیلِ علوم ودیگر اکتسابات وغیرہ۔ ہر انسان کی عادت بھی یوں ہوتی ہے کہ ایک آدمی کی صحبت دوسرے شخص کی طبیعت سے نہیں ملتی، بلکہ اپنی طبیعت کے موافق آدمی سے کر سفر کے اندر اپنا زندگی بسر کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرات ان کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔

اب آئندہ تمہید کے بعد یہ عرض ہے کہ مقدمۂ سابقہ کی بنا پر سفر میں دو آدمی ہم عمر یا رشتہ میں نسبتہ نہایت اتفاق اور اتحاد سے کام کیا کرتے ہیں، یعنی روپیہ پیسہ کی بابت ایک دوسرے کے لئے اعانت کرتا ہے اور ہر خورد و کلاں معاملہ کے اندر ایک دوسرے کے لئے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے، مثلاً: کھانے پینے وغیرہ ذالک۔

اب ان کے اس اتحاد و اتفاق کو دیکھ کر متعصبین حسد لے جاتے ہیں اور طرح طرح کی بدنامیاں اور تہمت باندھتے ہیں، حالانکہ ان کا اتہام بالکل بے محل اور حق شناس لوگوں کی آراء کے خلاف ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ متعصبین کے اتہام کی وجہ سے ان کے درمیان تفرقہ شرعاً واجب ہے یا نہیں؟ اور بالفرض اس اتہام کی وجہ سے ان کے درمیان انقطاعِ سلام وکلام کا فیصلہ کیا جاوے، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اس فیصلہ پر تعمیل ضروری ہے یا ترکِ تعمیل ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلم کو مسلم سے ترکِ موالات کرنا اور دل میں کینہ رکھ کر ترکِ سلام وکلام کرنا ناجائز ہے(۱)، ایک دوسرے کی اعانت حسبِ ضرورت وحسبِ حیثیت ضروری ہے(۲) لیکن مقامِ تہمت سے

---

(۱) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام" متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول: ۲/۴۲۷، قديمي)

(۲) قال الله عزوجل: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى﴾. (سورة المائدة: ۲)

قال العلامة فخر الدين الرازي رحمه الله تعالى: "وليس لنفس أن يعين بعضهم بعضاً على =

بچنا لازم ہے(۱)۔ جس کے ساتھ جس قدر اختلاط سے نفس الامر میں فتنہ اور معصیت کا اندیشہ ہو اسی قدر اس سے اجتناب واحتیاط واجب ہے، خاص کر جب اپنے اکابر منع فرمادیں۔ اور ایسی صورت میں چونکہ دل میں حسد اور عداوت نہیں، بلکہ اسی مصلحتِ شرعیہ اور حکمِ اکابر کی وجہ سے اختلاط کو منع کیا ہے تو اس سے گناہ نہ ہوگا(۲)۔

اور اگر وہ محلِ تہمت نہیں بلکہ مخالفین اور حاسدین کو اپنی مخالفت اور حسد کی بنا پر ان کی ہمدردی اور معاونت کے تعلقات گراں گذرتے ہیں تو پھر ان کی رعایت سے ترکِ تعلق لازم نہیں، البتہ ایسی صورت میں کی

= العدوان حتى إذا تعدى واحد منهم على الآخر تعدى ذلك الآخر عليه، لكن الواجب أن يعين بعضهم بعضاً على ما فيه البر والتقوى، فهذا هو المقصود من الآية". (التفسير الكبير للإمام الرازي، (سورة المائدة: ۲): ۱۱/۱۳۰، دار الكتب العلمية طهران)

قال العلامة محمد بن مسعود البغوي رحمه الله تعالى: "﴿وتعاونوا﴾: أي ليعن بعضكم بعضاً ﴿على البر والتقوى﴾ قيل: البر متابعة الأمر، والتقوى مجانبة النهي". (تفسير البغوي المسمى معالم التنزيل، (سورة المائدة: ۲): ۲/۸، إدارة تاليفات اشرفيه ملتان)

(وكذا في زاد المسير في علم التفسير، (سورة المائدة: ۲): ۲/۱۱۰، رشيدية كتب خانه قصه خوانی پشاور)

(۱) "اتقوا مواضع التهم". ذكره في الإحياء. قال العراقي في تخريج أحاديثه: لم أجد له أصلاً، لكنه بمعنى قول عمر: "من سلك مسالك الظن اتهم". (كشف الخفاء، باب حرف الهمزة مع الباء الموحدة، (رقم الحديث: ۸۸)، ص: ۴۷، دار الكتب العلمية بيروت)

"حديث "اتقوا مواضع التهم" هو معنى قول عمر: "من سلك مسالك التهم اتهم" رواه الخرائطي في "مكارم الأخلاق" عن عمر موقوفاً بلفظ: "من أقام نفسه مقام التهم، فلا يلومن من أساء الظن به". (الموضوعات الكبرى، حرف الهمزة، (رقم الحديث: ۱۵۰)، ص: ۳۹، قديمي)

(۲) "ما لا يتوصل إلى الفرض إلا به، فهو فرض". (رد المحتار، كتاب الصلوة، آداب الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۱/۴۹۳، سعيد)

(وكذا في تعليم المتعلم، فصل في ماهية العلم والفقه وفضله، ص: ۴، قديمي)

اگر یہ اندیشہ ہو کہ تعلقات رکھنے میں اذیت پہنچتی رہے گی اور مدافعت دشوار ہوگی جو کہ مستقل فتنہ ہے تب بھی ترکِ اختلاط کرنا قرینِ مصلحت ہے(۱)۔ اس کا فیصلہ کہ "یہ محلِ تہمت ہے یا نہیں" کسی تجربہ کار بڑے شخص سے صورت پیش کرکے کرالیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۵/۵۷ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ۵/۵۷ھ۔

جو شخص ساتھ نہ دے اس سے ترکِ تعلق

سوال[۱۱۰۸۹]: جو مسلمان کسی مسلمان کی امداد نہ کرے بلکہ تماشائی بن کر دیکھتا رہے، اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ ہم لوگوں نے عہد کیا تھا کہ جو مسلمان ہماری امداد نہ کرے اس کو برادری میں شریک نہیں کریں گے، کیوں کہ انھوں نے ہمارے اوپر کیے گئے غلط اور جھوٹے مقدمے میں ہماری امداد نہیں کی، اس وجہ سے ہم نے قطع تعلق کا فیصلہ کر لیا۔ اور اس دور میں ان لوگوں کی لڑکی فوت ہوگئی جس کے جنازے میں ہم شامل نہیں ہوئے، کیوں کہ ہم نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ ان کو شریک برادری نہیں کریں گے جو ہمارا ساتھ نہیں دیں گے۔ تو شریعت اس بارے میں کیا حکم دیتی ہے، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے معاملہ میں جو مفادِ عامہ کے لئے ہو سب کو ہی ساتھ دینا چاہئے، ان آدمیوں کا الگ رہنا اور ساتھ

---

(۱) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لايحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". (مشكوة المصابيح، كتاب الآدب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قديمي)

"قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك. ...... قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرةً في دنياه، يجوز له مجانبته وبعده ...... الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۷۵۹/۸، (رقم الحديث: ۵۰۲۷)، رشيدية)

نہ دے بہت بڑی بات ہے، اگر کسی ناجائز بات میں شریک نہ ہوں الگ رہیں تو ٹھیک ہے(۱)۔ اگر وہ اپنی غلطی کا اقرار کر کے معذرت کریں تو ان کو برادری میں شامل کر لیا جائے (۲)۔ جو لڑکی فوت ہوگئی ہے، اس کے جنازہ میں

---

(۱) "عن النواس بن سمعان رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكوٰة المصابيح، ۲/۳۲۱، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني، قديمي)

"فقال علي كرم الله وجهه: إنه يهلك في محب مفرط يقرظني بما ليس فيّ، ومبغض مفتر يحمله شنآني على أن يبهتني. ألا! وإني لست بنبي ولا يوحى إليّ، ولكني أعمل بكتاب الله وسنة رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ما استطعت، فما أمرتكم من طاعة الله، فحق عليكم طاعتي فيما أحببتم أو كرهتم، وما أمرتكم بمعصية الله أنا أو غيري، فلا طاعة لأحد في معصية الله، وإنما الطاعة في المعروف". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۳۶۹۶): ۷/۲۴۵، رشيديه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس﴾ (سورة آل عمران: ۱۳۴)

"فمدح من كظم غيظه وعفا عمن اجترم إليه ... وكظم الغيظ والعفو مندوب إليهما موعود بالثواب عليهما من الله تعالیٰ". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۴۹، قديمي)

چونکہ کسی ناجائز کام کے ارتکاب پر ترکِ تعلق کی گنجائش تین دن بلکہ تین دن سے زیادہ کی بھی ہے، لیکن اگر توبہ کر لی تو ترکِ تعلق کو ختم کرنا چاہیے:

"عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا يحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان، فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة: ۲/۸۹۷، قديمي)

"قوله: "ولا يحل لمسلم ... الخ". فيه التصريح بحرمة الهجران فوق ثلاثة أيام، وهذا فيمن لم يجن على الدين جناية، فأما من جنى عليه وعصى ربه، فجاءت الرخصة في عقوبته بالهجران، كالثلاثة المتخلفين عن غزوة تبوك، فأمر الشارع بهجرانهم، فبقوا خمسين ليلة حتى نزلت توبتهم الخ". (عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، الخ: ۲۲/۱۴۰، مطبعه مصريه بيروت)

قال الملا علي القاري تحت هذا الحديث: "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على =

شریک نہ ہونا بھی غلطی ہے، آئندہ ایسا نہ کریں (1)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۹/۸۸ھ۔

داماد اور ساس کو برادری نے غلط تعلق کی وجہ سے خارج کر دیا

سوال [۵۹۹۲]: عرصہ دراز ہوا زید کی شادی نابالغ لڑکی سے ہوئی تھی، زید کی ساس بیوہ تھی، س

= أخيه ثلاث ليالٍ لقصته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك ... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح للملا علي القاري، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، رشيدية)

(1) اس لئے کہ نماز جنازہ پڑھنا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، جنہوں نے نہیں پڑھی وہ ثواب سے محروم ہوئے، نیز انہوں نے ایک مسلمان کی حق تلفی بھی کی:

"عن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: أمرنا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بسبع، ونهانا عن سبع: أمرنا باتباع الجنائز، وعيادة المريض، وإجابة الداعي، ونصر المظلوم، وإبرار القسم، ورد السلام، وتشميت العاطس ... الحديث". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱/۱۶۶، قديمي)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "حق المسلم على المسلم ست ... وإذا مات فاتبعه". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح: ۱/۱۳۳، كتاب الجنائز، الفصل الأول، قديمي)

"فما هو حكمه فرض الكفاية، فإنه يكون فرضاً على كل واحد واحد، لكن بحيث إن أدى بعض منهم سقط عن الباقي، وإن لم يؤد واحد منهم يأثم الجميع بترك الفرض. وإن أدى الكل وجدوا ثواب الفرض، وتحقيقه في كتب الأصول". (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب الجنائز، (رقم الحاشية: ۹): ۱/۲۴۲، سعيد)

"والإجماع منعقد على فرضيتها أيضاً، إلا أنها فرض كفاية، إذا قام به البعض يسقط عن الباقين الخ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل: والكلام في صلاة الجنازة الخ: ۲/۳۳۶، دار الكتب العلمية بيروت)

کے خاندان میں اس کا بڑا مسلمان حامی کوئی نہیں تھا، اس وجہ سے بیوہ بھی زید کی رفاقت میں تھی۔ ساتھ رہتے رہتے زید سے ساس کے ساتھ ناجائز تعلق ہوگیا، پھر معلوم ہوا کہ زید کی ساس کا حمل ہے، یہ چیز بھی ظاہر ہوگئی۔ اس بناء پر زید کے برادری والوں نے اور گاؤں ومحلہ کے غیر برادریوں نے زید کو چھوڑ دیا اور زید نے اس دوران اپنی بیوی کو طلاق بھی دے دی۔ تقریباً بیس سال ہوئے زید کے نطفہ سے ساس کے بطن سے دولڑکی اور ایک لڑکا بھی موجود ہے۔

ہر حال میں زید نے برادری کے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی کہ برادری مجھے بھی اپنے ساتھ لے لے۔ اور برادری والوں نے کہا کہ تم اپنی ساس کو اپنے سے علیحدہ کرلو تو برادری اپنے ساتھ لے لے گی۔ زید نے کہا کہ اس طرح ہمارا کام نہیں چل سکتا، ہمیں کھانا وغیرہ کون کھلائے گا، برادری والوں کو اگر ہماری بات کا یقین ہوجائے تو میں برادری کے سامنے حلف دے کر یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ آج سے ہم اس کو ماں کی طرح سمجھیں گے اور یہ ہم کو بیٹے کی طرح سمجھے گی، ہمارا خلط ملط اس طرح سے رہے گا۔ برادری والوں نے اس بات کو منظور کرلیا۔

زانی اور زانیہ سے حلف لے کر ماں بیٹا بنا کر خلط ملط اپنے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، غرض کہ اس کی پوری رفاقت پسند کر کے زید کو اپنے ساتھ لے لیا، لیکن محلہ کی غیر برادری نے اس فیصلہ کو نہیں مانا اور کہا کہ یہ فیصلہ غلط ہے۔

سوال یہ ہے کہ زید کی برادری نے جو فیصلہ کیا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کیا توبہ کر کے پھر زانیہ اور زانی ایک ساتھ رہ سکتے ہیں؟ آپ سے استدعا ہے کہ جواب صاف صاف لکھیں تاکہ عام لوگ پڑھ سکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں کا ساتھ مل کر رہنا ہرگز جائز نہیں۔ محض زبانی یہ کہہ دینا کہ میں اس کو ماں کی طرح سمجھوں گا، اور یہ مجھ کو بیٹے کی طرح سمجھے گی، کافی نہیں۔ نفس وشیطان دونوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، وہ پھر ان کو بدکاری پر آمادہ اور مجبور کردیں گے، جیسا کہ اب تک کرتے رہے(۱)۔ ماں کہنے کے ساتھ وہ شرعی ماں نہیں

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إن الشيطن لكم عدو فاتخذوه عدوا، إنما يدعوا حزبه ليكونوا من أصحاب السعير﴾ (سورة الفاطر: ۶)

ہوگی جس سے انسان کو طبعی حیا ہوتی ہے، بلکہ وہ ساس کی طرح ہے اور اس کے ساتھ تعلق ناجائز ہے، اس لئے ان دونوں کو آپس میں ساتھ رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی (۱)۔ کھانا پکانے کا عذر شرعاً معتبر نہیں، اس کی وجہ سے حرام کو حلال نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرا نکاح کرے، یا کوئی دوسرا انتظام کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۱۴۰۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۱۴۰۱ھ۔

تعزیہ بنانے والوں سے ترک تعلق

سوال [۸۱۶۳]: ۱...... ایسے لوگ جو مسجد میں تعزیہ بنا کر رکھتے ہیں اور جماعت کے وقت شور وغل مچاتے ہیں، اور مسجد کی بجلی خرچ کرتے ہیں ایسے لوگوں سے سب لوگوں کو قطع تعلق کرنا چاہیے یا نہیں؟

۲...... یہاں کے مولوی اور مسلمان ان لوگوں کو منع نہیں کرتے، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... ان ناجائز امور میں شرکت توقطعاً ناجائز ہے۔ اگر نافع ہو تو ترک تعلقات کر دیا جائے، اگر یہ توقع ہو کہ ترک تعلق سے ان لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی اور وہ توبہ کریں گے، یا ان سے اختلاط وتعلق سے دوسروں پر عملی اخلاقی اعتقادی برا اثر پڑے گا تو ضرور ترک تعلق کر دیا جائے (۲)۔ اگر یہ توقع ہو کہ ترک تعلق سے ان کی حالت اور خراب ہو جائے گی، اور تعلق کے ذریعہ ان کی اصلاح کی امید ہو تو پھر ترک تعلق نہ کیا جائے، بلکہ مناسب طریق سے ان کو سمجھا کر اصلاح کی جائے۔

۲...... حسب حیثیت وموقع اصلاح وتنبیہ ضروری ہے اگر قدرت ہو اور نافع ہونے کی توقع ہو تو وعظ ونصیحت سختی یا نرمی سے جیسا کہ مناسب ہو ضروری ہے۔ اگر قدرت نہ ہو یا نافع نہ ہو بلکہ اور زیادہ فتنہ وفساد کا

---

(۱) "یجب علی القاضی التفریق بینهم". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد: ۳/۱۴۸)

(۲) (راجع ص: ۵۱۶، رقم الحاشیة: ۲)

اندیشہ ہو تو مجرم کی رعایت ضروری ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۹/۲/۵۳ھ۔

دینی مضرت کے اندیشہ سے ترکِ گفتگو

سوال[۸۹۰۴]: کسی شخص سے صحبت دینی کی وجہ سے ترکِ کلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر گفتگو کرنے میں دینی مضرت ہو تو ترکِ گفتگو درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "ثم عليه (أي الآمر والناهي) أن لا يؤدي إلى الفتنة كما علم من الحديث وإن ظن قبوله. فإن ظن أنه لا يقبل، فيستحسن إظهار شعار الإسلام". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۱۳۷): ۸/۸۶۲، رشيدية)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "ونصيحة العامة بإرشادهم إلى مصالحهم الأخروية والدنيوية، وكف الأذى عنهم، وتعليمهم ما ينفعهم في دينهم ودنياهم، وإعانتهم عليه قولاً وفعلاً، وستر عوراتهم، وسد خلاتهم، ودفع المضار عنهم، وجلب المنافع لهم، وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق، وتوقير كبيرهم، ورحم صغيرهم، وتخولهم بالموعظة الحسنة، وترك غيبتهم وحسدهم، والذب عن أموالهم وأعراضهم، وغير ذلك من أحوالهم، ومحصله أن يحب لهم ما يحب لنفسه من الخير، ويكره لهم ما يكره لنفسه من الشر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۹۶۶): ۸/۷۰۲، رشيدية)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من ...

رنجش کی وجہ سے ترکِ کلام کی حد

سوال[۱۹۹۹۵]: یہ جو مشہور ہے کہ اگر مسلمان آپس میں تین روز تک کلام نہ کریں اور اسی میں مرجاوے تو وہ دوزخی ہے۔ یہ مسئلہ خویش وقریبوں کے ساتھ خاص ہے یا عام؟ اور نہ بولنا اپنی ذاتی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی شخص سے کلام ترک کردیا جاوے اس وجہ سے کہ اس کی دینی حالت خراب ہے، یا اس سے اس کی اصلاح ہوجائے گی، یا اس سے ضرر کا اندیشہ ہے تو یہ شرعاً مذموم نہیں:

"أفضل الأعمال الحب في الله والبغض في الله". جمع الفوائد: ۲/۱۶۸(۱)۔

البتہ اگر ذاتی اور دنیوی امور کی وجہ سے کلام کو ترک کردیا جاوے(۲) اور تین روز سے زیادہ گذر

= التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قديمي)

"قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك. ... قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة في دنياه، يجوز له مجانبته وبعده ... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۸/۷۵۹، رقم الحديث: ۵۰۲۷، رشيديه)

(۱) (جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد، التوادد وكتمان السر وصلاح ذات البين والاحترام وحسن الخلق والحياء وغيرها من الأدب، رقم الحديث: ۷۸۲۶: ۳/۳۵۹، إدارة القرآن كراچى)

قال محمد بن إسمعيل البخاري في أول كتاب الإيمان: "والحب في الله والبغض في الله من الإيمان" (صحيح البخاري، كتاب الإيمان: ۱/۹، قديمي)

"إن أحب الأعمال إلى الله عزوجل الحب في الله والبغض في الله". (مسند الإمام أحمد: ۵/۲۳۰، ۶/۴۷۹، رقم الحديث: ۲۰۴۷۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) اگر دنیاوی مضرت کا قوی اندیشہ ہو تو بھی ترکِ تعلق درست ہے: .... =

جاویں اور کوئی دینی منفعت بھی پیشِ نظر نہ ہو، بلکہ محض نفسانی ہو تو شرعاً مذموم اور ممنوع ہے، یہ حکم سب کو عام ہے۔

"لا یحل لمؤمن أن یهجر مؤمناً فوق ثلاث، فإن مرت به ثلاث، فلیلقه ولیسلم علیه، فإن رد علیه فقد اشترکا فی الأجر، وإن لم یرد علیه فقد باء بالإثم". وفی روایة: "فمن هجر فوق ثلاث، فمات، دخل النار". أبو خراش السلمی". جمع الفوائد: ۲/۱۶۰ (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ذی الحجہ/ ۵۲ھ۔

اغوا کرنے کی سزا برادری سے ترکِ تعلق

سوال [۱۰۹۹۰]: شکر اللہ کی بیوی کو ممتاز علی درزی نے بھگا لیا، کچھ دن بعد ادھر ادھر بھاگا پھرا، جب پلٹ کر گھر واپس آئے تو شکر اللہ نے زبیدہ کو طلاق دیدی۔ عدت کے بعد ممتاز علی نے اس عورت سے اپنا نکاح پڑھوا لیا، اب جولاہے کے چودھری نے گاؤں کے تمام مسلمانوں کو منع کر دیا کہ تمام درزیوں سے کوئی بات چیت نہ کرے، سلام وعا تک بند کرادی۔ صحیح راستہ پر کون ہے اور میں کس کے ساتھ رہوں؟

■ قال العلامة الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ: "قال الخطابی رحمه الله تعالیٰ: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولا یجوز فوقها إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک. قال: وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمة أحد وصلته ما یفسد علیه دینه أو یدخل مضرة فی دنیاه، یجوز له مجانبته وبعده. الخ". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۹، رشیدیه)

(۱) (جمع الفوائد، الحسد والظن والهجران وتتبع العورة، (رقم الحدیث: ۸۰۴۳): ۲/۳۴۰، إدارة القرآن کراتشی)

(ومشکوٰة المصابیح، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الثانی، ص: ۴۲۸، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دوسرے کی عورت کو بھگا لے جانا اور عورت کو غیر مرد کے ساتھ بھاگ جانا عقلاً وعرفاً سخت معیوب اور شرعاً سخت گناہ اور معصیت ہے(۱)۔ شکر اللہ نے اس کو طلاق دے دی اچھا کیا، بعد عدت ممتاز علی درزی نے اس سے نکاح کرلیا تو وہ جائز ہوگیا(۲)۔ اب جولاہوں کے چودھری کا حکم کہ "درزی لوگوں سے کوئی بات چیت نہ کرے" غلط ہے، تمام درزیوں کی کیا خطا ہے، جس نے ناجائز کام کیا اس کی خطا تھی، اس سے تعلقات ترک کرنے کا حکم نہیں دیا، جب اس نے شریعت کے موافق نکاح پڑھا لیا تب حکم دیا، وہ بھی سب سے ترک تعلقات، اس لئے یہ حکم غلط ہے(۳)، چودھری کو چاہئے کہ اپنا یہ حکم واپس لے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) کسی کی عورت کو بھگا لے جانا دوسرے کی عزت پر ڈاکہ ڈالنا ہے اور کسی کی عزت پر حملہ کرنا گناہ کبیرہ ہے:

"ونظر ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما يوماً إلى البيت أو إلى الكعبة، فقال: ما أعظمك وأعظم حرمتك، والمؤمن أعظم حرمة عند الله منك". (جامع الترمذي: ۲۳/۲، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في تعظيم المؤمن، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

وقال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض للطلاق أو الفسخ ثلاثة قروء: أي حيض، قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾". (مجمع الأنهر: ۱/۴۶۳، كتاب الطلاق، باب العدة، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲۷، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، رشيدية)

(۴) کیونکہ یہ لازم ہے کہ ایسے حکم کی مخالفت کریں، لقولہ علیہ السلام: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكوة المصابيح: ۲/۳۲۱، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني، قديمي)

غلط محفل کرنے والوں کا بائیکاٹ

سوال[۸۰۰۷]: چند حضرات جن کا شمار معاشرہ کے شرفاء و روساء میں ہوتا ہے اور قوم کے نمائندے مانے جاتے ہیں، یہاں پر جتنی شرعی وغیر شرعی پنچایتیں ہوتی ہیں ان میں ان حضرات کو ضرور مدعو کیا جاتا ہے اور فیصلہ ان ہی کے دوش پر رکھا جاتا ہے(۱)، غرضیکہ ہر معاملہ میں یہ مدعو ہو کر پیش پیش رہتے ہیں۔ ان کے گھر کے دروازے پر ایک مسجد ہے جس میں پنجگانہ نماز و اذان ہوتی ہے۔

اسی ماہ جنوری ۱۹۷۰ء میں انھیں شرکاء حضرات میں سے ایک صاحب محمد عرفان خان بن موسیٰ خان ہیں، انھوں نے ایک شادی کے موقع پر اپنے دروازے پر مسلسل دو شب رنڈی کا ناچ جس کو "نوٹنکی" کہتے ہیں(۲) کرایا، جس میں تمام حضرات شائقین اور سامعین ناظرین اور ان کے گھر کی عورتوں نے بڑھ چڑھ کر شرکت کی۔ یہ ناچ دو دن ہوا جس میں فحش ملفوظات و فواحشات کی باتیں ہوتی رہیں اور مسجد میں اذان و نماز بھی پڑھنے والے پڑھتے رہے۔

اب ہم لوگ اس کے خلاف شرعاً حرمت پر ان لوگوں سے ترک برادری کرنا چاہتے ہیں، مگر عوام کہتے ہیں کہ جو اپنے ہند کا اقدام کیسے دو کریں گے۔ آپ فرمائیں کہ ان لوگوں سے ترک برادری کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں سے ربط ضبط رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سخت گناہ کا کام کیا گیا(۳)، اس سے علی الاعلان توبہ لازم ہے، اپنے قصور کا اقرار کر کے ندامت

---

(۱) "دوش: کندھا، شانہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۵۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) "نوٹنکی: ایک قسم کا ناچ، ڈرامہ، نقل"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۶۸، فیروز سنز لاہور)

(۳) "ويحرم اللعب بالنرد أو الشطرنج ... والأربعة عشر وهو لعب يستعمل اليهود، وكل لهو، لقوله عليه الصلوة والسلام: "كل لعب ابن آدم حرام" الحديث. وفي البزازية: استماع صوت الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر: أي بالنعمة". (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲۲۳/۴، مكتبه غفاريه كوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

میل ملاپ کرکے نرمی وشفقت کے ساتھ اصلاح کرتے ہی رہنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

بائیکاٹ کا عہد کیے ہوئے کے گھر کا کھانا پینا

سوال[۱۰۹۹۱]: زید کی خواہش تھی کہ اس کی بستی میں بڑے جرم کرنے والے مثلاً: کسی کی بیوی اغوا کرنے والے اور منکوحہ کا بلا مفارقت نکاح کردینے والوں کا بائیکاٹ کردے، اتفاق سے ایک ایسا موقع آگیا جس کی وجہ سے پوری آبادی بائیکاٹ کرنے پر آمادہ ہوگئی اور گاؤں والوں نے غیر کی بیوی بھگانے والے شخص عبدالاحد کے بائیکاٹ کا اعلان کردیا، لیکن عبدالاحد کے تعلقات غیر مسلموں سے تھے، اس لئے غیر مسلموں نے عبدالاحد کی طرفداری کی اور طرفداری کے واسطے لشکر بھی تیار ہوگیا۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿کنتم خیر أمۃ أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر﴾. (سورۃ آل عمران: ۱۱۰)

"عن تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "الدین النصیحۃ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الرحمۃ والشفقۃ علی الخلق، الفصل الأول، ص: ۴۲۳، قدیمی)

"والحاصل أنھا إرادۃ الخیر للمنصوح لہ ..... ونصیحۃ العامۃ بإرشادھم إلی مصالحھم الملیۃ والدنیویۃ، وکف الأذی عنھم، وتعلیمھم ما ینفعھم فی دینھم ودنیاھم، وإعانتھم علیہ قولاً وفعلاً، وستر عوراتھم، وسد خلاتھم، ودفع المضار عنھم، وجلب المنافع لھم، وأمرھم بالمعروف ونھیھم عن المنکر برفق، وتوقیر کبیرھم ورحم صغیرھم، وتخولھم بالموعظۃ الحسنۃ، وترک غشھم وحسدھم، والذب عن أموالھم وأعراضھم، وغیر ذلک من أحوالھم، ومجملہ أن یحب لھم ما یحب لنفسہ من الخیر، ویکرہ لھم مایکرہ لنفسہ من الشر". (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۴۹۶۶): ۸/۷۰۰-۷۰۲، رشیدیہ)

تعلق کرتا ہے اور دونوں میں جماع کا بھی ارتکاب کرتا ہے۔ اسی بناء پر عمر نے زید کے ساتھ اپنے تعلقات کو ختم کر دیا۔ لہذا زید کا یہ فعل شرعاً جائز ہے اور عمر کا اس طرح زید سے تعلق ختم کر دینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ دونوں حضرات امام ہیں، لہذا ان دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، یا ظالم اور مظلوم میں کوئی رعایت ہے؟ اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ کن کن لوگوں سے شرعی پردہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ خلافِ شرع اور ناجائز ہے، سالی کو پردہ کرنا لازم ہے، تنہائی اس کے ساتھ حرام ہے (۱)۔ اگر زید فہمائش کے بعد بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آیا اور اس کے فتنہ سے حفاظت کیلئے عمر نے اس سے قطع تعلق کر دیا اور اپنی بیوی کی اس طرح اس سے حفاظت کر لی تو بہت اچھا کیا، اس کو ایسا ہی کرنا چاہیے (۲)۔ ایسا کرنے سے عمر کی امامت میں کوئی خلل نہیں۔ زید البتہ خطا وار ہے، اس کو توبہ واحتیاط لازم ہے، ورنہ وہ منصبِ امامت سے علیحدہ کرنے کے قابل ہوگا (۳)۔ جن لوگوں سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے، ان سے

---

(۱) قال الله تعالی: ﴿حرمت علیکم امهاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ (سورة النساء: ۲۳)

"قال علیه السلام: المرأة عورة مستورة" (تبیین الحقائق، کتاب الکراهیة، فصل في النظر واللمس: ۷/۲۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالی: "قال الخطابي رحمه الله تعالی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالی، فيجوز فوق ذلك. قال: وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة في دنياه، يجوز له مجانبته وبعده ... الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع ... الخ، الفصل الأول: ۸/۷۵۹، رشيدية)

(۳) "(ويعزل) وجوباً -بزازية- (به) أي الواقف فغيره بالأولى (غير مأمون) أو عاجزاً أو ظهر به فسق". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالی: "قال في الإسعاف: لا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه". (رد المحتار، كتاب الوقف: ۴/۳۸۰، سعيد)

ودلالته على عزل المتولي إذا رأى منه الشر ظاهرة، والشر الخيانة وكل ما ينافي العدالة فيه =

پردہ کرنا لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۸۵ھ۔

مرتکبِ کبیرہ اعزاء سے ترکِ تعلق

سوال [۱۰۰۰۹]: اعزہ واقرباء میں جو لوگ علی الاعلان کبائر میں مبتلا ہوں تو ان لوگوں سے ترکِ تعلق ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ اعزاء غیر محرم ہوں تو کیا حکم ہے؟ کیونکہ وہ تو غیر کے حکم میں ہیں اور اگر وہی مبتلائے کبائر اہلِ دین کا مذاق اڑاتے ہوں، یا بیوقوف وذلیل سمجھتے ہوں، یا وہ خود اہلِ دین سے اجتناب رکھتے ہوں محض دیندار ہونے کی وجہ سے تو اہلِ دین کو کیا کرنا چاہیے؟

احقر محمد یونس تری تال، نینی تال (یوپی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حسنِ اخلاق ومروت سے وہ متأثر ہوکر کبائر کو ترک کردیں، یا ان کو فہمائش کا موقع ہے جس سے نفع کی امید ہو تو ان سے تعلق رکھ کر اصلاح کی کوشش کی جائے (۲)۔ اگر ترکِ تعلق سے اصلاح کی توقع ہو، یا تعلق کی وجہ سے خود مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہو تو تعلق ترک کردیا جائے (۳) دعاء بہرحال کرتے رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۷/۹۳ھ۔

= یفضي إلی الفسق". (إعلاء السنن: ۳/۸۲، إدارۃ القرآن کراچی)

(۱) قال اللہ تعالی: ﴿یأیها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن، ذٰلک أدنی أن یعرفن، فلا یؤذین﴾ (سورۃ الأحزاب: ۵۹)

(۲) "عن تمیم الداري رضي اللہ تعالی عنه أن النبي صلی اللہ تعالی علیه وسلم قال: "الدین النصیحة".

قال النووي رحمه اللہ تعالی: "وأما نصیحة المسلمین وهم من عدا ولاۃ الأمر، فإرشادهم لمصالحهم في آخرتهم ودنیاهم، وکف الأذی عنهم، فیعلّمهم ما یجهلونه من دینهم و ذبهم، ویعینهم علیه بالقول والفعل ... وأمرهم بالمعروف، ونهیهم عن المنکر برفق وإخلاص، والشفقة علیهم"

(شرح النووي علی صحیح مسلم: ۱/۵۴، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحة، قدیمي)

(۳) "عن أبي أیوب الأنصاري رضي اللہ تعالی عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم: =

خسر اور بہو کا ناجائز تعلق کی وجہ سے ترکِ تعلق

سوال[۹۰۰۲]: ایک مسلمان دھوبی کا لڑکا مرگیا۔ اس کی بہو وہیں رہنے لگی اور خسر کی خدمت کرنے لگی۔ پھر خسر اور بہو کا ناجائز تعلق ہوگیا جس سے تین لڑکیاں ہوئیں۔ اس پر محلہ والوں نے ان کا بائیکاٹ کردیا۔ اب یہ معافی چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی، اب ان بچوں کے لئے کیا حکم ہے؟ یہ بچے مسلمان ہیں یا نہیں؟ ان بچوں کو اسلام برادری میں لیا جائے گا یا نہیں؟ اب ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ حرکت نہایت بے غیرتی اور حرام کاری ہے۔ صدقِ دل سے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں(۱) اور ان دونوں مرد وعورت کو جدا جدا کردیا جائے کوئی تعلق باقی نہ رہے(۲) ان بچوں کو مسلمان ہی

= "لایحل للرجل أن یھجر أخاہ فوق ثلاث لیال". الحدیث (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینھی عنه من التھاجر والتقاطع، الخ، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمه اللہ تعالیٰ تحته: "قال الخطابی رحمه اللہ تعالیٰ: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الھجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک. وفی حاشیة السیوطی علی المؤطا: قال ابن عبد البر رحمه اللہ تعالیٰ: ..... وأجمع العلماء علی أن من خاف من مکالمة أحد وصلته ما یفسد علیه دینه، أو یدخل مضرة فی دنیاه، یجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم جمیل خیر من مخالطة تؤذیه .... وإن ھجرة أھل الأھواء والبدع واجبة علی مر الأوقات ما لم یظھر منه التوبة والرجوع إلی الحق". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب ما ینھی عنه من التھاجر والتقاطع .... الخ، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشیدیه)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ ویعفوا عن السیئات﴾ (سورة شوریٰ: ۲۵)

(۲) "یجب علی القاضی التفریق بینھما". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المھر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد: ۱/۳۳۰، رشیدیه)

قرار دیا جائے گا، ان کی پرورش لازم ہے ان سے قطع تعلق نہ کیا جائے (۱) اور وہ دونوں توبہ کرکے الگ الگ ہوجائیں اور حرامکاری چھوڑ دیں تو ان سے بھی جو قطعِ تعلق اصلاح کے لئے کیا تھا اس کو ختم کردیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۱/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۱/۱۸ھ۔

زنا سے حاملہ سے نکاح نہ کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا

سوال [۱۰۰۴۳]: جب بکر نے ایامِ حمل میں نکاح کرنے سے انکار کیا تو مسجد میں کمیٹی نے بکر کے گھر والوں کو تنبیہ کردی کہ وہ تمام جماعت سے خارج کردیئے جائیں گے۔ ارشاد فرمائیں کہ اسلام کے اندر ایسے طرزِ عمل کا کیا مقام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کمیٹی کو اس کا حق نہیں تھا، یہ ظلم ہے، ظالم کا ساتھ دینا بھی ظلم ہے، کذا فی الدر المختار (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۹ھ۔

= (وكذا في محيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد: ۳/۲۳۸)

(۱) اس لئے کہ بچوں کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، الخ". "قال الخطابي رحمه الله تعالى - رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك ... الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، رشيدية)

(۳) لم أجد فيه إلا قوله: "دفع الظالم عن نفسه أولى إذا تحمل حصته وإليهم، وتصح الكفالة بها ويؤجر من قام بتوزيعها بالعدل، وإن كان الأخذ باطلاً، وهذا يعرف، ولا يعرف كفه لمادة الظلم".

(الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "إن فيه إشكالاً لأن إعطاء ه إعانة للظالم على =

کسی عورت کا کسی نامحرم کے ساتھ بھاگ جانے کے بعد شوہر کے پاس آکر رہنے کا حکم

سوال[۱۰۰۰۶]: زید کی لڑکی غیر محرم کے ساتھ زر، زیور لے کر بھاگ گئی، کئی روز کے بعد پتہ چلا۔ اب زید اس کو اگر گھر رکھتا ہے تو بڑی بدنامی ہوتی ہے، تمام برادری لعن طعن کرتی ہے، سسرال والے بھی لڑکی کو لے جانا نہیں چاہتے۔ زید بہت پریشان ہے۔ لڑکی کو قتل کردے، یا زہر دے کر ماردے؟ اگر شوہر لڑکی کو لے جانا چاہے تو بھیج دیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زہر دینے اور مارنے کی اجازت نہیں(۱) شوہر لے جائے تو ضرور فوراً بھیج دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۵ھ۔

دو پارٹیوں میں صلح

سوال[۱۰۰۰۵]: ایک گاؤں میں دو مسئلوں کا جھگڑا ہے: ایک طلاق کا، دوسرا سود کا ہے۔ ان دونوں مسئلوں کی وجہ سے دو پارٹی بنی ہوئی ہیں جس کو چھ سات سال ہو رہے ہیں۔ بہت مرتبہ آپس میں صلح کرنے کی کوشش ہوئی اور بہت سے علماء نے بھی کوشش کی مگر فیصلہ نہیں ہو پاتا۔ ایک پارٹی دوسری پارٹی کی بات نہیں مانتی ہے، ہر پارٹی دوسری پارٹی کی برائی کرتی ہے اور فیصلے کے درمیان لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے آج تک

= ظلمه، فإن أكثر النوائب في زماننا بطريق الظلم، فمن تمكن من دفع الظلم عن نفسه، فكذلك خير له ...... اسع". (رد المحتار، كتاب الزكوة، باب العاشر، مطلب: هل يجب العشر على المزارعين في الأراضي السلطانية: ۳۳۶/۲، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق﴾ (سورة بني إسرائيل: ۳۳)

"يقول الله تعالى: ناهياً عن قتل النفس بغير حق شرعي كما ثبت في الصحيحين أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يحل دم امرىء مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس، والزاني المحصن، والتارك لدينه المفارق للجماعة". (تفسير ابن كثير، سورة بني إسرائيل: ۳۸/۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وصحيح البخاري، كتاب الديات، باب قول الله: ﴿أن النفس بالنفس﴾: ۱۰۱۶/۲، قديمي)

یہ فیصلہ نہیں ہوسکا اور آئندہ کے لئے بھی صلح مشکل نظر آتی ہے، کیونکہ کوئی کسی کی بات نہیں مانتا ورنہ تو کوئی کسی عالم کی بات مانتا ہے۔

کیا طلاق اور سود کی بات کو مدنظر رکھ کر اگر صلح کی بات کی جائے تو ملایا جاسکتا ہے؟ شریعت کی رو سے کیا حکم ہے اور اس طرح صلح کرانے کا کیا مسئلہ ہے، یعنی بغیر ان دونوں باتوں کو چھیڑے ہوئے ان لوگوں کو ملایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مرض بہت عام ہے، بڑی کثرت سے لوگ اس میں گرفتار ہیں اور کسی صورت سے نجات نہیں پاتے۔ اگر بغیر ان دو مسئلوں پر بحث کئے ہوئے بھی صلح ہوسکتی ہے تب بھی صلح کرادی جائے، مثلاً: ایک پارٹی کہتی ہے کہ سود لینا جائز ہے، دوسری کہتی ہے کہ ناجائز ہے۔ اور کوئی پارٹی اپنے خلاف بات سننے اور ماننے کو آمادہ نہیں، ہر ایک اپنی بات پر بضد ہے، تب بھی بغیر اس کا تصفیہ کئے ہوئے صلح کرادی جائے۔ اسی طرح ایک پارٹی کہتی ہے کہ فلاں لفظ سے طلاق ہوجاتی ہے، دوسری پارٹی کہتی ہے کہ نہیں ہوتی تب بھی صلح کرادی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۰/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) صلح ہر حال میں بہتر ہے: قال اللہ تعالیٰ: ﴿والصلح خیر﴾ (سورة النساء: ۱۲۸)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما ..... فإن فاءت فأصلحوا بينهما بالعدل وأقسطوا إن الله يحب المقسطين. إنما المؤمنون إخوة فأصلحوا بين أخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون﴾ (سورة الحجرات: ۹، ۱۰)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى: "﴿والصلح خير﴾: أي من الفرقة وسوء العشرة، أو من الخصومة، فاللام للعهد، وإثبات الخيرية للمفضل عليه على سبيل الفرض، والتقدير: أي إن يكن فيه خير فهذا أخير منه، وإلا فلا خيرية فيما ذكر، ويجوز أن لا يراد بخير التفضيل بل يراد به المصدر أو الصفة: أي أنه خير من الخيور". (روح المعاني، (سورة النساء: ۱۲۸): ۵/۱۶۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"تخلع وتترك من يفجرك" پرعمل کی صورت

سوال[۹۰۰۱]: موجودہ دور میں "تخلع وتترك من يفجرك" پر کس طرح عمل پیرا ہو سکتے ہیں، رہبانیت کے علاوہ اور صورت بھی ہو سکتی ہے؟ مگر اسلام رہبانیت کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجور پر حسبِ استطاعت نکیر کرنے سے اس پر عمل ہو جائے گا، جیسے کہ اگر بچہ نجاست میں ملوث ہو تو اس کی وجہ سے بچے کو نہیں چھوڑا جاتا، نہ بچے کو اس کی وجہ سے نجاست میں ملوث کیا جاتا ہے بلکہ حسنِ تدبیر سے اس کی نجاست سے بچتے ہوئے اس کو بھی نجاست سے پاک کیا جاتا ہے، یہی تقاضائے شفقت ورحمت ہے اور یہی تقاضائے طہارت ونظافت ہے اور یہی تقاضائے عبودیت وطاعت ہے اور یہی تقاضائے اتباعِ سنت ہے(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "وإن علم أنه لا يتعظ ولا ينزجر بالقول ولا بالفعل ولو بإعلام سلطان أو زوج أو والد له قدرة على المنع، لا يلزمه، ولا يأثم بتركه، لكن الأمر والنهي أفضل" (رد المحتار، قبيل كتاب الصلوٰة: ۱/۴۱۵، سعید)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، باب مايكره من الثياب والحلي والزينة، فصل في التسبيح والتسليم والصلوٰة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۳/۴۲۲، رشيديه)

الفصل الخامس فی إیذاء المسلم

(مسلمان کو اذیت پہنچانے کا بیان)

کسی کی تحقیر وتذلیل

سوال[۱۰۰۰۹]: بکر اپنے عیوب کو چھپاتا ہے اور دوسرے کے عیوب کو برملا ظاہر کرتا ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اگر نہیں تو جواب میں کوئی حدیث تحریر فرمائیں۔ اور یہ بھی واضح فرمائیں کہ اسلام میں بکر کا کیا مقام ہے؟ بینوا بالسنة والکتاب توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض مشغلۂ مجلس بنانے یا دوسروں کو ذلیل ورسوا کرنے کے لئے اس کے عیوب کو ظاہر کرنا اور اچھالنا خود ہی بہت بڑا عیب ہے اور سخت معصیت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: "جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیب جوئی اور پردہ دری کرتا ہے، اللہ پاک اس کو رسوا کرتا ہے اور اس کا عیب ظاہر کرتا ہے اگرچہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر عیب کا کام کرے"(۱)۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: "مسلمان کی آبروریزی بدترین سود ہے"(۲) (سود کا ایک درہم ۳۶/ دفعہ زنا کرنے سے بھی سخت ہے)(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما قال: صعد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم المنبر، فنادی بصوت رفیع، فقال: 'یا معشر من أسلم بلسانه ولم یفض الإیمان إلی قلبه! لا تؤذوا المسلمین ولا تعیّروهم، ولا تتبعوا عوراتهم، فإنه من یتبع عورة أخیه المسلم یتبع الله عورته، ومن یتبع الله عورته یفضحه ولو في جوف رحله'. رواه الترمذي". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الثاني، ص: ۴۲۸، ۴۲۹، قدیمی) ....

محفلِ نکاح میں لاؤڈ اسپیکر پر قرآن شریف، نعت شریف اور توہین آمیز کلمات

سوال[۹۰۰۸]: ہمارے یہاں مولویوں کے شادی بیاہوں کے وقت تلاوتِ قرآن اور نعت شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل ہوتی ہے، تقریر بھی ہوتی ہے اور یہ سب لاؤڈ اسپیکر کے بغیر ہی ہوتا ہے۔ فی الحال کی بات ہے کہ ایک آدمی کی شادی ہوئی تو اس آدمی نے تلاوتِ قرآن شریف اور نعت شریف اور تقریر کے واسطے دو تین عالموں کو دعوت دی۔ پھر لاؤڈ اسپیکر پر ان عالموں کی موجودگی میں ایک نابالغ بچے کو نعت شریف پڑھنے کو کہا گیا تھا، مگر اس بچے نے بجائے نعت شریف پڑھنے کے ایک ایسا گانا گایا جس میں مسلمانوں کی توہین اور مذاق کے الفاظ شامل تھے۔ اسی بناء پر بستی کے کچھ مولویوں نے فتویٰ دیا کہ اس محفل میں جتنے مولویوں کی شرکت ہوئی، وہ سب کے سب توبہ کریں۔

وہ لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر میں تقریر کرنا فضول خرچی ہے، اور وہ محفل حرام محفل ہے، نیز بچے کا فعل فعلِ حرام ہے۔

اس کے جواب میں محفل میں شریک مولویوں نے کہا کہ ہماری طرف سے سوائے تلاوتِ قرآن اور تقریر اور نعت شریف کے کچھ نہیں ہوا اور ہم خود بھی کہتے ہیں کہ گانا گانا وہ بجانا وغیرہ سب حرام ہیں خواہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ہو یا لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ، کسی بھی حال میں جائز نہیں، تو ہم کس بات کی توبہ کریں۔ منکرات کرنے والے مولویوں کو توبہ کرانا صحیح ہے یا نہیں؟

---

(۲) "عن سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "إن من أربی الربا الاستطالة فی عرض المسلم بغیر حق". رواه أبو داود والبیہقی فی شعب الإیمان". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الثانی، ص: ۴۲۹، قدیمی)

(۳) "عن عبد الله بن حنظلة غسیل الملائكة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "درهم ربا یأكله الرجل وهو یعلم أشد من ستة وثلاثین زنیة". رواه أحمد والدارقطنی". (مشكوٰة المصابیح، كتاب البیوع، باب الربا، الفصل الثالث، ص: ۲۴۵، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجلس نکاح میں خطبہ مسنونہ اور ایجاب وقبول ثابت ہے(۱)، نعت شریف اور تلاوتِ قرآن اگرچہ عمدہ چیز ہے مگر مجلسِ نکاح میں مستقلاً یہ ثابت نہیں، پھر اس کی پابندی کرنا غیر ثابت چیز کی پابندی کرنا ہے جو شرعاً ناپسند ہے(۲)۔ جب علماء حضرات اس مجلس میں تشریف لائے اور کسی نابالغ بچے نے گانا گایا اور وہ بھی ایسا گانا جو غلط اور خلافِ شرع مضمون پر مشتمل تھا شروع کردیا، اگرچہ اس نے ناسمجھی سے شروع کیا تب بھی علماء کی ذمہ داری تھی کہ اس کو فوراً روک دیتے، غلط چیز کو دعوتِ محفل بنانا اور علماء کا اس پر سکوت کرنا درست نہیں تھا(۳)، یقیناً یہ علماء سے کوتاہی ہوئی، ان کی دیانت داری کا تقاضا ہے کہ اپنی کوتاہی کا اعتراف کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، اور اس اعتراف ورجوع میں ان کی توہین نہیں، بلکہ دیانت داری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ويندب إعلانه وتقديم خطبة الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۸، سعيد)

"فإن عقد الزواج من غير خطبة جاز، فالخطبة مستحبة غير واجبة". (الفقه الإسلامي وأدلته، المبحث الخامس: مندوبات عقد الزواج: ۹/۶۶۱۸، رشيديه)

"وأما ركنه فالإيجاب والقبول، كذا في الكافي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الأول: ۱/۲۶۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، شركت علميه ملتان)

(۲) "نعم، لو التزم جهر سورة، أو نحوه في موضع معين التزاماً لم يعهد في الشرع، وخيف منه ظن العوام لزومه حتماً – كما هو في كثير من التخصيصات المذهبية – فحينئذ لا يخلو عن كراهة". (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، ص: ۶۳، من مجموعة رسائل اللكنوي: ۳/۴۰۲، إدارة القرآن كراچى)

(۳) "قال أبو سعيد رضي الله تعالى عنه: ... سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان".

(الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان: ۱/۵۱، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الفتن، باب ما جاء في تغيير المنكر باليد: ۲/۴۰، سعيد)

بیت الخلاء سے پڑوسیوں کو اذیت ہوتی ہو تو اس کو منتقل کرنا

سوال[۱۰۰۰۹]: ایک مکان عرصہ ۳۰/سال کا بنا ہوا ہے، مدرسہ کا کمرہ ہے، اس میں کھڑکی ہے، اس میں سے مالک مکان کے پاخانہ کی بو آتی ہے۔ اب بستی کے لوگ زبردستی مالک مکان کو پاخانہ ہٹانے کے لئے کہتے ہیں، مالک مکان کہتا ہے کہ پاخانہ تیس سال کا بنا ہوا ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ وہ مکان اور اس میں اس جگہ پاخانہ ۳۰/سال سے بنا ہوا ہے اور اب اس کے قریب مدرسہ بنایا گیا ہے اور مدرسہ کے کمرہ میں اس طرف دو کھڑکیاں ہیں تو ضابطہ اور قانون کی رو سے اس شخص کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنا بیت الخلاء اپنی اس مملوکہ جگہ سے کہیں اور منتقل کردے (۱)۔ رابطہ اور محبت کی رو سے درخواست اور فہمائش میں مضائقہ نہیں اور اس کو بھی اگر دوسری جگہ منتقل کرنا دشوار نہ ہو تو اس نیت سے منتقل کر کے لوگوں کو اذیت سے بچانے کا اجر عظیم حاصل ہوگا، منتقل کرنا بہتر اور موجب اجر عظیم ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "رجل يتصرف في ملكه تصرفاً مشروعاً، فجاء آخر وأحدث عنده بناءً، فإن كان هذا المحدث متضرراً، فسببه هو دفع الضرر عن نفسه، مثلاً: إذا كان للدار القديمة شباك مطرف على مقر النساء في دار محدثة، فيلزم صاحب هذه الدار المحدثة أن يدفع هو الضرر عن نفسه، وليس له أن يداعي صاحب الدار القديمة ..... وكذا لو أحدث بيتاً بجانب تنور غيره أو حمامه. أي ليس له أن يطلب التنور والحمام بسبب تضرره من الدخان، بل عليه هو نفسه دفع المضرة عن نفسه؛ لأنه هو المتسبب في هذه الضرر، ولم يكن صاحب التنور أو صاحب الحمام متعدياً". (شرح المجلة لسليم رستم باز، الفصل الثاني في المعاملات الجوارية، رقم المادة: ۱۲۰۳: ۱/۶۶۲، ۶۶۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"كلٌّ يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسليم رستم باز، رقم المادة: ۱۱۹۲، ۱/۶۵۴، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"لا يمنع أحد من التصرف في ملكه أبداً". (شرح المجلة، رقم المادة: ۱۱۹۷، ص: ۶۵۴، حنفيه)

(۲) "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "المسلم —

دشمن کے اندیشہ سے بیوی کو قتل کردینا

سوال[۱۰۱۰]: دوآدمیوں پر کافر حملہ زن ہیں یعنی میاں اور بیوی پر۔ عورتوں کی اکثر عادت وعلت ہوتی ہے کہ زیادہ چلنے وبھاگنے سے مجبور ہوتی ہیں، مایوس ہوکر اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ مجھ کو قتل کردے تاکہ میں ان کافروں کے شر سے بچوں، تمہارے اوپر کسی قسم کا مطالبہ نہیں۔ میاں نے اس بیوی کو قتل کردیا۔ اب شریعت کا اس خاوند پر کیا حکم ہے، عندالله مجرم ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قتل حرام ہے (۱)۔ فقط والله تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا الله عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۳/۶۲ھ۔

غیر مسلم پڑوسی کو تکلیف پہونچانا؟

سوال[۱۰۱۱]: کفار کو قتل کرنا یا تکلیف پہونچانا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً: اگر قرب وجوار میں کوئی

= من سلم المسلمون من لسانه و يده" (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده: ۱/۶، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يدخل الجنة من لا يأمن جاره بوائقه" (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تحريم إيذاء الجار: ۱/۵۰، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق﴾ (سورة بني إسرائيل: ۳۳)

"يقول الله تعالى ناهياً عن قتل النفس بغير حق شرعي كما ثبت في الصحيحين أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله و أن محمداً رسول الله إلا بإحدى ثلاث: النفس بالنفس، والزاني المحصن، والتارك لدينه المفارق للجماعة" (تفسير ابن كثير، سورة بني إسرائيل: ۳/۴۸، سهيل اكيدمي لاهور)

(وصحيح البخاري، كتاب الديات، باب قول الله: ﴿أن النفس بالنفس﴾: ۲/۱۰۱۶، قديمي)

مسلمان کے ہو؟

المستفتی: احقر عبدالعزیز چاٹگامی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاوجہ کسی کو علاوہ حربی کے اذیت پہونچانا ہرگز جائز نہیں، اور خاص کر قرب وجوار میں رہنے والے کے لئے تو شریعت نے اور بھی زیادہ حقوق بتائے ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "والله! لا يؤمن، والله! لا يؤمن، والله! لا يؤمن". قيل: ومن يارسول الله؟ قال: "الذي لا يأمن جاره بوائقه". رواه البخاري(۱)۔

دوسری روایت میں ہے:

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "مازال جبرئيل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه". رواه البخاري(۲)۔

قال الشيخ ابن حجر رحمه الله تعالى في الفتح: "واسم الجار يشمل المسلم والكافر، والعابد، والفاسق، والصديق، والعدو، والغريب والبلدي، والنافع والضار، والقريب والأجنبي، والأقرب داراً والأبعد. وله مراتب بعضها أعلى من بعض: فأعلاها من اجتمعت فيه الصفات كلها، ثم أكثرها وهلم جراً إلى الواحد، وعكسه من اجتمعت فيه الصفات الأخرى كذلك. فيعطى كل ذي حق حقه بحسب حاله. وقد تتعارض صفتان فأكثر، فيرجح أو يساوى. وقد حمله عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما على العموم، فأمر لما ذبح له شاة أن يهدى منها لجاره اليهودي. أخرجه البخاري في أدب المفرد، والترمذي، وحسنه.

---

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب إثم من لا يأمن جاره بوائقه: ۲/۸۸۹، قديمي)

(۲) (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الوصاة بالجار: ۲/۸۸۹، قديمي)

(وابن ماجة، أبواب الأدب، باب حق الجوار، ص: ۲۶۱، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب الوصية بالجار والإحسان إليه: ۲/۳۲۹، قديمي)

وقد وردت الإشارة إلى ما ذكرته في حديث مرفوع أخرجه الطبراني عن حديث جابر رضي الله تعالى عنه رفعه: "الجيران ثلثة: جار له حق، وهو المشرك، له حق الجوار. وجار له حقان، وهو المسلم، له حق الجوار وحق الإسلام، وجار له ثلثة حقوق، وهو مسلم له رحم، له حق الجوار وحق الإسلام والرحم" الخ (۱)۔

اور تفصیل سے ذمی، حربی، مستامن وغیرہ کے ساتھ معاملات مذکور ہیں، فتاوی عالمگیری: ۵/۳۴۶–۳۴۸، کتاب الکراہیة کے الباب الرابع عشر (۲)، اور تکملہ بحر، جلد ثامن، ص: ۲۰۱ کی کتاب الکراہیة میں بیان کیا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ رجب/ ۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ رجب/ ۵۴ھ۔

---

(۱) (فتح الباري، كتاب الأدب، باب الوصاة بالجار: ۱۰/ ۵۳۱، قديمي)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأدب، باب الوصاة: ۱۶/ ۱۰۸، إدارة الطباعة المنيرية)

(۲) "ولا بأس بأن يصل الرجل المسلم المشرك، قريباً كان أو بعيداً، محارباً كان أو ذمياً. وأراد بالمحارب المستأمن، وأما إذا كان غير المستأمن، فلا ينبغي للمسلم أن يصله بشيء ..... ولا بأس بمصافحة المسلم جاره النصراني إذا رجع بعد الغيبة ويتأذى بترك المصافحة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم: ۵/ ۳۴۷، ۳۴۸، رشيدية)

(۳) "ولا بأس بضيافة اليهود والنصارى من أهل الحرب ..... وتجوز عيادة الذمي المريض ..... ولا بأس بأن يصل الرجل المسلم المشرك، قريباً كان أو بعيداً، محارباً كان أو ذمياً". (البحر الرائق، كتاب الكراهية: ۸/ ۳۷۴، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل السادس عشر في معاملة أهل الذمة: ۶/ ۱۰۱، غفارية كوئته)

ہندو اور مرتد کو کافر کہنا

سوال[۹۰۱۲]: ۱..... ہندو کو کافر کہنے کا حق ہے یا نہیں؟

۲..... ایک مسلمان اگر اسلام سے منکر ہو جائے تو اس کو کافر کہنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... ہندو کو کافر کہنے سے اگر اذیت ہوتی ہو تو بلا وجہ اس کو اذیت نہ پہونچائے، کیا اندھے کو ہمیشہ اندھا کہہ کر پکارا جاتا ہے(۱)۔

۲..... جو مسلمان اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرے (العیاذ باللہ) تو وہ مرتد ہے، خنزیر سے بھی بدتر ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کسی کافر کو مرنے کے بعد برا کہنا

سوال[۹۰۱۳]: جماعت اسلامی والے کہتے ہیں کہ کافر کے مرنے کے بعد بھی اس کو برا نہ کہنا

---

(۱) "لو قال لیھودي أو مجوسي: یا کافر، یأثم إن شق علیہ". (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الرابع عشر في أحکام أھل الذمۃ: ۳۴۸/۵، رشیدیہ)

"ولا بأس بمصافحۃ المسلم جارہ النصراني إذا رجع بعد الغیبۃ ویتأذی بترک المصافحۃ، کذا في القنیۃ". (الفتاوی العالمکیریۃ، المصدر السابق)

(۲) قال اللہ تعالی: ﴿ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر، فأولئک حبطت أعمالھم في الدنیا والآخرۃ، وأولئک أصحاب النار، ھم فیھا خلدون﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۱۷)

قال العلامۃ الآلوسي: "أي صارت أعمالھم الحسنۃ التي عملوھا في حالۃ الإسلام فاسدۃ بمنزلۃ ما لم تکن. قیل: وأصل الحبط فساد یلحق الماشیۃ لأکل الحباط، وھو نوعٌ من الکلأ مضرٌ .... وھو من قولھم: حبطت الدابۃ حبطاً بالتحریک إذا أصابت مرعی طیباً فأفرطت في الأکل حتی تنتفخ فتموت". (روح المعاني، (سورۃ البقرۃ: ۲۱۷): ۱۱۰/۲، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

چاہیے یمکن ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو اور لوگوں کو خبر نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وجہ کسی مسلم، غیر مسلم، زندہ، مردہ کو برا کہنا برا ہے، حتی کہ بلا ضرورت شیطان پر لعنت کرنا بھی بے محل ہے، جتنی دیر کسی کو برا کہنے میں وقت خرچ ہو اتنی دیر اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا بڑے اجر کا ذریعہ ہے، امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احیاء العلوم میں اس کی بحث کی ہے(۱)۔

---

(۱) "إما لحيوان أو إنسان وكل ذلك مذموم، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "المؤمن ليس بلعان" وقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تلاعنوا بلعنة الله ولا بغضبه ولا بجهنم" وقال حذيفة رضي الله تعالى عنه: ما تلاعن قوم قط إلا حق عليهم القول. وقال عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه: بينما رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في بعض أسفاره إذا امرأة من الأنصار على ناقة لها، فضجرت منها، فلعنتها، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "خذوا ما عليها وأعروها، فإنها ملعونة". قال: فكأني أنظر إلى تلك الناقة تمشي بين الناس لا يعرض لها أحد. وقال أبو الدرداء رضي الله تعالى عنه: ما لعن أحد الأرض إلا قالت: لعن الله أعصانا لله ..... اهـ.

الثالثة: اللعن للشخص المعين، وهذا فيه خطر كقولك: زيد لعنه الله، وهو كافر، أو فاسق، أو مبتدع، والتفصيل فيه أن كل شخص ثبتت لعنته شرعاً فتجوز لعنته كقولك: فرعون لعنه الله، وأبو جهل لعنه الله، لأنه قد ثبت أن هؤلاء ماتوا على الكفر، وعرف ذلك شرعاً اهـ.

وأما شخص بعينه في زماننا كقولك: زيد لعنه الله، وهو يهودي مثلاً فهذا فيه خطر، فإنه ربما يسلم، فيموت مقرباً عند الله، فكيف يحكم بكونه ملعوناً؟

فإن قلت: يلعن لكونه كافراً في الحال كما يقال للمسلم: رحمه الله، لكونه مسلماً في الحال وإن كان يتصور أن يرتد؟ فاعلم أن معنى قولنا "رحمه الله تعالى": أي ثبته الله على الإسلام الذي هو سبب الرحمة وعلى الطاعة، ولا يمكن أن يقال: ثبت الله الكافر على ما هو سبب اللعنة، فإن هذا سؤال الكفر، وهو في نفسه كفر، بل الجائز أن يقال: لعنه الله إن مات على الكفر، ولا لعنه الله إن مات على الإسلام، وذلك غيب لا يدري" (إحياء علوم الدين، كتاب آفات اللسان، الآفة الثامنة: اللعن: ۳/۱۴۱، ۱۴۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

باب المعاصي والتوبة

(گناہ اور توبہ کا بیان)

معصیت بنفسہ کیا ہے؟

سوال[۱۰۱۷۰]: بنفسہ معصیت کون سی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شئی اصالۃً معصیت ہے، کسی کی رضامندی سے معصیت نہ ہوگی جیسے زنا کہ محض حقِ غیر کی بناء پر معصیت نہیں، ورنہ باشوہر والی سے بعد اجازت رضامندی درست ہوتا اور شوہر والی سے باجازت شوہر درست ہوتا(۱)۔ اور جو چیز ایسی ہے کہ اس کی حرمت حقِ غیر کی بناء پر ہے، اگر کسی کا مال اس کی رضامندی سے کسی سچے حق کے عوض میں وصول کرے تو جائز ہے، بلا حق بلا اجازت لینا درست نہیں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۶۱ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

"والمحرمات أنواع: حرمة لا تنكشف ولا تدخلها رخصة كالزنا بالمرأة". (نور الأنوار، مبحث الأهلية، ص: ۳۱۳، سعيد)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾ (سورة النساء: ۲۹)

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

معصیت کا عبادات پر اثر

سوال[۹۰۰۵]: ایک شخص نماز روزے کا پابند ہے، باقی دینی کاموں میں بھی دلچسپی لیتا ہے، مگر اپنی عورت کے علاوہ دوسری عورت سے بھی ناجائز تعلقات رکھتا ہے، تو اس کی نماز روزے اور دوسرے دینی کام پر اس کا کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھنا معصیت ہے، اس کی سزا مستقل ہے۔ اور نماز روزے کی پابندی کرنا اطاعت اور موجب اجر ہے۔ عورت کے ساتھ غلط تعلق کی بنا پر اس کی نماز روزے کو فضول قرار نہیں دیا جا سکتا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا فسق وفجور فطری چیز ہے؟

سوال[۹۰۰۶]: جو شخص جو فطری طور پر منہیاتِ شرعیہ کا عادی ہو اور فسق وفجور میں مبتلا ہے، ایسا شخص کسی دینی تبلیغی مشن کا ذمہ دار ہو سکتا ہے؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿من عمل صالحاً فلنفسه، ومن أساء فعليها﴾ (سورة حم السجدة: ۴۶)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى: ﴿فلنفسه﴾ فلنفسه يعمله، أو فلنفسه نفعه لا لغيره. ﴿ومن أساء فعليها﴾ ضره لا على الغير. ﴿وما ربك بظلام للعبيد﴾ اعتراض تذييلي مقرر لمضمون ما قبله مبنيٌّ على تنزيل إثابة المحسن بعمله أو إثابة الغير بعمله، وتنزيل التعذيب بغير إساءة أو بإساءة غيره منزلة الظلم الذي يستحيل صدوره عنه تعالى". (روح المعاني، (سورة حم السجدة: ۴۶)، ۲۴/ ۱۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير ۴/ ۱۰۳، سهيل اكيدمي لاهور)

"فإن تاب من ذنب، ثم عاد إليه، لم تبطل توبته. وإن تاب من ذنب وهو متلبس بآخر، صحت توبته". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي ونفيه عن المتلبس بالمعصية: ۱/ ۵۴، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

فطری طور پر فسق وفجور میں مبتلاء ہونے کا کیا مطلب ہے، کیا وہ پیدائشی فاسق وفاجر ہے؟

تنبیہ: اس طرح مبہم سوالات کرکے جوابات کو کسی خاص شخص پر منطبق کرنا بسا اوقات غلط اور موجب فتنہ بھی ہوتا ہے جس کی ذمہ داری سائل پر ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۰ھ۔

گناہِ کبیرہ پر اصرار

سوال[۱۰۱۷۱]: کوئی شخص گناہِ کبیرہ کا کئی مرتبہ مرتکب ہو، یا کبیرہ کو کبیرہ سمجھتا ہے، اجتناف یا اجتناب کبیرہ اس سے نہیں پایا جاتا، ہر دفعہ بعد از ارتکاب توبہ و استغفار کرلیتا ہے مگر شہوتِ نفسانی میں مغلوب ہوکر بار بار اس سے وہ کبیرہ سرزد ہوجاتا ہے۔ اس کو مصر علی الکبیرہ کہا جاوے گا اور اس سے اس کا نکاح ٹوٹ جاوے گا اور مصر علی الکبیرہ شرعاً کس کو کہتے ہیں، اور کیا اس سے کفر لازم آتا ہے؟

سید حبیب الرحمٰن شیر۔ مکان نمبر: ۸، محلہ کرلی ٹونہ، پانچویں گلی نئی مسجد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک گناہ کو حلال سمجھ کر، یا بطریق استخفاف بالدین نہ کیا جاوے تو اس سے شرعاً ایمان سلب نہیں ہوتا، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور مؤمن ہے اور اس کا نکاح بھی نہیں ٹوٹا:

"والکبیرة لا تخرج العبد المؤمن من الإیمان ولا تدخله الکفر". قال التفتازانی تحته: "و مجرد الإقدام علی الکبیرة لغلبة شهوته أو حمیة أو أنفة أو کسل، خصوصاً إذا اقترن به خوف العقاب ورجاء العفو، والعزم علی التوبة لا ینافیه (أی الإیمان)، نعم إذا کان بطریق الاستحلال والاستخفاف، کان کفراً لکونه علامة للتکذیب" شرح عقائد نسفی، ص: ۸۳(۱)۔

---

(۱) (شرح العقائد النسفیة، ص: ۹۳، سعید)

(وکذا فی الفقه الأکبر للإمام الأعظم أبی حنیفة و شرحه للملا علی القاری رحمهما الله تعالیٰ، ص: ۷۰، ۷۲، قدیمی)

(وکذا فی شرح العقیدة الطحاویة: ص: ۲۰۱)

تفسیر فتح العزیز: ۱/ ۳۰۰ میں اس مسئلہ کو بسط کے ساتھ بیان کیا ہے (۱)۔

اصرار کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کے بعد نادم ہو کر توبہ نہ کرے، اگر گناہ کے بعد صدقِ دل سے توبہ کرلی، لیکن غلبۂ شہوت کی وجہ سے پھر گناہ صادر ہوگیا تو اس کو اصرار نہیں کہیں گے:

"من اتبع ذنبه بالاستغفار، فليس بمصر عليه وإن تكرر منه". مجمع البحار: ۲/ ۲۴۲ (۲) والبسط في رسالة المعاصي من الرسائل الرينية: ص: ۲۰۰۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۳/ ۲/ ۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

زنا اور تکبر میں سے کونسا گناہ بڑا ہے؟

سوال [۹۰۱۸]: زید کھلم کھلا زنا کاری کرتا ہے اور اس کے گھر کی عورتیں بھی اس گناہ میں مبتلا ہیں، ان عورتوں کو بھی تنبیہ نہیں کرتا، خوب اس پر عمل کر رہا ہے۔ دوسرا شخص بکر ہے جو نہایت متکبر ہے اور لوگوں پر حد

---

(۱) "کہ شخص فرمان الٰہی را به جا نیاورد و مرتکب کبیرہ یا مصر بر صغیرہ باشد ...... گناہ او بسیار بتوبہ نماید، و ازیں قسم شخص نیز مطلق مسلمان است، گو آنکہ گنہگار است، امید نجات او نیز با شفاعت رحمتی و امکان عفو از گناہان او باید داشت"۔ (تفسیر فتح العزیز: ۱/ ۱۸۶، ۱۸۷، سورة البقرة تحت آية: ﴿وما يضل به إلا الفاسقين﴾ مطبع حیدری بمبئی)

(۲) (مجمع البحار: ۳/ ۳۱۱، حرف الصاد: صرر، مجلس دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دكن)

"وعن أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أصر من استغفر وإن عاد في اليوم سبعين مرة". رواه الترمذي وأبو داؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثاني، ص: ۲۰۳، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى تحته: "قال بعض علمائنا: المُصِرّ هو الذي لم يستغفر ولم يندم على الذنب، والإصرار على الذنب إكثاره. وقال ابن الملك رحمه الله تعالى: الإصرار الثبات والدوام على المعصية، يعني: من عمل معصية، ثم استغفر فندم على ذلك، خرج عن كونه مصرًّا". (مرقاة المفاتيح شرح المشكوة، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۲۳۴۰) ۵/ ۱۷۹، ۱۸۰، رشيدية)

درجہ ملتا ہے، اس کے خلاف کوئی ایک لفظ نہیں کہہ سکتا۔ تو مذکورہ ان دونوں میں کیا فرق ہے، اور ہر گناہ کے اور ان سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تو ایسا ہی سوال ہے جیسے کوئی پوچھے کہ خنزیر کا پیشاب زیادہ نجس ہے یا پاخانہ، ظاہر ہے کہ دونوں ہی قابلِ پرہیز ہیں، ایک کو بھاری بتا کر دوسرے کو ہلکا نہیں قرار دیا جا سکتا۔

زنا کرتے وقت ایمان کا نکل جانا حدیث شریف میں مذکور ہے(۱)، مگر جب خاتمہ ایمان پر ہو تو زنا کے باوجود کبھی نہ کبھی دخولِ جنت ضرور ہوگا(۲)۔ جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا، وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک جلا جلا کر اس کا تکبر نہیں نکال دیا جائے گا(۳)۔ اللہ ہی معاصی سے محفوظ رکھے۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، ص: ۱۷، قديمي)

(۲) "وأما من كانت له معصية كبيرة ومات من غير توبة، فهو في مشيئة الله تعالى، فإن شاء عفا عنه وأدخله الجنة أولاً وجعله كالقسم الأول. وإن شاء عذبه بالقدر الذي يريده سبحانه، ثم يدخله الجنة، فلا يخلد في النار أحد مات على التوحيد ولو عمل من المعاصي ما عمل". (شرح النووي على صحيح مسلم: ۱/۴۱، قديمي)

(۳) "وعنه (أبي هريرة) رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يقول الله تعالى: الكبرياء ردائي، والعظمة إزاري، فمن نازعني واحداً منهما، أدخلته النار". وفي رواية: "قذفته في النار". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر، الفصل الأول، ص: ۴۳۳، قديمي)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يدخل النار أحد في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان، ولا يدخل الجنة أحد في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر، الفصل الأول، ص: ۴۳۳، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "المعنى الحديث أنه لا يدخل الجنة مع الكبر، بل ينقى منه ومن كل خصلة مذمومة، إما بالتعذيب أو بعفو الله، ثم يدخل الجنة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۱۰۷): ۸/۸۲۸، رشيدية)

ان میں سے ہر ایک کی اعانت حرام ہے(۱)، اگر ترکِ تعلق کے ذریعہ اصلاح اور اپنی حفاظت ہو سکتی ہو تو ترکِ تعلق کر دیا جائے، اور اگر برقرار رکھ کر نرمی یا سختی سے اصلاح ہو سکتی ہو تو اس کو اختیار کیا جائے، غرض مقصود صلاح ہے، ہی ذاتی تعلقات کے پیشِ نظر ہر گز ترک نہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۵/۸۸ھ۔

عابدِ بخیل بہتر ہے یا زانی سخی؟

سوال[۱۰۱۱۹]: کہتے ہیں کہ ایک عابدِ بخیل سے ایک زانی یا سود خور سخی بہتر ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لئے کہتے ہیں کہ اس سخی سے دوسروں کی ضرورت پوری ہوتی ہے(۳)، مگر یہ یاد رہے کہ اس سخاوت کی وجہ سے نہ سود لینے کا جرم ہلکا ہوتا ہے، نہ زنا کرنے کا۔ عابدِ بخیل سے دوسروں کی ضرورت پوری نہیں ہوتی ہے، مگر اس کی وجہ سے اس کی عبادت ضائع نہیں ہوتی، اس کا اجر مستقلاً اس کو ملتا ہے (۴)۔ ہاں! اگر وہ بخل

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورۃ المائدۃ: ۲)

قال الشیخ أحمد رحمہ اللہ تعالیٰ: "هو عام لكل بر وتقوى وكل إثم وعدوان". (التفسیرات الأحمدیۃ، ص: ۳۳۱، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) "وجاز عیادة فاسق علی الأصح، الخ". (الدر المختار). وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "وهذا غير حكم المخالطة. ذكر صاحب الملتقط: يكره للمشهور المقتدى به الاختلاط برجل من أهل الباطل والشر إلا بقدر الضرورة". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۸/۶، سعید)

(وكذا في الملتقط في الفتاوى الحنفية، ص: ۲۵۷، مكتبه حقانيه كوئٹه)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "السخي قريب من الله، قريب من الجنة، قريب من الناس، بعيد من النار، والبخيل بعيد من الله، بعيد من الجنة، بعيد من الناس، قريب من النار، ولجاهل سخي أحب إلى الله من عابد بخيل". (مشكوة المصابيح، كتاب الزكاة، باب الإنفاق، الفصل الثاني، ص: ۱۶۳، قديمي)

(۴) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره﴾. (سورة الزلزال: ۷)

کی وجہ سے حقوقِ واجبہ بھی ادا نہیں کرتا، مثلاً: زکوٰۃ اس پر فرض ہے وہ ادا نہیں کرتا ہے، صدقۂ فطر نہیں دیتا ہے، قربانی نہیں کرتا ہے، اس کے ذمہ کوئی کفارہ یا نذر ہے اس کو ادا نہیں کرتا ہے، بیوی بچوں کے نفقات واجبہ نہیں ادا کرتا ہے تو وہ مجرم اور ماخوذ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۰ھ۔

دھوکہ دینا، نقصان پہنچانا

سوال [۱۰۲۰]: اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو دھوکہ دے کر مسلمان کے مال کو لے یا کسی بھی طرح مسلمان کو نقصان پہونچائے تو ایسے شخص کے لئے شریعت کی روشنی میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دھوکہ دینا سخت مذموم ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے: "من غشنا فلیس منا". الحدیث (۲)۔ "جو شخص

---

(۱) "البخيل الشرعي هو من ترك الواجب الشرعي المالي، والسخي ضده، ولا شك أن من قام بالفرائض وترك النوافل أسخى ممن قام بالنوافل وترك الفرائض". (مرقاة المفاتيح، كتاب الزكاة، باب الإنفاق، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۱۸۶۹): ۴/۳۴۳، رشيدية)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب القصاص، باب ما لا يضمن من الجنايات، الفصل الأول، ص: ۳۰۵، قديمي)

(والصحيح لمسلم: ۱/۷۰، كتاب الإيمان، باب من غش فليس منا، قديمي)

قال العلامة النووي رحمه الله تعالى: "وهي أن من حمل السلاح على المسلمين بغير حق ولا تأويل، ولم يستحله، فهو عاص ولا يكفر بذلك، فإن استحله كفر. وأما تأويل الحديث، فقيل: هو محمول على المستحل بغير تأويل، فيكفر ويخرج عن الملة. وقيل: معناه: ليس على سيرتنا الكاملة وهدينا. وكان سفيان بن عيينة رحمه الله تعالى يكره قول من يفسره بليس على هدينا، ويقول: بئس هذا القول، يعني: بل يمسك عن تأويله، ليكون أوقع في النفوس وأبلغ في الزجر. والله تعالى أعلم". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من حمل علينا السلاح فليس منا": ۱/۶۹، قديمي)

ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

"لایحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ"، الحدیث۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۲۵۵ (۱)۔

ظلم کا وبال دنیا میں بھی بھگتنا پڑے گا اور آخرت میں بھی عذاب ہوگا۔ جو شخص کسی مومن کو نقصان پہنچائے یا اس سے مکر کرے، اس پر لعنت آئی ہے:

"ملعون من ضار مؤمنا أو مكر به"۔ الحدیث۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۴۲۸ (۲)۔

آپ کا مال جتنا اتلاف کیا گیا ہے، آپ کو اس کے وصول کرنے کا پورا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۰ھ۔

فاحش ظالم کو قتل کرنا

سوال [۹۰۰۲]: بکر اور اس کے خاندان کے لوگ مالی اعتبار سے تو مضبوط ہیں مگر طاقت و اثرات کے اعتبار سے کمزور ہیں۔ بکر کی بیوی سے زید کے ناجائز تعلقات ہوگئے اور بکر کو کافی نقصان پہونچایا۔ اس بارے میں پنچایت بھی کی گئی مگر زید کے طاقتور ہونے کی وجہ سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا، نہ پنچایت کسی قسم کا دباؤ

---

(۱) (مشكوة المصابيح، ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى تحت قوله عليه الصلوة والسلام: "لا تظلموا" أي لا يظلم بعضكم بعضاً، كذا قيل. والأظهر أن معناه: لا تظلموا أنفسكم، وهو يشمل الظلم القاصر والمتعدي. "ألا" للتنبيه أيضاً، وكرره تنبيهاً على أن كلاً من الجملتين حكم مستقل ينبغي أن ينبه عليه، وأن الثاني حيث يتعلق به حق العباد أحق بالإشارة إليه، والتخصيص لديه. "لا يحل مال امرئ": أي مسلم أو ذمي. "إلا بطيب نفس": أي بأمر أو رضا". (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۲۹۴۶)، ۶/۱۳۹، رشيدية)

(۲) (مشكوة المصابيح: ۲/۴۲۸، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الثاني، قديمي)

"والأظهر أن الضرر يشمل البدني والمالي والدنيوي والأخروي". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۵۰۴۲)، ۸/۷۷۵، رشيدية)

ڈال رکھی، اکثر لوٹ ڈرتے ہیں۔ حالانکہ زید نے شادی بھی کرلی ہے، مگر پھر بھی بکر کی بیوی سے ناجائز تعلق رکھتا ہے اور اپنے پاس رکھے ہوئے ہے۔ معاملہ یہاں تک بڑھ گیا کہ اب زید بکر کی جان کے فکر میں ہے۔ ان حالات میں بکر بھی مجبور ہوکر خیال کرچکا ہے کہ میں خود یا کسی ذریعہ سے اس کو ختم کرادوں اور مجھ پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ ان حالات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جان سے مارنے کا نہ خود حق ہے، نہ کسی اور کے ذریعہ سے قتل کرانے کی اجازت ہے، ایسا ارادہ ہرگز نہ کریں، ورنہ سخت وبال میں گرفتار ہوں گے(۱)۔ ہاں! برادری کے ذریعہ یا قانونی حیثیت سے اپنی شکایات دور کرے اور تحفظ کی کوشش کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۹/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۹/۸۷ھ۔

جائیداد کے لئے کسی کو قتل کرنا

سوال[۹۰۲۲]: زید مرد ہے جس میں مردانگی کی قوت بالکل نہیں ہے، اس کے پاس اچھی خاصی جائیداد ہے۔ بکر کی ایک بہن تھی جس کا شوہر زندہ ہے اور اس کے دو بچے ہیں، شوہر اپنی بیوی کے تمام حقوق ادا

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم خالداً فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعد له عذاباً عظيماً﴾ (سورة النساء: ۹۳)

"وعن أبي سعيد وأبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنهما، عن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "لو أن أهل السماء والأرض اشتركوا في دم مؤمن، لأكبهم الله في النار".

"وعن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنه، عن النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "يجيء المقتول بالقاتل يوم القيامة ناصيته ورأسه بيده، وأوداجه تشخب دماً، يقول: يارب! قتلني حتی يدنيه من العرش".

"وعن أبي الدرداء رضي الله تعالیٰ عنه، عن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "كل ذنب عسى الله أن يغفره إلا من مات مشركاً، أو من يقتل مؤمناً متعمداً" (مشكوة المصابيح، كتاب القصاص، الفصل الثاني، ص: ۳۰۰، ۳۰۱، قديمي)

کرتا رہا لیکن کرنے زبردستی اپنی بہن کی طلاق لے لی دراں خیال سے کہ زید تو مرد ہے اس سے اپنی بہن کی شادی کرکے جائیداد حاصل کرلے۔ بہرحال کرنے اپنی بہن ہندہ کا نکاح زید سے کردیا چند ہی دنوں کے بعد زید مرگیا۔ اب جائیداد دستور ہند کے مطابق پوری کی پوری ہندہ کی ہوتی ہے، لیکن شریعت میں چوتھائی کی اجازت دیتا ہے۔ مقدمات میں ہندہ کی ڈگری مسلسل ہوتی جارہی ہے۔ زید کا بھائی خالد شریعت اور وصیت سے چوتھائی حصہ لے رہا ہے۔ ہندہ پورا حصہ لینا چاہتی ہے یعنی مکمل جائیداد لینا چاہتی ہے۔

خالد اور اس کے چچیرے ہم خیال لوگ ہیں انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہندہ کو قتل کردیا جائے تو سارا معاملہ درست ہوجائے۔ تو سوال یہ ہے کہ ہندہ کا قتل کرنا از روئے شرع جائز ہوگا یا نہیں؟ جب کہ کوئی اور شکل سمجھ میں نہیں آتی اور یہ بھی امکان ہے کہ فتنہ زیادہ بڑھ جائے، ہندہ کے قتل پر سب نزاع اور فتنہ ختم ہوجائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کو قتل کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ حرام ہے اس کی سزا جہنم ہے (۱)۔ جب کہ قانونی طور پر ہندہ کی ڈگری ہوگی تو ہندہ کے مرنے پر کیا وہ جائیداد خالد کو مل جائے گی۔ جب کہ وہی ہندہ کا قاتل ہوگا (۲)۔ جائیداد تو

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ وأعد له عذاباً عظیماً﴾ (سورة النساء: ۹۳)

قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى: ﴿ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جهنم﴾ "إشارة إلى أن النفس إذا قتلت القلب واستولت عليه بقيت معلقة في قبر الطبيعة مبعدة عن الرحمة مظهراً لغضب الله تعالى" (روح المعاني، (سورة النساء: ۹۳)، ۵/۲۹۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: "والقتل الذي يمنع الإرث هو الذي يتعلق به وجوب القصاص أو الكفارة ... والمراد بقوله عليه الصلوة والسلام: "ليس للقاتل شيء من الميراث" هو القتل بالتعدي دل عليه قوله عليه الصلوة والسلام "ليس للقاتل ميراث بعد كصاحب البقرة". أي قاتل هو كصاحب البقرة وهو كان متعدياً" (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۸۲، رشيدية)

"القاتل بغير حق لا يرث من المقتول شيئاً عندنا سواء قتله عمداً أو خطأً، وكذلك كل قاتل هو في معنى الخاطئ كالنائم إذا انقلب على مورثه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب =

کیا حق البتہ پھانسی کی سزا ممکن ہے جو یہاں مل جائے اور آخرت کی سزا مستقل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

کافر کو قتل کرنا

سوال [۱۰۲۴]: ۱..... مطلقاً کافر کو جان سے ماردینے کی وجہ سے آخرت میں پکڑ ہوگی یا نہیں؟

۲..... ایک کافر ہے جو مسلمانوں کو بہت ستاتا ہے اور ایک مسلمان کو قتل بھی کرچکا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس کو جان سے ماردے تو کیا آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... بغیر جرم کے ہرگز اس کی اجازت نہیں، ایسا کرنے سے آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی (۱)۔

۲..... کیا اس کافر نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے، اگر قتل کیا بھی ہو تب بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینا خلافِ قانون ہے۔ اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے، اس کے ظلم کو ثابت کرکے اس کو سزا دلوائی جائے۔ اس کو اگر خود قتل کردیا تو پھر خدا جانے کتنے بے گناہ قتل کئے جائیں گے، ان کے قتل کا وبال کس پر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۴۰۱ھ۔

= الخامس في الموانع: ۶/۴۵۳، رشیدیہ)

"منها القتل الذي يتعلق به وجوب القصاص، أو الكفارة، وهو أي القتل الذي يوجب القصاص أن يقتله مورثه عمداً بالحديد أو مايعمل عمل الحديد، والذي يوجب الكفارة أن يقتله بالمباشرة خطأً". (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الفصل الخامس في موانع الإرث: ۶/۴۶۴، رشيديه)

(۱) "عن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من قتل نفساً معاهداً لم يرح رائحة الجنة، وإن ريحها توجد من مسيرة أربعين عاماً". (صحيح البخاري، كتاب الديات، باب إثم من قتل ذمياً بغير جرم: ۲/۱۰۲۱، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الديات، باب إيقاد المسلم من الكافر: ۲/۲۶۵، مكتبه إمداديه ملتان)

زنا کس کا حق ہے؟

سوال[۹۰۲۴]: زنا حق اللہ ہے یا حق العبد؟ اگر حق اللہ ہو تو اس میں کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو کیا اس صورت میں اللہ سے معافی مانگنے کے بعد اس عورت سے معافی مانگنا پڑے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جبر بغیر عورت کی رضامندی کے زنا کیا ہے تو اس عورت سے بھی معافی طلب کرے، اگر وہ شوہر والی ہے تو شوہر سے بھی معافی مانگے، گو صاف لفظوں میں نہ ہو، گول مول مبہم طریقے پر ہو(۱)۔ اللہ تعالیٰ سے تو معافی مانگنا ہر حال میں لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۲ھ۔

مشت زنی

سوال[۹۰۲۵]: ایک شخص مشت زنی کرتا ہے، اس کی شادی نہیں ہوئی، عمر رسیدہ شخص ہے۔ ایک

---

(۱) "وأما الذنب الذي بينك وبين العباد، فما لم ترضيهم، لاتنفعك التوبة حتى يحللوك". (تنبيه الغافلين، باب التوبة، ص: ۵۶، رشيديه)

"فإن كانت المعصية لحق آدمي، فلها ركن رابع، وهو التحلل من صاحب ذلك الحق".

(شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

وقال الله تعالى: ﴿وتوبوا إلى الله جميعاً أيه المؤمنون، لعلكم تفلحون﴾ (سورة النور: ۳۱)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (روح المعاني ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في رياض الصالحين، باب التوبة، ص: ۲۵، قديمي)

شخص کی شادی ہوچکی ہے وہ بھی اس لعنت میں مبتلا ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں اس فعل کی مذمت آئی ہے(۱)، بعض روایت میں اس فعل کرنے والے پر لعنت وارد ہوئی ہے(۲)۔ جس کی شادی ہوچکی ہے اور بیوی سے صحبت کرنے کا موقع بھی اس کو ہے تو اس کیلئے یہ فعل زیادہ قبیح ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱۲/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۱۲/۳ھ۔

---

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "سبعة لاينظر الله إليهم يوم القيامة ولايزكيهم، ولايجمعهم مع العالمين، ويدخلهم النار في أول الداخلين، إلا أن يتوبوا، ومن تاب تاب الله عليه: الناكح يده" الحديث. (تفسير ابن كثير (سورة المؤمنون:٧): ٣/٢٣٩، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في حاشية الصاوي على تفسير الجلالين، (سورة المؤمنون) ٣/١٥٨، دار الباز مكة)

(وكذا في تفسير المدارك (سورة المؤمنون: ٧): ٢/٩٩، قديمي)

(۲) "ناكح اليد ملعون". (الدر المختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده: ٢/٣٩٩، سعيد)

اس روایت کو اگرچہ صاحب درمختار اور بعض دوسری کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے، لیکن ان الفاظ کے ساتھ موضوع ہے جیسے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الأسرار المرفوعة" المعروف "الموضوعات الكبرى" حرف النون، ص: ٣٧٦) مؤسسة الرسالة" میں ذکر کیا ہے۔ لیکن علاوہ لعنت کے الفاظ سے اس باب میں کوئی اور حدیث نظر سے نہیں گذری ہے

"ناكح اليد ملعون" لا أصل له، كما صرح به الرهاوي في حاشيته على المنار". (الموضوعات الكبرى، حرف النون، (رقم الحديث: ١٠٢٣)، ص: ٢٥٧، قديمي)

قال القرطبي رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى: ﴿أو ما ملكت أيمانهم﴾: هذا يقتضي تحريم الزنى وما قلناه من الاستمناء". (الجامع لأحكام القرآن (سورة المؤمنون: ٦): ١٢/٧٠، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) بعض صورتوں میں اس کی گنجائش ہے، مثلاً: غیر شادی شدہ شخص اگر شہوت [illegible] سے صدور زنا کا ظن غالب ہو، لیکن =

زنا، لواطت، مشت زنی منع ہے

سوال [۹۰۲۱]: عمر کہتا ہے کہ زناکاری اور لواطت گناہ ہے، مگر مشت زنی جائز ہے۔ زید کہتا ہے کہ مشت زنی بھی حرام ہے۔ عمر کہتا ہے کہ مشت زنی بوقتِ مجبوری جائز ہے۔ تو اس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زناکاری اور لواطت دونوں چیزیں حرام ہیں (۱)، مشت زنی بھی حرام ہے (۲)، لیکن اس کی حرمت ان دونوں کی حرمت سے کچھ کم ہے۔ جس پر شہوت کا غلبہ ہو اور ان دونوں حرکتوں میں سے کسی میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور وہ ان سے محفوظ رہنے کے لئے مشت زنی سے کام لے لے جس سے تسکینِ شہوت ہو کر زناکاری ولواطت سے محفوظ ہو جائے تو اس کا معاملہ آسان ہے، امید ہے کہ وہ بڑے گناہ کا مرتکب شمار نہ ہوگا، کذا فی رد المحتار (۳)، لیکن محض استلذاذ کی خاطر مشت زنی کا ارتکاب

= صورتِ مسئولہ میں شخص مذکور شادی شدہ ہے اس کو یہ قدرت حاصل نہیں، تو وہ مستحقِ عتاب ہوگا

"في السراج: إن أراد بذلك تسكين الشهوة المفرطة الشاغلة للقلب وكان عزباً لا زوجة له ولا أمة ... يرجو أن لا وبال عليه". (رد المحتار، كتاب الصوم، مطلب في حكم الاستمناء بالكف: ۲/ ۳۹۹، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿فمن ابتغى وراء ذلك فأولئك هم العادون﴾ (سورة المؤمنون: ۷)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تقربوا الزنى إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

"ما من ذنب بعد الشرك أعظم من نطفة وضعها رجل في رحم لا يحل له". (تفسير ابن كثير، سورة بني إسرائيل: ۳/ ۴۸، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "وهذا يقتضي تحريم الزنى وما قلناه من الاستمناء". (تفسير القرطبي: ۱۲/ ۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تفسير المدارك، سورة المؤمنون: ۳/ ۹۳، قديمي)

(وكذا في حاشية الصاوي على تفسير الجلالين: ۳/ ۵۸، دار الباز مكة)

(۳) "الاستمناء بالكف ... لو خاف الزنى يرجى أن لا وبال عليه". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "عبارة الفتح: فإن غلبته الشهوة، ففعل إرادة تسكينها به، فالرجاء أن لا يعاقب". =

ہرگز نہ کرے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۲ھ۔

بھاوج سے زنا:

سوال [۱۰۲۷]: بڑی بھاوج سے جبر صحبت کی اور کہا کہ ہم دونوں بھائی تھوڑا ہی رکھیں گے، چند آدمیوں میں جب اس کا تذکرہ ہوا تو باپ نے کہا کہ یہ کیا بات ہے، دیور بھاوج میں ایسا ہوتا ہی جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا حرام ہے، بھائی کی بیوی سے اور بھی قبیح ہے (۲)۔ شوہر کے والد کا یہ جواب کہ دیور بھاوج میں ایسا ہوا ہی جاتا ہے یہ انتہائی بے غیرتی کا جواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۹/۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۸۷/۹/۵ھ۔

خادمہ کے ساتھ باندی جیسا سلوک

سوال [۱۰۲۸]: لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے بیوی جیسا سلوک کیا جا سکتا ہے، اگر غلام مرد ہو تو اس کے ساتھ شوہر جیسا سلوک کیا جائے؟

= (رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب فی حکم الاستمناء بالکف: ۲/۳۹۹، سعید)

(۱) "الجائز، فعله لاستجلاب الشهوة، فهو آثم". (رد المحتار، المصدر السابق)

(۲) "عن عبد الله قال: قلت: يا رسول الله! أي الذنب أعظم؟ قال: "أن تجعل لله نداً وهو خلقك" ثم قال: أي؟ قال: "أن تقتل ولدك خشية أن يأكل معك" ثم قال: أي؟ قال: "أن تزاني حليلة جارك" الخ".

(صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قتل الولد: ۲/۸۸۷، قديمي)

وقال في حاشيته: "قال الكرماني: إن لم يكن حليلة الجار، فالحكم أيضاً كذلك، قلت: لاشك أن الزنا بحليلة الجار أقبح؛ لأن فيه إساءة إلى من يستحق الإحسان" (حاشية صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قتل الولد: ۲/۸۸۷، رقم الحاشية: ۱۰، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لونڈی کے ساتھ اس قسم کے سلوک کی اجازت ہے وہ آج کل یہاں موجود نہیں، خادمہ اور ملازمہ کے ساتھ یہ سلوک حرام ہے (۱)، غلام مرد بھی موجود نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۵/ ۸۷ھ۔

جیسا گناہ ویسی توبہ

سوال [۹۰۲۹]: اتنے گناہ ہوگئے کہ اس کو عذاب کا ڈر ہے، ایسی صورت میں اگر کچھ روپیہ خیرات کردے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

روپیہ خیرات کرنا تو بڑی خیر ہے (۲)، لیکن گناہوں سے توبہ ضروری ہے اور ہر قسم کے گناہوں سے توبہ اس کے موافق ہوگی، مثلاً: زکوۃ، نماز، روزہ اگر ذمہ میں ہوں تو قضا بھی لازم ہے، کسی کا مالی حق ہو تو اس کا ادا کرنا یا معاف کرانا ضروری ہے، غرض جیسا گناہ ویسی توبہ ضروری ہے (۳)۔ اللہ پاک سے توبہ قبول کرنے کی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الزنی، إنه کان فاحشة وساء سبیلا﴾ (سورة بنی إسرائیل: ۳۲)

"والزنا وطء مکلف ناطق طائع فی قبل مشتهاة خال عن ملکه وشبهته". (تنویر الأبصار، کتاب الحدود: ۴/ ۳، سعید)

(۲) "عن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "السخی قریب من اللہ قریب من الجنة، قریب من الناس، بعید من النار". (مشکوة المصابیح، کتاب الزکوة، باب الإنفاق، ص: ۱۶۴، قدیمی)

(۳) "فإن کانت المعصیة بین العبد وبین اللہ تعالیٰ لا تتعلق بحق آدمی، فلها ثلاثة شروط: أحدها أن یقلع عن المعصیة، والثانی: أن یندم علی فعلها، والثالث: أن یعزم أن لا یعود إلیها أبداً، فإن فقد أحد الثلاثة لم تصح .... وأن یبرأ من حق صاحبها .... الخ". (ریاض الصالحین، باب التوبة، ص: ۲۴- ۲۵، قدیمی)

(وکذا فی شرح الفقه الأکبر للقاری، بحث التوبة، ص: ۱۵۹، قدیمی)

توبہ کے لئے چندہ کر کے تقریب کرنا اور تقریب میں عالم صاحب کے سامنے توبہ کرنا

سوال [۱۰۳۱۵]: کچھ مسلمان غریبوں کی بستی ہے، وہاں پر ایک شخص جس پر علماء نے توبہ نامہ کیا تھا، اس نے اپنے گناہ پر نادم ہو کر آپس میں پورے گاؤں سے چندہ وغیرہ لے کر ایک تقریب کی جس میں ایک عالم صاحب کو مدعو کیا اور توبہ کا پورا ارادہ رکھتا تھا۔ اسی گاؤں میں ایک اور مجرم - جس پر وہ عالم صاحب توبہ کرا چکے تھے اور وہ توبہ سے انکاری تھا - موجود تھا، وعظ میں گنہگاروں کے عذاب کا بیان ہوا اور اس مجمع میں ایک شخص دوسرے عقیدہ کا اتفاق سے موجود تھا۔

بعد وعظ کے پہلا مجرم اپنے جرم پر نادم ہو کر توبہ کرنے کے لئے مولانا صاحب کے پاس آیا اور عام برادریوں سے بھی معافی مانگی، پھر مولانا نے توبہ بھی کرائی، مگر اس مجمع میں ایک اور شخص بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ معافی نہیں ہو سکتی، جب کہ مجمع میں دوسرے عقیدہ کے شخص کو انہوں نے مدعو کیا ہے، اور اس دوسرے عقیدہ والے سے دریافت کیا گیا کہ تم کو اس مجرم نے مدعو کیا تھا یا نہیں، تو انہوں نے کہا میں صرف وعظ سننے آیا ہوں۔ مگر بات بڑھی اور دوسرا مجرم پیش ہوا اور اس نے پھر توبہ کرنے سے انکار کیا، تو اس گاؤں والوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

مولانا نے میلاد کی شیرینی بھی نہ لی نہ کھانا کھایا اور مجمع سے اٹھ کر چلے آئے، یہاں تک کہ جن فقیروں کو کھانے کی دعوت تھی، وہ سب بھی اٹھ کر چلے آئے اور آ کر مولانا سے ملے مگر مولانا نے ان کو کھانے کیلئے پھر واپس نہیں بھیجا۔ تو کیا پہلے مجرم کی توبہ قبول نہیں ہوئی؟ اور جو لوگ کھانا کھانے بغیر واپس چلے گئے مگر مولانا نے ان کو کھانے کے لئے واپس نہیں بھیجا، اگر وہ خوش ہوئے، اس صورت میں کھانا کافی ہے، براہ اب علمائے کرام مجرموں کی توبہ پر فتویٰ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

توبہ ہر مجرم بلکہ ہر شخص کو کرتے رہنا چاہئے: "کل بنی آدم خطاء، وخیر الخطائین التوابون"۔ الحدیث(۱) ﴿یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبة نصوحاً﴾ (الآیة)(۲)۔

---

(۱) (جامع الترمذی: ۷۲/۲، ابواب صفة القیامة، سعید)

(۲) (سورة التحریم: ۸)

اور جب بھی کوئی گناہ صادر ہو، یا پچھلا گناہ یاد آئے، یا گناہ کی وجہ سے تنبہ ہو تو بار بار توبہ کرنا چاہیے(۱)۔ پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور کھلے گناہ کی توبہ کھلے ہونا چاہیے(۲)، لیکن توبہ کا یہ طریقہ کہ آدمی چندہ کر کے بھیک مانگ کر تقریب کرے، اور عالم و پنچایت اور فقیروں کو مدعو کرے شرعاً غلط ہے، اگر عالم یا پنچایت نے یہ تجویز کیا ہے تو غلط تجویز کیا(۳)۔

---

(۱) قال الفقيه أبو الليث السمرقندي رحمه الله تعالى: "فينبغي للعاقل أن يتوب إلى الله في كل وقت، ولا يكون مصرًّا على الذنب، فإن الراجع من ذنبه لا يكون مصرًّا وإن عاد في اليوم سبعين مرةً، كما روي عن أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ما أصرّ من استغفر وإن عاد في اليوم سبعين مرةً".

"وروي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "والله إني لأتوب إلى الله تعالى في اليوم مائة مرة". (تنبيه الغافلين، ص: ۵۳، باب التوبة، حقانيه پشاور)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (روح المعاني: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۳، قديمي)

(۲) اگر گناہ کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے پوشیدہ توبہ بھی کافی ہے اور اگر حقوق العباد سے ہو تو متعلقہ شخص کا حق ادا کرکے ندامت کے ساتھ اس کے سامنے اعتذار کرے۔

"وفي شرح المقاصد: قالوا: إن كانت المعصية في خالص حق الله تعالى، فقد يكفي الندم، كما في ارتكاب الفرار من الزحف، وترك الأمر بالمعروف، وقد تفتقر إلى أمر زائد كتسليم النفس للحد في الشرب، وتسليم ما وجب في ترك الزكاة، ومثله في ترك الصلاة. وإن تعلقت بحقوق العباد، لزم مع الندم والعزم إيصال حق العبد أو بدله إليه ...... والقتل العمد ...... والاعتذار إليه إن كان إيذاءً كما في الغيبة ...... اهـ". (روح المعاني: ۲۸/۱۵۸-۱۵۹، سورة التحريم: ۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۲۷، قديمي)

جب امام صاحب کے سامنے مجرم نے توبہ کرلیا اور اس کا اظہار کردیا تو اس کی توبہ کو رد کرنے کا ان کو حق نہیں، ان کو نرمی سے سمجھا دینا چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول فرمائے، میں آپ سے ناراض نہیں، لیکن توبہ کا یہ طریقہ غلط ہے، اس لئے میں اس میں شریک نہیں ہوتا، کھانا نہیں کھاتا، توبہ کرنے کے بعد اس کی قدر کی جائے اور دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس توبہ پر پختگی کے ساتھ قائم رکھے۔ جو لوگ پھر بھی ناراض رہتے ہیں اور قطع تعلق کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

اگر ایک مجرم شرعی توبہ سے انکار کرے تو اس کی وجہ سے توبہ کرنے والے کی توبہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن اگر توبہ سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تقریب کرکے دعوت سے انکار کردیا ہے تو یہ درحقیقت شرعی توبہ سے انکار نہیں، بلکہ اس کے غلط طریقہ سے انکار ہے۔ توبہ کا مطلب شرعاً یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہ پر دل سے نادم اور شرمندہ ہو اور اقرار کرے کہ میں نے سخت غلطی کی ہے، میں نے سخت جرم کیا ہے، میں سچے دل سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں کروں گا، یا اللہ! میری خطا معاف فرما اور آئندہ کو میری حفاظت فرما (۱)۔

☆ قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "قال القاضي رحمه الله تعالى: المعنى من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۸، رشيدية)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال معاذ بن جبل رضي الله تعالى: يا رسول الله! ما التوبة النصوح؟ قال: "أن يندم العبد على الذنب الذي أصاب، فيعتذر إلى الله تعالى، ثم لا يعود إليه كما لا يعود اللبن إلى الضرع".

وقال الإمام النووي رحمه الله تعالى: "التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع عن المعصية وأن يندم على فعلها، وأن يعزم عزماً جازماً على أن لا يعود إلى مثلها أبداً". (روح المعاني، (سورة التحريم: ۸): ۲۸/۱۵۴، ۱۵۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

"وروى عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في قوله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ [التحريم: ۸] قال: التوبة النصوح الندم بالقلب والاستغفار باللسان والإضمار أن لا يعود إليه أبداً". (تنبيه الغافلين، ص: ۵۵، باب التوبة، حقانية پشاور)

جو لازم ہے اس کا بدل شریعت نے تجویز کیا ہے، مثلاً: نماز قضاء کی، روزہ نہیں رکھا یا رمضان کا فرض روزہ رکھ کر توڑا، یا تو اس کا بدل بھی پیش کرے، یعنی قضاء نماز پڑھے، قضاء روزہ رکھے، فرض روزہ کا کفارہ ادا کرے(۱)۔ یہ شرعی توبہ ہے، اس کو چھوڑ کر اپنی طرف سے ترکیب میلاد ودعوت وغیرہ کا طریقہ اختیار کرنا شرعاً غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

گناہ کی توبہ خدا کے سامنے ہو یا چودھریوں کے؟

سوال [۱۰۰۴۲]: زید سے ایک گناہ سرزد ہوا، اس پر لوگوں نے اس سے قطع تعلق کر لیا، بعد ازاں زید نے ایک مسجد عالم کے سامنے توبہ کی اور اپنے فعل پر نادم ہوا اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی، لیکن چودھری لوگ مذاق اڑانے کے لئے کہتے ہیں کہ برادری سے معافی مانگے، تو برادری میں ایک ہنگامہ پیدا ہوا اور لوگوں کو چودھری منع کرتے ہیں کہ اس سے میل جول نہ کریں، جبکہ وہ توبہ کر چکا ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر برادری کا گناہ نہیں کیا تو برادری یا چودھریوں سے معافی مانگنا ضروری نہیں، چودھریوں کا منع کرنا غلط ہے، خدائے پاک سے سچے دل سے نادم ہو کر معافی مانگنا ضروری ہے(۲)۔ برادری نے اگر قطع تعلق کی

---

(۱) "ثم اعلم أن كانت التوبة فيما بينه وبين الله كشرب الخمر، وإن كانت عن تفريط فيه من حقوق الله كصلاة وصيام وزكاة، فتوبته أن يندم على تفريطه أولاً، ثم يعزم على أن لا يعود ولو بتأخير صلاة عن وقتها، ثم يقضي مافاته جميعاً". (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، ص: ۱۵۸، قديمي)

(وكذا في مرقاة المفاتيح: ۵/۱۱۵، باب الاستغفار والتوبة، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً عسى ربكم أن يكفر عنكم سيئاتكم﴾ (سورة التحريم: ۸)

"قال الإمام النووي: التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع عن المعصية، وأن يندم على فعلها، وأن يعزم عزماً جازماً على أن لا يعود إلى مثلها أبداً ... والركن الأعظم الندم". (روح المعاني: (سورة التحريم: ۸): ۲۸/۱۵۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

لئے کیا ہے کہ اصلاح ہوجائے اور اب برادری کو ظنِ غالب حاصل ہوگیا کہ زید کی اصلاح ہوگئی اور وہ واقعی نادم ہے، اپنی توبہ کرچکا ہے، آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا، توبہ کے آثار (ندامت واصلاح) اس پر ظاہر ہوگئے ہیں تو اب ترکِ تعلق کو ختم کردیا جائے۔

چودھری اگر واقعۃً مضحکہ اڑانے کے لئے معافی مانگنے کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ ان کی زیادتی ہے، ان کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

توبہ سے حقوق العباد کی معافی

سوال [۵۰۳۳]: کوئی شخص برا کام کرتا ہے، چوری بھی کی اور برا فعل عورت سے کیا اور لڑکوں سے اور حیوان سے کیا اور ہاتھ وغیرہ سے کردیا، اب اس کا دل یہ چاہتا ہے کہ ان سب کاموں سے توبہ کرلوں۔ کیا وہ ان عیبوں سے پاک ہوسکتا ہے؟

مبارک علی، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن کا لیکر نہیں دیا ان کا قرض ادا کرے، جن کا مال چرایا ہے ان کا واپس کرے اور اپنے گزشتہ گناہوں کی سچی پشیمانی اور عاجزی کے ساتھ خدا پاک سے معافی چاہے، روئے، گڑگڑائے اور آئندہ کو پختہ عہد کرے کہ کوئی گناہ نہیں کرے گا(۲)، ان شاء اللہ تعالیٰ سب خطائیں معاف ہوجائیں گی اور توبہ قبول ہوگی۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا لایسخر قوم من قوم عسیٰ أن یکونوا خیراً منهم﴾ (سورة الحجرات: ۱۱)

"قال القرطبي: السخرية: الاستحقار والاستهانة والتنبيه على العيوب والنقائص يوجه يضحك منه". (روح المعاني: (سورة الحجرات: ۱۱)، ۲۶/۱۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وإن كانت مما يتعلق بالعباد، فإن كانت من مظالم الأموال، فتتوقف صحة التوبة منها مع الندم في حقوق الله تعالى على الخروج عن عهدة الأموال وإرضاء الخصم في الحال والاستقبال بأن يتحلل منهم أو يردها إليهم أو إلى من يقوم مقامهم من وكيل أو وارث". (شرح الفقه الأكبر لملا =

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿ومن يعمل سوءًا أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفورًا رحيمًا﴾(۱)، ﴿قل يا عبادي الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعًا إنه هو الغفور الرحيم﴾(۲)۔

وجاء في الحديث: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له"(۳)۔

حقوق عباد لازمہ میں یہ درجہ ہے کہ محض اللہ پاک کے سامنے زبان سے توبہ کرنا کافی نہیں، بلکہ یا وہ حقوق ادا کرے، یا صاحب حق سے معاف کرائے، بغیر اس کے وہ حقوق معاف نہ ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: سعید عبداللطیف، ۲۸/صفر/۵۹ھ۔

بغیر توبہ کے کبیرہ گناہ کی معافی

سوال[۱۰۲۳]: کوئی شخص گناہ کبیرہ کرے تو کیا وہ بغیر توبہ کے کسی عمل سے معاف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت نے ہر گناہ سے توبہ کا حکم دیا ہے(۴)، اور اس کا طریقہ بتایا ہے(۵)، جب تک اس طریقہ

= علي القاري، بحث التوبة، ص: ۱۵۸، قديمي)

"التوبة واجبة من كل ذنب، ... وإن كانت المعصية تتعلق بآدمي فشروطها أربعة: هذه الثلاثة، وأن يبرأ من حق صاحبها، فإن كانت مالاً أو نحوه ردّه إليه" (رياض الصالحين، باب التوبة: ص۵، قديمي)

(۱) (سورة النساء: ۱)

(۲) (سورة الزمر: ۵۳)

(۳) (مشكوة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الثالث، ص: ۲۰۶، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، ص: ۳۱۳، قديمي)

(۴) وقال الله تعالى: ﴿وتوبوا إلى الله جميعًا أيه المؤمنون لعلكم تفلحون﴾ (سورة النور: ۳۱) =

سے توبہ نہ کی جائے وہ گناہ معاف نہیں ہوتا، تاہم مالک الملک اپنے فضل وکرم سے جس کے گناہ بغیر توبہ ہی کسی عمل پر معاف فرمادے تو وہ فضل ہے (۱) وہ کسی ضابطہ کا پابند اور مجبور نہیں، انسان پابند ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۳/۸۹ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆
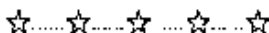
= وقال تعالیٰ: ﴿وأن استغفروا ربكم ثم توبوا إليه﴾ (سورة هود: ۳)

وقال تعالیٰ: ﴿يايها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

(۵) "فإن كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالى لا يتعلق بحق آدمي، فلها ثلاثة شروط. أحدها أن يقلع عن المعصية، والثاني: أن يندم على فعلها، والثالث: أن يعزم أن لا يعود إليها أبداً، فإن فقد أحد الثلاثة، لم تصح ..... وأن يبرأ من حق صاحبها الخ" (رياض الصالحين، باب التوبة: ص: ۲۴، ۲۵، قديمي)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر للقاري، بحث التوبة: ص: ۱۵۸، قديمي)

(۱) "قال الله تعالى: ﴿ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء﴾ من الصغائر والكبائر مع التوبة أو بدونها"

(شرح العقائد النسفي للتفتازاني ص: ۸۵، المطبع اليوسفي)

باب أحكام الزوجين

(میاں بیوی کے حقوق کا بیان)

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا باپ کے گھر جانا

سوال [۹۰۳۵]: اگر کسی عورت کا خاوند کہیں باہر گیا ہوا ہو اور اس کا والد سخت بیمار ہو تو وہ عورت اپنے باپ کے پاس جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تیمارداری اور عیادت کے لئے جاسکتی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/صفر/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/صفر/۶۸ھ۔

شوہر کی رضامندی کے بغیر گھر سے نکلنے والی عورت کی نماز، روزہ کا حکم

سوال [۹۰۳۶]: کوئی عورت صوم وصلوٰۃ کی پابند ہو، لیکن اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف جہاں دل چاہے چلی جاتی ہو، اس کی نماز روزہ قبول ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) "(ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين) في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها، على ما اختاره في الاختيار. ولو أبوها زمناً مثلاً فاحتاجها: فعليها تعاهده ولو كافراً وإن أبى الزوج". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، ۶۰۳، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۹۶، ۱۹۷، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر في الحظر والإباحة، جنس آخر في خروج المرأة من البيت: ۲/۵۳، ۵۴، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، كتاب النكاح، باب النفقة: ۱/۴۲۹، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدا کا فرض (نماز وغیرہ) ادا کرنے کے لئے شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں، شوہر منع کرے تو اس میں شوہر کی اطاعت بھی جائز نہیں (۱)، ہاں! بغیر شوہر کی اجازت کے اپنی ماں یا بہن وغیرہ کے یہاں جانے کی اجازت نہیں، کوئی سخت مجبوری ہو تو دوسری بات ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

بلا اجازتِ شوہر گھر سے باہر غائب رہنا

سوال [۷۰۳۴]: زید نیک اور خلیق مسلمان ہے، اس کی شادی ہوئے بیس سال ہوئے، اس کے سات بچے ہیں۔ چند ماہ پہلے ایک قرض کی ادائیگی کے لئے وہ تین ماہ باہر رہا، بیوی کو نصیحت کی کہ گھر چھوڑ کر کہیں نہ جائے اور ان سب کا پورا انتظام کر کے گیا تھا، لیکن غیر موجودگی میں وہ ایک روز گھر سے اچانک اکیلی پوری رات غیر حاضر رہی اور دوسرے دن صبح گیارہ بجے واپس آئی۔ زید کے بھائی نے غیر حاضری کا سبب پوچھا تو بتلایا کہ دھوپ کے موسم میں لوگ دریا کو نہانے جاتے ہیں اور وہاں کمروں کا انتظام ہے، رات کو واپسی کی بس نہیں ملی اور مجبوراً وہاں رہی۔ یہ عذر زید کے بھائی کو قبول نہ ہوا اور لوگ بھی چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ چند روز بعد زید واپس آیا اور اس کو حقیقت معلوم ہوئی، اس کے پوچھنے پر وہی جواب ملا۔

زید کے مکان میں ایک نوکرانی ہے وہ کہتی ہے کہ کسی ایک مرد کے ساتھ بولتی اور آتی جاتی تھی، کوئی بد

---

(۱) "فقام عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه، فلقيه بين الناس قال: فذكر يوم قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الله". فقال عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه للحكم: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا طاعة لأحد في معصية الله تبارك و تعالى". وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة في معصية الله تبارك و تعالى". (مسند أحمد، بقية حديث الحكم بن عمرو الغفاري رضي الله تعالى عنه: ۵/۹۴، ۲۰۰، (رقم الحديث: ۲۰۱۳۰، ۲۰۱۳۵، ۲۰۱۳۰)، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وقال "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في معصية: ۲/۱۲۵، قديمي)

(۲) تقدم تخريجه تحت عنوان: "شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا باپ کے گھر جانا"۔

فعل تو نظر سے نہیں دیکھی گئی، لیکن شبہ قوی ہوگیا ہے اور زید اس کا منہ دیکھنے پر بھی راضی نہیں، اس کو الگ مکان میں کردیا ہے اور پورا خرچ بھی دیتا ہے۔ سنا ہے وہ بہت روتی ہے۔ اور نماز پڑھتی ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ زید بچوں کے ساتھ آجائے اور منہ دکھائے، مگر زید اپنی ضد پر عمل ہے اور وہ کہتا ہے کہ علماء جو فیصلہ کریں گے اس پر عمل کروں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کے لئے جائز نہیں کہ بلا اجازت شوہر اس کی غیبوبت کی حالت میں گھر سے نکلے اور کئی رات بھر غائب رہے، وہ شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے سخت گناہ کی مرتکب ہوئی (۱)، لیکن بلا اقرار و شہادتِ شرعیہ کے کسی پر زنا کی تہمت لگانا بھی جائز نہیں، ثبوتِ زنا کے لئے شرط ہے کہ یا تو ملزم خود اقرار کرے، یا چار عادل گواہ شہادت دیں، اس کے بغیر زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا، اس لئے شوہر کو بیوی پر شبہ نہ کرنا چاہئے (۲)، خصوصاً جب کہ عورت اپنی نافرمانی پر نادم ہے اور روتی ہے، زید کو چاہئے کہ اسے معاف کردے اور اس کے ساتھ شوہر کی طرح رہے۔

(۱) "فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر: ۱۴۵/۳، سعيد)

"(لا) نفقة لأحد عشر ... و (خارجة من بيته بغير حق) وهي الناشزة)". (الدر المختار، كتاب الطلاق باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۵۷۵/۳، ۵۷۶، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۶۰۲/۳، ۶۰۳، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح الفصل الثامن عشر، جنس آخر في خروج المرأة من البيت: ۵۲/۲، ۵۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء، فاجلدوهم ثمنين جلدة، ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً، وأولئك هم الفسقون﴾ الآية. (سورة النور: ۴)

"(ويثبت بشهادة أربعة) رجال (في مجلس واحد) فلو جاء وا متفرقين، حدوا. بلفظ (الزنا) (ويثبت) أيضاً (بإقراره أربعاً في مجالسه)". (الدرالمختار، كتاب الحدود: ۷/۴-۹، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود: ۳۳۲/۲، ۳۳۴، غفاريه كوئٹه)

اس سلسلہ میں زید پر کوئی گرفت نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

بغیر شوہر کی اجازت کے والدین کے پاس رہنا

سوال [۱۰۲۸۱]: اگر نکاح کے بعد شوہر کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھوں گا اور ملنے کے لئے اپنے والدین کے پاس جاسکتی ہے سال بھر میں دو تین ماہ کے لئے، اور والدین کہتے ہیں کہ ہم بوڑھے ہیں اس لئے شوہر کے پاس سال بھر میں دو تین ماہ جاسکتی ہے۔ اور والدین کی جائیداد بھی ہے اور اس پر گڑبڑ بھی ہوسکتی ہے۔ یعنی والدین کہتے ہیں کہ اگر لڑکی چلی گئی تو ہم جہیز نہیں رکھ سکتے، اس لئے کہ جہیز کے لئے چور وغیرہ کا ڈر ہے اور دور ہوجاتا ہے۔ اور والدین کہتے ہیں کہ ہم کو روٹی پکانا بھی مشکل ہے تو اس صورت میں والدین کے پاس رہے یا شوہر کے پاس؟ و عورت کے لئے فرمانبرداری شوہر کی مقدم ہے یا والدین کی؟ اگر شریعت کے خلاف کسی کی بات نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

والدین کا یہ مطالبہ صحیح نہیں (۱)، اگر بغیر شوہر کی اجازت کے عورت والدین کے گھر اس طرح رہے گی تو نافرمان ہوگی اور اتنی مدت کا نفقہ بھی نہیں ملے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/جمادی الاولیٰ/۶۱ھ۔

---

(۱) "فالمرأة وللزوج أن يسكنها حيث أحب، ولكن بين جيران الصالحين". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على أعوانه: ۳/۶۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۹، رشيدية)

(۲) "(لا) نفقة لأحد عشر ... وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۳/۵۷۵، ۵۷۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۷۹، غفارية كوئٹه)

(والفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول: ۱/۵۴۵، رشيدية)

کتنی مدت تک شوہر بیوی سے الگ رہ سکتا ہے؟

سوال [۶۱۲۱]: اگر کوئی شخص نوکری کے لئے سفر کرے تو اپنی جوان عورت گھر میں چھوڑ کر کتنے ماہ رہنے سے گنہگار ہوگا، ورمرد کے لئے کتنے ماہ کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحت، قوت، شہوت، صبر وتحمل کے اعتبار سے عورتوں کے حالات یکساں نہیں، تاہم چار ماہ سے زائد بلا بیوی کی رضامندی واجازت کے باہر رہنا بے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۳ھ۔

بیوی کا شوہر کو اپنی والدہ کی ملاقات سے روکنا

سوال [۶۱۲۲]: عمر کی والدہ اپنے دوسرے خاوند کے لڑکے، لڑکیاں سے کر عمر کے ساتھ رہتی تھیں اور اس کی بیوی بچوں کا حق تلف کرتی رہتی تھی، عمر ان کے احترام کی وجہ سے کچھ نہیں بولتا تھا، لیکن جب بات حد سے آگے بڑھ گئی اور اس بیوی کو چھوڑنے تک کو کہا، جب کہ ان کی وجہ سے وہ بیویاں اور چھوٹ گئی

---

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها". (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "ويؤيد ذلك أن عمر رضي الله تعالى عنه لما سمع في الليل امرأة ... فسأل بنته حفصة رضي الله تعالى عنها: كم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت: أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۳/۳، سعيد)

وقال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالى: "واعلم أن هذا الإطلاق ... الاختيار في مقدار الدور إلى الزوج ... لا يمكن اعتباره على صرافته، فإنه لو أراد أن يدور سنة سنة ما يظن إطلاق ذلك له، بل ينبغي أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء، وهو أربعة أشهر". (فتح القدير، كتاب النكاح، باب القسم: ۴۳۴/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۲/۳، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۹۳/۲، مكتبه إمداديه ملتان)

تھیں۔ آپ کے یہاں تفصیل سے لکھ کر جب فتویٰ لیا، تو یہ معلوم ہوا کہ ان کو اپنے موجودہ خاوند کے پاس رکھا جائے، لیکن اگر والدہ تنگدست رہتی ہیں تو ان کی ترم کمانے والی اولاد پر برابر برابر اپنی ماں کے خرچ کا حق عائد ہوتا ہے۔ اور عمر کو وقتاً فوقتاً اپنی والدہ کے پاس کچھ تحفے لیکر حاضر ہوتے رہنا چاہئے اور ان کی سعادت مندی حاصل کرتے رہنا چاہئے۔

اب عمر کی والدہ اپنے موجودہ خاوند کے پاس مع بچوں کے رہنے لگی ہیں اور عمر اگر ان تمام باتوں پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے تو اس کی بیوی منع کرتی ہے اور والدہ کو خرچ بھیجنے سے منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ان کے اپنے لڑکے لڑکیوں کو اسکولوں میں پڑھا رہے ہیں تو کیا تنگدست ہیں؟؟ اچھا اگر مان بھی لیا کہ وہ تنگدست نہیں ہیں تو والدہ کے پاس تحفے لے کر تو عمر کے حاضر ہونے کا حق باقی رہتا ہے تو اس کی بیوی کہتی ہے اور بضد ہے کہ تم نہ اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور نہ والدہ کو یہاں اپنے پاس کبھی بلاؤ، کیونکہ انہوں نے ہم لوگوں کے اوپر سحر کر دیا تھا، آپ وہاں جائیں گے تو آپ کے اوپر بھی پھر سحر کرائیں گی اور ہم لوگوں کا نہ جانے پھر کیا حال ہوگا؟ عمر کے یہ کہنے پر کہ اب وہ سحر نہیں کرائیں گی، مجھے جانے دو، تو وہ کہتی ہے کہ اگر آپ وہاں گئے یا والدہ کو یہاں بلایا تو میں آپ سے طلاق لے لوں گی۔ تو ایسی حالت میں عمر کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو سحر کا خطرہ ہے، اس کی حفاظت کے لئے پانچوں نمازوں کے بعد چاروں قل اور الحمد اور آیۃ الکرسی تین تین دفعہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کریں، انشاء اللہ تعالیٰ سحر کے خطرہ سے حفاظت رہے گی اور جب تحفہ لے کر کبھی کبھی والدہ کے پاس جائیں گے تو والدہ خوش ہوں گی، سحر نہیں کرائیں گی، بیوی کو وہم ہے، اس کو سمجھانا چاہئے، خدا کرے وہ بھی خوش رہے اور طلاق طلب نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۱ھ۔

ولادت کے وقت بیوی کی مدد کرنا

سوال [۱۰۴۱]: میاں نور محمد صاحب پیش امام ساکن قصبہ بندھ ضلع راولپنڈی نے اپنی حاملہ بیوی

کی نصف شب وقت تولید قیمتی امداد کی رات کی سردی و دیگر اعذار کے باعث آ جانے کو نہ بلا سکا، دونوں میاں بیوی نے اس کام کو انجام دیا، لڑکے کو غسل دینے کے بعد کانوں میں اذان دی گئی۔ یہ قصہ رفتہ رفتہ شہرت پکڑ گیا۔ آخر امام میاں صاحب کو چند دیہاتی علمائے کرام نے اس فعل کے ارتکاب پر دباؤ ڈالا کہ تم نے خلاف شرع نجاست وغیرہ میں ہاتھ ڈالے، توبہ کرو، ورنہ گلے میں چپل ڈال کر توبہ پر مجبور کیے گئے۔ میاں صاحب نے مسجد میں عام مجلس میں توبہ کی۔

کیا ایسے وقت اپنی بیوی کی امداد کرنی یعنی دائی کا کام کرنا شرعاً جرم ہے؟ اور ایسی ذلیل حالت کرا کر توبہ کرائی، از روئے شرع شریف اس فعل پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً یہ فعل حرام اور ناجائز نہیں (۱)، جو لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، ایسے فعل کی بنا پر امام کے ساتھ ایسی تذلیل کا معاملہ کرنا سخت حماقت ہے، جہالت ہے بلکہ معصیت ہے (۲)۔ ان دیہاتیوں اور دیہاتی علماء کو توبہ اور امام سے معافی مانگنا واجب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۲/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/ ذی الحجہ/ ۵۹ھ۔

بیوی کے حقوق نافرمانی کی صورت میں

سوال [۹۰۴۲]: التماس ہے کہ چونکہ یہ بندہ عاجز ایک مدت سے اپنی عورت کے معاملہ میں خوف

---

(۱) شوہر کے لئے بیوی کے اعضائے مستورہ کو دیکھنا جائز ہے، خاص کر جب اعذار کی بنا پر یہ کام کیا

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "(قوله: ومن عرسه وأمته) فينظر الرجل منهما وبالعكس إلى جميع البدن من الفرق إلى القدم ولو عن شهوة" (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۶/ ۳۶۶، سعيد)

(۲) "وقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام: دمه وماله وعرضه" (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ص: ۴۲۲، قديمي)

آخرت سرگرداں و پریشان ہے جس کے لئے آپ حضرات کی توجہ خاص کا محتاج ہے، اب چونکہ بندہ سے بدون حقیقت حال اور مقصود دل ظاہر کئے سوال نہیں کرتے، اس لئے کچھ حالات مجمل و مختصراً ظاہر کر کے سوال پیش کرتا ہوں تاکہ مقصود کے سمجھنے میں اور جواب دینے میں سہولت ہو۔

حضرت! میں اپنی عورت کے دائمی الٹ پھیر کے چکر میں چودہ سال سے فکر و بے کلی کی زندگی بسر کر رہا ہوں، وہ الٹ پھیر کی کیفیت ہے کہ کبھی کسی وقت مجبوری و مصلحت سے چند وعدوں کے ساتھ میل جول کر لیتی ہے، کبھی ان وعدوں کو تاویلیں کر کے پھر عہد شکنی و فریب کرتی ہے، کبھی مطلق ہمبستری سے بلا عذر اور کبھی کچھ عذر کے ساتھ ہمیشہ کے لئے انکار کرتی ہے اور کبھی اس کے برعکس وہ عذر غائب ہو جاتا ہے، کبھی بالقصد فتنہ و فساد کی آڑ رکھ کر اور فریب دے کر دو ایک سال کے لئے اپنی خالہ کے گھر بھی جاتی ہے (باوجودیکہ ماں بھی موجود ہے لیکن وہاں نہیں جاتی) اور باوجود ہر ممکن کوشش کے واپس نہیں آتی، لیکن وہاں جب اس کا دل گھوم پھر کر تھوڑا سودہ ہو کر اکتا جاتا ہے تو پھر خود اپنی مرضی سے واپس آ کر میل جول کر لیتی ہے۔

کبھی عورت مذکورہ کی کسی بیجا حرکت و ضد (یعنی اپنی خوشی کو دفعۃً کسی سابقہ ناخوشی و شکایت سے بدل کر ہمراہ چلنے سے انکار کرنا) کے باعث میری آبروریزی بھی اس کی خالہ اور ماموں کے ذریعے سے ہوئی ہے، یہاں تک کہ ذرا سی بات میں فحش گالی گلوچ اور جوتا لیکر دکھلانے دھمکانے کی نوبت تک آ گئی ہے، اگر میں صبر و تحمل سے کام نہ لیتا تو جوتا کھانا یقینی تو تھا ہی، اب آئندہ کی خبر خدا ہی کو ہے کہ کہاں تک نوبت پہونچتی ہے۔

یہ تو ساتھ پڑھنے کی صورتوں میں ہے اور ساتھ رہنے کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ سوائے پریشانی اور الجھن کی ترقی ہونے کے کوئی اطمینان نہیں اور دنیاوی و دینی نقصان اور قول و فعل نافرمانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

یہ مصیبت چودہ سال سے برداشت کر رہا ہوں اور بالکل بیزار ہوں تحمل کی قوت نہیں۔ لیکن اب تک بوجہ شرعی احکام نہ معلوم ہونے کے کوئی عملی کارروائی نہیں کی، محض زبان سے بکتا رہا۔ اب مقصود یہ ہے کہ اس عورت سے تعلق منقطع کر کے عقد ثانی کروں، لہٰذا مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر چار سوال ذہن میں ہیں ان کو معلوم کرنا چاہتا ہوں:

اول: یہ کہ طلاق دینے پر مہر کے متعلق شرعی فیصلہ کیا ہے؟

دوم: یہ کہ طلاق بدون دیئے اگر عورت مذکورہ سے جدائی دائمی کروں تو شرعاً اس کی صورت کیا ہونی چاہیئے اور کیونکر اور کس بنا پر کر سکتا ہوں؟

سوم: یہ کہ مندرجہ بالا صورتوں میں طلاق دینا شرعاً زیادہ بہتر ہے یا دائمی قطع تعلق بہتر (یعنی نان نفقہ ہمیشہ کے لئے بند کر کے عقد ثانی کر سکتا ہوں)۔

چہارم: یہ کہ عقد ثانی کی بنا اور سبب محض مذکورہ عورت کی نافرمانی ایذا رسانی ہے تو مہر نان ونفقہ ہر دو صورت میں یعنی طلاق یا بدون طلاق قطع تعلق شرعاً کا فیصلہ ہوگا اور ادائیگی کی کوئی صورت نہ ہو اور دوسری عورت کا نان ونفقہ بھی واجب ہو گیا ہو۔

۱۔ اگر شوہر عورت کو نامحرم رشتہ داروں سے پردے کا حکم کرے اور عورت نہ مانے تو یہ نافرمانی ہے یا نہیں، اور ایسی حالت میں شوہر اپنے سکوت پر گنہگار ہوگا یا نہیں؟

۲۔ عورت کے نامحرم رشتہ دار خلاف شرع اقوال وافعال پر مداومت رکھتے ہوں یعنی بیڑی پی کر بیٹھنا نصف ران تک کھل جائے، داڑھی منڈوانا، رشوت وغیرہ لینا، تو اگر شوہر ایسی صورت میں بے پردگی سے روکے خصوصاً شادی وغیرہ کے موقع پر اور عورت زبردستی چلی جائے تو یہ نافرمانی ہے یا نہیں؟ تو ایسی صورت میں جبکہ شوہر بے قابو ہو تو کیا صورت اختیار کرے؟

۳۔ عورت کے نزدیک کوئی خدمت یا قول وفعل بظاہر شوہر کی بھلائی وخوشی کے لئے ہو، لیکن شوہر کو اذیت ہو، لیکن عورت اپنی تجویز شدہ خدمت سے باز نہ آوے یہاں تک کہ شوہر کے اظہار اذیت کے بعد بھی نادم نہ ہو، بلکہ خود تاویلیں کرتی رہے اور اپنے ہم خیال، خلاف شرع دنیا دار لوگوں کی تصدیق کرا کر مطمئن ہو جائے تو یہ عورت "عذر گناہ بدتر از گناہ" کی مصداق شرعاً ہوگی یا نہیں؟ اور اسی پر بس نہیں بلکہ شوہر کو نرالے القاب سے خطاب دیکر تمام میں رسوا وبدنام کرتی پھرے تو ایسی صورت میں شوہر کو شرعاً کیا اختیار ہوگا اور عورت شرعاً نافرمان ہوگی یا نہیں؟

۴۔ شوہر کو قولی وفعلی رنج نہ پہنچانا عورت پر واجب ہے یا نہیں؟

۵۔ اگر کسی وقت شوہر کسی مصلحت سے روٹی دال کھانا چاہتا ہے اور عورت محض فریب دینے کے لئے کہتی ہے کہ نہیں میں تم کو حلوہ کھلاؤں گی، کیونکہ تم کمزور ہو، اور جب اس کے برعکس کا حکم کرے تو عورت یہ حیلہ

کرے کہ نہیں میں تو دال روٹی پکا دوں گی چونکہ تو نے اس مرتبہ پکانے پر جھگڑا کیا تھا اور تیری اطاعت عجیب ہے کبھی کچھ کہتے ہو کبھی کچھ، جب گھر دیکھ کر حلوہ کھانا چاہتی ہوں تو کفایت کرتے ہو اور جب میں کفایت کرتی ہوں تو فضول خرچی کرتے ہو۔ بہرحال کسی طریقے سے تمام دین و دنیا کے کاموں میں اپنی مرضی اور ذاتی اغراض کو دخل دے کر شوہر کے حکموں کو رد کرتی ہے اور دنیا کی نگاہوں میں بظاہر سرخرو ہو کر شوہر کو لاجواب کر دے تو یہ نافرمانی ہے یا نہیں؟

بہرحال ایسی حالت میں جب کہ خیرخواہی کے پردے میں اپنا کام کرنا اور خواہشات کو پورا کرنا اور دنیا کو ظاہری بہتری دکھا کر فریب دینا اور شوہر کو لاجواب کر کے رسوا اور بدنام کرنا اپنے کو پاک صاف جان کر خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنا ایسی صورت میں شوہر کونسا مستقل فیصلہ کرسکتا ہے؟

(الف) اگر مرد کو اپنی عورت سے بجائے دینی و دنیوی راحت و نفع کے اذیت و نقصان پہونچے اور فکر و الجھن کا باعث ہو تو ایسی صورت میں شوہر اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے کونسا طریقہ اختیار کرے؟ جب کہ نان و نفقہ کے علاوہ نیا دن ہزار مہر میں بھی جکڑا ہوا ہو اور مقدمہ عالی کی بھی ضرورت ہو تو کونسی صورت ہے جس سے آخرت کے مواخذہ سے سبکدوش ہو کر مقدمہ عالی کرسکتا ہے یا نہیں؟

(ب) بالفرض اگر شوہر عورت مذکورہ کی اذیتوں کی بنا پر تنگ آکر طلاق دیدے اور عورت متعلقہ کا مہر مجبوراً ادا نہ کرسکے تو قیامت کے دن شوہر سے مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

(ج) اور اگر تھوڑا تھوڑا متفرق طریقے سے ادا کرتا رہے اور آگے جا کر اس سے مجبور ہو اور کچھ باقی رہ جائے کم ہو یا زیادہ تو کیا اس کے عوض میں عتاب و عذاب شوہر پر ہوگا یا نہیں؟

(د) بہرحال عورت کی تو تعجب اور نافرمانیوں کی صورت میں اول یہ کہ بدون طلاق دیئے عورت سے دائمی جدائی بے تعلقی کی کیا صورت ہوگی؟ کہ جس کی وجہ سے شوہر کو ہمیشہ کے لئے نان و نفقہ بند کرنے کا حق حاصل ہو جائے۔

دوم: یہ کہ صورت مذکورہ کی بنا پر اگر شوہر طلاق دیدے اور مہر بالکل ادا نہ کرسکے یا تھوڑا ادا کر کے مجبور ہو جائے تو ہر صورت میں شوہر سے مواخذہ شرعی ہوگا یا نہیں؟

سوم: یہ کہ صورت مذکورہ کی بنا پر طلاق دینا بہتر ہے یا قطع تعلق دائمی بہتر ہے بغیر نان و نفقہ کے؟

(ر) بالفرض اگر مدمقابل کو دیکھ کر پہلی عورت کا شوہر کو اپنا حق نہ سمجھ کر دماغ درست ہو گیا اب وہ مکمل حقوق کی خواہش کرے یا کسی دوسرے سبب سے شوہر سے مکمل تعلقات کی خواہش کرے اور شوہر کے دل نے خواہش دی کہ اب عورت مذکورہ اذیت وغیرہ سے توبہ کرکے مکمل کرنا چاہتی ہے تو ربا کے شبہات پر ایسے وقت (جب کہ دوسری عورت کے نان ونفقہ کا بار پہلے سے ہو چکا ہے، وہ شوہر پہلی عورت کے نان ونفقہ سے قاصر ہو) شریعت کا کیا حکم ہے؟

(س) اگر شوہر کا ذہن پہلی عورت کے بارے میں کسی جانب گواہی نہ دیتا ہو، دونوں جانب برابر ہوں تو نان ونفقہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(ص) اگر شوہر کا دل شہادت نہ دے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

۷... اگر کسی مرد کی دو بیویاں ہوں تو نان ونفقہ دونوں کا برابر ہوگا یا کم وبیش خاندان کے اعتبار سے اور اگر شوہر دونوں کو برابر دے یا مجبوری سے برابر دے تو مستحق عذاب تو نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... مرد کے ذمہ واجب ہے کہ عورت کو شرعی پردہ کا حکم دے، اگر عورت نہ مانے تو مرد کو اس کا بھی حق ہے کہ عورت کو مناسب سزا دے، اگر مرد باوجود قدرت کے عورت کو بے پردگی سے نہیں روکے گا تو گنہگار ہوگا:

"للزوج أن يعزر زوجته على أربعة أشياء، وما في معناها، ومنه ما إذا كشفت وجهها لغير محرم، أو كلمت أجنبياً. اهـ. بحر: ۵/۴۹(۱)۔

۲... مرد کے لئے جائز نہیں کہ ایسے مواقع پر عورت کو جانے کی اجازت دے، اگر اجازت دیگا تو گنہگار ہوگا، عورت اگر بغیر اجازت جائے گی تو نافرمان ہوگی اور شوہر کو حق ہوگا کہ اگر وہ بغیر اجازت کسی دوسری جگہ رہے اس کا نفقہ نہ دے۔ اگر اس کی ماں، بہن وغیرہ کبھی کبھی ملنے آجائیں تو ان کو ملنے سے منع نہ کرے، البتہ شب کو ٹھہرنے سے اور زیادہ آنے سے منع کرسکتا ہے:

(۱) (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۵/۴۹، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في تعزير المتهم: ۴/۷۷، سعيد)

"ولا یمنعها من الخروج إلی الوالدین في کل جمعة إن لم یقدرا علی إتیانها، ولا یمنعهما من الدخول علیها في کل جمعة، وفي غیرهما من المحارم في کل سنة. ویمنعهم من الکینونة عندها، به یفتی. ویمنعها من زیارة الأجانب وعیادتهم والولیمة، وإن أذن کانا عاصیین، اھ". درمختار: ۲/ ۱۰۲۸(۱)۔

۳.....عورت کے لئے جائز نہیں کہ شوہر کو اس طرح پریشان کرے، بلکہ شوہر کی رضا جوئی اس کے ذمہ لازم ہے، مگر ان امور کی وجہ سے نفقہ بند کرنے کا اختیار نہیں، ہاں! اگر سخت کلامی کرے اور گالی دے تو مناسب سزا دینے کا اختیار ہے۔

۴.....اس کا جواب نمبر: ۳ میں آ گیا۔

۵.....اس کا جواب نمبر: ۳، میں آ گیا۔

۶.....(الف) اپنی حیثیت سے زیادہ کیوں مہر مقرر کیا تھا، اب کسی طرح منت خوشامد کر کے مہر معاف کرالے اور طلاق دیدے، اگر یہ صورت نہ ہو سکے تو کسی کو درمیان میں واسطہ قرار دے کر خلع کرے(۲) یعنی شوہر اپنے حقوق ساقط کر دے اور زوجہ اپنے حقوق ساقط کر دے پھر دوسرا عقد کرلے، لیکن اگر دوسری عورت بھی ایسی ہی یا اس سے بھی زیادہ خراب نکلی تو کیا کرے گا؟

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الکلام علی المؤنسة: ۳/ ۶۰۲، ۶۰۳، سعید)

(وکذا في خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الثامن عشر، جنس آخر في خروج المرأة من البیت: ۲/ ۵۲، ۵۳، رشیدیه)

(وکذا في فتاوی قاضي خان، کتاب النکاح، باب النفقة: ۱/ ۴۲۹، رشیدیه)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/ ۱۸۹، ۱۹۰، غفاریه کوئٹه)

(۲) قال الله تعالی: ﴿فإن خفتم ألا یقیما حدود الله، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال یخلعها به". (الفتاوی العالمکیریة، الباب الثامن في الخلع وما في حکمه: ۱/ ۴۸۸، رشیدیه)

(وکذا في الهدایة، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۲/ ۴۰۳، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(ب) اگر باوجود وسعت کے مہر ادا نہ کیا، نہ عورت نے معاف کیا تو یقیناً مواخذہ ہوگا، اگر ادا کرنے کی پختہ نیت تھی اور حتی الوسع کوشش بھی کی لیکن پھر بھی ادا نہ کر سکا تو امید ہے کہ مواخذہ سے بچ جائے گا:

"رجل مات وعليه قرض، ذكر الناطفي: نرجو أن لا يكون مواخذاً في دار الآخرة، إذا كان في نيته قضاء الدين، كذا في خزانة المفتين. اهـ". فتاوی عالمگیری: ۵/۳۸۶(۱)۔

(ج) جو مہر باقی رہ گیا اس کا بھی وہی حکم ہے جو کل مہر کا ہے۔

(د) اس کی کوئی صورت نہیں، ایسا کرنا گناہ ہے (۲)۔ ہاں! اگر عورت بغیر شوہر کی اجازت و رضامندی کے کسی جگہ مثلاً والد کے گھر چلی جائے تو اس کی واپسی تک شوہر کو نفقہ بند کرنے کا حق رہے (۳)۔

دوم: اس کا جواب نمبر ا، نمبر "ب" میں آچکا ہے۔

سوئم: صبر کرنا بہتر ہے (۴)، اگر صبر نہیں ہو سکتا اور مہر کی ادائیگی یا معافی کی توقع ہے تو

---

(۱) (الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع والعشرون فی القرض والدین: ۵/۳۶۶، رشیدیہ)

(وکذا فی فتح الباری، کتاب الاستقراض وأداء الدیون، باب من أخذ أموال الناس یرید أداءہا أو إتلافہا: ۵/۶۹، قدیمی)

(۲) قال اللہ تعالی: ﴿فأمسکوھن بمعروف أو سرحوھن بمعروف، ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا، ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۳۱)

(۳) "و (لا) نفقۃ لأحد عشر ... وخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود". (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقۃ، مطلب: لا تجب علی الأب نفقۃ زوجۃ ابنہ الصغیر: ۳/۵۷۵، ۵۷۶، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنہر، کتاب الطلاق، باب النفقۃ: ۲/۱۶۹، غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الأول: ۱/۵۴۵، رشیدیہ)

(۴) "وعنہ (أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ) قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: "لا یفرک مؤمن مؤمنۃ إن کرہ منہا خلقاً، رضی منہا آخر". (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء، وما لکل واحد من الحقوق، الفصل الأول، ص: ۲۸۰، قدیمی)

طلاق دیدے(۱) اور دوسری عورت سے نکاح کرکے پہلی کا نان ونفقہ ہمیشہ کے لئے بند کرنا اور بغیر طلاق دیئے جدائی اختیار کرنا حرام ہے(۲)۔

(د) نان ونفقہ بند اور اس طرح قطع تعلق کرنا بھی حرام ہے(۳)۔

(س) نان ونفقہ دینا واجب ہے(۴)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه: ۱/۴۸۸، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۲/۴۰۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "و(لا) نفقة لأحد عشر ... وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة، حتى تعود". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۳/۵۷۵، ۵۷۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۹۴، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الأول: ۱/۵۴۵، رشيديه)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿فأمسكوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف، ولا تمسكوهن ضراراً لتعتدوا، ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه﴾ (سورة البقرة: ۲۳۱)

"وعن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالیٰ عنهما جاءه قهرمان له، فقال له: أعطيت الرقيق قوتهم؟ قال: لا، قال: فانطلق فأعطهم، فإن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "كفى بالرجل إثماً أن يحبس عمن يملك قوته" وفي رواية: "كفى بالمرء إثماً أن يضيع من يقوت". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النفقات وحق المملوك، الفصل الأول، ص: ۲۹۰، قديمي)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلاً﴾. (سورة النساء: ۳۴)

"(فتجب للزوجة على زوجها)؛ لأنها جزاء الاحتباس، وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۷۲، سعيد)

(ص) بہر صورت نان نفقہ دینا واجب ہے اور اس طور پر نان نفقہ نہ دینا حرام ہے (۱)۔

۷... اس میں محقق قول یہ ہے کہ دونوں کی حیثیت اور ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے دونوں کو نفقہ دے، برابری ضروری نہیں، کیونکہ بعض دفعہ ایک زیادہ ضرورت مند ہوتی ہے، دوسری مالدار ہوتی ہے، لیکن شب باشی میں برابری ضروری ہے، اس میں فرق جائز نہیں، اسی طرح ایک کا نفقہ بالکل بند کرنا بھی جائز نہیں:

"يجب أن يعدل: أي أن لا يجور فيه، أي في القسم بالتسوية في البيتوتة وفي الملبوس والمأكول". درمختار. "والحق أنه على قول من اعتبر حال الرجل وحده في النفقة، وأما على القول المفتى به من اعتبار حالهما فلا، فإن إحداهما قد تكون غنية والأخرى فقيرة، فلا يلزم التسوية بينهما مطلقاً في النفقة. اهـ". شامی: ۲/۶۴۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ محرم/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ محرم/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ محرم/ ۵۹ھ۔

بیوی کو والدین سے ملنے سے روکنا

سوال [۹۰۴۳]: ۱... خلاصہ سوال یہ ہے کہ میرے داماد محمد رفیق نے میری لڑکی کو روک لیا ہے اور مجھ سے ملنے نہیں دیتے، دراصل اس کو وہ پیچنا چاہتے ہیں۔ محمد رفیق کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

۲... دراصل ایک ماسٹر صاحب کے توسط سے مجھے فریب دیکر یہ نکاح کیا گیا ہے، اس میں ماسٹر صاحب بھی شریک ہیں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فأمسكوهن بمعروف أو سرحوهن بمعروف، ولا تمسكوهن ضراراً لتعتدوا، ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه﴾ (سورة البقرة: ...)

(۲) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۲۰۱، ۲۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۳۸۱، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... اگر واقعات اسی طرح ہیں تو محمد رفیق کا یہ فعل شرعاً واخلاقاً ہر طرح قابلِ مذمت ہے(۱)۔

۲... اگر اس فریب میں ماسٹر صاحب بھی شریک ہیں تو ان کا یہ فعل قابلِ نفرت وملامت ہے(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

اندیشۂ فتنہ کی صورت میں بیوی کو اس کے میکہ نہ بھیجنا

سوال [۹۰۴۳]: ایک رات مجھ سے میری بیوی نے کہا کہ میں تم سے ایک بات کہتی ہوں کسی سے کہوگے تو نہیں؟ جب اس کو یقین ہوگیا کہ میں کسی سے نہیں کہوں گا تو بیوی نے کہا کہ میرے بھائی نے مجھ سے حرام کاری کی ہے۔ یہ بات حلفیہ کہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اب اس کو اس کے باپ کے گھر بھیجوں یا نہیں؟ مجھ کو تو اس کے بھائی سے ڈر لگتا ہے۔

---

(۱) "(ولا یمنعها من الخروج إلى الوالدین) فی کل جمعة إن لم یقدرا علی إتیانها، علی ما اختاره فی الاختیار. ولو أبوها زمناً مثلاً فاحتاجها، فعلیها تعاهده ولو کافراً وإن أبی الزوج". (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المؤنسة: ۶۰۲/۳، ۶۰۳، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۱۸۶/۲، ۱۸۷، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الثامن عشر فی الحظر والإباحة، جنس آخر فی خروج المرأة من البیت: ۵۲/۲، ۵۳، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، باب النفقة: ۴۲۹/۱، رشیدیہ)

(۲) "عن سفیان بن أسد الحضرمی رضی الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "کبرت خیانة أن تحدث أخاک حدیثاً هو لک به مصدق وأنت به کاذب". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الثانی، ص: ۴۱۳، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کو حق ہے کہ اپنی بیوی کو مستقل طور پر رہنے کے لئے اپنے مکان پر رکھے، اس کی اجازت نہ دے کہ وہ والدین کے مکان پر جا کر رہے(۱)، لیکن والدین سے ملنے کو منع نہ کرے، جب وہ آ کر ملنا چاہیں تو ان کو اجازت دیدے، مگر یہ بھی حق ہے کہ اس کے والدین سے کہہ دے کہ آپ اپنی لڑکی سے ملاقات کیجئے اور رات کو اپنے مکان پر تشریف لے جائیے، یہاں قیام نہ کیجئے اور کبھی کبھی بیوی کو اجازت دیدے کہ وہ والدین کی زیارت کر آیا کرے(۲)۔ جس بھائی سے ملاقات کرنے میں فتنہ ہو اس سے ملاقات کی اجازت نہ دے جب تک فتنہ سے حفاظت کا اطمینان نہ کرے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

لڑکی کو داماد کے گھر جانے سے روکنا

سوال[۵۱۰۳]: جو شخص بلاوجہ اپنی لڑکی کو شوہر کے یہاں جانے سے روکے، ایسے شخص کو شرعاً کیا کہا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص بلاوجہ شرعی اپنی لڑکی کو شوہر کے یہاں جانے سے روکتا ہے وہ ظالم ہے اور زوجین کے درمیان

---

(۱) "وللزوج أن يسكنها حيث أحب، ولكن بين جيران صالحين". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۹، رشيدية)

(۲) (راجع ص: ۵۸۵، رقم الحاشية: ۱)

(وأيضاً راجع عنوان: "بیوی کے حقوق نافرمانی کی صورت میں")

(۳) "الخلوة بالمحرمة مباحة إلا الأخت رضاعاً والصهرة الشابة" (الدر المختار). "وإن كانت الصهرة شابة، فللمحارم أن يمنعوها منه إذا خافوا عليها الفتنة ... والعلة منه أن الحكم كذلك في سنها ونحوها". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۶/۳۶۸، سعيد)

تفریق کرنے میں شیطان کامددگار ہے۔

"عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن إبليس يضع عرشه على الماء، ثم يبعث سراياه يفتنون الناس، فأدناهم منه منزلةً أعظمهم فتنةً، يجيء أحدهم فيقول: فعلت كذا وكذا، فيقول: ما صنعت شيئاً. قال: ثم يجيء أحدهم فيقول: ما تركته حتى فرقت بينه وبين امرأته، قال: فيدنيه منه، ويقول: نعم أنت". قال الأعمش: أراه قال: "فيلتزمه". رواه مسلم، اهـ". مشكوة، ص: ۱۸(۱)۔

یہ حرکت لڑکی کے حق میں بھی خیر خواہی نہیں بلکہ دشمنی ہے، اگر کسی وجہ شرعی سے روکتا ہے تو اس وقت یہ حکم نہیں، اس وجہ کے معلوم ہونے پر اس کا تفصیلی حکم تحریر کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۹/۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، 　صحیح: عبد اللطیف۔

بیوی کی تربیت کا طریقہ

الاستفتاء [۱۰۰۲۹]: عورت کو ہر بات اچھی کہی جاتی ہے یعنی نماز پڑھنے اور اسلام پر پوری طرح رہنے اور خدمت وغیرہ کرنے کو کہا جاتا ہے، لیکن سمجھانے کے باوجود نہیں مانتی تو اس صورت میں عورت کے ساتھ قرآن اور حدیث کے مطابق کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کبھی نرمی اور محبت سے سمجھایا جائے، کبھی دنیا میں حسن سلوک کا لالچ دیا جائے، کبھی اللہ پاک کے احسانات اور آخرت کی نعمتوں کو یاد دلایا جائے، کبھی غصہ ہو کر اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا چھوڑ دیا جائے، کبھی پاس لیٹنا بند کر دیا جائے، کبھی دو چار ایسے لفظ ناگواری کے کہہ دیے جائیں جن سے اس کے دل پر اثر ہو، کبھی کر

---

(۱) (مشكوة المصابيح، باب في الوسوسة، الفصل الأول، ص: ۱۸، قديمي)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۱۴۳/۱، سورة البقرة، پ: ۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

پر ایک دو چپت بھی دیئے جائیں اور اللہ پاک سے دعاء برابر کرتے رہیں کہ وہی مقلب القلوب ہے(۱)۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

بیوی کے ساتھ بدسلوکی کا علاج

سوال[۱۰۳]: میری ہمشیرہ کا شوہر بینک (بنک) میں کام کرتا ہے، قریب ایک سال سے دماغ کچھ معلوم ایسا ہو گیا کہ کام سے چھٹی لے رکھی ہے اور اس کی مالی حالت بھی خراب ہو گئی ہے، عورت کو بہت ستاتا ہے، اس کو گھر سے نکال دیتا ہے، اس کے تین چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں، اس وقت ان کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے، لہذا جناب والا سے گزارش ہے کہ اس کے لئے کوئی مشورہ دیں، بڑی نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جسمانی مرض کی وجہ سے یہ کیفیت ہے تو طبیب یا ڈاکٹر سے علاج کرائیں، اگر خراب صحبت کا اثر ہے تو اچھے ماحول اور صالحین کی صحبت میں رکھا جائے، اگر اقتصادی اور معاشی پریشانی کا اثر ہے تو اس طرح سے

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿واللاتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن﴾ (سورة النساء: ۳۴)

وعن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "استوصوا بالنساء خیراً، فإنهن خلقن من ضلع، وإن أعوج شیء فی الضلع أعلاه، فإن ذهبت تقیمه کسرته، وإن ترکته لم یزل أعوج، فاستوصوا بالنساء".

وقال: "لا یفرک مؤمن مؤمنة، إن کره منها خلقاً رضی منها آخر".

"وعن لقیط بن صبرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قلت: یا رسول اللہ! إن لی امرأة فی لسانها شیء یعنی البذاء، قال: "طلقها" قلت: إن لی منها ولداً ولها صحبة، قال: "فمرها" یقول: عظها، فإن یک فیها خیر فستقبل". الحدیث. (مشکوٰة المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرة النساء وما لکل واحد من واحد من الحقوق، الفصل الأول، الفصل الثانی، ص: ۲۸۰، ۲۸۱، قدیمی)

اعانت کی جائے۔ خدائے پاک حالات بہتر فرمائے۔ آمین۔ فقط۔ والسلام۔

احقر محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۳ھ۔

بیوی کا شوہر کی اطاعت اور خدمت نہ کرنا

سوال [۸۲۰۹]: میری گھروالی میرا کہنا بالکل نہیں مانتی، ہر طریقہ سے سمجھا لیا محبت سے، پیار سے، مار پیٹ سے، میری ماں، رشتہ دار، محلہ والوں نے حتی کہ اس کے ماں باپ نے بھی بہت سمجھایا، لیکن اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ نہ کام کرتی ہے، نہ کھانا پکاتی ہے، مرضی میں آگیا تو پکالیا ورنہ پڑی رہتی ہے، نہ گھر کا کوئی کام کرتی ہے۔ میری بوڑھی ماں ہی سب کام کرتی ہے۔ اگر میرے یہاں کوئی مہمان آجائے تو کوئی بھی پرواہ نہیں کرتی، وہ بغیر چائے وغیرہ کے میری عدم موجودگی میں اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ بعض مہمان ایسے ہیں جن سے پردہ بھی نہیں ہے، ان سے بھی نہیں بولتی، کسی سے بھی کچھ واسطہ نہیں رکھتی، نہ مجھے کھانا پانی دیتی ہے، چاہے کتنی مرتبہ مانگوں، میری ماں اور بھولی کی میرے سامنے چغلی کرتی ہے۔

میری بہن بھولی آجاتی ہیں تو ان سے منہ چڑائے رکھتی ہے، روز یہ کہتی ہے کہ میں گھر چلی جاؤں گی۔ اور ایک دفعہ بچوں کو چھوڑ کر چلی بھی گئی تھی، ڈیڑھ سال کے بعد آئی تھی، اب پھر وہی رٹ لگی ہوئی ہے، بس ناک میں دم کر رکھا ہے۔ میں بہت ہی پریشان ہوں، کیا کروں؟ اگر میری ماں دیکھ بھال نہ کرے تو گھر برباد ہو جاتا، جبکہ کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے، خوشحال ہیں، چار بچے ہیں۔ میں کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بیوی آپ کے لئے بڑا امتحان ہے، اگر آپ صبر وتحمل سے کام لے سکتے ہیں تو انشاء اللہ بہت سی خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا، لیکن آپ کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، اگر یہ برداشت نہ کر سکتے ہوں، اور حقوق ادا نہ کر پاتے ہوں، اور زندگی تلخ ہو جائے تو آپ کو حق ہے کہ اس کو آزاد کر دیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/۹۲ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"بل يستحب: أي الطلاق لو مؤذية أو تاركة صلاة". (الدر المختار، كتاب الطلاق: ۳/۲۲۹، سعيد)

دو بیویوں کی صورت میں ایک سے زیادہ محبت ہونا

سوال [۶۰۴۹]: زید کی دو زوجہ ہیں، اس کو ایک زوجہ سے زائد محبت ہے تو قیامت کے دن اس کا ایک حصہ گرا ہوا ہوگا تو سوال یہ ہے کہ نیچے کا حصہ گرا ہوا ہوگا یا اوپر کا، نیز اس میں کچھ قیود ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر محبت ایک زوجہ سے زائد ہے لیکن نفقہ، معاشرہ میں دونوں کے ساتھ برابری کرتا ہے تو اس کو مضر نہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۷/۸۹ھ۔

بیوی سے پیشہ کرانا

سوال [۶۰۵۰]: ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم بالغہ کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کیا اور اسی روز سے عورت کی مرضی کے خلاف عورت کو چکلہ میں بٹھا دیا اور جبراً اس سے پیشۂ عصمت فروشی کر کے شکم پروری کرتا ہے اور خود کوئی پیشہ نہیں کرتا، اس کو عرصہ ۱۱ سال ہوچکا، وہ اس کو مجبور کرتا ہے اور نکاح کی دھمکی دیتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا نکاح جائز ہے یا فسخ ہوگیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں نکاح فسخ تو نہیں ہوا مگر عورت کو اس شخص کا کہنا ماننا ہرگز جائز نہیں، جس طرح بھی

---

(۱) "(ويجب أن يعدل فيه) أي في القسم بالتسوية في البيتوتة (وفي الملبوس والمأكول) والصحبة (لا في المجامعة) كالمحبة، بل يستحب". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: بل يستحب) أي ما ذكر من المجامعة...، أما المحبة فهي ميل القلب، وهو لا يملك".

(رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۲۰۲، ۲۰۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۳۷۹ - ۳۸۱، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۲۲۳، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، فصل في القسم ۱/۴۳۹، رشيدية)

ہو سکے اس فعل شنیع سے بچے اور جو تدبیر بھی کر سکتی ہو اس فعل حرام سے بچنے کے لئے اختیار کرے(۱) اور وہ شخص دیوث ہے(۲)۔ دین و دنیا میں ذلیل ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۰/۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۳/ ذی قعدہ/۵۳ھ۔

شوہر تعلیم کے لئے بیوی سے کتنے روز جدا رہ سکتا ہے؟

سوال [۱۱۵۰۰]: زید کے لئے اپنے علاقہ میں تعلیم کا انتظام نہیں ہے، لہٰذا اس کو علم ضروری کے لئے کہیں دور جانا پڑتا ہے، اب وہ کتنے عرصہ تک اپنی عورت سے جدا رہ سکتا ہے، جبکہ دونوں جوان ہیں؟ سال میں ایک مرتبہ بڑی مشکل سے گھر جا سکتا ہے۔ آیا وہ آثم ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) "لا طاعة لمن لم يطع الله". قال العلامة المناوي رحمه الله تعالى: "(لا طاعة لمن لم يطع الله) في أوامره ونواهيه". وفي رواية لأحمد أيضاً: "لا طاعة لمن عصى الله، فإذا أمر الإمام بمعصية، فلا سمع ولا طاعة". كما هو نص حديث البخاري أنه لا يجب ذلك بل يحرم على من قدر على الامتناع. الخ". (فيض القدير، رقم الحديث: ۹۹۰۲، مكتبة نزار مصطفى الباز رياض)

"لا طاعة لأحد في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف".

"لا طاعة لأحد من المخلوقين كائناً من كان ولو أباً أو أماً أو زوجاً في معصية الله، الخ". (فيض القدير: ۱۲/۶۳۸۵، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء: ۷/۲۲۹، ۲۳۰، رشيديه)

(۲) "ديوث: هو من لا يغار على امرأته أو محرمه. ..... قرطبان: مرادف ديوث بمعنى معرّص". (الدر المختار) "(قوله: مرادف ديوث) قال الزيلعي: هو الذي يرى مع امرأته أو محرمه رجلاً فيدعه خالياً بها. وقيل: هو المتسبب للجمع بين اثنين لمعنى غير ممدوح. وقيل: هو الذي يبعث امرأته مع غلام بالغ، الخ". (رد المحتار، باب التعزير، مطلب في الجرح المجرد: ۴/۷۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۵/۷۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۳/۶۳۵، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت کو تحمل ہے اور اس کی اجازت سے شوہر سال بھر میں ایک دفعہ گھر آتا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ گنہگار نہیں ہوگا، ورنہ عورت کی حق تلفی کا مرتکب ہوگا، چار ماہ سے زیادہ باہر رہنا ہے، کذا فی رد المحتار: ۲/۳۹۸(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۰/۴/۹ھ۔

شوہر کتنے روز غائب رہ سکتا ہے؟

سوال [۱۰۵۴]: شوہر کتنے روز غائب رہ سکتا ہے، ایک سال کے لئے روزگار کے لئے پردیس جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت جوان ہو تو اس کو چار ماہ سے زائد چھوڑنا نہیں چاہئے، فتنہ کا اندیشہ ہے، اگر صبر کر سکتی ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہیں تو سال بھر میں بھی مضائقہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "أنه لاينبغي أن يطلق، وله مقدار مدة الإيلاء وهو أربعة أشهر .... ويؤيد ذلك أن عمر رضي الله تعالى عنه لما سمع في الليل امرأة . . . . فسأل ابنته حفصة رضي الله تعالى عنها: كم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت: أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها" (رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۳/۳، سعيد)

"ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۳/۳، سعيد)

قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالى: "واعلم أن هذا الإطلاق .... لاخيار في مقدار الدور إلى الزوج ... لايمكن التقدير على عرفه، لأنه لو أراد أن يدور سنة سنة ما يظن إطلاق ذلك له، بل ينبغي أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء، وهو أربعة أشهر". (فتح القدير، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۰۳/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۲/۳، رشيدية)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "شوہر تعلیم کے لئے بیوی سے کتنے روز علیحدہ رہ سکتا ہے؟")

شوہر کتنے روز تک بیوی سے دور رہ سکتا ہے؟

سوال[۹۰۵۲]: معاش کی تلاش میں ایک شخص بیوی کی بغیر اجازت کتنا عرصہ باہر گزار سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار ماہ کے اندر اندر بغیر بیوی کی اجازت کے باہر رہنے کی اجازت ہے، اس سے زائد میں اس کی رضامندی حاصل کرلی جائے (1)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۸۸ھ۔

سال بھر باہر رہ کر ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بیوی کے پاس رہنے کے بعد پھر نکلنا

سوال[۹۰۵۳]: ۱…ایک شخص اپنی بیوی سے سات آٹھ ماہ جدا رہتا ہے، یہ بیوی کی خاموش اجازت یا تقدیر یا وضمناً اجازت کے بعد ہوتا ہے۔ تو کیا از روئے شرع اس کی اجازت ہے؟

۲…نیز اس جدائی کے بعد کتنے روز بیوی کے پاس رہنے سے حق ادا ہوگا؟

۳…کوئی شخص کثیر مدت جدا رہنے کے بعد ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بیوی کے پاس رہ کر پھر کسی دینی کام میں ڈیڑھ ماہ کے لئے باہر جانا چاہتا ہے تو اس میں بیوی کی اجازت لینی ہوگی یا نہیں؟ اس صورت میں بیوی کی حق تلفی

---

(1) "ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "ويؤيد ذلك أن عمر رضي الله تعالى عنه لما سمع في الليل امرأة ...... فسأل ابنته حفصة رضي الله تعالى عنها: كم تصبر المرأة عن الرجل؟ فقالت: أربعة أشهر، فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۳/۳، سعيد)

قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالى: "واعلم أن هذا الإطلاق .... الاختيار في مقدار الدور إلى الزوج .... لا يمكن اعتباره على عمومه، فإنه لو أراد أن يدور سنة سنة ما يظن إطلاق ذلك له، بل ينبغي له أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء، وهو أربعة أشهر". (فتح القدير، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۰۳/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۴/۳، رشيديه)

تو نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....اگر قرائن قویہ سے اس کی رضا معلوم ہو جائے تو یہ بھی کافی ہے۔

۲.....صحت ومزاج کے اعتبار سے یہ حکم مختلف ہو سکتا ہے۔

۳.....گذشتہ غیوبت جب کہ اذن ورضا سے رہی، گو وہ صراحۃً نہ ہو تو ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ پاس رہ کر ماہ ڈیڑھ ماہ کی غیوبت کے لئے اذن کی ضرورت نہیں جب کہ نفقہ کی تنگی نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۴ھ۔

شادی کے بعد کتنی مدت کے لئے سفر میں رہنے کی اجازت ہے؟

سوال[۱۰۰۵۵]: ایک شخص نے شادی کی اس کے بعد وہ حصولِ علم کے لئے بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام کرکے باہر نکلا تو بیوی نے اجازت نہیں دی۔ تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں اور کتنی مدت تک وہ باہر قیام کر سکتا ہے؟

عبدالجلیل ہزاروی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کا حق نان ونفقہ کے علاوہ کچھ اور بھی ہے اس کا کیا انتظام کیا؟ اگر وہ جوان ہے اور جذبات پر قابو نہ پاسکی تو اس کا حق ضائع ہوگا، ہاں! اگر اس کو توبہ ہے اور اس نے بخوشی اتنی طویل مدت کی اجازت دیدی اور کسی معصیت کا خطرہ نہیں تو اجازت ہے، ورنہ چار ماہ میں ایک دفعہ اس کے پاس آجایا کرے: "ویجب دیانۃً أحیاناً، ولا یبلغ مدۃ الإیلاء إلا برضاھا"۔ درمختار(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۸۹ھ۔

---

(۱) تقدم تخریجہ تحت عنوان: "شوہر تعلیم کے لئے بیوی سے کتنے روز جدا رہ سکتا ہے"؟

(۲) قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحتھا: "ویؤید ذلک أن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما سمع فی اللیل من امرأۃ........ فسأل ابنتہ حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: کم تصبر المرأۃ عن الرجل؟ فقالت: =

بیوی کو خطاء پر سزا دینا

سوال[۹۰۵۶]: اپنی بیوی کو کس کس کام کے لئے مارنا جائز ہے اور کس جگہ جائز ہے اور کس جگہ ناجائز ہے؟ اگر مارے تو شریعت میں کیا حکم ہے؟ مرد اپنی بیوی سے کیا کیا خدمت لے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ زوجہ اپنے شوہر کی بے حرمتی کرے، یا کسی اجنبی کے سامنے چہرہ کھولے اور اس سے ہنسی مذاق کرے، یا چھوٹے بچے کو رونے کی وجہ سے مارے، یا شوہر کے حقوق میں حکم عدولی کرے، یا کوئی ایسا گناہ کرے جس پر شرعاً حد مقرر نہیں ہے تو ان سب صورتوں میں مارنا جائز ہے، اور جب شوہر ناحق مارے گا تو گنہگار ہوگا، والبسط فی البحر: ۵/۴۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم۔

= أربعة أشهر، فالأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۳/۳، سعيد)

قال المحقق ابن الهمام رحمه الله تعالى: "قوله: ولا اعتبار في مقدار الدور إلى الزوج ... ... واعلم أن هذا الإطلاق ... ... لا يمكن اعتباره على صرافته، لأنه لو أراد أن يدور سنة سنة ما يظن إطلاق ذلك له، بل ينبغي أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء، وهو أربعة أشهر". (فتح القدير، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۳۰۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۳۸۲، رشيديه)

(۱) "للزوج أن يضرب زوجته على أربعة أشياء وما في معناها ... ما إذا ضربت جارية زوجها غيرة، ولا تتعظ بوعظه، فله ضربها. وينبغي أن يلحق به ما إذا ضربت الولد الذي لا يعقل عند بكائه ... ... ومنه: إذا شتمته أو مزقت ثيابه أو أخذت لحيته، أو قالت له: يا حمار ... ومنه: إذا كشفت وجهها لغير محرم، أو كلمت أجنبياً، أو تكلمت عمداً مع الزوج، أو شاغبت معه ليسمع صوتها الأجنبي". (البحر الرائق: ۵/۸۲، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير، رشيديه)

بیوی کو سزا دینا

سوال [۱۰۰۵۱]: میری بیوی نیک، وفا شعار ہے، ۲۰/ برس شادی کو گزر گئے، کبھی ناراضگی نہیں ہوئی، میں ۱۹۶۸ء کو حج کو گیا اور بیوی سے کہا کہ گھر سے باہر مت نکلنا، لیکن وہ ایک دفعہ منجھیا گئی، میں حج سے واپس آیا تو واقعہ مجھے بتا دیا گیا۔ میرا ایک سالا مجھے لینے بمبئی آیا، میں نے اس سے کہا کہ اپنی بہن کو گھر لے جاؤ، وہ اپنے گھر لے گیا۔ محلہ والوں نے میری بیوی کو بے قصور کہا، لیکن مجھے شک تھا۔ اب ۸/۹ ماہ سے بیوی کی شکل نہیں دیکھی، ویسے نفقہ دیتا رہا۔ بچے میرے پاس ہیں، اس کو ابھی تک گھر نہیں لایا اور بچوں سے نہیں ملوایا۔ یہ سزا کافی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلطی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے، مرد ہو یا عورت سب سے ہی کچھ نہ کچھ چھوٹی بڑی غلطی ہو جاتی ہے، غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کرنے سے اللہ پاک بھی معاف فرما دیتے ہیں(۱)۔ آٹھ مہینے تک آپ نے اس کو الگ رکھا، یہ سزا بہت کافی ہے، اس مدت میں آپ اس کو خرچ دیتے رہے، یہ مزید احسان کیا۔ بچوں سے ملوانا چاہیے، اتنی طویل جدائی اچھی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

= (وكذا في رد المحتار: ۴/۷۷، ۷۹، كتاب الحدود، باب التعزير، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۳/۱۷۲، ۱۷۳، كتاب الحدود، فصل في التعزير، رشيديه)

(۱) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كل بني آدم خطاء، وخير الخطائين التوابون" (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار، الفصل الثاني، ص: ۲۰۴، قديمي)

"عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فيما يروي عن الله تبارك وتعالى أنه قال: "يا عبادي! إني حرمت الظلم على نفسي ..... يا عبادي! إنكم تخطئون بالليل والنهار، وأنا أغفر الذنوب جميعاً، فاستغفروني أغفر لكم". (مشكوة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الأول، ص: ۲۰۳، قديمي)

عورت کو میکے جانے کا حق

سوال[۹۰۵۸]: زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ کا نکاح بایں حلف شرعاً شریف بکر سے کیا کہ آمد ورفت ہندہ کو بخانہ والدین سے میں ہرگز نہ روکوں گا اور ہندہ کو سپرد بکر کردیا اور بکر ہندہ کو بمقام بولی لے گیا جس کو عرصہ تین سال کا ہوگیا۔ اب بکر بد عہد کرتا ہے اور مسماۃ ہندہ زوجہ خود کو بخانہ والدین آنے نہیں دیتا اور نہ والدین سے ملنے دیتا ہے اور قسم کی تکلیفات زدوکوب وغیرہ کی مسماۃ ہندہ کو پہنچاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسماۃ ہندہ زوجہ بکر کو بخانہ والدین آمد ورفت کا و نیز قیام سکونت کا کس قدر حق حاصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها، على ما اختاره في الاختيار" ـ "الذي رأيته في الاختيار شرح المختار هكذا: قيل: لا يمنعها من الخروج إلى الوالدين. وقيل: يمنع، ولا يمنعهما من الدخول إليها في كل جمعة. وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى في النوادر: تقييد خروجها بأن لا يقدرا على إتيانها، فإن قدرا لا تذهب، وهو حسن، وقد اختار بعض المشايخ منعها من الخروج إليهما، وأشار إلى نقله في شرح المختار.

والحق الأخذ بقول أبي يوسف رحمه الله تعالى إذا كان الأبوان بالصفة التي ذكرت، وإلا ينبغي أن يؤذن لها في زيارتهما في الحين بعد الحين على قدر متعارف، أما في كل جمعة فهو بعيد، فإن في كثرة الخروج فتح باب الفتنة، خصوصاً إذا كانت شابة والزوج من ذوي الهيئات، بخلاف خروج الأبوين فإنه أيسر، وهذا ترجيح منه لخلاف ما ذكر في البحر أنه الصحيح المفتى به من أنها تخرج للوالدين في كل جمعة بإذنه وبدونه، وللمحارم في كل سنة مرة بإذنه وبدونه. اهـ". درمختار و شامی مختصراً، باب النفقة: ۲/۶۰۲ (۱)۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، ۶۰۳ سعيد)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مرد کو یہ حق ہرگز نہیں کہ اپنی بیوی کو اس کے والدین سے بالکل منع کردے، نہ والدین کو آنے دے نہ بیوی کو جانے دے، اگر شوہر ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا اور عورت کو اپنے والدین سے ملنے کا یقیناً حق حاصل ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ والدین خود جاکر اپنی لڑکی سے مل آیا کریں، اگر یہ دشوار ہو تو پھر لڑکی والدین کے پاس آکر زیارت کر جایا کرے۔ اگر قریب ہو اور کوئی وقت نہ ہو، فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو ہفتہ میں ایک مرتبہ بھی آنے کی گنجائش ہے۔

اگر دور ہوں یا فتنہ کا اندیشہ ہو یا اور کوئی دقت ہو تو پھر وہاں کے عرف کے اعتبار سے جس قدر مدت میں مناسب معلوم ہو والدین کی زیارت کے لئے آجایا کرے۔ مسافت سفر کے لئے محرم کا ہونا بھی ضروری ہے (۱) اور آمد و رفت کا خرچہ خود عورت کو برداشت کرنا ہوگا، مرد کے ذمہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، دار الافتاء مظاہر علوم۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۵/۵/۵۷ھ۔

شوہر کا کہنا نہ ماننے والی عورت کا حکم

سوال [۱۰۰۵۹]: جو عورت اپنے مرد کے کہنے پر نہ چلے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کے ذمہ مرد کی بات ماننا ضروری ہے، نہیں ماننے کی تو گنہگار ہوگی (۳)، ہاں! اگر اس کو خلاف

---

(۱) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تسافر امرأة مسيرة يوم و ليلة إلا و معها ذو محرم". (مشكوة المصابيح، كتاب المناسك، الفصل الأول، ص: ۲۲۱، قديمي)

(۲) "ولو معه، فعليه نفقة الحضر خاصة، لا نفقة السفر والكراء". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا يجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۳/۵۷۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة، ۳/۳۰۷، رشيديه)

(۳) "ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها، ولا يمنعهما من الدخول عليها في كل جمعة، و في غيرهما من المحارم في كل سنة، ويمنعهم من الكينونة عندها، به يفتى، خانية. ويمنعها من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة، وإن أذن كانا عاصيين، اهـ". (الدر المختار، كتاب —

شرع حکم دے تو اس کا ماننا جائز نہیں (۱)۔

والدین اور شوہر میں کس کی اطاعت لازم ہے؟

سوال[۹۰۲۰]: زید اس بات پر مکمل طور پر اتفاق نہیں کرتا ہے کہ والدین کے قدموں تلے جنت ہے، اس مسئلہ میں اس کا کہنا ہے کہ لڑکیوں کے لئے جنت اس کے شوہر کی اطاعت وفرماں برداری میں ہے نہ کہ والدین کی طاعت گزاری میں، بہت ممکن ہے کہ والدین جو بات لڑکی کو کرنے کے لئے کہتے ہوں وہ اس کے شوہر کو قطعاً پسند نہ ہو، ایسی حالت میں لڑکی اگر شوہر کے خلاف اپنے والدین کی بات پر عمل کرتی ہے تو شوہر کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اور اگر شوہر کی بات پر عمل کرتی ہے تو والدین کی حکم عدولی ہوتی ہے۔ کیا زید کا اس بات پر مکمل اتفاق نہ کرنا کہ جنت والدین کے قدموں تلے ہے صحیح ہے؟ لڑکی کو کس کی بات پر عمل کرنا چاہئے؟ اور شادی سے پہلے یہ بات کہاں تک صادق آتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھی حدیث پاک میں موجود ہے کہ جنت والدین کے قدموں کے نیچے ہے (۲) یعنی ان کی فرماں برداری کرنا، خدمت کرنا، وران کو راضی رکھنا لازم ہے، یہ بھی صحیح ہے کہ شوہر کی اطاعت لازم ہے (۳)، لہذا

= الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، سعید)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر، جنس آخر في خروج المرأة من البيت: ۲/۵۲، ۵۳، رشیدیه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقة ۱/۴۲۰، رشیدیه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۸۶، ۸۷، غفاریه کوئٹه)

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان "عورت کو میکے جانے کا حق"۔)

(۲) "قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "الجنة تحت أقدام الأمهات"۔ (فيض القدير: ۶/۲۹۰۰، مكتبه نزار مصطفى مكة)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لو كنت آمر أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن يسجد لزوجها"۔ .... =

شادی کے بعد اگر والدین جائز کاموں میں شوہر کی فرمانبرداری سے روکیں تو ان کا حق نہیں اور ایسی حالت میں لڑکی کو ان کی اطاعت بھی لازم نہیں، والدین اور شوہر سب کا ہی احترام لازم ہے اور ناحق بات کسی کی بھی ماننا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

''گھر واس'' کی رسم اور شوہر کی نافرمانی

سوال [۹۰۱۱]: بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قابلِ اطلاع ضروری امور

۱۔ خالد و راشد دو حقیقی بھائی ہیں اور دونوں عالم ہیں اور زندہ ہیں، دونوں کے مکانات متصل ہیں

(۱) ''وعن طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''إذا الرجل دعا زوجتہ لحاجتہ، فلتأتہ، وإن کانت علی التنور''. (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحد من الحقوق، الفصل الثانی، ص: ۲۸۱، قدیمی)

قال العلامۃ الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ''ومنہا وجوب طاعۃ الزوج علی الزوجۃ إذا دعاہا إلی الفراش... وعلیہا أن تطیعہ فی نفسہا وتحفظ غیبتہ''. (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی طاعۃ الزوج، ۳/۶۱۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و) ''لا طاعۃ لمن لم یطع اللہ''. (فیض القدیر، رقم الحدیث: ۹۹۰۱). ''(لا طاعۃ لمن لم یطع اللہ) فی أوامرہ ونواہیہ. وفی روایۃ لأحمد أیضاً: ''لا طاعۃ لمن عصی اللہ، فإذا أمر الإمام بمعصیۃ، فلا سمع ولا طاعۃ''. کما ہو نص حدیث البخاری، أنہ لا یجب ذلک، بل یحرم علی من قدر علی الامتناع. الخ''. (فیض القدیر، رقم الحدیث: ۹۹۰۲، مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض)

''لا طاعۃ لأحد فی معصیۃ اللہ، إنما الطاعۃ فی المعروف''

''لا طاعۃ لأحد من المخلوقین کائناً من کان ولو أباً أو أماً أو زوجاً فی معصیۃ اللہ. الخ''. (فیض القدیر: ۶/۵۶۲۸، ۹۹۰۳، مکتبۃ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ)

(وکذا فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الإمارۃ والقضاء: ۷/۲۳۶، ۲۴۷، رشیدیہ)

صرف ایک دیوار حائل ہے، لیکن آمد و رفت کے لئے دونوں کے مکانوں میں در کھلے ہوئے ہیں اور آمد و رفت بلا تکلف مردانہ و زنانہ جاری ہے۔

۲..... خالد اپنے وطن سے دور قریب چار سو میل پر ایک مدرسہ اسلامیہ میں تیرہ سالوں سے ملازم ہے، تعطیلات کے زمانہ میں اپنے وطن بوقتِ ضرورت آمد و رفت رکھتا ہے۔

۳..... ہندہ لکھنا پڑھنا جانتی ہے اور بوقتِ ضرورت اپنے شوہر خالد کو خطوط لکھ کر جوابات حاصل کرتی رہتی ہے، اس کے لئے بوقتِ ضرورت مسائلِ شرعیہ کے دریافت کرنے میں دو آسانیاں ہیں کہ بذریعہ مکتوب اپنے شوہر خالد سے جواب معلوم کرے یا اپنے شوہر کے چھوٹے بھائی راشد سے جس کا قیام برابر اپنے مکان پر رہتا ہے۔

۴..... ہندہ کے چار بالغ لڑکے جوان ہیں جن میں تین شادی شدہ ہیں اور ایک صاحب اولاد لڑکی جس کا شوہر بھی زندہ ہے، یہ سب اس خالد سے ہیں اور خالد ہی ان پانچوں اولاد کا باپ ہے، اور اس لڑکی صاحب شوہر کی سسرال قریب دو ڈھائی سو قدم کے فاصلہ پر اسی بستی میں ہے جہاں پر خالد و راشد کا مکان ہے۔

۵..... ہندہ کا بڑا لڑکا زاہد صاحب اولاد ہے اور اسی مکان کے حلقہ کے ایک کمرہ میں رہتا ہے جس میں کہ اس کی ماں ہندہ رہتی ہے اور اس زاہد کا قیام برابر مکان ہی پر رہتا ہے۔

۶..... ہندہ کے منجھلے لڑکے میں اخلاقِ رذیلہ ہیں، ظلم، دغا، فریب، قمار بازی، منشیات نوشی وغیرہ وغیرہ اور منجھلے لڑکے میں کالج و اسکول کے طلبہ کے لباس پر فریفتگی ہے، اور اس کا استعمال باوجودیکہ وہ تفسیر جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف و شرح وقایہ تک پڑھا ہوا ہے بورڈری (اصطلاحی) بھی ہے۔ اور خالد اپنی اولاد ذکور و اناث مذکور تین میں سے ہر ایک کا باپ بھی ہے اور استاد بھی اور اپنے داماد مذکور کا صرف استاد ہے۔

۷..... خالد اپنے اور ہندہ کے منجھلے لڑکے مذکور سے کافی پند و نصائح کرنے کے بعد بار ہا تجربہ کے بعد سخت بیزار ہوا اور ہندہ کو زبان سے اور بذریعہ خطوط رجسٹری شدہ وغیرہ کے بار بار تاکید کرتا رہا کہ اس لڑکے کی خاطر اپنے خاص اموال کو بھی ضائع نہ کرو اور اپنے ذاتی روپے اور غلہ وغیرہ میں سے جو کچھ تمہاری خاص ملک میں ہے، ان میں سے بھی ایک حبہ اس کی مدد میں صرف نہ کرو اور نہ میرے مکان میں آنے دو، لیکن ہندہ نے ہزاروں روپیہ اس کی مدد میں صرف کیا اور برابر مکان میں آنے دیا اور ہر قسم کی مدد کرتی رہی؛

۸..... منجھلے لڑکے کی اصلاح کی خاطر بھی خالد اپنی زوجہ کو وقتاً فوقتاً نصیحت کرتا رہا(۱) کہ تم اپنی عملی بیزاری ظاہر کردو تاکہ وہ لڑکا جس کا باپ اور چچا وخسر عالم ہو اور خود بھی علم دین پڑھتا ہو اس کے لئے پسندیدہ اور مناسب نہیں ہے کہ اس کے لباس ظاہری سے یہ ظاہر ہو کہ کسی مدرسہ اسلامیہ کی ہوا تک بھی نہیں لگی، بلکہ کالج واسکول کے طلباء کی جماعت سے ظاہر ہوتا ہو۔

جب خالد اپنے منجھلے لڑکے کو زبان وقلم سے سمجھا کر اور باپ واستاد ہونے کی حیثیت سے اپنی ناخوشی عملاً ظاہر کرکے عاجز ہوگیا تب اس نے اپنی زوجہ ہندہ سے کہا کہ اگر تم اپنی عملی بیزاری ظاہر کروگی اور بلا ضرورت شرعیہ اس کی مدد ترک کردوگی تو امید ہے کہ وہ اپنی حالت موجودہ کو بدل دے، لیکن ہندہ نے بجائے اس کے کہ اس امر میں بغرض اصلاح اپنے شوہر خالد کی اطاعت کرتی برعکس اپنے شوہر عالم خالد سے استفسار کرنے لگی کہ کیا قمیص رائج پہننا اور اس قسم کا پائجامہ اور شیروانی وغیرہ پہننا منع ہے؟ اور برابر بواسطہ وبلا واسطہ سراً وعلانیۃً اپنے منجھلے لڑکے مذکور کی بھی جو ابھی تک گویا طالب علم دین ہی ہے مدد کرتی رہتی اور اس کے لئے تیار ہے اور رہتی ہے۔

۹..... ہندہ چونکہ اپنے میکے کی طرف سے صاحب جائداد ومالدار ہے اس لئے ان جمیع مواقع پر اپنے شوہر خالد کی اس نے کبھی پرواہ کی اور نہ کرتی ہے، بلکہ اپنے ان اعمال وافعال کو جائز وضروری قرار دیتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ صلہ رحمی ہے جسے شریعت نے نہیں منع کیا ہے، لہٰذا میں اپنے ذاتی مال وجائداد سے جسے چاہوں جس طور پر چاہوں فائدہ پہنچا سکتی ہوں۔

۱۰..... (الف) بماہ شوال ۱۳۵۴ھ میں خالد نے اپنی زوجہ ہندہ سے کہا کہ تم میرے ساتھ میری جائے ملازمت پر چلو (جہاں ہندہ رہ چکی تھی) اس نے صاف انکار کردیا کہ میں نہیں جاسکتی کیونکہ مجھ کو چاول تیار کرانا ہے۔

(ب) ماہ محرم ۱۳۵۶ھ میں جائے ملازمت پر خالد علیل ہوا، متعدد زخموں ..... کی وجہ سے نقل وحرکت ونشست وبرخاست سے مجبور ہوکر اپنی علالت کی اطلاع دی۔ جواب آیا کہ "میں بھی بیمار ہوں" دو آل

(۱) "منجھلے: بیچ کا، چھوٹا یا تیسرے نمبر پر"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۰۸، فیروز سنز لاہور)

حالانکہ اس کی حالت کی کیفیت یہ تھی کہ اس نے زمانہ شب یا کچھ قبل اپنی ایک مہمان عورت کو بوقت شب اپنے ہمراہ لیکر اس بستی کے مکانات اہل برادری دکھانے کے لئے نکل اور چند مکانوں کے اندر گئی اور بیٹھی، بعد ازاں پھر اپنی مہمان کو لے کر اپنے مکان پر واپس آگئی اور اس وقت تک شوہر کو اس فعل کی اطلاع نہ دی۔

(ج) جب چاہتی ہے بلا اطلاع و بدون اجازت دن کو سواری پر رات کو پیدل مکان سے باہر قدم نکالتی ہے، کبھی عید منانے کا عذر کرتی ہے اور کبھی وعظ سننے کا اور کبھی کچھ۔

(د) اس اطراف میں ہنود کی ایک رسم قدیمہ ہے جو وطنی شرکت کے سبب مسلمانوں میں بھی عموماً رائج ہے، لا ماشاء اللہ جسے "گھر واس" کہتے ہیں، اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی جدید مکان تیار ہوتا ہے اور مکان قدیم چھوڑ کر اہل مکان اسے آباد کرتے ہیں تو اہل برادری کی عورتیں خصوصاً حسب مراعات قرب قرابت بلکہ حسب حیثیت و دیگر عورتیں بھی رسم کی بنا پر مکان جدید میں داخلہ کے وقت یا اس کے کچھ قبل یا بعد اس مکان جدید کے لوگوں کے لئے کپڑے یا نقد قیمت، چاول، گیہوں، آٹا، پوریاں، کچوریں، کھیر، فیرنی، گلگلے، سوپ، چھلنی، گھڑا، چٹائی و دیگر ظروف و سامان خانہ داری وغیرہ سامان مذکور میں سے کل یا بعض کثیر یا قلیل مکان جدید کے لئے بھیجتی ہیں اور دیتی ہیں اور برادری کی عورتیں اس مکان جدید میں اہل مکان کے داخلہ کے وقت یا تاخیر یا بتاخیر جمع ہوتی ہیں اور بعد ازاں خوشیاں منائی جاتی ہیں۔

کہیں گیت گایا جاتا ہے اور کسی کے یہاں اس موقعہ پر اشعار پڑھے جاتے ہیں اور پڑھنے والی عورتیں ہوتی ہیں اور کسی نے نامناسب سمجھا تو اپنے یہاں مولود پڑھوا دیا، وعظ کرا دیا اور یہ سب رات ہی میں ہوتا ہے۔ پھر دوسرے دن یا تیسرے دن کھانے کی قسم کی آئی ہوئی چیزوں جیسے پوریاں، کچوریاں، گلگلے، فیرنی، کھیر وغیرہ کے حصے برادری کے لوگوں یا بستی کے عام لوگوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔

خالد شوہر ہندہ کے نزدیک یہ رسم "گھر واس" مذکورہ از اقسام بدعت ہے، اس لئے یکے بعد دیگرے دو مکان جدید اس کے اہل و عیال کے بنے اور آباد ہوئے لیکن یہ رسم مذکور نہیں ہونے دیا۔ ادھر خالد و ہندہ کے داماد حقیقی نے ایک مکان جدید تیار کیا اور ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۵۲ھ اس میں داخلہ ہوا اور حسب رواج "گھر واس" منایا، لیکن بجائے گیت و اشعار کے مولود و وعظ ہوا، اور ہندہ اپنے مکان جدید میں اس موقع پر بوقت شام گئی اور

شریک گھر واسی ہوئی اور اپنے شوہر خالد کو اس واقعہ کے بعد دیگر امور سے متعلق خط لکھا لیکن اپنی شرکت اور گھر واسی کی بالکل اطلاع نہ دی۔ جب خالد کو علم ہوا اور اس نے ہندہ کو بہت برا بھلا کہا اور یہ بھی کہ تم نے بلا اجازت اپنا قدم مکان سے باہر کیوں نکالا؟ اور کیوں شریک ہوئی؟ وہ دفع بدنامی وطعن بیگی کی خاطر تم نے کیوں یہ رسم برتی؟

وہ جواب میں لکھتی ہے کہ میری لڑکی چونکہ سسرال سے میرے گھر آئی تھی اور اب مجھ سے رخصت ہو کر پھر سسرال جا رہی تھی، اس لئے اس کے رخصت ہونے کے وقت میں نے اس کے ساتھ اس قدر [illegible] کر دیے اور اسے سوپ کی سخت تکلیف تھی، لہٰذا اسباب بھی ساتھ کر دیے اور بوقت شب پردہ کے ساتھ میں نے اس کے مکان میں وعدہ بننے کی غرض سے آمد و رفت کیا اور ان میں سے کوئی چیز بھی شرعاً ممنوع نہیں، ورنہ شوہر کی ناخوشی کی وجہ کے باعث، حالانکہ ہندہ نے اس "گھر واسی" سے قبل اپنے شوہر خالد کو لکھا کہ میری لڑکی ذیلہ پہنچ سسرال میں رہ کر پھر سے یہاں صرف دس دنوں کے لئے آئی ہے اور اسی ہفتہ میں وہ میرے یہاں سے جمعرات کے دن رخصت ہو کر اپنی سسرال جائے گی اور دوسرے دن جمعہ کو مکان جدید میں داخل ہوگی، ہاتھ خالی ہونے کے سبب اس موقعہ پر نواسا ونواسی کے نئے کپڑے بھی نہیں ہو سکتے۔ باوجود اس کے بھی وہ عادی مذکورہ ملاحظہ ہوں۔

(۵) ہو محرم ۵۲ھ سے "گھر واسی" اس کے ختم تک کی درمیانی مدت میں برابر اپنی علالت کا بذریعہ خطوط اظہار کرتی رہی، جب "گھر واسی" کے موقعہ کی شرکت سے فراغت کر چکی تو اب لکھتی ہے اپنے شوہر خالد کو کہ اب میں بالکل صحیح ہو گئی اور علالت بالکلیہ رفع ہو گئی۔ پس کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ گھر واسی از اقسام بدعت ہے یا نہیں؟

۲۔ صورت مسئلہ مذکورہ میں ہندہ حق پر ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر حق پر ہے تو فبہا ورنہ زن ناشزہ ہے یا نہیں؟ جب تک کہ وہ تائب نہ ہو اس کا نفقہ اس کے ناراض شوہر خالد کے ذمہ سے ساقط ہے یا نہیں؟

اجتناب کلی لازم ہے(۱)۔

۴-۵ .... جو امور شرعاً مباح ہوں اور عورت ان پر قادر ہو لیکن بلا تامل برداشت مشقت کے کر سکتی ہو تو وہ شوہر کے امر کی وجہ سے واجب ہو جاتے ہیں(۲)، ہاں! معصیت میں شوہر کی اطاعت ناجائز ہے(۳)، پس شوہر کی مرضی کے خلاف بندہ کا گھر رہاں، یا برادری میں جانا، یا وعظ سننے کے لئے جانا جب کہ وہ اپنی شوہر

---

(۱) "قال الطیبی: من أصر علی أمر مندوب و جعله عزماً و لم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علی بدعة أو منکر؟" (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، (رقم الحدیث: ۹۴۶): ۳۱/۳، رشیدیه)

(وکذا فی السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۶۵/۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) "وحق الزوج علی الزوجة أن تطیعه فی کل مباح یأمرها به". (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب القسم: ۳۸۵/۳، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب النکاح، باب القسم: ۲۹۱/۲، إمدادیه)

(وکذا فی الدر المنتقی، کتاب النکاح، باب القسم: ۵۵۰/۱، مکتبه غفاریه کوئٹه)

"الظاهر أنه عند الأمر به یکون واجباً علیها کأمر السلطان الرعیة به". (رد المحتار، کتاب النکاح، باب القسم: ۲۰۸/۳، سعید)

(۳) "فقام عمران بن حصین رضی الله تعالیٰ عنه، فلقیه بین الناس قال: تذکر یوم قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الله".... فقال عمران بن حصین رضی الله تعالیٰ عنه: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "لا طاعة لأحد فی معصیة الله تبارک و تعالیٰ"...... قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا طاعة فی معصیة الله تبارک و تعالیٰ". (مسند أحمد، بقیة حدیث الحکم بن عمرو الغفاری رضی الله تعالیٰ عنه: ۵۹/۶، ۶۰، (رقم الحدیث: ۲۰۱۳۳-۲۰۱۳۰)، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"عن علی رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ..... "لا طاعة فی معصیة الله، إنما الطاعة فی المعروف" (الصحیح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة و تحریمها فی معصیة: ۱۲۵/۲، قدیمی)

سے مسائل معلوم کرسکتی ہے منع اور نا جائز ہے، ایسا کرنے سے وہ گنہگار اور شوہر کی نافرمان ہوگی (۱)۔ لڑکا جب بالغ ہوجائے اور کسب پر قادر ہو تو اس کا نفقہ ماں باپ کے ذمہ واجب نہیں رہتا (۲) اور جب کوئی لڑکا فاسق ہو تو اس کو مقدار کفایت کھانے کپڑے سے زائد روپیہ دینا کہ وہ جس کو معصیت میں خرچ کرے منع ہے، ہاں! دیندار کو دینا ثواب ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کی اولاد فاسق وفاجر ہو اور یہ خیال ہو کہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد میرے مال کی وارث ہوگی اور نافرمانی میں صرف کرے گی تو مناسب یہ ہے کہ اپنی زندگی اور صحت میں اپنے تمام مال کو مصارف خیر پر صرف کردے اور اولاد کے لئے کچھ میراث نہ چھوڑے۔ پس صورت مسئولہ میں ہندہ کا اپنی فاسق وفاجر اولاد کو اتنی مقدار میں روپیہ دینا جس کو وہ بھی کھول کر معصیت میں صرف کریں درحقیقت اعانت معصیت ہے جو ناجائز ہے۔

"وإن كان في ولده فاسق، لا ينبغي أن يعطيه أكثر من قوته، كيلا يصير معيناً في المعصية، ولو كان ولده فاسقاً وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث، هذا خير من تركه اهـ". فتاوی عالمگیری: ۳/۴۶۵ (۳)۔

---

(۱) "له منعها من الغزل ... ومن مجلس العلم إلا لنازلة امتنع زوجها من سؤالها". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۳، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل في حقوق الزوجية: ۱/۴۴۳، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر في الحظر والإباحة، الجنس الخامس في خروج المرأة من البيت: ۲/۵۳، رشيدية)

(۲) "البالغ لا تجب نفقته على أبيه إلا بشروط نذكرها". (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۱، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۲۲۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل في نفقة الأولاد: ۱/۴۴۵، رشيدية)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير: ۴/۳۹۱، رشيدية)

عورت کو اپنے ماں باپ سے ملنے کے لئے ایک ہفتہ میں ایک مرتبہ جانے کا حق ہے اور دوسرے محرم رشتہ داروں سے ملنے کے لئے ایک سال میں ایک مرتبہ جانے کا اختیار ہے، اس سے زیادہ کا نہ حق ہے اور نہ مطالبہ کرسکتی ہے۔ نامحرموں کے گھر جانا جائز نہیں، اسی طرح اپنے محرم کے گھر محفل وغیرہ میں جانا بھی جائز نہیں، شوہر کی اجازت سے نہ بلا اجازت اور شوہر کو اجازت دینا بھی جائز نہیں، اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا، کذا فی رد المحتار: ۲/۱۴۸(۱)۔

پس بلا اجازت شرعی جانے سے عورت گنہگار ہوگی اور جب بلا اجازت اور بلا استحقاق جائے گی تو ناشزہ ہوگی اور ناشزہ کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے جب تک وہ اپنے شوہر کے گھر واپس نہ آجائے، جب شوہر کے گھر لوٹ آئے گی تب واجب ہوگا:

"فإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله" اهـ. هداية، ص: ۱/۴۱۸(۲)۔

= (وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الهبة، جنس آخر في الهبة من الصغير: ۴/۴۰۳، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الجنس الثالث في هبة الصغير: ۶/۲۳۷، رشيديه)

(۱) "(ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين) في كل جمعة ... (وفي غيرهما من المحارم في كل سنة) ... (ويمنعها من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة، وإن أذن كانا عاصيين". (الدر المختار، كتاب الطلاق، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲-۶۰۳، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر في الحظر والإباحة، جنس آخر في خروج المرأة من البيت: ۲/۵۲-۵۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقة: ۱/۴۲۹، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸۹-۱۸۷، مكتبه غفاريه كوئته)

(۲) (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۴۳۸، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لاتجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۳/۵۷۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۷۹، غفاريه كوئته)

۶۔۔ ہندہ کے پاس ہفتہ میں ایک مرتبہ ہندہ کے ماں باپ آسکتے ہیں، اس سے زیادہ آنے سے شوہر کو منع کردینے کا حق ہے اور یہ بھی حق ہے کہ ان کو زیادہ دیر نہ ٹھہرنے دے، اور شب کو اس کے پاس رہنے سے منع کردے، اور جو لوگ ہندہ کے محرم رشتہ دار ہیں وہ سال بھر میں ایک مرتبہ ہندہ سے ملنے کے لئے آسکتے ہیں، شوہر کو حق ہے کہ وہ اس سے زیادہ نہ آنے دے، نیز زیادہ دیر نہ ٹھہرنے دے اور شب کو اس کے پاس رہنے سے منع کردے، اس سے زیادہ نہ ان کو حق ہے نہ عورت کو۔ اور جو لوگ محرم نہیں ان کے متعلق شوہر کو کلیۃً حق ہے کہ عورت کے پاس کبھی نہ آنے دے بلکہ محرم سے ملنے کی ہرگز اجازت نہ دے۔

"ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين، ولا يمنعهما من الدخول عليها في كل جمعة، وفي غيرهما من المحارم في كل سنة لها الخروج، ولهم الدخول، زيلعي. ويمنعهم من الكينونة -وفي نسخة: من البيتوتة- لكن عبارة منلا مسكين: من القرار عندها، ويؤيده ما مر من التعليل بأن المعتبة في السكنى وطول الكلام، به يفتي، خانية. ويمنعها من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة، وإن أذن كانا عاصيين ولو كانت عند المحارم؛ لأنها تشتمل على جمع، فلا تخلو عن الفساد عادة، اھ". در مختار شامی: ۲/۲۸۰(۱)۔

۷۔۔۔ اپنے حق شرعی کا تو مطالبہ کرسکتی ہے لیکن بلا حق شرعی کے اولاد یا داماد کی رعایت سے شوہر کی نافرمانی نہیں کرسکتی، ایسا کرنے سے گنہگار ہوگی، خصوصاً معصیت میں خرچ کرنے والی اولاد کو تاکہ روپیہ دینا کہ جس سے وہ معصیت زیادہ کرے خود اس کا بھی مستقل گناہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ جمادی الاولیٰ/ ۵۶ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على مؤنسة: ۳/۶۰۲، ۶۰۳، سعید)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

"يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات ... وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة: ۲): ۲/۱۰، دار الفيحاء بيروت)

(وكذا في روح المعاني: ۶/۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قریب کے رشتہ داروں سے ملاقات کی مدت

سوال[۹۰۱۴]: "بہشتی زیور" میں لکھا ہے کہ حقیقی رشتہ داروں کے یہاں سال میں ایک مرتبہ جانا چاہیے اور اگر اس سے زیادہ جائیں تو کیا گناہ پڑے گا؟ اور اگر یہ رشتہ دار اس مدت میں کئی مرتبہ آئیں جب بھی کیا گناہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو عورت کے محرم ہوں (جن سے نکاح جائز نہیں) ان کے مکان پر ملنے کے لئے سال بھر میں ایک دفعہ جانا اور شوہر کا اس کے لئے اجازت دینا درست ہے جب کہ وہاں پردہ کا انتظام ہو اور کوئی فتنہ و مفسدہ نہ ہو، اس سے زائد حق نہیں۔ اگر وہ رشتہ دار آنا چاہیں تو ان کے لئے بھی یہی حد ہے، صرف وہاں جانے اور ملاقات کرنے کی اجازت ہے، رات گزارنے کی وہاں اجازت نہیں۔ شامی: ۲/۹۱۵، باب النفقة میں تفصیل مذکور ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۸۸ھ۔

خود کمانے والی عورت کا شوہر کو طعنہ دینا

سوال[۹۰۱۵]: ایک شوہر وزوجہ دو ہیں، عیالدار ہیں، شوہر تجارت محنت دوکانداری، مزدوری کرتا ہے، عورت بھی جانور وغیرہ پالتی ہے، ان کی خوشحال درآمد اسی کے ذریعے ہے اور جنگل میں روزانہ ان کو چرانے لے جاتی ہے، عورت ومرد دونوں دوش بدوش مل کر کماتے ہیں۔ عورت مذکورہ جب اپنے شوہر سے جھگڑتی ہے،

---

(۱) "(وفي غيرهما من المحارم في كل سنة) بمنعهم من الكينونة عندها، به يفتى. ويمنعها من زيارة الأجانب وعيادتهم والوليمة، وإن أذن كانا عاصيين". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، ۶۰۳، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن عشر، جنس آخر في خروج المرأة من البيت ۲/۵۲، ۵۳، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۱۸۹، ۱۸۰، رشيديه)

نہایت سخت الفاظ استعمال کرتی ہے، مثلاً میں تیری کمائی کیا کھاتی ہوں، خود کماتی ہوں تب کھاتی ہوں وغیرہ۔ عورت گنہگار ہوتی ہے یا نہیں، کیا ایسی صورت میں عورت پر حق شوہری نہیں رہتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کو ایسے الفاظ استعمال کرنا گستاخی اور بے ادبی ہے، اس لئے اس کو عدو درجہ احتیاط اور زبان کی حفاظت ضروری ہے۔ حدیث شریف میں شوہر کے حقوق کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے، اس لئے کوئی لفظ شوہر کی تعظیم کے خلاف کہنا یا طعن دینا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۰/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/شوال/۶۷ھ۔

شوہر بیوی میں ملاپ نہیں، گناہ کس پر ہے؟

سوال [۹۰۶۶]: کئی سال سے شوہر اور بیوی میں ملاپ نہیں ہوا ہے، اس کا گناہ کس کے ذمہ ہوگا؟

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿و للرجال علیهن درجة﴾. (سورة البقرة: ۲۲۸)

وقال الله تعالیٰ: ﴿الرجال قوامون علی النساء﴾ (سورة النساء: ۳۴)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لو كنت آمر أحداً أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها".

"وعن معاذ رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا تؤذي امرأة زوجها في الدنيا، إلا قالت زوجته من الحور العين: لا تؤذيه قاتلك الله، فإنما هو عندك دخيل، يوشك أن يفارقك إلينا" ..... وعن أم سلمة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أيما امرأة ماتت و زوجها عنها راض دخلت الجنة". ..... وعن طلق بن علي رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إذا الرجل دعا زوجته لحاجته، فلتأته وإن كانت علی التنور" ..... وعن جابر رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ثلاثة لا يقبل لهم صلاة و لا تصعد لهم حسنة ..... والمرأة الساخط علیها زوجها". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء و ما لكل واحد من الحقوق، الفصل الثاني والثالث، ص: ۲۸۱-۲۸۳، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بگاڑ سے بچے ہوئے ہیں (۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۵ھ۔

زوجین کی باہمی رضامندی سے بعض حقوقِ زوجیت سے دست برداری

سوال [۱۰۰۱۶]: ۱- زید نے دو شادیاں کی ہیں، پہلی بیوی کے تین بچے ہیں، وہ اس کو طلاق دینا چاہتا ہے، لیکن بیوی کا اصرار ہے کہ وہ بچے چھوڑ کر نہیں جا سکتی، وہ صرف کپڑا اور رزق کے خواہاں ہے، زید اس کو نان ونفقہ فراہم کرتا ہے، مگر حقوقِ زن وشوہر پر آمادہ نہیں۔ کیا وہ بغیر طلاق زید کے گھر رہ سکتی ہے؟ باپ کہتا ہے کیا اگر تو نے طلاق دی تو میں خودکشی کر لوں گا، ایسی صورت میں طلاق دے یا نہیں؟

۲- زید اگر طلاق دیوے تو کس قدر مہر واجب ہے؟ جبکہ زید کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، کیا مہر بخشا جا سکتا ہے؟

۳- زید اپنی زوجہ کو طلاق دینا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کی زوجہ نافرمان ہے اور عورت بالکل نا قابل ہے، جسم زینت سے عاری اور اس نے زید کے باپ کے خلاف زنا کا الزام لگایا ہے جو کہ غلط ہے۔

۴- اگر زید طلاق نہ دے اور سوائے نان ونفقہ کے ہمبستری وغیرہ نہ کرے جبکہ اس کی زوجہ بھی تیار ہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- اگر زید اپنی زوجہ کے ساتھ ہمبستری وغیرہ نہیں کرنا چاہتا، طبیعت راغب نہیں، اور اسی بنا پر طلاق دینا چاہتا ہے اور زوجہ علیحدہ ہونا نہیں چاہتی اور ہمبستری وغیرہ کا مطالبہ نہیں کرتی اور صرف کپڑا اور نفقہ چاہتی ہے، اور زید نان نفقہ دینے کے لئے آمادہ ہے، اور زید کا والد اس طلاق سے سخت ناخوش ہے، یہاں تک کہ خودکشی کے

---

(۱) "وللزوج أن يسكنها حيث أحب ولكن بين جيران صالحين" (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، سعيد)

۴..... اپنے خصوصی حالات کے پیش نظر اگر دونوں اس پر رضامند ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۲/۱۳۸۵ھ۔

زوجین کو اپنے حقوق معاف کرنے کا حق ہے

سوال[۹۰۶۸]: ایک لڑکی جو دو سال سے بعد والے اپنے شوہر سے حق جماع اور نان نفقہ کا اقرار کرتی ہے اور معافی چاہتی ہے، وہ یہ معاف بھی کر چکا ہے اور لڑکی بھی اپنے سب طرح کے حقوق بھی معاف کر چکی ہے، لہذا معافی قابل قبول ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر ایک کو اپنے حقوق کو معاف کرنے کا حق ہے (۱)۔ فقط۔

.... ۳/۲۲۸، ۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۱۰۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۴۳، كتاب الطلاق، رشيديه)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء، فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول، ص: ۴۳۵، قديمي)

قال العلامة النووي رحمه الله تعالى: "أن لها ثلثة أركان: الإقلاع والندم على فعل تلك المعصية، والعزم أن لا يعود إليها أبداً. فإن كانت المعصية لحق آدمي، فلها ركن رابع، وهو التحلل من صاحب ذلك الحق. وأصلها الندم، وهو ركنها الأعظم. واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، (سورة التحريم: ۸)، ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

تیس سال تک ملاپ نہ ہونے کے باوجود ملاپ درست ہے

سوال [۱۰۶۹]: شادی ہوئے تیس سال سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے، اس بیچ شوہر اور بیوی میں ملاپ نہیں ہوا، ادھر دس سال سے ہندہ اپنے شوہر سے ملتی ہے۔ اگر زید اس کو رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رکھ سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

شوہر کے سفر پر جانے سے اگر بیوی بیمار ہو جاتی ہو تو شوہر کیا کرے؟

سوال [۱۰۷۰]: ایک عورت سفر پر شوہر کے باہر جانے سے مریض ہو جاتی ہے، کیا شوہر کا اسے ساتھ لے جانا ضروری ہے یا شوہر کا اس سفر پر نہ جانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر اپنی ضرورت کی وجہ سے سفر میں جا سکتا ہے اگرچہ اس کی بیوی بیمار ہو جاتی ہو، مگر اس کی تیمارداری کا انتظام کر کے جائے یا سفر میں ساتھ لے جائے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۱ھ۔

ساس کی خدمت

سوال [۱۰۷۱]: زید کی بیوی زید کی ناچاقی کی وجہ سے میکے گئی ہے، تو زید نے کہا کہ میری ماں کی خدمت

---

(۱) تعلقاتِ زوجیت برقرار رکھنے کا مدار چونکہ نکاح پر ہے، لہٰذا جب عقدِ نکاح باقی ہے تو یہ تعلق بھی باقی ہے۔

(۲) شریعت نے شوہر کو اختیار دیا ہے کہ اپنی بیوی کو جہاں چاہے رکھے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن﴾ (سورة الطلاق: ۶)

"قال: وللزوج أن يسكنها حيث أحب، ولكن بين جيران صالحين". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب في الكلام على المؤنسة: ۳/۶۰۲، سعيد)

وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۹، رشيدية)

کرو، ہندہ نے کہا کہ خدمت کے لئے دوسری عورت رکھ لو، میں خدمت نہیں کروں گی۔ اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً ہندہ کے ذمہ شوہر کی ماں کی خدمت واجب نہیں، لیکن اخلاقی طور پر اس کا خیال کرنا چاہئے کہ وہ اس کے شوہر کی ماں ہے تو اپنی ماں کی طرح اس کو بھی راحت پہونچانے کا خیال رکھے، اور شوہر کی اطاعت کرے (۱)، آخر جب ہندہ کو ضرورت پیش آتی ہے تو شوہر کی ماں اس کی خدمت کرتی ہے، اس طرح آپس کے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں اور مکان آباد رہتا ہے، البتہ شوہر کو بھی چاہئے کہ اپنی بیوی سے نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے، اس کو سمجھائے کہ میں تمہاری ماں کا احترام کرتا ہوں اور ان کو اپنی ماں کی طرح سمجھتا ہوں، تم بھی میری ماں کو اپنی ماں کی طرح سمجھو۔ نیز بیوی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۹۰ھ۔

---

(۱) "وحق عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها به". (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: في كل مباح) ظاهره أنه عند الأمر به منه يكون واجباً عليها كأمر السلطان الرعية".

(رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۲۰۸، سعيد)

(۲) "فإن كان للزوج والدة أو أخت أو ولد من غيرها في منزلها، فقالت: صيرني في منزل على حدة، كان لها ذلك". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب النفقة: ۱/۴۲۸، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۴۴۳، مكتبه شركة علميه)

"وعن لقيط بن صبرة رضي الله تعالى عنه قال: قلت: يا رسول الله! إن لي امرأة في لسانها شيء يعني البذاء، قال: "طلقها". قلت: إن لي منها ولداً ولها صحبة. قال: "فمرها" يقول: "عظها، فإن يك فيها خير فستقبل". الحديث (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب عشرة النساء، ۲۸۲، ۲۸۳، قديمي)

زوجین کا ساتھ کھانا

سوال [۹۰۷۲]: میاں بیوی کا ایک ساتھ کھانا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست بلکہ مناسب اور افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۹۱ھ۔

سسرال میں جانا اور کھانا

سوال [۹۰۷۳]: زید کی منکوحہ ہندہ اپنے والد بکر کے یہاں جاتی ہے، بکر ہی تیام وطعام کا خرچ برداشت کرتا ہے، بکر کو اس بارے میں کوئی ناگواری نہیں معلوم ہوتی، زید بھی کبھی کبھی بکر کے یہاں مہمان بنتا ہے اور کبھی کبھی ناگواری بھی محسوس کرتا ہے۔ ایسی حالت میں زید کا خورد وہاں قیام کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی زوجہ اپنے والد کے مکان پر زید کی اجازت سے رہے اور زوجہ کے والد اپنی لڑکی کا خرچہ بخوشی برداشت کریں تو زید پر کوئی پکڑ نہیں، اور زید کو اگر خوش دلی سے کھانا کھلائیں تب بھی پکڑ نہیں، اگر زید کو اس کا احساس ہو کہ زید کا کھانا ان پر بار ہے اور وہ اس سے خوش نہیں تو زید کو وہاں نہیں کھانا چاہئے اور زید کے قیام سے اگر ان کو ناگواری ہو تو وہاں قیام بھی نہیں کرنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، ۳/۱/۸۶ھ۔

---

(۱) "عن عامر بن سعد عن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ..... : "و مهما أنفقت فهو لك صدقة، حتى اللقمة ترفعها إلى في امرأتك". (صحيح البخاري، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل: ۲/۸۰۶، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ليس على الأعمى حرج ولا على الأعرج حرج ..... ولا على أنفسكم أن تأكلوا من بيوتكم أو بيوت آبائكم أو بيوت أمهاتكم﴾ (سورة النور: ۶۱) ..... الخ

بیوی کے لئے صفائی لے جانا کیا آوارہ گردی ہے؟

تفصیل اقرار نامہ

سوال [۹۰۰۱]: مسمی عبدالوہاب کا بیان ہے کہ برخوردار ایک دن کچھ صفائی وغیرہ اپنی بیوی کے لئے لے کر میرے مکان پر آیا جب کہ میری بیوی رخصت ہو کر اپنے میکے گئی تھی، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ برخوردار شوہر میری بیٹی کا ایک دن چھری لے کر میرے بڑے بیٹے برکت اللہ کو مارنے گیا تھا لیکن برخوردار صرف پہلے واقعہ یعنی صفائی وغیرہ لانے کا اقراری ہے اور دوسرے یعنی چھری والے واقعہ کا منکر ہے، ایسی صورت میں یہ واقعہ خلاف اس اقرار نامہ کے ہوگا جس پر طلاق کو معلق کیا ہے یا نہیں؟

جو فی صاحب اور ان کے بیٹے برکت اللہ کے تصور میں صفائی اور کپڑا لانا آوارہ گردی میں داخل ہے، حالانکہ برخوردار اپنی بیوی کے واسطے لے کر گیا تھا نہ کہ کسی دوسری عورت کے واسطے بلکہ خالص اپنی بیوی کی محبت سے اس کے باپ اور بھائی کی خوشنودی سے دینے کی کوشش کی تھی لیکن ان لوگوں نے اس کو آوارہ گردی تصور کیا۔

نقل تحریر اقرار نامہ:

منکہ برخوردار ولد عبدالوہاب عمر ۲۰ سال ساکن میرا پور ضلع سلطانپور۔

"من مقر چونکہ من مقر کا نکاح مسماۃ ... بنت عبدالوہاب ... مذکور سے ہوا تھا، عرصہ ایک سال سے زائد ہوا ہے کہ من مقر نے تین خطوط مسماۃ مذکورہ کے وارثوں کے نام بھیجا تھا کہ مجھے منظور نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ گزر بسر کریں یا میرے مکان میں رہیں، لہٰذا آج تک درمیان میں تنازع اور فساد رہا تھا۔ درمیان چند اشخاص متدینہ ذیل کے میں اقرار کرتا ہوں، لکھ کر دیتا ہوں کہ مسماۃ مذکورہ کو کسی قسم کی تکلیف خشکی نان ونفقہ کے نہ ہونے پاوے گی، نہ میں آوارہ گردی کروں گا، یا آئندہ کسی قسم کے خصومت تنازعہ یا شکایت درمیان میں پیش آئے تو مسماۃ بالا مذکور نکاح سے باہر ہے یعنی طلاق

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

مخلفہ ہو جاوے، لہذا بحالت صحت نفس و ثبات عقل اپنے کے اکراہ و اجبار کے یہ چند کلمہ بطور اقرار نامہ کے لکھ دیا کہ سند رہے اور وقت ضرورت پر کام آوے۔ تمام اشخاص جن کے سامنے اقرار کرتا ہوں:

محمد حنیف و عبد الغفور و امیر بخش، حبیب اللہ، بیبی ان محمد اشرف، ساکنان براہ گنج، مختلف ات۔ و امام الدین، ساکنان شاہ و ذو پور۔ چودھری ساکن پلٹی پور۔ ہذال و رحیم و عبد الستار، ساکن ذھریہ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

بیوی کے لئے مٹھائی و کپڑا لے کر جانا شرعاً کوئی عیب یا آوارہ گردی نہیں، محض اس کی وجہ سے طلاق نہیں ہوگی (۱)، یہ اقرار نامہ کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ اور کسی قسم کی تکلیف اپنی بیوی کو پہنچائی ہو تو شرعی ثبوت کے بعد اس پر حکم جاری ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

کیا بیوی کو شوہر کی شکایت کرنے کا حق ہے؟

سوال[۱۰۰۷۵]: ایک شخص جو کچھ اس کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے بیوی بچوں کو دے دیتا ہے ان سے الگ کوئی چیز نہیں کھاتا، بلکہ خود موٹا جھوٹا پہنتا ہے اور کھاتا ہے اور بیوی بچوں کو اپنے سے اچھا پہناتا ہے۔ تین مہینے میں کم از کم ۲۵/دن باہر گذارتا ہے۔ گھر آکر بیوی سے یہ کہتا ہے کہ تم میرے سامنے میری مرضی کے مطابق رہو، میری عدم موجودگی میں اپنی مرضی کی گذارو۔ یہ شخص صفائی پسند اور سلیقہ شعار ہے، گھر کی چیزوں کو بکھرا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتا، وہ چاہتا ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ سلیقہ سے رکھی جانی چاہئے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ ہم غریب آدمی

---

(۱) "و رکنه (أي الطلاق) لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية".

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۰/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(و كذا في تبيين الحقائق: ۲۰۰/۳، كتاب الطلاق، بيروت)

(و كذا في النهر الفائق: ۳۰۹/۲، كتاب الطلاق، امدادیہ، ملتان)

ہیں کہ کفایت شعاری سے کام کرنا چاہیے، وہ بیوی کو بار بار اسی نیت سے کہتا ہے، کبھی کبھی غصے میں بھی کہنا پڑتا ہے، مگر بیوی اس سے لڑتی ہے کہ گھر کے معاملے میں تمہیں دخل دینے کی ضرورت نہیں، تم چپ بیٹھو۔

کفایت شعاری کو کہا جائے تو طعنہ دیتی ہے کہ تم اولاد کے دشمن ہو، کیا کر کھلایا نہیں جاتا۔ کیا بیوی کو ایسا جواب دینے کا حق ہے؟ کیا شریعت نے کفایت شعاری کی تاکید نہیں کی ہے؟ میں اکیلا کمانے والا اور آٹھ کھانے والے ہیں اور مہنگائی کا یہ عالم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو ایسا جواب دینے کا حق نہیں، شریعت نے کفایت شعاری کی ہدایت کی ہے(۱) اور مرد کو قوام قرار دیا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۸۹ھ۔

زوجین میں نباہ کی ایک صورت

سوال [۷۰۴۲]: میں نے اپنی ایک بالغ لڑکی کی شادی بکر کے لڑکے عمر سے کردی، لڑکی سسرال چند روز گئی، سسرال والوں نے لڑکی پر گھر کے کام اور کھیت کا کام کا بوجھ ڈالا، لڑکی کی عمر چودہ سال کی تھی، وہ زیادہ کام کی عادی نہیں تھی تو لڑکی کام کا بوجھ برداشت نہ کر سکی، سسرال والے اس سلسلہ میں اس کو بہت تکلیف

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تبذر تبذیراً. إن المبذرین کانوا إخوان الشیٰطین﴾ (سورة الإسراء: ۲۶، ۲۷)

قال ابن کثیر: "وقوله: ﴿ولا تبذر تبذیراً﴾ لما أمر بالإنفاق، نهی عن الإسراف فیه، بل یکون وسطاً کما قال فی الآیة الأخری: ﴿والذین إذا أنفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا﴾ (الآیة) ثم قال منفراً عن التبذیر والسرف: ﴿إن المبذرین کانوا إخوان الشیٰطین﴾ أی أشباههم فی ذلک". (تفسیر ابن کثیر، (سورة الإسراء: ۲۶)، ۳/۵۳، مکتبة دار الفیحاء بیروت)

(وکذا فی روح المعانی، سورة الإسراء: ۱۵/۶۳، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضهم علی بعض وبما أنفقوا من أموالهم﴾ (سورة النساء: ۳۴)

دیتے تھے، نوبت یہ پہونچی کہ لڑکی کی نگرانی شروع کردی ہے۔ لڑکی کے والد سید کو خبر پہونچی تو وہ لینے کے لئے آئے، مگر انہوں نے نہیں بھیجا، بکر نے کہا کہ ہم نہیں بھیجیں گے۔ آخری بار یہ کہا کہ ہم کو زیور واپس کردو تب ہم لڑکی واپس کریں گے اور طلاق بھی دیں گے۔

چنانچہ خاندان کے چند معزز اشخاص کے ذریعہ اسی وقت واپس کرلیا، زیور پانے کے بعد بکر اور اس کے خاندان نے کہا کہ اب آپ تو واپس جائیں، اب ہم نہ لڑکی کو واپس کریں گے۔

بہر حال والدین لڑکی کو واپس لے آئے، لیکن اب بکر عمر اور ان کے خاندان والے لڑکی کو طلاق دینے کو کسی طرح تیار نہیں ہیں۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید لڑکی کا والد لڑکی کو سسرال بھیجنے اور لڑکی بھی سسرال جانے کو تیار نہیں ہے کیونکہ اب جان کا خطرہ لاحق ہوگیا ہے اور بکر و عمر وغیرہ کے لئے عند الشرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر شوہر اپنی بیوی کو رکھنے اور آباد کرنے کے لئے آمادہ ہے تو اس کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کرسکتے، صرف بے جا زیادتی سے روکا جاسکتا ہے، جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ غلط ہے، بہتر یہ ہے کہ بڑے بااثر معاملہ فہم آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر شوہر سے کہا جائے کہ وہ کام کا بوجھ برداشت سے زیادہ نہ ڈالے اور ظلم و تشدد اختیار نہ کرے، اگر وہ مان جائے تو لڑکی کو سمجھا بجھا کر رخصت کردیا جائے (۱)۔ اگر شوہر نہ مانے تو اس کو کہا جائے کہ وہ طلاق دیدے اگرچہ مہر کے عوض ہو یا کچھ مزید دیکر ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وإن خفتم شقاق بينهما، فابعثوا حكماً من أهله وحكماً من أهلها، إن يريدآ إصلاحاً يوفق الله بينهما، إن الله كان عليماً خبيراً﴾ (سورة النساء: ۳۵)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم أن لا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به". (الهداية ۲/۴۰۳، كتاب الطلاق، باب الخلع، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۴۱، كتاب الطلاق، باب الخلع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، رشيديه)

فصل فی الجماع ومتعلقاته

(ہمبستری وغیرہ کا بیان)

کیا جماع کے لئے کوئی حد مقرر ہے؟

سوال[۷۷۰۱] : عورت کا حق مرد پر صحبت کے اعتبار سے کس قدر ہے، ہفتہ میں ایک بار، یا مہینہ میں ایک بار، یا سال میں ایک بار؟ فتویٰ اور تقویٰ دونوں اعتبار سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا حق قضاءً تو ایک مرتبہ سے ساقط ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے بعد اس کو پیش کر کے بیع نکاح کا مطالبہ نہیں کر سکتی، لیکن دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی کبھی واجب ہوگا، اس کے لئے شرعاً کوئی مدت نہیں، یہ قوت، صحت اور دیگر حالات پر موقوف ہے، ہاں! عورت کی رضامندی کے بغیر چار ماہ سے زیادہ کی دیر نہ لگائے، اور اگر عورت مطالبہ کرے تو دیانۃً اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کے مطالبہ کو پورا کرے۔

"ویسقط حقها بمرة، ویجب دیانة أحیاناً، ولا یبلغ مدة الإیلاء، إلا برضاها، ویؤمر المتعبد بصحبتها أحیاناً"۔ در مختار۔

"(قوله: یسقط حقها بمرة) قال فی الفتح: واعلم أن ترك جماعها مطلقاً لا یحل له، صرح أصحابنا بأن جماعها أحیاناً واجب دیانةً، لکن لا یدخل تحت القضاء والإلزام، إلا الوطأة الأولی، ولم یقدروا فیه مدةً. ولا یبلغ به مدة الإیلاء، إلا برضاها وطیب نفسها به .....

وفی البدائع: لها أن تطالبه بالوطئ؛ لأن حله لها حقها کما أن حلها له حقه. وإذا طالبته، یجب علیه، ویجبر علیه فی الحکم مرةً، والزیادة تجب دیانةً، لا فی الحکم عند بعض أصحابنا، وعند

بعضهم تجب في الحكم، اهـ". شامي، ص: ۵۴۷، ۵۴۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

تسکین جذبات کے لئے علاج

سوال [۱۰۷۸]: میرا نفس کمزور ہے، شادی نہیں کی، مگر مجھ کو بھی زنا کی خواہش ہوتی ہے، اس حالت میں کیا کروں؟ تبلیغی جماعت کے ساتھ دینی کام کرتا رہتا ہوں، مسجد میں جماعت سے نماز پڑھوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اتنی کمزوری ہے کہ شادی کر کے بیوی کے حقوق ادا نہیں کر سکیں گے تو کسی حکیم سے مل کر نبض دکھا کر اپنے لئے ایسی دوا تجویز کرالیں کہ جذبات میں سکون رہے، معصیت کا ارتکاب نہ ہو(۲)۔ جماعت سے نماز بھی برابر پڑھا کریں(۳)، تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی دینی کام کرتے رہا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۳/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۳/۹۳ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۲۰۲، ۲۰۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۳۸۴، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۲/۲۹۳، إمداديه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۶۲۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تقربوا الزنى، إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

"عن صفوان بن عسال رضي الله تعالى عنه قال: ...... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تشركوا بالله شيئاً، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الثاني، ص: ۱۷، قديمي)

(۳) "والجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقيل: واجبة، وعليه العامة .... فتسن أو تجب، ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرةً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۲ - ۵۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۲، ۶۰۳، رشيديه)

بیوی کا پستان منہ میں لینا

سوال [۸۵۰۱]: اپنی منکوحہ کا پستان منہ میں لے کر چوسنا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی ۱/۲۹۲ میں ہے:

"(قوله: مباشرتها) سبب تردده في المباشرة تردد البحر فيه حيث قال: ولم أر لهم حكم مباشرتها له، ولقائل أن يمنعه بأنه لما حرم تمكينها من استمتاعه بها حرم فعلها به بالأولى. ونقاش أن يجوزه بأن حرمته عليه لكونها حائضاً وهو مفقود في حقه، فحل لها الاستمتاع به، ولأن غاية مسها لذكره أنه استمتاع بكفها، وهو جائز قطعاً اهـ. واستظهر في النهر الثاني يجوز له أن يمس بجميع بدنه حتى ذكره جميع بدنها إلا ما تحت الإزار، فكذا هي لها أن تلمس بجميع بدنها جميع بدنه حتى ذكره" (۱)۔

عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ مرد کو اپنی منکوحہ سے ہر قسم کا استمتاع درست ہے جیسے رخسار کا چومنا اور ہونٹوں وغیرہ کا چومنا، تاہم پستان کو چوسنا ٹھیک نہیں ہے کہ اس میں پستان سے دودھ کے نکلنے پر مرد کے حلق میں جانے کا اندیشہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۲۹۲، ۲۹۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۲۰۸، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۱۵۰، دار المعرفة بيروت)

(وتفسير الخازن، (سورة البقرة: ۲۲۲): ۱/۱۹۳، حافظ كتب خانه، كوئٹه)

(۲) "اپنی زوجہ کا دودھ پینے سے وہ حرام نہیں ہوتی، ہاں اس کا دودھ پینا حرام ہے، تو ایسا کرنے کا گناہ ہوگا۔" (کفایت المفتی، کتاب النکاح، رسالہ باب حرمت رضاعت، عنوان: "بیوی کا دودھ پینے سے بیوی حرام نہیں ہوتی لیکن ایسا کرنا گناہ ہے": ۵/۲۶۸، دارالاشاعت کراچی)

بیوی کا دودھ

سوال [۹۰۸۰]: جماع کرتے وقت بیوی کے پستانوں سے منہ لگا رہے اور دودھ منہ میں آجائے تو کفارہ کیا ادا کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفارہ کچھ نہیں ہے، البتہ بیوی کا دودھ پینا حرام ہے، لہٰذا ایسی حرکت ہرگز نہ کی جائے جس سے دودھ اندر پہنچے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۱۴۰۰ھ۔

چالیس سال گزرنے پر بھی بیوی سے جماع حرام نہیں

سوال [۹۰۸۱]: میری زوجہ کی عمر ۴۰ سال ہوچکی ہے، ان کا حیض بند ہوگیا تو اس سے ہمبستری مجھ کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چالیس سال عمر ہوجانے اور حیض بند ہوجانے سے بھی نکاح فسخ نہیں ہوتا، نہ بیوی حرام ہوتی ہے، بلکہ بدستور نکاح قائم رہتا ہے، بلاتکلف ہمبستری جائز ہے، کوئی شبہ نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۹۱ھ۔

= (وكذا في خير الفتاوى، كتاب النكاح، رضاعت كے مسائل، (استفتا نمبر: ۴۵۹)، ۴/۳۸۸، خير المدارس، ملتان)

"(ولم يبح الإرضاع بعد المدة)؛ لأنه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۱، سعيد)

(۱) چالیس سال کی عمر کا ہونا اور حیض کا بند ہوجانے سے نہ نکاح میں کوئی فرق آتا ہے اور نہ یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ بیوی سے ازدواجی تقاضوں کے حصول میں کوئی فرق آسکے، بلکہ نکاح بدستور قائم رہتا ہے۔ ازدواجی زندگی کے تقاضوں جماع وغیرہ کا حصول اس وقت بند ہوجاتا ہے جب کہ منافی نکاح یعنی طلاق کا صدور ہوجائے، اور قید نکاح سے عورت نکل جائے، اور قید نکاح سے =

بوڑھی بیوی سے جماع

سوال [۹۰۸۲]: ۱... اپنی بوڑھی بیوی سے ہمبستر ہونا شرعاً کیسا ہے؟

نابالغہ بیوی سے وطی

سوال [۹۰۸۳]: ۲... اپنی نابالغہ بیوی سے وطی کرنا کیسا ہے؟

بیوی کی چھاتی منہ میں لینا

سوال [۹۰۸۴]: ۳... اپنی بیوی کی چھاتی کو منہ میں لینا کیسا ہے؟ اس میں دو شقیں ہیں: ایک یہ کہ دودھ منہ میں اتر جائے، دوسرے یہ کہ دودھ منہ میں نہ اترے۔

بیوی کی دبر میں وطی کرنا

سوال [۹۰۸۵]: ۴... اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے بجائے قبل کے دبر میں وطی کی اور اس شخص کو یہ معلوم ہے کہ قبل ہی مشروع ہے۔ فارغ ہونے کے بعد عورت نے بتایا کہ تم نے ناجائز راستے کو استعمال کیا تھا، مگر بوقتِ وطی عورت جانتی تھی کہ ناجائز راستہ استعمال ہو رہا ہے، لیکن اس وقت کرنے کو منع نہ کیا، بعد میں بتایا۔ تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ مرد گناہ کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟ نیز عورت بھی گناہ کی مرتکب ہوئی یا نہیں؟

دن میں ہمبستری کرنا

سوال [۹۰۸۶]: ۵... دن میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہونا کیسا ہے؟

= عورت مخصوص الفاظ کے ساتھ نکل جاتی ہے جب کہ وہ الفاظ کہے جائیں، جب تک وہ الفاظ زبان سے کہے جائیں اس وقت تک عورت پر طلاق نہیں ہوتی ہے، اس لئے اس سے جماع جائز ہے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "هو لغة رفع القيد، لكن جعلوه في المرأة طلاقاً، وفي غيرها إطلاقاً ... وشرعاً: رفع قيد النكاح في الحال بالبائن، أو المآل بالرجعي بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق" (الدر المختار، كتاب الطلاق: ۳/۲۲۶، ۲۲۷، سعيد)

"أما تفسيره شرعاً، فهو رفع قيد النكاح حالاً أو مآلاً بلفظ مخصوص". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره وركنه وشرطه وحكمه الخ: ۱/۳۴۸، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۳/۴۰۹، رشيدية)

جناب والا ان مسئلوں کا بالترتیب جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔ المستفتی: محمد فاروق غفرلہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوڑھی عورت اگر جماع کی متحمل نہ ہوا اور جماع اس کو مضر ہو تو شوہر کو اس سے جماع درست نہیں:

"وفي الأشباه من أحكام غيبوبة الحشفة فيما يحرم على الزوج وطأ زوجته مع بقاء النكاح قال: و فيما إذا كانت لاتحتمله لصغر أو مرض أو سمنة .... فعلم من هذا كله أنه لا يحل له وطؤها بما يؤدي إلى إضرارها". كما في الشامي: ۲/۵۴۹(۱)۔

۲.....اگر نابالغہ بیوی جماع کی متحمل نہ ہوا اور جماع اس کو مضر ہو تو اس سے جماع درست نہیں، كما هو ظاهر من عبارة الجواب الأولى۔

۳..... اپنی بیوی کی چھاتی منہ میں لینا درست ہے، البتہ اگر دودھ آنے کا گمان ہو تو پھر ایسا نہ کرے:

"وهو تحقيق وجيه: لأنه يجوز له أن يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها إلا ما تحت الإزار، فكذا هي لها أن تلمس بجميع بدنها إلا ما تحت الإزار جميع بدنه، الخ". كذا في الشامي: ۱/۲۷۰(۲)۔

۴..... صورتِ مذکورہ میں عورت گناہِ کبیرہ کی مرتکب ہوئی(۳)۔

(۱) (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۲۰۴، سعيد)

"لاعبرة للسن في هذا الباب، وإنما العبرة للطاقة. وإن كانت ضخمة سمينة تطيق الجماع ولا يخاف عليها المرض من ذلك، يحل للزوج أن يدخل بها وإن لم تبلغ تسع سنين. وإن كانت نحيفة مهزولة لا تطيق الجماع و يخاف عليها المرض، لا يحل للزوج أن يدخل بها وإن كبرت سناً". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الثاني عشر في نكاح الصغار والصغائر و تسليمهن إلى الأزواج: ۳/۲۵۳، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة طلباً للتيسير كان حسناً: ۱/۲۹۳، سعيد)

(۳) "و وطؤها في الفرج عالماً بالحرمة عامداً مختاراً كبيرة، لا جاهلاً ولا ناسياً ولا مكرهاً". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۴۴، رشيديه)

۵ دن تک بھی جماع درست ہے(۱)۔

"وبمس عرسه وأمته، وبنظر الرجل منهما، وبالعكس إلى جميع البدن من الفرق إلى القدم ولو عن شهوة، الخ" كذا في الهندية: ۵/۳۲۹(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۸/۸۸ھ۔

بیوی سے خلافِ فطرت کام کرنا

سوال[۸۰۸۷]: زید نے اپنی بیوی کو مارا پیٹا اور گھر سے نکال دیا، عرصہ چار سال کا ہوا، یہ اپنی عورت سے خلافِ فطرت کام کرتا ہے، نشہ آور چیزیں استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بیوی میری ملکیت ہے، جس طرح چاہوں گا استعمال کروں گا۔ اب عرصہ چار سال سے بالکل خبر گیری نہیں لیتا، ایسی صورت میں ڈر ہے کہ لڑکی غلط راستے پر نہ پڑ جائے۔ ایسی صورت میں اگر عقدِ ثانی کرنا چاہے تو شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی تو عقدِ ثانی کی اجازت نہیں، کیونکہ شوہر زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی ہے۔ اگر شوہر طلاق دیدے خواہ مہر کے عوض ہی دیدے اور پھر عدت تین ماہواری گذر جائے تب عقدِ ثانی کی اجازت ہوگی (۳)۔

(۱) قال الإمام الرازي: "اختلف المفسرون في تفسير قوله: ﴿أنّى شئتم﴾ ... والثاني أن المعنى: أي وقت شئتم من أوقات الحل يعني إذا لم تكن أجنبية أو محرمة أو صائمة أو حائضاً و[illegible] متى شئتم من ليل أو نهار" (التفسير الكبير، سورة البقرة: ۲۲۳، الجزء السادس: ۶/۴۳، دار الكتب العلمية طهران)

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى: "وللزوج أن يطالبها بالوطء متى شاء إلا عند اعتراض أسباب مانعة من الوطء كالحيض والنفاس والظهار والإحرام وغير ذلك". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان حكم النكاح: ۳/۶۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۶/۳۶۶، سعيد)

(۳) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيدية)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة ..

تنبیہ: نشہ آور اشیاء کا استعمال ممنوع ہے (۱)، شوہر کا بیوی کے ساتھ خلافِ فطرت کام کرنا اور یہ کہنا کہ بیوی میری ملکیت ہے جیسے چاہوں گا ویسے استعمال کروں گا، غلط نظریہ ہے (۲)۔ اس کو بیوی پر وہ ملکیت حاصل نہیں کہ اس فعل کی اجازت دی جائے، اس فعلِ قبیح سے اس کو روکا جائے گا (۳) اور بیوی پر اس کی اطاعت اس فعل میں جائز نہیں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۹۱ھ۔

قبلہ کی طرف رخ کرکے وطی کرنا

سوال [۹۰۸۸]: کیا اپنی رفیقۂ حیات سے قبلہ کی جانب وطی کرنے میں کوئی قباحت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبلہ کی طرف پیر کرکے بیوی سے صحبت کرنا بھی مکروہ ہے "یکرہ مد الرجلین إلی القبلة في نوم

= المتزوجة: ۹/۲۳۲، ۲۶، رشیدیه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير: ۳/۵۰۴، دار الكتب العلميه بيروت)

(۱) "عن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: نهى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر". (مشكوة المصابيح، باب بيان الخمر ووعيد شاربها، الفصل الثالث، ص: ۳۱۸، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ملعون من أتى امرأته في دبرها". رواه أحمد وأبوداؤد". (مشكوة المصابيح، باب المباشرة، الفصل الثاني، ص: ۲۷۶، قديمي)

(۳) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۹۸۹): ۱۱/۵۹۰۰، مكتبه نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

(۴) "وعن النوّاس بن سمعان رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني: ۲/۳۲۱، قديمي)

ومجرد عدم [illegible] في جعل من قبله البعد" شامی: ۲/۲۶۸ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۵ھ۔

مالِ جمع کرنے اور بیوی سے صحبت کی مقدار واجب

سوال [۹۰۸۱]: مال جمع کرنا، عورت سے صحبت کرنا کہاں تک فرض ہے، وہ کہاں تک واجب ہے، وہ کہاں تک سنت ہے اور کہاں تک مستحب ہے، وہ کہاں تک مباح ہے اور کہاں تک حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بقدرِ ادائے حقوقِ واجبہ مال حلال ذریعہ سے کمانا اور رکھنا واجب ہے (۲)، سال بھر کے خرچ کی مقدار بیوی کو نفقہ دینا سنت ہے (۳)۔ بیوی سے اتنی مقدار میں صحبت کرنا واجب ہے کہ وہ طلبِ صحبت کے لئے بے چین ہوکر معصیت میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے، اور یہ چیز صحت، وقت، عمر، طبیعت کے اعتبار سے مختلف ہے، بعض خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اس کے لئے چار ماہ کا اندازہ لگایا ہے کہ اتنی مدت میں صحبت کا اہتمام وانتظام رکھے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) (ردالمحتار، باب الأنجاس، فصل في الاستنجاء، مطلب إذا دخل المستنجي في ماء قليل: ۱/۳۴۱، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الباب السابع الحظر والإباحة، المبحث الرابع، آداب الجماع: ۳/۲۶۵۰، رشيدية)

(۲) "وما لا يتوصل إلى الفرض إلا به فهو فرض" (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۱/۴۹۹، سعيد)

(وكذا في تعليم المتعلم، فصل في ماهية العلم والفقه وفضله، ص: ۲۰، قديمي)

(۳) "عن ابن عيينة قال: قال لي معمر: قال لي الثوري: هل سمعت في الرجل يجمع لأهله قوت سنتهم أو بعض السنة؟ قال معمر: فلم يحضرني، ثم ذكرت حديثاً ... عن عمر رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يبيع نخل بني النضير، ويحبس لأهله قوت سنتهم" (صحيح البخاري، كتاب النفقات، باب حبس الرجل قوت سنة على أهله: ۲/۸۰۶، قديمي)

(۴) "ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها" (الدر المختار). "ويؤيد ذلك أن عمر رضي الله تعالى عنه لما –

نکاح کے بعد دعاء کس وقت پڑھی جائے؟

سوال[۹۰۰۰]: نکاح کے بعد خلوت شب اول میں عورت کی پیشانی کے بال پکڑ کر: "اللھم إنی أسئلک من خیرھا وخیر ما جبلتھا علیہ، وأعوذ بک من شرھا وشر ما جبلتھا علیہ". پڑھتا ہے۔ کیا یہ دعا خلوت سے پہلے پڑھی جاتی ہے، یا نکاح ہوتے ہی عورت کے پاس جا کر فوراً بعد نکاح پڑھی جاتی ہے؟ اس کے پڑھنے کا افضل طریقہ کیا ہے اور افضل وقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح کے بعد جب ملاقات تنہائی میں ہو، اس وقت یہ دعا پڑھی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۹۲ھ۔

= سمع فی اللیل من امرأۃ ..... فسأل ابنتہ حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا: کم تصبر المرأۃ عن الرجل؟ فقالت: أربعۃ أشھر، فأمر أمراء ہ ألا یتخلف المتزوج عن أھلہ أکثر منھا". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب القسم: ۲۰۳/۳، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، باب القسم: ۴۳۴/۳، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب القسم: ۳۸۴/۳، رشیدیہ)

(وکذا فی النھر الفائق، کتاب النکاح، باب القسم: ۲۹۳/۲، إمدادیہ ملتان)

(۱) "یستحب أن یسمی اللہ تعالیٰ ویأخذ بناصیتھا أول ما یلقاھا، ویقول: بارک اللہ لکل واحد منا فی صاحبہ. ویقول معہ ما رویناہ بالأسانید الصحیحۃ فی سنن أبی داؤد وابن ماجۃ وابن السنی وغیرھا عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "إذا تزوج أحدکم امرأۃ أو اشتری خادماً فلیقل: اللھم إنی أسألک خیرھا وخیر ما جبلتھا علیہ، وأعوذبک من شرھا وشر ما جبلتھا علیہ". (الأذکار للإمام النووی، باب ما یقول الزوج إذا دخلت علیہ امرأتہ لیلۃ الزفاف، ص: ۱۹۵، دار ابن حزم)

(وکذا فی بذل المجھود، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح: ۳۴۹/۳، مکتبۃ امدادیۃ ملتان)

(وسنن ابن ماجۃ، أبواب النکاح، باب مایقول الرجل إذا دخلت علیہ أھلہ، ص: ۱۳۸، قدیمی)

کیا بغیر دعا پڑھے مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے؟

سوال[۱۰۰۹۱]: بغیر دعا مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر دعا کے مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۹۶ھ۔

برہنہ ہمبستری کرنا

سوال[۱۰۰۹۲]: زید اور اس کی بیوی اکثر جذبات سے مغلوب ہو کر برہنہ ہو کر ہمبستری کیا کرتے ہیں، درست ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حیاء کا تقاضہ یہ ہے کہ چادر وغیرہ اوڑھ لیا کریں(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أما لو أن أحدكم يقول حين يأتي أهله: بسم الله، اللهم جنبني الشيطان و جنب الشيطان ما رزقتنا، ثم قدر بينهما في ذلك أو قضي ولد، لم يضره شيطان أبداً".

قال الحافظ: "وقيل: لم يضره بمشاركة أبيه في جماع أمه كما جاء عن مجاهد: إن الذي يجامع ولا يسمي، يلتف الشيطان على إحليله فيجامع معه، ولعل هذا أقرب الأجوبة". (فتح الباري، كتاب النكاح، باب ما يقول الرجل إذا أتى أهله: ۹/۲۲۸-۲۲۹، دار المعرفة بيروت)

(۲) "عن عتبة بن عبد السلمي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا أتى أحدكم أهله، فليستتر، و لا يتجرد تجرد العيرين". (سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب التستر عند الجماع، ص: ۱۳۸، مير محمد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستتار عند الجماع: ۱۷/۳۸۹، إدارة القرآن كراچی)

حاملہ سے صحبت کب نقصان دہ ہے؟

سوال[۹۰۹۳]: حاملہ عورت کے ساتھ کتنی مدت تک صحبت کر سکتے ہیں؟ اور صحبت سے رکنا آیا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحبت سے رکنے کا حکم حمل کی حفاظت کی خاطر ہے، جب اس کو نقصان دے تو رک جائے (۱)، اور یہ بات طبیب سے دریافت کرنے کی ہے کہ کب نقصان دہ ہے اور کب نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۲ھ۔

بیوی سے صحبت کے وقت یہ تصور کہ فلاں اجنبیہ سے صحبت کر رہا ہوں

سوال[۹۰۹۴]: زید اپنی اہلیہ سے صحبت کرتے وقت کہتا ہے کہ یہ سوچو کہ فلاں غیر محرم تمہارے ساتھ صحبت کر رہا ہے اور خود بھی زبان سے یہ کہتا ہے کہ میں فلاں تمہارے ساتھ صحبت کر رہا ہوں۔ کیا ایسا کہنے پر نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا؟ زید کو یہ اطلاع اپنے مرشد کو بھی کرنا چاہئے یا نہیں؟ زید نے اب توبہ کر لی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کہنے سے نکاح تو نہیں ٹوٹا، البتہ یہ بے حیائی اور گناہ ہے (۲)۔ اگر زید توبہ پر قائم رہے تو مرشد کو

= (وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الباب السابع: الحظر والإباحة، المبحث الرابع: آداب الجماع: ۲۶۳۵/۴، رشيديه)

(۱) "لو تضررت من كثرة جماعه، لم تجز الزيادة على قدر طاقتها". (الدر المختار). وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "فعلم من هذا كله أنه لا يحل له وطؤها بما يؤدي إلى إضرارها" (رد المحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۳/۳، سعيد)

(۲) "الثالث: ذكر بعض الشافعية أنه كما يحرم النظر لما لا يحل، يحرم التفكر فيه، لقوله تعالى: ﴿ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضكم على بعض﴾ فمنع من التمني كما منع من النظر. وذكر العلامة ابن حجر رحمه الله تعالى في التحفة أنه ليس منه مالو وطئ حليلته متفكراً في محاسن أجنبية حتى خيل إليه أنه يطؤها. ونقل عن جماعة منهم الجلال السيوطي والتقي السبكي أنه يحل لحديث: "إن الله تجاوز لأمتي =

خبر کر: ضروری نہیں، ورنہ خبر کر کے تدبیر دریافت کی جائے کہ کس طرح اس بے حیائی سے نجات ملے۔ خدائے پاک معاف فرمائے اور محفوظ رکھے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

حائضہ سے استمتاع کی صورت

سوال [۱۰۰۹۵]: اگر مرد اپنی حائضہ بیوی کے ما بین السرۃ إلی الرکبۃ کو جب کہ اس پر کپڑا ہو، اپنے عضو سے کپڑا لپیٹ کر مس کرے بغیر داخل چھوڑ کر اور اس کو انزال ہو جائے تو یہ فعل عند الشرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کپڑا درمیان میں حائل ہے تو یہ صورت ممنوع نہیں:

"فیجوز الاستمتاع بالسرۃ وما فوقھا، والرکبۃ وما تحتھا ولو بلا حائل، وکذا بما بینھما بحائل بغیر الوطئ ولو تلطخ دماً". شامی: ۱/۲۹۲(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= ما حدثت بہ أنفسھا"، ولا یلزم من تخیلہ ذلک عزمہ علی الزنا بھا، حتی یأثم إذا صمم علی ذلک لو ظفر بھا، وإنما اللازم فرض موطوء تہ تلک المحسناء. وقیل: ینبغی کراھۃ ذلک، ورد بأن الکراھۃ لابد لھا من دلیل. وقال ابن الحاج المالکی رحمہ اللہ تعالٰی: إنہ یحرم، لأنہ نوع من الزنا، کما قال علماؤنا فیمن أخذ کوزاً یشرب منہ، فتصور بین عینیہ أنہ خمر فشربہ، أن ذلک الماء یصیر حراماً علیہ، اھ. ورد بأنہ فی غایۃ البعد ولا دلیل علیہ، اھ. ملخصاً.

ولم أر من تعرض للمسألۃ عندنا، وإنما قال فی الدرر: إذا شرب الماء وغیرہ من المباحات بلھو وطرب علی ھیئۃ الفسقۃ، حرم، والأقرب لقواعد مذھبنا عدم الحل؛ لأن تصور تلک الأجنبیۃ بین یدیہ یطؤھا فیہ تصویر مباشرۃ المعصیۃ علی ھیئتھا، فھو نظیر مسألۃ الشرب. ثم رأیت صاحب تبیین المحارم من علمائنا نقل عبارۃ ابن الحاج المالکی وأقرھا، وفی آخرھا حدیث عنہ صلی اللہ علیہ وسلم "إذا شرب العبد الماء علی شبہ المسکر، کان ذلک علیہ حراماً". (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی النظر والمس: ۶/۳۷۲، سعید)

(۱) (رد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحیض، مطلب: لو أفتی مفت بشیء من ھذہ الأقوال فی مواضع =

۱... میاں بیوی کا ایک دوسرے کے بدن کو مس کرنا درست ہے اور مس میں اگر انزال ہوجائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

۲.... پشت کی جانب سے بھی جماع شرمگاہ (فرج) میں درست ہے۔ قرآن عزیز میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فأتوا حرثكم أنى شئتم﴾ يعني كيف شئتم وحيث شئتم إذا كان في القبل، والمعنى: كيف شئتم مقبلة ومدبرة على كل حال إذا كان في الفرج". تفسير خازن: ۱/۱۵۳(۱)۔

البتہ اپنی خواہش اس طرح پوری کرنا ٹھیک نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

شوہر کا عضو ہاتھ میں لینا

سوال[۹۰۰۸]: اپنی منکوحہ کے ہاتھ میں عضو دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر گناہ ہے تو کفارہ ادا کرنے پر گناہ سے بری ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی: ۱/۲۱۳ میں ہے:

"(قوله: بمباشرتها له) حسب تردده في المباشرة تردد البحر فيها حيث قال: ولم أر لهم حكم مباشرتها له. وللقائل أن يمنعه بأنه لما حرم تمكينها من استمتاعه بها، حرم فعلها به مطلقاً. وللقائل أن يجوزه بأن حرمته عليه لكونها حائضاً، وهو مفقود في حقه، فحل لها الاستمتاع به، وذلك غاية مسها بذكره أنه استمتاع بكفها وهو جائز قطعاً اهـ. واستظهر في النهر الثاني .... يجوز له أن يلمس بجميع بدنه حتى بذكره جميع بدنها إلا ما تحت الإزار،

(۱) (تفسير الخازن، سورة البقرة: ۲۲۳: ۱/۱۶۳، حافظ كتب خانه، كوئٹه)

(وكذا في فتح الباري، كتاب التفسير، سورة البقرة، باب: ۳۹، ۸/۲۳۱، قديمي)

(وكذا في جامع البيان في تفسير القرآن، تفسير الطبري، ۲/۲۳۲، دار المعرفة، بيروت)

فكذا هي لها أن تامس مجميع بدنها جميع بدنه حتى ذكره"(۱)۔

اگر عورت نے اپنے مرد کا عضو خاص پکڑ لیا تو کوئی گناہ نہیں ہوا، البتہ ایسا کرنا کچھ اچھا نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

پانی مضر ہونے کی صورت میں اجازتِ جماع

سوال[۹۰۹۹]: إذا كان أحد الزوجين مريضاً بحيث يضره الماء بارداً كان أو حاراً، هل يجوز أن يجامع أم لا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نعم، يجوز له الجماع بزوجته وإن كان يضره الماء، وإذا لم يقدر على الغسل لمرض، فعليه أن يتيمم، كذا في شرح المنية (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة طلباً للتيسير كان حسناً: ۱/۲۹۲، ۲۹۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۳۴، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الطهارة، باب الحيض، ۱/۱۵۰، دار المعرفة بيروت)

(۲) "والجنب الصحيح في المصر إذا خاف إن اغتسل أن يقتله البرد أو يمرضه، يتيمم عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى ...... وله أن العجز قد ثبت في حقه حقيقة، فيعتبر كما إذا عدم الماء في المصر حقيقة، حيث يجوز التيمم، ولم يعتبر كون وجود الماء فيه هو الغالب؛ لأن الغالب لا يعارض الحقيقة، وكذا الجواب عن تيسر الماء الحار في المصر غالباً؛ لأن الكلام في تحقق تعسره عليه بعد قدرته عليه وعلى ثمنه ...... الفتوى على قوله في العبادات مطلقة، وهو الواقع بالاستقراء". (الحلبي الكبير، فصل في التيمم، ص: ۶۶، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۳۳، سعيد) .... —

حررہ العبد محمود غفی عنہ، ۱۵/۸/۸۷ھ۔

= (وكذا في البحر الرائق كتاب الطهارة، باب التيمم: ۲۳۶/۱، رشيديه)

ترجمہ سوال وجواب: زوجین میں سے جب کوئی بیمار ہو کہ پانی ٹھنڈا ہو یا گرم نقصان دیتا ہو تو کیا ایسی حالت میں جماع کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً: ہاں اس کو بیوی سے جماع جائز ہے، اگرچہ پانی اس کو نقصان دیتا ہو، اور جب مرض کی وجہ سے غسل کی قدرت نہ ہو تیمم کرے، شرح منیہ میں اسی طرح ہے۔ فقط۔